

من لم يعرف المنطق فلا تعلق له في العلوم اصلاً (ابن خلدون)
علم منطق کی مشکل ترین اور لاجواب کتاب کی پہلی جامع اور آسان ترین شرح

سراج التہذیب

فی حل

شرح التہذیب

افادات

جامع المعقول والمنقول شہنشاہ تدریس ولی کامل استاذ العلماء

حضرت مولانا **منظور الحق** صاحب نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم و استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال

کتابخانہ مجید بیہ مملکت

من لم يعرف المنطوق فلا ثقة له في العلوم أصلاً (امام غزالی)
علم منطق کی مشکل ترین اور لا جواب کتاب کی پہلی جامع اور آسان ترین شرح

سراج التہذیب

فی عمل

شرح التہذیب

افادات

جامع المعقول والمنقول شہنشاہ تدریس ولی کامل استاذ العلماء

حضرت مولانا منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم و استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیرہ و النسخہ فیہ

ابوالحسن محمد علی صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیرہ و النسخہ فیہ

خصوصیات

فوائد

اعراض

اصول

کتبخانہ مجیدیہ پیرن پور پشاور 54384

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب

سراج التہذیب (۱) شرح التہذیب

انوار

جامع المعقول والمنقول شہنشاہ تدریس ولی کامل استاذ العلماء حضرت مولانا ^{سابق} محمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ
سابق مہتمم و استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال

ابوالاحتمشام مولانا سراج الحق صاحب استاذ جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال

ضبط و ترتیب

قیمت

مکتبہ

مولانا سراج الحق استاذ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال
کتب خانہ مجیدیہ ملتان • مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار اولپنڈی • مکتبہ رشیدیہ سرگی روڈ کوئٹہ
مکتبہ قاسمیہ بنوری ٹاؤن کراچی • اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

﴿ آئینہ مضامین ﴾

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۸	انتساب	۱
۹	سراج التہذیب اہل علم کی نظر میں	۲
۱۵	مختصر تذکرہ حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ	۳
۱۷	حضرت والا کی وفات پر ایک شاگرد میاں غلام رسول عباسی صاحب کے تاثرات	۴
۱۹	پیش لفظ	۵
۲۱	ابتدائی مقدمہ	۶
۲۹	تسمیہ و تسمیہ سے ابتداء کرنے کی وجہ	۷
۳۰	حدیث تسمیہ و تسمیہ میں تعارض اور اس کے جوابات	۸
۳۲	حمد کی تعریف، فوائد قیود اور اعتراض و جوابات	۹
۳۳	مدح اور شکر کی تعریف اور ان کے درمیان تعلق	۱۰
۳۴	لفظ اللہ کی تحقیقات	۱۱
۳۸	ہدایت کی تعریف اور اس کے معنی میں اختلاف	۱۲
۴۱	سواء الطریق کا معنی اور مصداق	۱۳
۴۳	لنا ظرف کے تعلقات اور ماہو الراجع	۱۴
۴۶	توفیق کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۵
۴۷	لفظ صلوة کی بحث	۱۶
۵۰	لفظ ہدی کی تراکیب اور ان پر ہونے والے اعتراضات و جوابات	۱۷
۵۵	لفظ آل کی تحقیق	۱۸

۵۶	لفظ اسحاب کی تحقیق	۱۹
۶۱	لفظ بعد کی اعرابی حالتوں کا بیان	۲۰
۶۳	فہذا میں حرف فاء کی تحقیق	۲۱
۶۳	ہذا کے مشارالہ کی بحث	۲۲
۷۲	لفظ سیمما کی تحقیق	۲۳
۷۵	القسم الاول فی المنطق	۲۳
۸۰	القسم الاول فی المنطق پر ایک اعتراض اور اس کے پینتیس (۳۵) جوابات	۲۵
۸۳	لفظ مقدمہ کی تحقیقات	۲۶
۸۷	علم کی تعریف	۲۷
۹۲	تصدیق میں مناطقہ کا اختلاف	۲۸
۹۵	تصور اور تصدیق کی اقسام	۲۹
۹۷	نظر و فکر کی تعریف	۳۰
۱۰۰	احتیاج الی المنطق	۳۱
۱۰۱	لفظ قانون کی تحقیق	۳۲
۱۰۳	مطلق موضوع کی تعریف	۳۳
۱۰۷	دلالت کی بحث	۳۳
۱۱۰	دلالت کی لغوی و اصطلاحی تعریف	۳۵
۱۱۰	دلالت کی اقسام	۳۶
۱۱۳	لزوم کی اقسام	۳۷
۱۱۵	دلالت مطابقی، تفصیلی اور التزامی کے درمیان نسبت	۳۸
۱۱۷	ملرود مرتب کی تعریف	۳۹
۱۲۷	استعارہ کی تعریف اور اسکی اقسام	۴۰

۱۳۶	مشترک کی تعریف اور فوائد قیود	۴۱
۱۳۷	کلی و جزئی کی تعریف	۴۲
۱۳۷	افراد کے اعتبار سے اقسام کلی	۴۳
۱۳۴	دو کلیوں اور ان کی تقیضوں کے درمیان نسبت	۴۴
۱۵۵	جزئی اضافی کی تعریف	۴۵
۱۵۷	کلیات خمس	۴۶
۱۶۰	خمس کی تعریف اور اس کی اقسام	۴۷
۱۶۵	نوع کی تعریف اور اس کی اقسام	۴۸
۱۶۶	نوع حقیقی و اضافی میں نسبت	۴۹
۱۷۳	اجناس اور انواع کی ترتیب	۵۰
۱۷۵	فصل کی تعریف اور اس کی اقسام	۵۱
۱۸۶	خاصہ اور عرض عام کی تعریف	۵۲
۱۹۲	الزام کی باعتبار تصور ملزوم کے اقسام	۵۳
۱۹۳	منہوم کلی کا بیان	۵۴
۲۰۳	تعریف کی تعریف اور اس کی شرائط	۵۵
۲۰۹	تعریف لفظی	۵۶
۲۱۱	فصل فی التصدیقات	۵۷
۲۱۲	تقصیہ کی تعریف اور اس کے اجزاء	۵۸
۲۱۷	تقصیہ شرطیہ کی تعریف	۵۹
۲۱۹	تقصیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے اقسام	۶۰
۲۲۲	محصورات اربعہ	۶۱
۲۲۵	بحث تقصیہ معدولہ اور مخصلہ	۶۲

۲۲۷	قضایا موجهات	۶۳
۲۳۵	نقشہ قضایا موجهہ بسا لفظ بمع امثلہ	۶۴
۲۳۷	قضایا مرکبات کے متعلق چھ فوائد	۶۵
۲۳۶	نقشہ تقییدات موجهات مرکبات	۶۶
۲۵۰	نقشہ قضایا موجهہ مرکبہ بمع امثلہ	۶۷
۲۵۳	شرطیہ متصلہ کی تعریف اور اقسام	۶۸
۲۵۷	قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تعریف اور اس کی اقسام	۶۹
۲۶۸	نقشہ امثلہ احتمالات قضیہ شرطیہ متصلہ و منفصلہ	۷۰
۲۷۱	بحث تناقض	۷۱
۲۷۶	نقشہ برائے امثلہ وحدات ثمانیہ	۷۲
۲۷۷	قضایا بسا لفظ کی نقائص	۷۳
۲۸۱	نقشہ نقائص قضایا موجهہ بسا لفظ بمع امثلہ	۷۴
۲۸۲	مرکبات کلیات کی نقائص	۷۵
۲۸۶	نقشہ نقائص مرکبات کلیات بمع امثلہ	۷۶
۲۸۹	مرکبات جزئیات کی نقائص	۷۷
۲۹۱	نقشہ نقائص مرکبات جزئیات بمع امثلہ	۷۸
۲۹۳	عکس مستوی	۷۹
۲۹۸	دلیل خلی کی تعریف	۸۰
۳۰۰	موجهات موجهات کا عکس	۸۱
۳۰۹	ممکنین کے عدم انعکاس کی تفصیل	۸۲
۳۱۰	نقشہ عکس مستوی قضایا موجهہ مرکبات موجهات	۸۳
۳۱۱	موجهات سوالب کا عکس مستوی	۸۴

۳۱۶	نقشہ عکس مستوی تقضایا موجدہ بسا لظ سوالب	۸۵
۳۱۸	نقشہ خلاصہ عکس موجبات و سوالب	۸۶
۳۲۱	عکس نقیض	۸۷
۳۲۷	نقشہ خلاصہ عکس نقیض موجبات و سوالب	۸۸
۳۳۱	تفصیل دلیل انتراضی	۸۹
۳۳۵	قیاس کی تعریف اور فوائد قیود	۹۰
۳۳۵	شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرائط	۹۱
۳۳۷	شکل اول کی ضرورب منجہ	۹۲
۳۳۹	نقشہ شکل اول	۹۳
۳۵۰	شکل ثانی کی شرائط	۹۳
۳۵۲	شکل ثانی کی ضرورب منجہ	۹۵
۳۵۶	نقشہ شکل ثانی	۹۶
۳۵۸	شکل ثانی کی ضرورب منجہ کے دلائل	۹۷
۳۵۹	شکل ثالث کی شرائط	۹۸
۳۶۱	شکل ثالث کی ضرورب منجہ	۹۹
۳۶۳	نقشہ شکل ثالث	۱۰۰
۳۶۵	شکل ثالث کی ضرورب منجہ کے دلائل	۱۰۱
۳۶۶	شکل رابع کی شرائط	۱۰۲
۳۶۹	شکل رابع کی ضرورب منجہ	۱۰۳
۳۷۱	نقشہ شکل رابع	۱۰۴
۳۷۲	نقشہ اشکال اربعہ صور مجہدہ و غیر مجہدہ	۱۰۵
۳۷۳	شکل رابع کی ضرورب منجہ کے دلائل	۱۰۶

انتساب

میں اس کتاب کو اپنے

مخمسن و مربی حضرت والد ماجد شہنشاہ تدریس جامع المعقول والمنقول راس الاتقیاء ولی کامل

حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

استاذ الحدیث و سابق مہتمم جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال

اور

اپنے عظیم چچا مربی استاذ العلماء ولی کامل الشیخ

حضرت مولانا علامہ ظہور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال

کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی محبت و شفقت و مقبول دعاؤں کی برکت سے احقر کو تعلیم و تدریس و تالیف کی سعادت نصیب ہوئی اور صراطِ مستقیم کی راہنمائی حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ اس پر استقامت کے ساتھ چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

سراج التہذیب اہل علم کی نظر میں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

رأس الاقویاء استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور احمد صاحب نعمانی مدظلہ العالی
مہتمم جامعہ عربیہ انوریہ حبیب آباد طاہروالی

شرح تہذیب کی اردو شرح سراج التہذیب مرتبہ مولانا سراج الحق ابن مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس دارالعلوم عید گاہ کبیر والا کے چند مقامات دیکھے جو نہایت شگفتہ الفاظ، رواں عبارت اور سہل الفہم ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ مسائل کی پوری تشریح و توضیح فرمایا کرتے تھے ان کے ابن کا بھی وہی طریقہ ہے **أَوْلَادُ سِرِّ لَابِيهِ** کا پورا مظاہرہ ہے۔ مدرسین اور طلباء کیلئے نہایت مفید ہے اللہ تعالیٰ مرتبہ سخی کو قبول فرمائے اور علماء و طلباء میں کتاب مذکور کو مقام قبولیت و افادیت عطا فرمائے آمین!

منظور احمد نعمانی غفری عنہ

مدرس مدرسہ حبیب آباد طاہروالی

ضلع بہاولپور

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆ رائے گرامی ☆

راس الاتقیاء استاذ العلماء حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہ العالی

مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدارس عربیہ میں پڑھائی جانے والی درس نظامی کی مشہور کتاب شرح تہذیب کی اردو شرح "سراج التہذیب" فی حل شرح التہذیب" مرتبہ صاحبزادہ حضرت مولانا سراج الحق صاحب سلمہ اللہ ابن شہنشاہ تدریس شیخ المعقول والمعقول استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند صفحات دیکھے۔

حضرت الاستاذ کا جو خصوصی انداز تدریس تھا تقطیع عبارت اور مشکل مسائل کو سمجھانے کے لئے تمہیدی مقدمات وغیرہ، شرح مذکور اس سے مرصع و مزین ہے۔ یہ شرح منطق کی ادق کتاب شرح تہذیب کے حل کے لئے واقعہ سراج منیر اور معلمین حضرات و طلبہ کرام کے لئے عظیم علمی تحفہ ہے۔

حق تعالیٰ شانہ عزیزم صاحبزادہ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور حضرت الامتاز رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مغفرت کاملہ

کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

ارشاد احمد علی عنہ

دارالعلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال

☆ رائے گرامی ☆

استاذ العلماء امام الصرف وانجو حضرت مولانا عبدالرحمن جامی صاحب زید مجدہم
شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان و مہتمم جامعہ حفصہ للبنات جھنگ موڑ مظفر گڑھ

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اما بعد! استاذنا المعظم جامع الكمالات شہنشاہ تدریس حضرت علامہ مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

کا نام سنتے ہی آنکھیں عقیدت و محبت سے جھک جاتی ہیں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت اقدس کو تدریس میں اجتہادی شان
عطا فرمائی تھی مشکل سے مشکل ترین مقام ایک چٹکی میں ہی سمجھا دیتے تھے بلا شک و شبہ تدریس و تفہیم آپ کے گھر کی
لوٹری تھی طلبہ آپ کی تقریر کو ضبط کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ آپ کے الفاظ من و عن نقل کر لئے جائیں آپ کے ہر
سبق کی کاپی تیار ہو جاتی اور پھر طلبہ اور اساتذہ اس سے استفادہ کرتے میرے پاس بھی حضرت کی بیضاوی شریف کی تقریر
اور شرح عبدالغفور کی تقریر محفوظ ہے جو بندہ نے درس گاہ میں بیٹھ کر ضبط کی تھی جس سے بہت سے احباب استفادہ کر چکے
ہیں فللہ الحمد

شدید ضرورت تھی کہ حضرت اقدس کے ان جواہر پاروں کو کتابی شکل دیکر علماء و طلبا کے استفادے کیلئے شائع کیا

جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت کے علمی جانشین عزیز القدر صاحبزادہ مکرم حضرت مولانا سراج الحق، ید مجدہ استاذ

الحدیث دارالعلوم عید گاہ کبیر والا کو کہ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے حضرت اقدس قدس سرہ کے ان شہ

پاروں کو شائع کر کے علماء، مدرسین و طلباء پر احسان عظیم فرمایا ہے اور ان شاء اللہ العزیز اب یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

دعا ہے حق تعالیٰ شانہ صاحبزادہ مکرم کی محنت کو قبول فرما کر حضرت اقدس کیلئے صدقہ جاریہ بنائے آمین

عبدالرحمن جامی

دارالعلوم رحیمیہ

رائے گرامی

استاذ العلماء وکیل احناف حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ العالی
استاذ الحدیث و رئیس شعبہ الدعوة والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

باسمہ تعالیٰ

اما بعد! حضرت مولانا سراج الحق صاحب مدظلہ نے اپنے والد مکرم ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ
استاذی المکرم حضرت مولانا منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی علمی میراث کی حفاظت کا ارادہ آپ کی درسی تقاریر کی
اشاعت کی صورت میں فرمایا ہے جس کی پہلی کڑی شرح تہذیب کی درسی تقریر کی اشاعت ہے مولانا کا حضرت
نور اللہ مرقدہ کی روحانی اولاد پر بہت بڑا احسان ہے کہ انکا طرز تعلیم جس کی وجہ سے پہاڑ جیسے ثقیل مضامین بھی موم کی طرح
نرم ہو کر مخاطب کے ذہن میں خوبصورت پیرایہ میں منقش ہو جائیں ایک دفعہ پھر زندہ ہو کر طلبہ بلکہ اساتذہ فن کی کشتی کو بھی
بھنور سے نکال دے۔

بندہ نے تقریر کی کمپوزنگ کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا ترتیب و فصیح میں اچھی محنت کی ہے۔ اگرچہ شرح تہذیب
وفاقی امتحانی نصاب میں داخل نہیں مگر اس تقریر کے مطالعہ سے فن پر عبور حاصل کرنے میں کافی معاونت ہوگی اہل فن سے
بالخصوص حضرت کے تلامذہ سے امید قوی ہے کہ اس کی قدر دانی کریں گے اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سراج الحق صاحب مدظلہ
کی اس محنت کو شرف قبولیت بخشیں اور ان کیلئے اور حضرت استاذی المکرم کیلئے اس کو صدقہ جاریہ بنائیں اسی طرح حضرت
نور اللہ مرقدہ کے بقیہ علمی جواہر پاروں کو بھی منظر عام پر لانے کی مولانا سراج الحق صاحب کو توفیق ارزانی عطا فرمائیں۔

۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

کتبہ

محمد انور اوکاڑوی عفا اللہ عنہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

استاذ العلماء امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد اشرف شاد صاحب مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ اشرفیہ مانکوٹ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! بندہ نے چند مقامات سے تقریر و لپڈیرا استاذی المکرم جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ

محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی شرح التہذیب پڑھی دل خوش ہوا۔ عام طور پر اغراض شرح تہذیب کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے اس تقریر میں ماشاء اللہ اغراض کو خوب وضاحت سے بیان کیا ہے امید قوی ہے کہ یہ تقریر معلمین و متعلمین کیلئے مفید ثابت ہوگی۔

غزیز برادر حضرت مولانا سراج الحق صاحب ابن حضرت علامہ مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل

علم حضرات پر احسان کیا ہے۔ اہل علم اس سے خوب فائدہ اٹھائیں۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ مولانا

محمد سراج الحق صاحب مدرس دارالعلوم کی اس کاوش کو قبول فرما کر مزید ہمت و خلوص نصیب کرے آمین!

نقطہ

محمد اشرف شاد کبیر والا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

فخر الاماثل حضرت مولانا ابوالطاہر شمس الحق قمر صاحب مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ شمس ککڑ ہٹہ روڈ طاہر آباد کبیر والا ضلع خانیوال

و فخر الاماثل حضرت مولانا قاری افتخار الحق شاہد صاحب مدظلہ العالی

نائب مہتمم جامعہ شمس ککڑ ہٹہ روڈ طاہر آباد کبیر والا ضلع خانیوال

اما بعد! قبلہ والد محترم نور اللہ مرقدہ کو خداوند عالم نے تدریس کا بادشاہ بنایا تھا جن کا فیض بجز اللہ

پاکستان ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں بلا واسطہ یا بالواسطہ پھیلا ہوا ہے ان کے علمی جواہر پارے آج تک شاگردوں کے پاس قلمی نسخوں کی شکل میں موجود رہے ہیں جن سے کسب فیض مخصوص طبقہ ہی میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔

مدت سے یہ دلی خواہش تھی کہ حضرت والد صاحب کی شروعات اور علمی مواد کو افادہ عام کیلئے طبع کروایا جائے مگر

مجبوریاں آڑے آتی رہیں اب برادر مکرم مولانا سراج الحق صاحب طول عمرہ و علمہ نے اس جمود کو توڑ کر نہایت ہی

خوشی کا سامان پیدا کیا ہے اور منطق کی شہرہ آفاق کتاب شرح تہذیب شامل نصاب درس نظامی پر حضرت والد صاحب کی

تقریر کو مرتب کیا ہے۔ چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کیا نہایت خوشی ہوئی اور برادر مکرم الولد سیر لاپیہ کے صحیح مصداق نظر

آئے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمام مدرسین اور طلباء کیلئے نافع بنائے اور بھائی صاحب کو علمی اور عملی میدان میں

خوب ترقیات عطاء فرمائے اور قبلہ والد کی بلندی درجات اور مغفرت کاملہ کا ذریعہ بنائے۔

خلاق عالم ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں آمین!

ابوالطاہر شمس الحق قمر

افتخار الحق شاہد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مختصر تذکرہ

رأس الاتقیاء ولی کامل جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ
استاذ الحدیث وسابق مہتمم دارالعلوم کبیر والا

نام ونسب :- آپ کا نام اور نسب نامہ یوں ہے۔ محمد منظور الحق "بن نور الحق" بن احمد دین "بن محمد امین" بن محمد اسلام "بن ممدوح" بن اللہ وسایا بن درگا ہی۔ درگا ہی کے نیچے تمام اجداد اپنے اپنے وقت کے بڑے علماء میں سے تھے۔
آپ کی قوم "وانگھے فقیر" ہے اسکا مطلب ہے انوکھے بزرگ۔ کیونکہ آپ کے خاندان کے اکثر افراد اولیاء اللہ اور بزرگ ترین ہستیاں تھیں۔

آپ کے والد مولانا نور الحق نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا عبد اللہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کنڈیاں سے آپ کی پیدائش سے قبل بیٹے کیلئے دعا کروائی انہوں نے دعاء کرنے کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بیٹا عطا فرمائیں گے جو ایک جید عالم ہوگا اور اس کی پنڈلی پر کالا نشان ہوگا۔ بعد ازاں حضرت والا مولانا محمد منظور الحق پیدا ہوئے اور آپ کی پنڈلی پر کالا نشان بھی موجود تھا۔

تعلیم :- ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا نور الحق نور اللہ مرقدہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں اپنے چچا حضرت مولانا عبد الخالق نور اللہ مرقدہ سے کئی کتب پڑھیں۔ موقوف علیہ اور دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند سے کیا۔

اساتذہ کرام :- آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری صاحب، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب، حضرت مولانا رسول خاں صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے علم کے کوہ گراں شامل ہیں۔

تدریس :- دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ ریاض الاسلام مکھیانہ شہر جھنگ اور مدرسہ عربیہ محمدیہ نوحال میں تدریس کی۔ اس کے بعد اپنے چچا مولانا عبد الخالق نور اللہ مرقدہ کے دارالعلوم کبیر والا کی بنیاد رکھنے کے بعد یہاں مدرس ہوئے اور تازندگی دارالعلوم سے وابستہ رہے۔

آپ شہنشاہ تدریس تھے، چٹکیوں میں بات سمجھاتے، باحوالہ بات کرنے کی عادت تھے، طالب علموں کے سوالات پر انتہائی خوش ہوتے اور باحوالہ مکمل تشریح فرماتے، مشکل سے مشکل بات کو تمہیدی مقدمات کے ذریعے بالکل آسان بنا دیتے، تقطیع عبارت اور اغراض مصنف کو بیان کرنا آپ کا خصوصی شعار تھا۔ ادب و سلیقہ ان گھٹی میں پڑا ہوا تھا صرف دعوٰی کی لوٹیاں اور منطق ان کی کنیز تھی حدیث کا درس دیتے تو علم کا ایک بحر بے کراں موجیں مارتا۔ ہر بات دل سے نکلتی اور دل پر اثر کرتی تھی۔

بحیثیت مہتمم دارالعلوم کبیر والا:- دارالعلوم کبیر والا کی بنیاد حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ مدرس دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۵۲ء میں رکھی۔ اپنی علمی و انتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ادارہ کو ایک مقام عطا کیا حضرت مرحوم کی شادی نہ تھی انہوں نے اپنے دونوں بھتیجیوں حضرت مولانا محمد منظور الحق اور حضرت مولانا ظہور الحق کو اپنا بیٹا بنایا اور ادارہ کے نشوونما میں اپنے ساتھ رکھا۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب نے اپنی زندگی ہی میں مولانا منظور الحق کو اپنا جانشین بنا دیا اور وہ نائب مہتمم اور ناظم کے طور پر ان کی زندگی میں کام کرتے رہے۔ اور تادم وفات نائب رہے پھر ان کی وفات کے بعد اہتمام ان کے سپرد ہوا۔ اپنے آٹھ سالہ دور اہتمام میں ادارہ کی وہ خدمات سرانجام دیں اور تعلیمی میدان میں وہ ترقی دی کہ اس کے اثرات آج تک بحمد اللہ موجود ہیں ادارہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کی بنا پر دارالعلوم میں وہ تدریسی نظام جاری فرمایا جس سے بڑے بڑے مدرس و محدث پیدا ہوئے۔ دارالعلوم کا یہی وہ اساسی دور تھا جس کی وجہ سے آج تک دنیا میں دارالعلوم کا نام روشن ہے۔

حضرت کے اخلاص اور للہیت کی عظیم نظیر اور دارالعلوم کیلئے سب کچھ قربان کرنے کے جذبے کی مثال یہ ہے کہ جب دارالعلوم کبیر والا میں قائم سکول گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لئے جس سے دارالعلوم کا ایک وسیع رقبہ حکومت کی تحویل میں چلا گیا تو حضرت والا جن کو دارالعلوم کے مفاد کا جنون تھا انہوں نے راتوں رات مسجد کے ہال والی جگہ اور مدرسہ البنات کی دو کنال جگہ پر قبضہ کیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ دونوں چیزیں دارالعلوم کی شدید ضرورت ہیں۔ بعد میں جب چند شر پسند عناصر نے اس قبضہ کو ختم کرانا چاہا تو حضرت والا نے ایثار کی عظیم مثال پیش کی دارالعلوم کی خاطر اس قبضہ کو پکا کرنے کیلئے اہتمام حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اس وقت مدرس تھے ان کے سپرد کر دیا تاکہ شر پسند عناصر کی توجہ ہٹائی جاسکے اور دارالعلوم کی جائیداد پر آٹھ نہ آنے پائے۔

دارالعلوم کی جڑوں کو مضبوط کیا۔ اسے استحکام عطا کیا۔ اس کی ترقی و کامرانی کے لئے اپنا آرام و سکون قربان کر دیا تاکہ یہ عظیم درسگاہ تعلیمی، تدریسی اور انتظامی امور میں نمایاں کردار ادا کر سکے، اشاعت اسلام ہو، قرآن و حدیث کے اجالے سے جہالت کی تاریکی ختم ہو۔ انسانی قوالب و اذہان ہمیشہ یہاں سے منور ہوتے رہے۔ اگرچہ بہت سی بیماریوں نے انہیں جسمانی طور پر کمزور کر دیا تھا مگر ان کی رگوں میں جواں خون رقص کرتا تھا چہرے پر تازگی اور آنکھوں میں چمک آخر تک موجود تھی۔

مولانا مرحوم پر لکھنا آسان نہیں، وہ کئی حیثیات میں جامع تھے۔ خوب صورت انسان، متدین و متشرع شخصیت، نامور عالم دین، پاک سیرت، باہمت، دردمند، وسیع النظر، حلیم الطبع، کریم النفس، قناعت پسند، منکسر المزاج، بردبار، مفسر، عالی ظرف، استاد کامل، مہمان نواز، انتظامی صلاحیتوں سے آگاہ غرض آپ کی ہر ادا موضوع بن سکتی ہے۔ وہ کامیاب زندگی کے اصول و آداب سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ان اصول و آداب سے اپنی زندگی کو آراستہ اور شائستہ بنانے کی کوشش میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ ادب و سلیقہ ان کی گھٹی میں پڑا تھا صرف و نحو ان کی لوٹیاں اور منطق ان کی کتیر تھی حدیث کا درس دیتے تو علم کا بحر بے کراں موجیں مارتا تھا، ہر بات دل سے نکلتی اور دل پر اثر کرتی تھی بولتے نہیں بلکہ موتی رولتے تھے۔

مولانا مرحوم جامعہ عربیہ تعلیم الاہل للعلماء قاسم العلوم ملتان و جامعہ محمدیہ نذرہال میں بھی مدرس رہے لیکن جب اپنے چچا بانی دارالعلوم کبیر والا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالخالق نور اللہ مرقدہ کی دعوت پر یہاں تعینات ہوئے تو آخری لمحات تک اسی سے وابستہ رہے۔ حضرت کی زندگی میں ان کے دست راست رہے ان کے سانچہ ارتحال کے بعد آپ درسگاہ کے مہتمم مقرر ہوئے، ہمیشہ نہایت شوق اور لگن سے کام کیا، پوری زندگی علم کا نور بکھیرتے گزر گئی، ذہانت و فراست، مردم شناسی اور بے پناہ خوبیوں کی بناء پر آپ اساتذہ اور طلباء میں یکساں مقبول تھے۔ اپنے طلباء کے ساتھ آپ کا رویہ نہایت مخلصانہ اور ہمدانہ ہوتا تھا

اک روشن دماغ تھا نہ رہا
ملک میں اک چراغ تھا نہ رہا

اس میں شک نہیں کہ مولانا مرحوم کے خاندان میں کئی اساتذہ ہوں گے مگر ان جگہ ہمیشہ خالی اور سونی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ عالم ہالا میں ان کے درجات کو بلند فرمائی آمین!

(مخلص از روزنامہ اخبار ملت ۱۳ ستمبر ۱۹۸۴ء تجریمیاں غلام رسول مہاسی صاحب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

الحمد لله العلی القدير الذي جعل المنطق مظهرا لما في الضمير والصلوة على النبي البشير الذي

اعلى كلمة الخبير البصير وعلى آله الذين فازوا منه بالفوز الكبير

اما بعد! بندو کو اپنے مادر علمی دارالعلوم عید گاہ کبیر والا میں کئی سال شرح تہذیب پڑھانے کا اتفاق ہوا۔ اس دوران دیگر عربی شروحات کے ساتھ ساتھ حضرت والد محترم جامع المعقول والمنقول شہنشاہ تدریس حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ کی شرح تہذیب کی تقریر بھی زیر مطالعہ رہی آپ کی تدریسی اور علمی شہرت ایسی ہمہ گیر ہے کہ آپ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بندہ نے جس قدر حضرت والا کی تقریر کو حلی کتاب اور مضامین کو سمجھانے کے انداز کے اعتبار سے مفید پایا اس سے تمام شروحات خالی تھیں، انہی خصوصیات کی وجہ سے ہر سال متعدد ابتدائی مدرسین، طلباء، کاپی کوفونو ٹیٹ کروانے کیلئے رابطہ کیا کرتے تھے، اس کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر بہت سے احباب نے اسرار کیا کہ اس کو افادہ عام کیلئے کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ لیکن آج کل جبکہ مدارس بھی اہل ذوق اور ارباب فن سے خالی ہوتے جا رہے ہیں اور ہر چیز تجارتی سودوزیاں میں تولی جا رہی ہے، ابتداء میں بندہ نے اس کام کے کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ لیکن اپنے بعض مہربان اور مشفق اساتذہ کی جانب سے ترغیب اور بصورت مشورہ اصرار کے بعد اس شرح کو لکھنے کی تیاری شروع کی۔

شرح کو کامل مفید اور نفع مند بنانے کیلئے اس میں بندہ نے پوری کتاب کا متن اور شرح کی عبارت اور ترجمہ کا بھی

اضافہ کیا تاکہ اس شرح کا مطالعہ کرنے والا کتاب کا محتاج نہ ہو۔

اظہار تشکر! بندہ ان تمام حضرات کا انتہائی ممنون ہے جنہوں نے اس شرح کی تیاری میں کسی بھی درجہ میں بندہ

کے ساتھ تعاون کیا خاص طور پر مولوی محمد محسن کبیر والوی، مولوی حفیظ اللہ مظفر گڑھی، مولوی افتخار احمد کبیر والوی اور مولوی خلیل

الرحمن جھنگوی اور دیگر معاونین کا جنہوں نے شرح کی تیاری میں تعاون کیا۔

اس کتاب سے استفادہ حاصل کرنیوالوں سے درخواست ہے کہ اگر وہ اس میں کوئی خوبی دیکھیں تو نہ صرف اس سرکشہ وادی جہالت، تہی مایہ و بے بضاعت کو اپنی دعوات صالحہ میں یاد رکھیں بلکہ خاص طور پر والد ماجد حضرت اقدس مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ کی بلندی درجات کیلئے بھی دعا کریں کہ یہ انہی کی علمی زندگی کا پرتو ہے کہ بندہ نے یہ شرح مرتب کرنے کی ہمت کی۔

آخر میں اس شرح کا مطالعہ کرنے والے معلمین و طلباء سے درخواست ہے اس شرح میں بندہ سے یقیناً کمی کوتاہیاں رہ گئی ہوں گی دوران مطالعہ ان پر مطلع ہونے کے بعد بندہ کو آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی تصحیح ہو سکے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور حضرت والد ماجد، بندہ اور دیگر معاونین کیلئے ذخیرہ آخرت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔

ابوالاحشام سراج الحق عفی عنہ

استاذ جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیرہ والا ضلع خانیوال

پیش لفظ طبع ثانی

بندہ ان تمام کرم فرماؤں کا شکر گزار ہے جنہوں نے سراج التہذیب کو پذیرائی بخشی اور اپنے اپنے انداز سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ خاص طور پر بندہ حافظ محمد بلال صاحب کتب خانہ مجید یہ ملتان کا شکر گزار ہے جو اب تک یہ کتاب اپنے مکتبہ سے چھاپتے رہے اور اب انہی کی مشاوری سے آئندہ بندہ نے اس کو خود چھاپنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان حضرات کی حوصلہ افزائی کا ہی نتیجہ ہے کہ بندہ نے اس کے بعد تحفۃ المنظور (شرح اردو مرقات)، سراج المنطق (شرح اردو ایساغوجی) اور سراج التوسط (شرح انگلش متوسط) تصنیف کی۔ اور اب النظر الحاوی فی حل تفسیر البضاوی پر تیزی سے کام جاری ہے۔ قارئین سے اس کی جلد از جلد تکمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

ابوالاحشام سراج الحق عفی عنہ

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح تہذیب درس نظامی میں پڑھائی جانے والی علم منطق کی مشہور ترین کتاب ہے اس کتاب کو اگر محنت و توجہ سے پڑھا جائے اور منطق کے مسائل و قواعد و ضوابط یاد کر لئے جائیں تو فن منطق میں کمال حاصل کرنا بالکل آسان ہو جائیگا اور قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم میں معین ثابت ہوگی۔ جو کہ منطق پڑھنے سے ہمارا اصل مقصود ہے۔

ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے

(۱) تعریف علم: اگر تعریف علم معلوم نہ ہو تو طلب مجہول مطلق لازم آتی ہے۔

(۲) موضوع علم: اگر موضوع معلوم نہ ہو تو ایک علم دوسرے علم سے ممتاز نہیں ہو سکتا۔

(۳) غرض و غایت و مقصد: اگر علم کی غرض معلوم نہ ہو تو عبث چیز کو طلب کرنا لازم آئے گا۔

(۴) واضح علم: تاکہ اس علم کی عظمت و شان دل میں اتر جائے۔

(۵) تاریخ علم: تاکہ اس علم کے بارے میں عظیم الشان علماء کی محنت و عرق ریزی کے معلوم ہونے سے دل میں اس علم کی مزید عظمت بڑھ جائے۔

(۶) مقام و مرتبہ علم: تاکہ اس علم کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

(۷) مصنف کتاب کا تعارف: تاکہ کتاب کی عظمت دل میں پیدا ہو جائے کیونکہ مصنف کی عظمت سے کتاب کی عظمت ہوتی ہے مشہور ہے کہ بازار میں مصنف (لکھنے والا) بکتا ہے مصنف (کتاب) نہیں بکتی۔

علم منطق بھی ایک عظیم علم ہے اس کے شروع کرنے سے پہلے بھی مذکورہ بالا چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے اول تین چیزیں تعریف، موضوع، غرض و غایت و مقصد کتاب میں مذکور ہیں اس لئے یہاں ان کو بالکل مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ تشریح شرح میں ملاحظہ ہو۔

﴿۱﴾ تعریف علم منطق:۔ منطق نطق مادے سے مصدر میسی یا اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ نطق بنطق نطقاً و منطقاً (باب

ضرب) بولنا۔ منطق اگر اسم ظرف ہو تو معنی ہوگا جائے نطق (بولنے کی جگہ، یعنی زبان) اگر مصدر میسی ہو تو اس کا معنی ہے گویائی، لہجہ

خوش کلامی، گفتگو یہ علم منطق بھی انسان کے ظاہری نطق (گفتگو، قیل و قال) اور باطنی نطق (یعنی اشیاء کے حقائق کا ادراک کرنے)

کا قوی سبب ہے۔ اس لئے اس کو منطق کہتے ہیں۔

اس علم کا ایک نام علم میزان بھی ہے۔ میزان کا معنی ہے ترازو کیونکہ اس علم منطق کے ذریعے بھی صحیح اور غلط فکروں کو تو پرکھا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: - هو آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ في الفكر (منطق ایسا قانونی آلہ ہے جو رعایت رکھنا ذہن کو خطا فی الفکر سے بچاتا ہے)

﴿۲﴾ موضوع: - متقدمین کے نزدیک علم منطق کا موضوع المعقولات الثانیة ہے یعنی وہ چیزیں جو دوسری مرتبہ ذہن میں ہیں جب الفاظ بولے جاتے ہیں تو جو چیز سب سے پہلے ذہن میں آتی ہے وہ ان الفاظ کے معانی ہوتے ہیں ان سے اہل لغت کرتے ہیں ان معانی کے بعد دوبارہ جو چیز ذہن میں آتی ہے وہ ان معانی کا کلی، جزئی، تواتی، عرضی، جنس نوع وغیرہ ہوتا ہے تو دوسرے نمبر پر ذہن میں آنے والی چیز سے بحث کرتے ہیں۔

متاخرین کے ہاں علم منطق کا موضوع ہے المعلوم التصوری والتصدیقی من حیث انه یوصل المجهول التصوری والتصدیقی (یعنی منطق کا موضوع وہ معلوم تصورات یا معلوم تصدیقات ہیں جن سے نہ جانے تصورات یا نہ جانی ہوئی تصدیقات تک پہنچا جائے)

﴿۳﴾ غرض و غایت و مقصد: - علم منطق کی غرض و غایت ہے صیانة الذهن عن الخطأ في الفكر (ذہن کو خطا سے بچانا)

﴿۴﴾ واضح علم: - منطق ایک فطری علم ہے کسی مقصد پر دلیل پیش کرنا اور قیاس کر کے نتیجہ نکالنا، فکر و چینی کو غلطی سے بچانا یہ کی فطرت میں داخل ہے۔ اور ہر آدمی اس کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اس علم کا باضابطہ اظہار سب سے پہلے حضرت اوریس علیہ سے ہوا۔ مخالفین کو عاجز و ساکت کرنے کیلئے بطور معجزہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کو ظاہر فرمایا۔ پھر اس کو یونانیوں نے اپنایا۔ یونان ایک حکیم ارسطاطالیس نے مدون کیا جس کو ارسطو بھی کہتے ہیں۔ یہ مقدونیہ کے قریب ایک بستی میں پیدا ہوا اٹھارہ سال کی اس وقت کے مروجہ تمام علوم پڑھ لئے۔ یہ مشہور حکیم افلاطون کا شاگرد تھا اور افلاطون حکیم سقراط کا اور سقراط حکیم فیثاغورث کا غورث حضرت سلیمان علیہ السلام کا شاگرد تھا اگرچہ سقراط موحد اور نیک انسان تھا لیکن ارسطو کفریہ عقائد رکھتا تھا حشر اجساد و قبر وغیرہ کا منکر تھا اس کی علیست اور قابلیت سے متاثر ہو کر یونان کے بادشاہ لیب نے اس کو اپنے بیٹے اسکندر اعظم کا استاد بعد میں یہ اسکندر اعظم کا وڈیر بنا۔ اس کی وفات ۳۲۳ قبل مسیح ہوئی۔ علم منطق کی باضابطہ بنیاد سب سے پہلے ارسطو نے رکھی اس کو علم منطق کا معلم اول کہا جاتا ہے۔ ارسطو سے لیکر عباسی دور خلافت تک منطق کا سلسلہ یونانی زبان میں رہا۔

﴿۵﴾ تاریخ علم :- عباسی خلفاء میں سے مامون الرشید نے سب سے پہلے یونان سے علم منطق کی کتب کا ذخیرہ منگوا یا اور اس کو عربی میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ ابو نصر محمد بن طرخان فارابی نے وسیع پیمانے پر اس علم کو عربی میں منتقل کیا نیز انہوں نے اس علم میں مزید کئی قواعد و ضوابط کا اضافہ بھی کیا اس لئے ان کو معلم ثانی کہا جاتا ہے۔

فارابی کے بعد شیخ ابو علی سینا نے اس فن کو نہایت ہی منظم شکل میں ترتیب دیا اور مجتہدانہ طور پر اس کے مسائل کی خوب تشریح اور وضاحت کی۔ یہ شیخ الرئیس کے لقب کے ساتھ مشہور ہیں ان کی ولادت ۳۳۳ھ میں اور وفات ۴۲۲ھ میں ہوئی۔ ان کو معلم ثالث کہا جاتا ہے۔

﴿۶﴾ مقام و مرتبہ علم :- علم منطق اگرچہ علوم مقصودہ میں سے نہیں لیکن مفید اور علوم آلیہ میں سے ہے۔

تعقل، ذہنی ورزش، تشہید اذہان، ہمتیوں کیلئے تربیت، کاملین کیلئے تکمیل فکر، عقلیت پسند ملحدین اور فلاسفہ کا رد، طرز استدلال میں پختگی حاصل کرنے، ذہنی نظم، فکری کاوش، اور سلف کے علمی ذخیرہ سے مستفید ہونے کی استعداد فراہم کرنے کیلئے تحصیل منطق ضروری ہے۔ علم منطق کے بغیر قرآن کریم، سنت نبوی، اور اسلام کی حکیمانہ تشریح کے سمجھنے سے ہم قاصر رہیں گے اگر ہم امام غزالی اور ان کی کتب، امام رازی کی تفسیر اور دیگر کتب، سلف کی حکمت، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حجتہ اللہ البالغہ، حضرت امام مجدد الف ثانی، مولانا قاسم نانوتوی کی کتب اور دیگر تحریرات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو یہ ہماری انتہائی بد قسمتی ہوگی۔ اس لئے منطق کی تحصیل بقدر ضرورت ضروری ہے۔

علم منطق کی تحصیل کے بارے میں سلف کے چند اقوال

امام غزالی کا فرمان ہے

من لم يعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلا

(جس کے پاس منطق کا علم نہیں اس کا کسی بھی علم میں اعتبار نہیں)

شیخ ابو علی سینا فرماتے ہیں

المنطق نعم العون علی ادراک العلوم کلھا (منطق تمام علوم کو حاصل کرنے کیلئے بہترین مددگار ہے)

علامہ جلال الدین رومی نے منطق کے بارے میں ایک شعر کہا ہے

منطق و حکمت زہیر اصلاح مگر بخوانی اند کے باشد مباح

(علم منطق اور حکمت عقل کی اصلاح کیلئے کافی ہے اگر تو اس کو پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو پڑھ جائز ہے اس کو پڑھنا)

عند بعض علم منطق کے بارہ میں ان کا یہ شعر بھی ہے

ان رمت ادراک العلوم بسرعة فعليك بالنحو القويم ومنطق

(اگر تو علوم کو جلدی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے اوپر علم نحو اور منطق کو لازم کر)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا یہ قول رسالہ النور ماہ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ میں موجود ہے کہ
"ہم تو صحیح بخاری کے مطالعہ میں جیسے اجر سمجھتے ہیں میرزا اہد اور امور عامہ (کتب علم منطق) کے مطالعہ میں بھی ویسا ہی اجر و
ثواب سمجھتے ہیں"

فائدہ:- آپ ﷺ کے دور میں اگرچہ علم منطق کوئی باقاعدہ علم کے طور پر موجود نہ تھا لیکن قرآن پاک اور احادیث پاک میں
بکثرت منطقی انداز سے مدعی کو ثابت کیا گیا ہے اور منطقی انداز سے دلائل دئے گئے ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور ﷺ کے زمانہ
میں علم نحو باقاعدہ وضع نہیں ہوا تھا بلکہ بعد میں حضرت علیؑ نے وضع فرمایا لیکن آپ ﷺ یقیناً نحوی قواعد کے مطابق قائل کو رفع،
مفعول و نصب اور مضاف الیہ کو جردیا کرتے تھے۔ قرآن و حدیث سے منطقی اصطلاحات کے مطابق دلائل دینے کی چند مثالیں پیش
کی جاتی ہیں۔

﴿۱﴾ ما انزل الله على بشر من شيء قل من انزل الكتب الذي جاء به موسى

اس میں سائبہ کلیہ کی نفیض موجبہ جزئیہ استعمال ہوئی ہے

﴿۲﴾ لو كان فيهما الهة الا الله لفسدنا

﴿۳﴾ لو كان في الارض ملئكة يمشون مطمئنين لنزلنا عليهم من السماء ملكا رسولا

﴿۴﴾ لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله

ان تینوں مثالوں میں قیاس استثنائی کا ضابطہ استعمال ہوا ہے یعنی استثناء نفیض تالی ہو تو نتیجہ نفیض مقدم ہوتا ہے۔

﴿۵﴾ كل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار (اس میں صغریٰ کبریٰ قائم کر کے نتیجہ ثابت کیا گیا ہے)

نیز منطق کے بہت سارے قواعد ایسے ہیں کہ ان میں امت کا اجماع ہے مثلاً اجماع امت ہے کہ اجتماع النقيضين

محال و ارتفاع النقيضين محال

﴿۶﴾ مصنف کتاب کا تعارف:- شرح محمدیہ دو کتابوں کا مجموعہ ہے ہیک متن یعنی محمدیہ ہے جس کے مصنف علامہ

تفتازانی ہیں دوسری کتاب اس کی شرح یعنی شرح محمدیہ ہے جس کے مصنف علامہ عبد اللہ یزدی ہیں دونوں کا الگ الگ

مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے۔

ماتن علامہ تفتازانی

نام و نسب: نام مسعود، سعد الدین لقب، والد کا نام عمر اور لقب قاضی فخر الدین ہے۔ دادا کا نام عبداللہ اور لقب برہان الدین ہے۔ ابتدائی حالات: بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ موصوف ابتداء میں بہت کند ذہن تھے بلکہ عضد الدین کے حلقہ درس میں ان سے زیادہ غمی اور کوئی نہ تھا مگر جدوجہد، سعی و کوشش اور مطالعہ کتب میں سب سے آگے تھے ایک مرتبہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک غیر متعارف شخص مجھ سے کہہ رہا ہے سعد الدین چلو تفریح کر آئیں میں نے کہا کہ میں تفریح کیلئے پیدا نہیں کیا گیا میں انتہائی مطالعہ کے باوجود کتاب نہیں سمجھ پاتا تفریح کروں گا تو کیا حشر ہو گا وہ یہ سن کر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد پھر آیا اسی طرح تین مرتبہ آمد و رفت کے بعد اس نے کہا حضور ﷺ یاد فرما رہے ہیں میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا شہر سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے وہاں پہنچا تو آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں مجھے دیکھ کر آپ ﷺ نے تبسم آمیز لہجے میں ارشاد فرمایا ہم نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے میں نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ یاد فرما رہے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی غبادت کی شکایت کی آپ نے فرمایا افتح فمک میں نے منہ کھولا تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ بیداری کے بعد جب یہ عضد الدین کی مجلس میں حاضر ہوئے اور درس شروع ہوا تو اثناء درس میں آپ نے کئی اشکالات پیش کئے جن کے متعلق ساتھیوں نے خیال کیا کہ یہ سب بے معنی ہیں مگر استاذ تاڑ گیا اور کہا یا سعد انک الیوم غیرک فی ماضی (آج تم وہ نہیں ہو جو اس سے پہلے تھے)

تحصیل علوم: آپ نے مختلف اصحاب فضل و کمال اساتذہ و شیوخ سے علوم و فنون کا استفادہ کیا اور تحصیل علم کے بعد غنفوان شباب ہی میں آپ کا شمار علماء کبار میں ہونے لگا۔

درس و تدریس: تحصیل علم سے فراغت کے بعد فوراً ہی آپ مسند درس پر رونق افروز ہوئے اور سینکڑوں تشنگانہ چشمہ فیض سے سیرابی حاصل کی۔

تصنیف و تالیف: تصنیف و تالیف کا ذوق ابتداء ہی سے پیدا ہو چکا تھا اس لئے تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کے ساتھ ساتھ علم صرف، علم نحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی، غرض ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ شرح تشریف زنجانی آپ کی اس وقت کی تصنیف ہے۔ جب آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

قبولیت عامہ: شائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب علامہ تفتازانی کی تصانیف روم میں پہنچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے دام خرچ کر کے بھی نہیں ملتے تھے مجبوراً علامہ شمس الدین کو جمعہ اور سہ شنبہ کی معمولی تعطیلات کے علاوہ دو شنبہ کی تعطیل بھی مدارس

میں مقرر کرنا پڑی طلباء ہفتہ میں تین دن کتابیں لکھتے تھے اور چار دن پڑھتے تھے۔

تفتازانی بارگاہ تیموریہ میں شاہ شجاع بن مظفر کے دربار میں آپ کا بہت رسوخ تھا اس کے بادشاہ تیمور لنگ کے یہاں صدر مقرر ہو گئے تھے شاہ تیمور آپ کا بڑا معتقد تھا اور بہت احترام کرتا تھا جب آپ نے مطول شرح تخیص تصنیف کی اور شہ خدمت میں پیش کی تو شاہ نے بہت پسند کیا اور عرصہ تک قلعہ ہراۃ کے دروازے کو اس سے زینت بخشی میر سید جرجانیؒ بھی شاہ کے دربار میں آتے جاتے تھے اور آپس میں نوک جھونک، بحث و مباحثہ، مکالمہ و مناظرہ رہتا تھا میر سید شریف جرجانیؒ اور الدین تفتازانیؒ ہردو اکابر علماء و مشاہیر فضلاء میں سے تھے اور اپنے زمانے کے آفتاب و مہتاب تھے ان کے بعد علوم ادبیہ و عقلیہ سوائے حدیث کے دیگر تمام علوم کا ماہر اور جامع ان دونوں جیسا کوئی نہیں گزرا ان میں سے ہر ایک خاتم العلماء و محققین تھا مگر مکلام اور علوم ادبیہ و علوم فقہ میں علامہ تفتازانیؒ میر سید شریفؒ سے کہیں ذرا رہتے

وفات:۔۔ ۲۲ محرم الحرام ۹۲۷ھ پیر کے روز سمرقند میں انتقال ہوا وہیں آپ کو دفن کیا گیا اس کے بعد ۹ جمادی الاولیٰ بدھ کے مقام سرخس کی طرف منتقل کر دیئے گئے۔

تصانیف:۔۔ آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کی تصانیف میں سے پانچ کتابیں تہذیب المنطق، مختصر المعانی، مطول، شرح اور تلویح آج تک داخل درس ہیں۔

آپ کی تصانیف کی تعداد بے شمار ہے جن میں چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱) شرح تشریح زنجانی (۲) تہذیب المنطق (۳) مختصر المعانی (۴) مطول شرح تخیص (۵) شرح عقائد نسبی (۶) تلویح سعدیہ شرح شمس (۸) حاشیہ شرح مختصر الاصول (۹) مقاصد (۱۰) شرح مقاصد (۱۱) شرح مفتاح العلوم وغیرہ

شارح عبد اللہ یزدی

نام عبد اللہ والد کا نام حسین ہے اور یزدی کہلاتے ہیں۔

اپنے وقت کے زبردست محقق اور نہایت خوبصورت تھے علوم عقلیہ و نقلیہ و فلکیات میں مہارت تامہ رکھتے تھے ان اصفہان میں وفات پائی۔

تصانیف:۔۔ (۱) شرح العقائد (۲) شرح العجالات (۳) حاشیہ شرح مختصر (شرح تخیص) (۴) حاشیہ بر حاشیہ خطائی شرح وغیرہ۔

اس مقدمہ کی تیاری میں حضرت والا کی تقریر کے ساتھ ساتھ تشریحات سوائی اور تذکرہ المصنفین سے بھی مدد لی گئی ہے (از سر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِسَوَآءِ الطَّرِیْقِ

ترجمہ متن:- تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے ہمیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قوله الحمد لله: افتتح كتابه بحمد الله بعد التسمية اتباعا بخير الكلام واقتداء بحديث

خير الانام عليه وعلى آله الصلوة والسلام

ترجمہ:- مصنف نے اپنی کتاب کا افتتاح الحمد لله سے کیا تسمیہ کو ذکر کرنے کے بعد اتباع کرتے ہوئے بہترین کلام کی اور اقتداء کرتے ہوئے مخلوق میں سے بہترین ذات کی اس پر اور اسکی آل پر صلوة و سلام ہو۔

تمہید:- اس کتاب کا نام شرح تہذیب ہے اس میں دو کتابیں ہیں ایک تہذیب، جو کہ متن ہے جس کے مصنف علامہ تفتازانی ہیں دوسری اس کی شرح، جو کہ علامہ عبداللہ یزدی کی تصنیف ہے جن کے حالات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

فائدہ:- عام طور پر جب بھی کوئی شارح شرح لکھتا ہے تو اس شرح کی اہم ترین اغراض چار ہوتی ہیں (۱) توضیح متن: ماتن کے متن کی عبارت مجمل اور مختصر ہوتی ہے شارح اسکے اجمال کی وضاحت کرتا ہے (۲) دفع دخل مقدر: متن پر کوئی اعتراض ہو رہا ہوتا ہے جو کہ پوشیدہ ہوتا ہے شارح اس اعتراض مقدر کا اپنی شرح میں جواب دیتا ہے (۳) ماتن نے متن میں کوئی قاعدہ بیان کیا ہوتا ہے جس کے کچھ شرائط اور قیودات اس نے ذکر نہیں کیے ہوتے شارح ان قیودات کو اپنی شرح میں ذکر کر کے (۴) شارح کبھی خود ماتن کے متن پر اعتراض کرتا ہے۔

اسکے علاوہ اور اغراض بھی ہوتی ہیں لیکن اکثر اوقات یہی چار اغراض ہوتی ہیں۔

قولہ سے شارح کی اغراض یا تقطیع عبارت:- ماقبل میں یہ بات گزر چکی ہے کہ شارح جب متن کی شرح کریگا تو اس کی اغراض مختلف ہونگی اب شارح کی ہر عبارت کی سب سے پہلے غرض سمجھنا ہوگی جس سے شارح کی عبارت کا مفہوم سمجھنے میں آسانی رہے گی اس کو اصطلاح میں تقطیع عبارت یا اغراض شارح کہتے ہیں چنانچہ یہاں افتتاح کتابہ سے شارح کی غرض ماتر کی عبارت کی وضاحت کرتا ہے یعنی توضیح متن۔ فان قلت سے ماتن پر ہونے والے ایک اعتراض کو ذکر کر کے اس کا جواب

دینا ہے۔ اور والحمد سے اگلے قول تک متن کی وضاحت ہے۔

قولہ:۔ اس میں ہ ضمیر غائب کی ہے ضمیر غائب کیلئے ماقبل میں مرجع کا ذکر ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اعتراض:۔ ہوتا ہے کہ اس ہ ضمیر کا مرجع کیا ہے بعض حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ اس کا مرجع مصنف ہے وہ ٹھیک نہیں کیونکہ مصنف کا ذکر ماقبل میں کہیں نہیں ہے؟

جواب:۔ مرجع تین قسم کا ہوتا ہے۔ ﴿۱﴾ مرجع لفظی:۔ جو لفظوں میں مذکور ہوتا ہے جیسے ضرب زید غلامہ۔

﴿۲﴾ مرجع معنوی:۔ جو لفظوں میں تو نہیں ہوتا لیکن معنی مذکور ہوتا ہے جیسے اعدلوا ہوا اقرب للتقویٰ یہاں ہوا کا مرجع عدل ہے جو اعدلوا میں معنی موجود ہے۔

﴿۳﴾ مرجع حکمی:۔ جیسے ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا مرجع حکما ہوا کرتا ہے۔

تو اب جواب ﴿۱﴾ یہ ہے کہ قولہ میں ہ ضمیر کا مرجع حکما مذکور ہے جو ضمیر شان کے قبیلے سے ہے وہ اس طرح کہ یہ کتاب شرح ہے جب شارح نے قولہ کا لفظ استعمال فرمایا تو یہ ضمیر اسی مصنف کی طرف راجع ہوگی۔

جواب ﴿۲﴾:۔ یہاں مرجع معنوی ہے اس کا مرجع قائل ہے جو کہ معنی مذکور ہے معنی یہ ہوگا کہ قول اس قائل کا کیونکہ اس میں لفظ قول مصدر مشتق اسم فاعل پر دلالت کریگا۔

الحمد لله:۔ یہ اصل میں جملہ فعلیہ تھا اس سے جملہ اسمیہ کی طرف منتقل کیا گیا ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اس کو جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف کیوں نقل کیا گیا؟

جواب:۔ یہ مقام مدح ہے اس مقام میں تمام محامد (تعریفات) کو اللہ تعالیٰ کیلئے ہمیشہ کیلئے ثابت کرنا مقصود ہے جملہ اسمیہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے نسبت جملہ فعلیہ کے جملہ فعلیہ میں تجدد اور حدوث ہوتا ہے تجدد کا مطلب یہ ہے کہ فعل پیدا ہوا اور ختم ہو جائے جیسے ضرب زید میں ضرب پیدا ہوا اور ختم ہو گیا چونکہ جملہ اسمیہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے اس لئے یہاں جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف نقل کیا گیا۔

اعتراض:۔ جب دوام اور استمرار مقصود تھا تو ابتداء ہی جملہ اسمیہ ذکر کرتے پہلے جملہ فعلیہ کو ذکر کر کے پھر اس سے جملہ اسمیہ کی طرف نقل کیا اس تکلف کی کیا ضرورت تھی؟

جواب :- جملہ اسمیہ ابتداء دوام اور استمرار پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جب اس کو جملہ فعلیہ سے منتقل کر کے جملہ اسمیہ بنایا جائے اس وقت دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے یہ قول علامہ عبد القاہر جرجانی کا ہے۔

اعتراض :- قرآن مجید کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے الحمد لله کا ذکر کیا اس میں حمد مقدم اور لفظ اللہ مؤخر ہے باقی قرآن مجید کی اکثر آیات میں اللہ کا ذکر پہلے اور حمد کا ذکر بعد میں ہے جیسے 'فله الحمد' و 'له الحمد فی السموات' له الحمد فی الاولیٰ تو یہاں الحمد لله میں حمد کو پہلے لانے کی وجہ کیا ہے؟

جواب :- حمد کے دو مستقل مقصد ہیں ایک مقصد حمد کا اثبات حمد ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اور دوسرا مقصد اختصاص حمد ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اور قاعدہ ہے کہ اثبات پہلے ہوتا ہے اور اختصاص بعد میں سورۃ فاتحہ چونکہ ابتداء قرآن میں تھی اس میں اثبات حمد کرنا تھا تا کہ بعد میں اختصاص ہو سکے اس لئے اثبات حمد میں حمد کو مقدم کیا اس کے اہتمام شان کیلئے اور باقی قرآن مجید کی آیتوں میں اختصاص حمد مقصود تھا اس لئے وہاں اللہ کا لفظ پہلے اور حمد کا لفظ بعد میں ہے۔ چونکہ اللہ کا لفظ مقدم ہوا جس کا ذکر بعد میں کرنا تھا اور قاعدہ ہے کہ تقدیم ما حقہ التأخیر یفید الحصر و التخصیص تو تخصیص حمد کا فائدہ ہوا۔

اعتراض :- مصنف اختصار کے درپے ہیں تو چاہیے تھا کہ بسم اللہ کو ذکر کرنے کے بعد اصل مقصد میں شروع ہو جاتے جیسا کہ علامہ ابن حاجب نے اپنی کتاب کافیہ میں کیا ہے کہ تسمیہ کے فوراً بعد کہا الکلمۃ لفظ الخ یہاں مصنف نے لمساچوڑا خطبہ کیوں ذکر کیا؟

جواب :- مصنف نے بسم اللہ کے بعد حمد کو ذکر کرنے کے خیر الکلام (قرآن مجید) اور خیر الانام (حضور ﷺ) کی اتباع اور اقتداء کی ہے کیونکہ قرآن مجید کی ابتداء بھی بسم اللہ کے بعد الحمد لله سے ہوتی ہے نیز حضور ﷺ کی حدیث پاک بھی ہے کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فهو اقطع و اجزم۔

الفتح کتابہ الخ :- شارح نے الفتح کا لفظ استعمال فرمایا افتتاح کے معنی کھولنے کے ہیں۔ ابتدا کا لفظ بھی یہاں ناسبت تھے لیکن الفتح کا لفظ لاکر نیک فال پکڑی کہ اللہ تعالیٰ آئندہ آئیوالے کتاب کے مضامین کو میرے اوپر کھول دے۔

نحوی فائدہ: اتباع اور اقتداء یہ دونوں مفعول لہ حصولی ہیں ترکیب میں مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں (۱) حصولی (۲) وجودی ﴿۱﴾ حصولی :- فعل پہلے ہو اور مفعول لہ بعد میں حاصل ہو جیسے ضربتہ نادیا میں ضرب پہلے ہے اور ادب بعد میں

حاصل ہوگا۔

﴿۲﴾ وجودی :- جس میں مفعول پہلے موجود ہو اور فعل بعد میں ہو جیسے قعدت عن الحرب جبنا میں جبنا (بزدلی) پہلے سے موجود ہے بیٹھنا بعد میں ہے یہاں دونوں مفعول لہ حصولی ہیں فعل پہلے ہوا ہے یعنی پہلے ماتن نے کتاب کو شروع کیا بعد میں مفعول لہ حاصل ہوا ہے۔

فان قلت حدیث الابداء مروی فی کل من التسمیة والتحمید فكیف التوفیق

قلت الابداء فی حدیث التسمیة محمول علی الحقیقی وفی حدیث التحمید علی

الاضافی او علی العرفی او فی کلیہما علی العرفی

ترجمہ :- پس اگر تو کہے کہ ابداء کی حدیث مروی ہے تسمیہ اور تحمید میں سے ہر ایک کے بارے میں پس ان میں کیسے تطبیق ہوگی میں کہتا ہوں کہ تسمیہ کی حدیث میں ابداء محمول ہے حقیقی پر اور تحمید کی حدیث میں اضافی پر یا عرفی پر یا ان دونوں میں عرفی پر۔

تشریح :- اس عبارت میں ایک سوال جواب ہے۔ اس سے پہلے سوال (کہ مصنف نے اپنی کتاب کو حمد باری تعالیٰ سے کیوں

شروع کیا؟) کا جواب دیا تھا کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے شروع میں حمد کو ذکر کیا ہے اس پر اعتراض ہوتا ہے

اعتراض :- کہ حدیث تو تسمیہ اور تحمید دونوں کے بارے میں ہے تسمیہ کی حدیث یہ ہے کل امر ذی بنال لم یبدأ بسم

اللہ فهو اقطع و اجزم اور تحمید کی حدیث لسم یبدأ بحمد اللہ ہے۔ تو ابداء کی حدیث تو دونوں کے بارے میں ہے اور ان

دونوں حدیثوں میں تعارض ہے کیونکہ دونوں کے ساتھ تو ابداء نہیں ہو سکتی لہذا یا تو دونوں میں تطبیق کی کوئی صورت تلاؤ ورنہ

اذا تعارضتا ساقطا کے تحت دونوں ساقط ہو جائیں گی اور کسی پر بھی عمل نہیں ہوگا۔

جواب ﴿۱﴾ :- اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک منطقیوں کا ہے دوسرا محدثین کا ہے مصنف نے منطقیوں کا جواب ذکر کیا

ہے اور اس سے پہلے ابداء کی اقسام سمجھنا ضروری ہیں۔ ابداء کی تین تسمیہ ہیں (۱) حقیقی (۲) اضافی (۳) عرفی۔

(۱) ابداء حقیقی :- وہ ہے جو تمام سے مقدم ہو اس سے کوئی چیز مقدم نہ ہو۔ یہی نقطہ اول ہو۔

(۲) ابداء اضافی :- وہ ہے جو کسی نہ کسی سے مقدم ہو چاہے بعض سے مؤخر ہی کیوں نہ ہو جس طرح اس کتاب کے آخری

ورق سے پہلے ورق کو ابداء میں کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ بھی ایک ورق سے تو پہلے ہے اگرچہ تمام کتاب کے بعد ہے۔

(۳) ابتداء عربی:۔ وہ ہے جو اصل مقصود سے مقدم ہو۔

تو اب جواب یہ ہے کہ حدیثیں دو ہیں اور ابتداء کی تین قسمیں ہیں تو عقلی احتمال یہاں نو بنتے ہیں (۱) تسمیہ اور تحمید دونوں میں ابتداء حقیقی مراد ہو (۲) دونوں میں ابتداء اضافی مراد ہو (۳) دونوں میں عربی مراد ہو (۴) تسمیہ والی حدیث میں ابتداء حقیقی مراد ہو اور تحمید والی حدیث میں اضافی مراد ہو (۵) تسمیہ میں حقیقی اور تحمید میں عربی مراد ہو (۶) تسمیہ میں اضافی اور تحمید میں حقیقی مراد ہو (۷) تسمیہ میں اضافی اور تحمید میں ابتداء عربی مراد ہو (۸) تسمیہ والی حدیث میں عربی اور تحمید والی میں حقیقی مراد ہو (۹) تسمیہ میں ابتداء عربی اور تحمید والی حدیث میں اضافی مراد ہو۔

ان میں سے تین احتمال یعنی نمبر ۳، ۴، ۵ صحیح بھی ہیں اور معتبر بھی۔ اور تین یعنی احتمال نمبر ۲، ۶، ۷ صحیح تو ہیں معتبر نہیں اور تین احتمال یعنی نمبر ۱، ۶، ۸ بالکل صحیح ہی نہیں ہیں۔ جو تین احتمال صحیح معتبر ہیں ان کو کتاب میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں (۱) تسمیہ والی حدیث میں ابتداء حقیقی مراد ہو اور تحمید والی حدیث میں ابتداء اضافی مراد ہو (۲) تسمیہ میں ابتداء حقیقی اور تحمید میں عربی مراد ہو (۳) دونوں حدیثوں میں عربی مراد ہو یہ تین احتمال صحیح اور معتبر ہیں اور یہاں یہی مراد ہیں کیونکہ (۱) احتمال کی صورت میں مصنف نے بسم اللہ کو تمام چیزوں سے مقدم کیا وہ نقطہ اول کے درجہ میں ہے لہذا ابتداء حقیقی ہے اور الحمد للہ چونکہ بعض مضامین سے مقدم ہے اس لئے ابتداء اضافی بھی ہے (۲) اس احتمال کی صورت میں بسم اللہ تو سب سے مقدم ہے اس لئے حقیقی ابتداء ہے اور الحمد للہ مقصودی مضامین سے مقدم ہے اس لئے عربی ہے کیونکہ مقصود تو القسم الاول سے شروع ہو رہا ہے (۳) یہ بھی صحیح ہے کیونکہ دونوں تسمیہ اور تحمید مقصود سے مقدم ہیں۔ لیکن اس تیسرے احتمال پر اعتراض ہوتا ہے کہ ابتداء عربی مراد تھی مقصود سے پہلے ذکر کرنا تھا تو بسم اللہ کو بعد میں اور الحمد للہ کو پہلے ذکر کر دیتے اس کا عکس کیوں کیا؟

جواب:۔ بسم اللہ کو پہلے ذکر کر کے مصنف نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کی ہے اور الحمد للہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت حمد کے ساتھ برکت حاصل کی ہے اور بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ذکر ہے جو کہ موصوف ہے اور الحمد للہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت کا ذکر ہے اور ضابطہ ہے کہ موصوف مقدم ہوتا ہے صفت سے اس لئے بسم اللہ کو الحمد للہ سے پہلے ذکر کیا۔

﴿ ۲ ﴾ جواب من المجد ثین:۔ حضرات محدثین کہتے ہیں احادیث کے الفاظ مختلف ہیں اصل میں دونوں حدیثوں

کا مطلب ایک ہے وہ یہ ہے کہ ہر ذی شان کام جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے دونوں

عدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ابتداء کی جائے چاہے بسم اللہ کے ساتھ ہو یا الحمد للہ کے ساتھ لیکن عام طور پر مصنفین حضرات بسم اللہ والحمد للہ سے کتاب کی ابتداء کرتے ہیں۔

والحمد هو الشاء باللسان علی الجمیل الاختیاری نعمة کان او غیرها

ترجمہ:- اور حمد وہ تعریف کرنا ہے زبان کے ساتھ کسی اچھی اختیاری خوبی پر نعت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو۔

تشریح:- اس عبارت سے شارح کی غرض متن کی وضاحت کرنا ہے۔ یہاں شارح حمد کی تعریف کر رہے ہیں اس تعریف سے پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ ہر تعریف میں تین چیزیں بیان کرنا ضروری ہوتی ہیں۔

(۱) تعریف کا مختصر مفہوم (۲) فوائد قیود (۳) تعریف پر ہونے والے اعتراضات و جوابات۔

یہاں اسی ترتیب کے ساتھ یہ تینوں چیزیں ذکر کی جائیں گی۔

فائدہ:- حمد میں چار چیزیں ہوتی ہیں (۱) حامد تعریف کرنے والا (۲) محمود جس کی تعریف کی جائے (۳) محمود علیہ جس بات پر تعریف کی جا رہی ہے (۴) محمود بہ جس کے ساتھ تعریف کی جائے۔

حمد کی تعریف:- محمود کے کسی عمدہ فعل اختیاری پر اس کی زبان سے تعریف کرنا جیسے کہا جائے زید عالم یہاں زید کے ایک عمدہ فعل (صفت) علم کی تعریف کی گئی ہے زبان سے جو کہ زید کے اختیار میں ہے۔

فوائد قیود:- حمد کی تعریف میں الشاء بمنزل جنس کے ہے ہر تعریف کو شامل ہے باللسان کی قید سے شکر نکل گیا کیونکہ وہ بھی ایک تعریف ہوتی ہے لیکن وہ اعضاء و جوارح کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے علی الجمیل کی قید سے مذمت نکل گئی کیونکہ وہ افعال قبیحہ پر ہوتی ہے جیسے کہا جائے زید فاسق۔ اختیار ہی کی قید سے مدح نکل گئی کیونکہ وہ صفت غیر اختیاری پر بھی ہوتی ہے جیسے کہا جائے کہ زید حسین یا کہا جائے کہ موتی بڑے صاف ہیں تو یہاں موتیوں کا صاف ہونا اور زید کا حسن ان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے نعمة کان او غیر ہا یہ قید اتقائی ہے۔

حمد کی تعریف پر اعتراض:- یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی ذات کی تعریف کی ہے وہ زبان سے تو نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ زبان سے تو پاک ہیں حالانکہ اس کو بھی حمد کہا جاتا ہے؟

جواب ﴿ا﴾:- یہاں جو حمد کی تعریف کی ہے وہ مطلق حمد کی تعریف نہیں بلکہ حمد مخلوق کی تعریف ہے حمد خالق کی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جو اپنی ذات کی تعریف کی ہے وہ خالق نے کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ما قبل میں الحمد کا لفظ معترف ہے اس پر

الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے مراد حمد مخلوق ہے۔

جواب ﴿۲﴾: حمد کی تعریف میں جو لسان کا لفظ مذکور ہے اس سے مراد یہ گوشت کا ٹکڑا نہیں بلکہ لسان سے مراد قوت تکلم ہے یعنی ذکر کرنا انسان اس کو زبان سے ذکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق ذکر کرتے ہیں۔
فائدہ: یہاں حمد کے ساتھ مدح اور شکر کی تعریف بھی ذکر کی جاتی ہے تاکہ حمد کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

مدح کی تعریف: هو الثناء باللسان علی الجمیل نعمة کان او غیرھا (وہ تعریف کرنا ہے زبان کے ساتھ کسی اچھی خوبی پر نعمت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو) یعنی مدوح کے کسی فعل پر اس کی زبان سے تعریف کی جائے جیسے کہا جائے کہ موتی بڑے حسین ہیں یہاں موتیوں کی صفائی موتیوں کے اختیار میں نہیں ہے۔

شکر کی تعریف: هو فعل یسئ عن تعظیم المنعم سواء کان باللسان او بالارکان او بالجنان (شکر ایک ایسا فعل ہے جو منعم کی تعظیم کی خبر دیتا ہے برابر ہے کہ زبان کے ساتھ ہو یا اعضاء و جوارح کے ساتھ ہو یا دل کے ساتھ) جیسے زید نے مثلاً عمرو پر احسان کیا اب عمرو اس کی تعریف کرے کہ زید بڑا بخشنے والا ہے۔

فائدہ: حمد مدح اور شکر کی آپس میں نسبت: (۱) حمد اور مدح میں نسبت: عموم خصوص مطلق کی ہے جیسے انسان اور حیوان کے درمیان نسبت ہوتی ہے حمد خاص مطلق ہے مدح اعم مطلق ہے جہاں حمد ہوگی وہاں مدح بھی ہوگی جیسے جہاں انسان ہوتا ہے وہاں حیوان بھی ہوتا ہے جہاں مدح ہو وہاں حمد کا ہونا ضروری نہیں جیسے جہاں حیوان ہوتا ہے وہاں انسان کا ہونا ضروری نہیں مثلاً زید کی تعریف کریں کہ زید عالم یہاں حمد بھی ہے اور مدح بھی مدحت اللؤلؤ علی صفائھا اس میں مدح ہے حمد نہیں کیونکہ موتیوں کی صفائی ان کے اختیار میں نہیں۔

(۲) حمد اور شکر میں نسبت: حمد کا مورد خاص ہے زبان کے ساتھ ہوتی ہے متعلق عام ہے چاہے انعام کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو شکر کا مورد عام ہے چاہے زبان سے ہو یا دل سے یا اعضاء سے متعلق خاص ہے کہ انعام کے مقابلے میں ہی ہو سکتا ہے تو ان کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے اس میں تین مادے نکلیں گے ایک مادہ اجتماعی جس میں دونوں پائے جائیں جیسے زید نے عمرو پر کوئی انعام کیا تو عمرو نے زید کی زبان کے ساتھ تعریف کی کہ زید جو اد (زید بخشنے والا) یہاں شکر بھی ہے کہ انعام کے مقابلے میں ہے اور حمد بھی ہے کہ زبان کے ساتھ ہے اختیار کی خوبی پر۔ دوسرا مادہ: زید نے عمرو پر کوئی احسان نہیں کیا لیکن عمرو زید کی تعریف کرتا ہے زبان کے ساتھ یہاں حمد ہے شکر نہیں کیونکہ انعام کے مقابلے میں نہیں ہے تیسرا مادہ: زید نے عمرو پر

کوئی احسان کیا اور عمرو نے زید کی خدمت کی اعضاء کے ساتھ اس کی تعریف کی یہاں شکر ہوگا کیونکہ انعام کے مقابلے میں ہے لیکن حمد نہیں کیونکہ زبان کے ساتھ نہیں ہے۔

والله علم على الاصح للذات الواجب الوجود المستجمع لجميع صفات الكمال
ولدلالتہ علی هذا الاستجماع صار الكلام في قوة ان يقال الحمد مطلقا منحصر في حق من
هو مستجمع لجميع صفات الكمال من حيث هو كك فكان كدعوى الشئ بينة وبرهان
ولا يخفى لطفه

ترجمہ:- اور اللہ صیح قول کے مطابق علم ہے ذات واجب الوجود کا جو مستجمع ہو تمام صفات کمالیہ کو۔ اور اسکے اس استجماع پر دلالت کرنے کی وجہ سے کلام اس قوت میں ہو جائیگی کہ کہا جائے حمد مطلقا منحصر ہے اس ذات کے حق میں جو تمام صفات کمالیہ کو مستجمع ہے اس حیثیت سے کہ وہ اس طرح ہے۔ پس ہو جائیگا مثل دعویٰ کرنے کسی شیئی کا اس کی دلیل اور برهان کے ساتھ اور اس کی لطافت مخفی نہیں ہے۔

تشریح:- اس عبارت سے شارح کی غرض تو واضح متن ہے یعنی لفظ اللہ جو متن میں آیا ہے اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں لفظ اللہ میں مفسرین کے درمیان کئی اختلافات ہیں یہ لفظ عربی ہے یا کسی اور زبان کا لفظ ہے، عربی ہے تو جامد ہے یا مشتق، جامد ہے تو اسم علم ہے یا صرف اسم ہے، مشتق ہے تو پھر اختلاف ہے کہ یہ کس سے مشتق ہے مہوز الفاء ہے یا اجوف واوی شارح نے اس عبارت میں تمام کارد کرتے ہوئے واللہ علم علی الاصح الخ والی عبارت سے یہ بتایا کہ یہ عربی لفظ ہو کر علم اور جامد ہے نکتہ:- چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں عقول حیران و پریشان تھے اسی طرح اس ذات کے نام میں بھی عقول انسانی میں اختلاف ہو گیا کیونکہ اسم کا اثر مسمی پر اور مسمی کا اثر اسم پر ہوا کرتا ہے اس کی مثال مشکوٰۃ شریف کی عبد اللہ بن المسوب ذالی حدیث ہے کہ عبد اللہ کے والد کا نام مسیب تھا ان کا لقب مشہور تھا حسن (غم) حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی سال بھی ایسا نہ گزرا تھا کہ ہم نے کسی غم اور پریشانی کا سامنا نہ کیا ہو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے اس لقب کو بدل دو۔

الحاصل لفظ اللہ ایسی ذات کا علم ہے جو کہ واجب الوجود (جس کا عدم محال ہو) ہے اور تمام صفات کمال کو جمع کرنے والی ہے۔ لفظ اللہ کے ہمزہ کی تحقیق:- اعتراض ہوتا ہے کہ لفظ اللہ کے شروع میں ہمزہ کونسا ہے قطعی ہے یا وصلی؟ اگر قطعی ہے تو صحیح نہیں کیونکہ لسان اللہ غیر حافظا میں گر جاتا ہے اگر وصلی ہے تو بھی صحیح نہیں در نہ تو اللہ کا ہمزہ وسط کلام میں ہونے کی بنا پر گر جاتا

چاہیے حالانکہ باقی ہے؟

جواب:- لفظ اللہ اصل میں الہ تھا ہمزہ کو گرا دیا تو لہ ہوا پھر اس ہمزہ کے عوض میں الف لام تعریف کا داخل کیا تو ال لہ ہوا پھر لام کا لام میں ادغام کیا تو اللہ بن گیا اب لفظ اللہ پر جو ہمزہ ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک تعریف والی اور ایک عوض ہونے والی ان دونوں حیثیتوں کا اعتبار کرنا ہے جب یہ لفظ اللہ منادی نہ ہو تو اس وقت تعریف والی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے اسکو ہمزہ وصلی بناتے ہیں اور درمیان کلام میں گرا دیتے ہیں جیسے فاللہ میں گرا گیا اور جب لفظ اللہ منادی واقع ہو تو اس وقت تعریف والی حیثیت کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ یا اور الف لام تعریف کا اجتماع ایک اسم میں صحیح نہیں اس وقت اس کی عوض والی حیثیت کا اعتبار کرتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ جو حرف کسی حرف کے عوض میں آئے وہ جزو کلمہ ہوتا ہے اس کو گرا کر صحیح نہیں لہذا یا اللہ میں بھی ہمزہ عوض میں ہونے کی وجہ سے جزو کلمہ ہے اور اس کو گرا کر صحیح نہیں۔

ولدلالتہ علیٰ هذا الاستجماع الخ:- اس عبارت سے شارح ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جو متن کی عبارت میں مضمون ہے۔ اس سے قبل تین مسئلوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ (۱):- الحمد میں الف لام کونسا ہے؟ یہ الف لام جنس کا بھی ہو سکتا ہے اور استغراق کا بھی جنس کا ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جنس حمد اللہ کیلئے مختص ہے اور استغراق کا ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ تمام افراد حمد اللہ تعالیٰ کیلئے مختص ہیں۔

اعتراض:- آپ نے الف لام جنسی یا استغراقی کا مان کر یہ مطلب نکالا کہ جنس حمد یا تمام افراد حمد اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں حالانکہ دنیا میں حمد تو مخلوق کی بھی ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ زید عالم، زید کبیر وغیرہ؟

جواب:- جہاں مخلوق کی تعریف ہوتی ہے وہاں حقیقت میں خالق کی تعریف ہوتی ہے کیونکہ مخلوق میں اچھی صفات پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں مثلاً زید کی تعریف کی کہ وہ بڑا عالم ہے تو گویا اس آدمی نے حقیقت میں اللہ کی تعریف کی ہے کیونکہ زید کو علم عطا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔

مسئلہ (۲):- جب کسی اسم صفت پر حکم لگایا جاتا ہے تو اس کا مصدر ہی اس حکم کی علت ہوا کرتا ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں کہ اکرم العالم (عالم کا اکرام کرو) یہاں العالم صیغہ صفت کا ہے اس پر حکم لگایا گیا ہے کہ اس کا اکرام کرو اس حکم کی علت العالم کا مصدر علم ہے کہ علم کی وجہ سے عالم کا اکرام کرو۔

مسئلہ (۳):- ایک ضابطہ ہے کہ الکنایۃ ابلغ من الصریح (کنایہ صریح سے ابلغ ہوتا ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ صریح میں

صرف دعویٰ ہوتا ہے دلیل مذکور نہیں ہوتی جیسے کہا جائے کہ زید بڑا سخی ہے یہ جملہ زید کی سخاوت پر صراحتہ دلالت کرتا ہے لیکن اس میں دلیل مذکور نہیں بخلاف کنایہ کے کہ اس میں صراحتہ دعویٰ ہوتا ہے اور ضمناً دلیل بھی مذکور ہوتی ہے جیسے کہا جائے زید کثیر الرماد (زید کثیر خاکستر والا ہے) یعنی زید کے چولھے میں خاکستر بہت زیادہ ہے اس جملہ سے بھی زید کی سخاوت معلوم ہو رہی ہے کہ چولھے میں خاکستر اس لئے زیادہ ہے کہ آگ زیادہ جلتی ہے اور آگ زیادہ اس لئے جلتی ہے کہ ہانڈی، روٹی زیادہ پکتی ہے اور روٹی اس لئے زیادہ پکتی ہے کہ مہمان زیادہ آتے ہیں اور مہمان زیادہ اس لئے آتے ہیں کہ زید سخی ہے اس کنایہ سے جیسے زید کی سخاوت کا دعویٰ سمجھا گیا اسی طرح ساتھ دلیل بھی مذکور ہے کہ زید سخی اس لئے زیادہ ہے کہ اس کے چولھے میں آگ زیادہ جلتی ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ الکنایۃ ابلغ من الصریح۔

اب شارح کا بیان کردہ نکتہ یہ ہے کہ ماتن نے متن کی عبارت الحمد لله میں دعویٰ مع دلیل کے بیان کیا ہے دعویٰ یہ ہے کہ تمام محامد کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور ساتھ اس کی دلیل بھی موجود ہے مسئلہ (۲) کے تحت لفظ اللہ کو حکما صیغہ صفت کا بنائیں گے اللہ کا معنی واجب الوجود المستجمع لجميع صفات الکمال یہ معنی صفتی ہے اس اعتبار سے لفظ اللہ حکما صیغہ صفت کا ہے اس پر حکم لگایا گیا ہے کہ تمام محامد کا ثبوت اس کے ساتھ مختص ہے چونکہ اللہ ہے ہی وہی ذات جو تمام صفات کمالیہ کو جمع کر نیوالی ہو محامد کا ثابت ہونا یہ بھی ایک صفت کمال کی ہے لہذا یہ صفت کمال بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوگی اگر یہ صفت کمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص نہ ہو تو اللہ کی ذات مستجمع لجميع صفات الکمال نہ رہی لہذا حمد کا ثبوت بھی جو کہ صفت کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے تو یہاں الحمد لله میں دعویٰ مع دلیل سمجھا گیا اور یہ بطور کنایہ کے ذکر کیا گیا اور کنایہ صریح سے ابلغ ہوتا ہے گویا بڑے بلیغ انداز سے اللہ تعالیٰ کی تعریف مع دلیل کے اس عبارت میں ذکر کی گئی ہے۔ اسی نکتہ کی طرف شارح یزدی نے اشارہ کیا۔

قوله الذي هداانا: الهداية قيل هي الدلالة الموصلة اى الايصال الى المطلوب وقيل هي اراءة الطريق الموصل الى المطلوب والفرق بين هذين المعنيين ان الاول يستلزم الوصول الى المطلوب بخلاف الثانى فان الدلالة على ما يوصل الى المطلوب لا تلزم ان تكون موصلة الى ما يوصل فكيف توصل الى المطلوب والاول منقوض بقوله تعالى واما نمود فهديناهم فاستحبوا العمى على الهدى اذ لا يتصور الضلالة بعد الوصول الى الحق والثانى

منقوض بقوله تعالى انك لا تهدي من احببت فان النبي ﷺ كان شأنه اراءه الطريقة الطريق
والذي يفهم من كلام المصنف في حاشية الكشاف هو ان الهداية لفظ مشترك بين هذين
المعنيين وح يظهر اندفاع كلا النقصين ويرتفع الخلاف من البين و محصول كلام
المصنف في تلك الحاشية ان الهداية تتعدى الى المفعول الثاني تارة بنفسه نحو اهدنا
الصراط المستقيم و تارة بالي نحو والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم و تارة باللام
نحو ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم فمعناها على الاستعمال الاول هو الايصال و على
الثانين اراءه الطريقة الطريق

ترجمہ:- اس مصنف کا قول الذی ہدانا: ہدایۃ کہا گیا ہے وہ دلالت ہے پہنچانے والی یعنی مطلوب تک پہنچادینا اور کہا گیا
ہے کہ وہ راستہ دکھانا ہے جو منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو اور ان دونوں معنوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اول معنی منزل مقصود
تک پہنچنے کو مستلزم ہے نہ کہ دوسرا معنی پس بلاشبہ منزل مقصود تک پہنچانے والے راستے کو دکھانے کیلئے لازم نہیں کہ وہ دکھانا
پہنچانے والا ہو اس راستے تک جو منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے تو کس طرح وہ راہ دکھانا منزل مقصود تک پہنچانے والا ہوگا۔
اور اول معنی منقوض ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ و اما ثمود فہدینا ہم الخ کیونکہ منزل مقصود تک پہنچ جانے کے بعد
بے راہ ہونا تصور نہیں اور دوسرا معنی منقوض ہے اس اللہ تعالیٰ کے قول انک لا تهدي الخ کے ساتھ کیونکہ نبی ﷺ کی شان
ہے دکھانا بھی۔ اور کشاف کے حاشیہ میں مصنف کی کلام سے جو بات سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہدایۃ کا لفظ ان دونوں معنوں کے
درمیان مشترک ہے اور اس وقت ظاہر ہو جاتا ہے ان دونوں اعتراضوں کا دفع ہو جانا اور اختلاف کرنے والوں کے بیچ سے
اختلاف اٹھ جاتا ہے۔ اور اس حاشیہ میں مصنف کی کلام کا حاصل یہ ہے کہ لفظ ہدایۃ اپنے مفعول ثانی کی طرف کبھی بلا واسطہ
متعدی ہوتا ہے جیسے اهدنا الصراط المستقیم اور کبھی بواسطہ الی متعدی ہوتا ہے جیسے والله يهدي من يشاء الى
صراط مستقيم اور کبھی لام کے واسطے سے جیسے ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم۔ پس پہلے استعمال پر ہدایۃ کا
معنی ایصال الی المطلوب اور باقی دونوں استعمالوں پر اراءه الطريقة الطريق ہے۔

اغراض شارح:- اس سے شارح کی غرض تو ضیح متن ہے متن میں اهدانا کا لفظ آیا ہے اس کا مصدر ہدی اور ہدایۃ
دونوں آتے ہیں اس کی شارح تشریح کرنا چاہتے ہیں الذی ہدانا سے لیکر والاول منقوض تک کی عبارت میں شارح

نے لفظ ہدایۃ کی تعریف بیان کی ہے والا اول منقوض سے والذی یفہم تک شارح کی غرض اصل تعریف پر دو اعتراض کرنا ہے والذی یفہم سے لیکر ومحصول کلام المصنف تک شارح کی غرض دونوں اعتراضوں کا جواب دینا ہے ومحصول سے آخر قول تک غرض ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

ہدایۃ کی تعریف :- ہدایۃ کے لغوی معنی ہیں راہ نمودن (راستہ دکھانا) اس کے اصطلاحی معنی میں معتزلہ اور اشاعرہ (اشاعرہ یہ ابوالحسن اشعری کے مقلدین کو کہا جاتا ہے اشعر ایک قبیلہ کا نام ہے امام شافعی عقائد کے باب میں ابوالحسن اشعری کے مقلد ہیں اور احناف عقائد کے باب میں ابومنصور ماتریدی کے مقلد ہیں ان کے مقلدین کو ماتریدیہ کہا جاتا ہے) کا اختلاف ہے اشاعرہ کے ہاں ہدایۃ وہ راستہ دکھانا ہے جو مطلوب تک پہنچادے جیسے کسی نے زید سے پوچھا کہ ملتان کس طرف ہے اس نے راہنمائی کر دی اس راستے کی طرف جو مطلوب تک پہنچانے والا ہے اس کو اراء الطریق کہتے ہیں۔ معتزلہ کے ہاں ہدایۃ ایسی راہنمائی ہے جو مطلوب تک پہنچادے مثلاً زید سے کسی نے پوچھا کہ ملتان کس طرف ہے تو زید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ملتان تک پہنچادیا اس کو ایصال الی المطلوب کہتے ہیں۔

دونوں معنوں میں فرق یہ ہے کہ اول معنی اراء الطریق میں مطلوب تک پہنچنا تو درکنار طالب کا اس راستے پر چلنا بھی ضروری نہیں جس کی اس نے راہنمائی کی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ بھول کر کسی اور راستے پر چل پڑے جب اس راستے پر چلنا ضروری نہیں تو مطلوب تک پہنچنا بدرجہ اولیٰ ضروری نہیں ہو سکتا البتہ دوسرے معنی میں مطلوب تک پہنچنا لازم ہے جب زید نے ہاتھ پکڑ کر ملتان تک پہنچادیا تو مطلوب تک پہنچنے میں کوئی شک نہیں رہا۔

فائدہ :- ان دونوں معنوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے اراء الطریق یہ اعم مطلق ہے اور ایصال الی المطلوب یہ اخص مطلق ہے جہاں ایصال الی المطلوب ہوگا وہاں اراء الطریق بھی ہوگا اور جہاں اراء الطریق ہو وہاں ایصال الی المطلوب کا ہونا ضروری نہیں۔

والاول منقوض بقولہ الخ :- اس عبارت میں شارح کی غرض ہدایۃ کی اس مختلف فیہ تعریف پر اعتراض کرنا ہے اشاعرہ نے جو تعریف کی ہے وہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت سے منقوض ہے وہ آیت انک لا تہدی من احببت ولكن اللہ یہدی من یشاء ہے یہاں اشاعرہ کے ہاں معنی ہوگا کہ بے شک اے پیغمبر آپ راستہ نہیں دکھا سکتے جس کو آپ چاہیں۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جس وقت حضور ﷺ نے اپنے چچا کے ایمان نہ لانے پر دکھ محسوس کیا کہ اگر یہ ایمان لے آتے تو

میں قیامت کے دن ان کی سفارش کرتا۔ اشاعرہ والا یہ معنی صحیح نہیں کیونکہ حضور ﷺ کا تو کام ہی یہی تھا کہ وہ راستہ دکھاتے۔ ہاں معتزلہ والا معنی صحیح بنتا ہے کہ آپ جس کو چاہیں مطلوب تک نہیں پہنچا سکتے اور واما ثمود فہدینا ہم فاستحبوا الخ والی آیت میں معتزلہ والا معنی صحیح نہیں بنتا کیونکہ معتزلہ کے ہاں اس کا یہ معنی ہوگا کہ قوم ثمود کو ہم نے مطلوب تک پہنچا دیا (یعنی ان کا ایمان پر خاتمہ ہوا) پھر انہوں نے ہدایہ کے مقابلے میں گمراہی کو پسند کیا یہ معنی بھی درست نہیں کیونکہ حق تک پہنچنے کے بعد گمراہی ممکن نہیں جیسے زید جب اپنے مطلوب ملتان تک پہنچ جائے تو ملتان کا زید سے گم ہونا ممکن نہیں دوسرا یہ بھی ہے کہ قوم ثمود کے بارہ میں یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ وہ ایمان نہیں لائی یہاں اشاعرہ والا معنی صحیح بنتا ہے کہ قوم ثمود کو ہم نے راستہ دکھلا دیا لیکن انہوں نے اس راستے کی بجائے گمراہی کو پسند کیا۔

والذی يفهم من كلام المصنف الخ:۔ اس عبارت سے شارح اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں جو اب کا حاصل یہ ہے کہ ماتن علامہ تفتازانی نے اپنی کتاب کشاف کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ لفظ ہدایہ ان دونوں معنوں (اراءة الطریق وایصال الی المطلوب) میں مشترک ہے یہ دونوں معنی اس کے حقیقی معنی ہیں جب یہ دونوں معنوں میں مشترک ہے تو جہاں جو معنی چاہو مراد لے لو لہذا انک لا تہدی الخ میں ایصال الی المطلوب والا معنی مراد لو اور واما ثمود الخ میں اراءة الطریق والا معنی مراد لو یہ دونوں ہدایہ کے حقیقی معانی ہیں اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

ومحصل کلام المصنف الخ:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ ہدایہ جب دو معانی میں مشترک ہے تو مشترک کے بارے میں تو ضابطہ ہے کہ لفظ مشترک کے معانی میں سے کسی ایک معنی پر جب تک کوئی قرینہ نہ ہو تو کسی ایک معنی کو متعین نہیں کیا جاسکتا اب یہاں دو معانی میں سے کسی ایک معنی مراد لینے میں قرینہ کونسا ہوگا؟

جواب:۔ یہ ہے کہ ہدی بھدی کا باب ہمیشہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور اس کا پہلا مفعول ہمیشہ بغیر واسطے کے ہوتا ہے اب دو معانی میں سے کسی ایک معنی کو متعین کرنے کا قرینہ یہاں پر یہ ہے کہ دیکھیں گے کہ ہدایہ کا لفظ مفعول ثانی کی طرف متعدی بغیر کسی واسطے کے ہے یا کسی حرف جر کے واسطے کے ساتھ ہے اگر یہ کسی حرف جر کے واسطے کے ساتھ متعدی ہوگا مفعول ثانی کی طرف تو معنی اول یعنی اراءة الطریق مراد ہوگا جیسے ان هذا القرآن یهدی للتی ہی اقوم میں بھدی کا پہلا مفعول محذوف ہے وہ الناس کا لفظ ہے اور دوسرا مفعول للتی ہے جو کہ حرف جلام کے ساتھ متعدی ہے دوسری مثال

حاصل ہونے کی وجہ سے کتاب کی دو قسموں کی طرف قیاس کرتے ہوئے ظاہر ہے۔

اغراض شارح:۔ ای وسطہ سے وھذا کنایۃ تک توضیح متن ہے وھذا کنایۃ سے ھذا مراد من فسرہ تک شارح کی غرض سواء الطریق اور الطریق المستوی میں تلازم کو بیان کرنا ہے۔ ھذا مراد سے ثم المراد تک ملا جلال الدین پر اس مقام میں ہونے والے تین اعتراضات کا جواب دینا ہے۔ ثم المراد سے والاول تک سواء کا مصداق بتلانا ہے والاول اولی سے آخر قول تک وجہ ترجیح بتلانی ہے۔

ای وسطہ الخ:۔ اس عبارت میں شارح سواء کا معنی بیان کرتے ہیں کہ سواء کا معنی وسط اور درمیان کا ہے یعنی درمیانی راستہ اور درمیانہ راستہ وہ ہوتا ہے جو اپنے اوپر چلنے والے کو یقینی طور پر مطلوب تک پہنچا دے۔

وھذا کنایۃ الخ:۔ کنایہ کہتے ہیں لفظ بول کر اس کا معنی موضوع لہ مراد لیتے ہوئے ذہن کو اس کے لازم یا ملزوم کی طرف منتقل کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے زید کثیر الرہا د اس کا معنی موضوع لہ تو یہی ہے کہ یہ کثیر خاستروالا ہے لیکن اس لفظ سے اس کے لازم سخاوت کا ارادہ کرنا یہ کنایہ ہے۔

شرح میں جو لفظ سواء کا معنی وسط طریق بیان کیا ہے تو وسط طریق کو دو چیزیں لازم ہیں ایک راستہ کا سیدھا ہونا جس کو طریق مستوی کہا جاتا ہے اور دوسرا راستے کا مضبوط ہونا جس کو الصراط المستقیم کہا جاتا ہے یہاں بھی کنایۃ وسط طریق سے الطریق المستوی مراد لیا گیا ہے اور اس کا عکس بھی کر سکتے ہیں یعنی الطریق المستوی بول کر وسط طریق مراد لیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

وھذا مراد من فسرہ الخ:۔ غلامہ جلال الدین نے اپنی کتاب ملا جلال میں سواء الطریق کا معنی کیا ہے الطریق المستوی جس پر تین اعتراضات کئے گئے ہیں شارح اس عبارت میں ان کا جواب دے رہے ہیں۔ ملا جلال الدین نے سواء الطریق کا معنی الطریق المستوی کیا یعنی پہلے سواء کو بمعنی استواء کے کیا پھر استواء مصدر کو اسم فاعل المستوی کے معنی میں کیا اور سواء الطریق میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے تو انہوں نے موصوف کو مقدم اور صفت کو مؤخر کر کے کہا الطریق المستوی۔ اس پر تین اعتراض کئے گئے ہیں۔

﴿۱﴾ سواء کو استواء کے معنی میں کرنا لغت کے خلاف ہے لغت میں سواء کا معنی وسط ہے۔

﴿۲﴾ استواء مصدر کو المستوی اسم فاعل کے معنی میں کرنا مجاز ہے اور بلا ضرورت مجاز مراد لینا صحیح نہیں۔

﴿۳﴾ صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی ہے حالانکہ بصریوں کے ہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف کرنا درست نہیں۔

تو شارح اس عبارت میں ان کا جواب دیتے ہیں کہ ملا جلال کی وہ غرض نہیں جو تم نے سمجھی ہے بلکہ غرض اس کی بھی کنایہ ہے جو کہ میری مراد بھی ہے۔ یعنی انہوں نے تو سواء للطریق کی تشریح کی ہے معنی بیان نہیں کیا۔ اور معترض نے یہ سمجھا ہے کہ انہوں نے مذکورہ توجیہات کر کے اس کو الطریق المستوی کے معنی میں کیا ہے اس لئے یہ اعتراضات صحیح نہیں۔

ثم المراد الخ :- یہاں سے سواء الطریق کا مصداق بتلا ہے ہیں اس کا مصداق دو چیزیں ہو سکتی ہیں (۱) نفس الامر عموماً (۲) خصوصاً ملت اسلامیہ۔ نفس الامر کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں جو بھی حق بات ہے وہ سواء الطریق کا مصداق ہے چاہے وہ شریعت اسلامیہ کے عقائد ہوں یا قواعد منطقیہ (مثلاً اجتماع نقیضین محال ہے، ارتفاع نقیضین محال ہے وغیرہ) کیونکہ وہ بھی حق ہیں۔ اور خصوصاً ملت اسلامیہ سے مراد یہ ہے کہ صرف اسلامی عقائد مراد لئے جائیں اس صورت میں قواعد منطقیہ خارج ہو جائیں گے کیونکہ وہ عقائد اسلامیہ میں داخل نہیں۔

والاول اولی الخ :- یہاں سے سواء الطریق کے دونوں مصداقوں میں سے ایک کو ترجیح دیکر اس کی وجہ ترجیح بیان کر رہے ہیں لیکن اس سے قبل ایک لفظ کا معنی سمجھنا ضروری ہے وہ ہے صندۃ براءت استعمال اس کو عام طور پر مصنفین اپنی کتابوں کے خطبوں میں ذکر کرتے ہیں براءتہ کا معنی بلندی صندۃ کا معنی کاریگری استعمال کا معنی بچے کی پیدائش کے وقت اس کی ابتدائی آواز۔ اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ خطبہ میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جس سے آئندہ آنے والے مقصودی مضامین کی طرف اشارہ ہو جائے (جیسے بچہ کا رونا اس کی دنیا میں آمد کی خبر دیتا ہے) اس میں خطبہ کی بڑائی اور برتری ظاہر ہوتی ہے۔

یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ علامہ تفتازانی نے تہذیب کے دو حصے لکھے تھے ایک حصہ علم کلام میں اور ایک منطق میں تو اگر سواء الطریق کا مصداق کائنات کی ہر حق بات (نفس الامر) کو بنائیں تو یہ زیادہ اولیٰ اور زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں علم کلام (شریعت) اور منطق دونوں داخل ہو جائیں گے اس طرح اس میں صندۃ براءت استعمال بھی ہوگی کیونکہ آگے بھی منطق اور شریعت کے مسائل بیان ہونگے بخلاف اس کے کہ اگر اس کا مصداق خاص ملت اسلامیہ کو بنایا جائے تو مقصد کی طرف اشارہ نہیں ہوگا اور صندۃ براءت استعمال حاصل نہ ہوگی۔

متن : وجعل لنا التوفیق خیر رفیق

ترجمہ :- اور بنایا ہمارے لئے توفیق کو بہتر ساتھی۔

☆☆

قوله وجعل لنا: الظرف اما متعلق بجعل واللام للانتفاع كما قيل في قوله تعالى جعل

لكم الارض فراشا واما برقيق ويكون تقديم معمول المضاف اليه على المضاف لكونه ظرفا

والظرف مما يتوسع فيه ما لا يتوسع في غيره والاول اقرب لفظا والثاني معنى

ترجمہ :- ظرف یا جعل کے متعلق ہے اور لام انتفاع کیلئے ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اس اللہ تعالیٰ کے قول جعل لكم الارض

فراشا (بنایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کیلئے زمین کو بچھونا) میں اور یار فیق کے متعلق ہے اور مضاف الیہ کے معمول کا مضاف پر

مقدم ہونا ظرف ہونے کی وجہ سے ہوگا اور ظرف اس چیز میں سے ہے کہ اس میں وہ وسعت ہے جو اس کے غیر میں نہیں ہے اور

اول احتمال لفظا اور ثانی احتمال معنی اقرب ہے۔

اغراض شارح :- الظرف سے لیکر والاول تک شارح کی غرض متن پر ہونے والے ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔

والاول اقرب سے لنا کے متعلقات میں سے ہر ایک کی وجہ ترجیح بیان کرنی ہے۔

اعتراض :- لنا ظرف ہے متن میں یہ کسی کے متعلق بھی نہیں بن سکتا۔ متن میں چار لفظ (۱) جعل (۲) التوفیق (۳) خیر

(۴) رفیق ایسے ہیں جو متعلق بننے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن یہ کسی کے متعلق بھی نہیں ہو سکتا (۱) توفیق کے متعلق اس لئے

نہیں ہو سکتا کہ توفیق مصدر ہے اور مصدر کمزور عامل ہے لنا عبارت میں مقدم ہے اور مصدر یہ مؤخر ہے عامل ضعیف بنا

معمول مقدم میں عمل نہیں کر سکتا (۲) یہی خرابی خیبر کے متعلق کرنے سے آتی ہے کیونکہ یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور یہی

کمزور عامل ہے یہ بھی اپنے معمول مقدم میں عمل نہیں کر سکتا (۳) لنا ظرف کو جعل کے متعلق بھی نہیں بنا سکتے کیونکہ لنا میں

لام تعلیلیہ ہے اور لام تعلیلیہ یہ غرض کیلئے ہوتا ہے اگر اس کو جعل کے ساتھ متعلق کریں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے

ہماری غرض کیلئے توفیق کو بہتر ساتھی بنایا اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے فعل کا معلل بالغرض ہونا لازم آئے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے

افعال معلل بالغرض نہیں ہوتے کیونکہ غرض کی طرف انسان محتاج ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے جو بھی حکم نازل کیا ہے اس میں کوئی حکمت ضرور ہے حکمت اور غرض میں فرق یہ ہے کہ غرض وہ ہوتی ہے جس کی

طرف احتیاجی ہو اور حکمت اس کو کہتے ہیں جو فعل کے کرنے پر ثمرہ اور نفع مرتب ہوتا ہے۔ (۴) لہذا کو رفیق کے متعلق بھی نہیں کر سکتے کیونکہ رفیق یہ مضاف الیہ ہے خیر کا اور ضابطہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کے ضمن میں جو ہو (یعنی مضاف الیہ کا جو معمول ہو) اس کا مضاف الیہ سے مقدم کرنا درست نہیں چہ جائیکہ وہ مضاف سے بھی مقدم ہو جس طرح یہاں لہذا مضاف (خیر) سے بھی مقدم ہے۔

جواب صحیح شارح نے لہذا کو جعل اور رفیق کے متعلق بنایا ہے باقی دو (توفیق اور خیر) کو چھوڑ دیا ہے جعل کے متعلق بنانے میں خرابی لازم آتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے فعل کا معلل بالغرض ہونا لازم آئے گا اس کا جواب یہ دیا کہ یہ لام غرض کیلئے نہیں بلکہ انتفاع کیلئے ہے مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نفع کیلئے توفیق کو بہترین ساتھی بنایا۔ لام انتفاع کی مثال جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے جعل لکم الارض فراشا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کیلئے زمین کو فرش بنایا) یا لہذا یہ رفیق کے متعلق ہوگا اس وقت یہ خرابی تھی کہ مضاف الیہ کا معمول مضاف الیہ سے مقدم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لہذا چونکہ ظرف ہے اور ظرف میں دو وسعت اور گنجائش ہوتی ہے جو بقیہ معمولات میں نہیں اسلئے ظرف کا عامل چاہے مقدم ہو یا مؤخر وہ ظرف میں عمل کر سکتا ہے

سوال:- ظرف میں یہ توسع اور گنجائش کیوں ہے؟

جواب:- ظروف مثل محارم کے ہیں جس طرح محرم کا تعلق اپنے محرم کے ساتھ ہمیشہ ہوتا ہے اسی طرح ظرف کا تعلق بھی ہر فعل یا شبہ فعل کے ساتھ ہر وقت ہوتا ہے کیونکہ کوئی فعل یا شبہ فعل دنیا میں ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی زمانے یا کسی نہ کسی مکان میں واقع نہ ہو اس لئے ظروف میں وسعت اور گنجائش ہے۔

والاول اقرب الخ:- یہاں سے دونوں متعلقوں (جعل و رفیق) میں سے ہر ایک کی وجہ ترجیح بیان کرتے ہیں کہ لہذا ظرف کو جعل کے متعلق کرنا یہ لفظ اقرب ہے کیونکہ لفظوں میں جعل قریب ہے اور پہلے بھی ہے البتہ اس میں معنوی طور پر سقم (خرابی) ہے اور دوسرے (رفیق) کے متعلق کرنے میں معنوی طور پر تو کوئی خرابی نہیں لیکن لفظی طور پر خرابی موجود ہے کہ وہ بہت پیچھے کھڑا ہے۔

متعلق کی معنوی خرابی کو سمجھنے سے پہلے تین مسئلوں کو سمجھنا چاہیے

مسئلہ (۱):- انہاں یہ ذات ہے حیوان ناطق اس کی ذاتیات ہیں۔

مسئلہ (۲):- منطقیوں کے ہاں ذات اور ذاتیات کے درمیان جعل کا آنا باطل ہے جیسے یوں کہا جائے جعل اللہ الانسان

حیوانا ناطقا (اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیوان ناطق بنایا) اس کو منطقی مجموعیت ذاتی کہتے ہیں آسان لفظوں میں اس کو تخلخل جعل بین الذات والذاتیات کہتے ہیں۔

مسئلہ (۳):۔ متن کی عبارت میں جو توفیق کا لفظ ہے یہ ایک ذات ہے جس طرح انسان ایک ذات ہے اور خیر رفیق یہ اس کیلئے ذاتیات ہیں جیسے انسان کیلئے حیوان ناطق ذاتیات ہیں۔

ان تین مسئلوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب طرف لٹا کو جعل کے متعلق کریں تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے توفیق کو بہترین ساتھی بنایا تو رفیق ذات اور خیر رفیق ذاتیات کے درمیان جعل آ گیا جو کہ باطل ہے تو جعل کے ساتھ طرف کو متعلق بنانے میں مجموعیت ذاتی کی خرابی لازم آتی ہے اس لئے جعل کے ساتھ متعلق کرنے میں معنوی خرابی اور سقم ہے۔ اور اگر لٹا کو رفیق کے متعلق کریں تو یہ خرابی لازم نہیں آئیگی کیونکہ پھر یہ عبارت ہوگی جعل التوفیق خیر رفیق لٹا اس وقت مطلب عبارت کا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق کو بہتر ساتھی ہمارے لئے بنایا اس صورت میں تخلخل جعل بین الذات والذاتیات لازم نہیں آتا کیونکہ خیر رفیق تو توفیق کی ذاتی ہے خیر رفیق لٹا یہ تو اسکی ذاتی نہیں۔

فائدہ:- لٹا کو رفیق کے متعلق کرنے کی ایک اور وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ ضابطہ ہے جب حمد کسی انعام و احسان کے مقابلے میں ہو تو وہ حمد اکمل طریقے سے ہوتی ہے اور بغیر کسی نعمت کے ہو تو وہ اکمل طریقے سے نہیں ہوتی اگر ہم لٹا کو جعل کے متعلق کریں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے توفیق کو بہتر ساتھی بنایا اس پر تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق کو مخلوق کا بہتر ساتھی بنایا ہے لیکن اس سے حامد کا اختصاص سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف حامد کیلئے توفیق کو بہتر ساتھی بنایا ہو بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ کسی اور کیلئے علاوہ حامد کے توفیق کو ساتھی بنایا ہو اس لئے اس کے مقابلے میں جو حمد ہوگی وہ اکمل نہیں ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ جب ہم لٹا کو رفیق کے ساتھ متعلق کریں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ تمام حامد کا ثبوت اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے توفیق کو بہتر ساتھی ہمارے (یعنی حامد یا مسلمان) کے لئے بنایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا انعام مسلمان بندے پر سمجھا جاتا ہے اب اس کے مقابلے میں جو حمد اس مسلمان حامد کی زبان سے نکلے گی وہ اکمل حمد ہوگی اس لئے رفیق کے ساتھ لٹا کا تعلق زیادہ اولیٰ اور برتر ہے۔

قوله التوفیق: هو توجیہ الاسباب نحو المطلوب الخیر

ترجمہ:- وہ اسباب کا مطلوب خیر کی جانب متوجہ ہوتا ہے

غرض شارح:- اس قولہ کی غرض توضیح متن ہے۔

توفیق کی لغوی تعریف:- توفیق لغت میں مطلقاً اسباب کو مطلوب کی طرف اکٹھا کرنے کو کہتے ہیں برابر ہے کہ وہ مطلوب خیر ہو یا شرابہ شرعی طور پر توفیق کی تعریف یہ ہے کہ مطلوب خیر کی طرف تمام اسباب (ذرائع) کو جمع کرنا جیسے نماز ایک مطلوب خیر ہے اس کیلئے تمام اسباب مہیا ہو جائیں مثلاً پانی موجود ہو پانی کے استعمال پر قدرت رکھتا ہو پھر وضو کیا جائے اور نماز پڑھی جائے۔

توفیق کی اس شرعی تعریف میں مطلوب خیر کی قید لگائی ہے اگر مطلوب شرک کی طرف تمام اسباب مہیا ہو جائیں جیسے ایک آدمی چوری کا ارادہ کرتا ہو اس کیلئے تمام چوری کے اسباب مہیا ہو جائیں تو اس کو توفیق نہیں بلکہ خذلان کہیں گے۔ نیز الاسباب میں الف لام استغراق کا ہے تمام اسباب کا مہیا ہونا اگر بعض اسباب مطلوب خیر کے مہیا ہو جائیں تو اس کو بھی توفیق نہیں کہیں گے۔

متن: والصلوة والسلام علی من ارسلہ ہدی ہو بالاہتداء حقیق

ونورا بہ الاقتداء یلیق

ترجمہ:- اور صلوة و سلام ہو اس ذات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت بنا کر بھیجا اس حال میں کہ وہ ہدایت حاصل کئے جانے کے لائق ہیں اور نور بنا کر بھیجا اس حال میں کہ وہ اقتداء کئے جانے کے لائق ہیں

☆☆

قوله والصلوة: وہی بمعنى الدعاء ای طلب الرحمة واذا اسند الی اللہ تعالیٰ یجرد

عن معنی الطلب ویراد بہ الرحمة مجازاً

ترجمہ:- اور صلوة دعاء کے معنی میں ہے یعنی رحمت کو طلب کرنا اور جب اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی جائے تو خالی کر لیا جاتا ہے معنی طلب سے اور مجاز اس سے رحمت کا ارادہ کیا جاتا ہے۔

اغراض شارح:- وہی بمعنی الدعاء سے واذا اسند تک غرض تو صیح متن ہے واذا اسند الخ سے شارح کی غرض ایک اعتراض مقدر کا جواب اور اس جواب پر ہونے والے ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

وہی بمعنی الدعاء الخ:- اس عبارت میں شارح صلوٰۃ کا معنی ذکر کرتے ہیں صلوٰۃ کا معنی ہے دعاء اور دعاء کا معنی بتایا طلب رحمت۔ صلوٰۃ کا دعاء والا معنی یہ حقیقی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے ان صلواتک سکن لہم (آپ ﷺ کی دعاء یعنی طلب رحمت کرنے میں ان کیلئے تسکین کا سامان ہے) اور اس کے بقیہ معانی مجازی ہیں مثلاً جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی مطلق رحمت ہے جیسے ان اللہ وملتکته یصلون علی النبی فرشتوں کی طرف اس کی نسبت ہو تو معنی استغفار ہے وحوش و طیور کی طرف ہو تو معنی ہے تسبیح و تہلیل لیکن یہ تمام اس کے مجازی معانی ہیں۔

واذا اسند الی اللہ الخ: یہاں سے شارح ایک اعتراض مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:- ابھی آپ نے صلوٰۃ کا معنی دعاء یعنی طلب رحمت کا کیا ہے حالانکہ آپ کا یہ معنی متن کی عبارت والصلوٰۃ والسلام پر سچا نہیں آسکتا کیونکہ الصلوٰۃ میں الف لام یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ لفظ اللہ ہے یعنی صلوٰۃ اللہ تو آپ کے معنی کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ طلب رحمت کرتے ہیں اس شخص سے جس کو اس نے بھیجا حالانکہ یہ معنی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ طلب سے پاک ہیں وہ تو مطلوب ہیں؟

جواب:- جب صلوٰۃ کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے تو اس وقت اس سے طلب والا معنی ختم ہو جاتا ہے مطلق رحمت والا معنی مراد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتے ہیں یعنی صلوٰۃ کا معنی موضوع لہ تو طلب رحمت والا تھا معنی موضوع لہ سے ایک جزو حذف ہو کر رحمت کا معنی بن گیا اس قسم کے حذف کو حقیقت قاصرہ اور مجاز کہتے ہیں۔

اعتراض:- آپ نے جو طلب کا لفظ حذف کر کے صرف رحمت والا معنی کیا ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ تمام محدثین اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ رحمت کہتے ہیں رقة القلب بعین تفتضی التفضل والاحسان (دل کی رقت فضل اور احسان کی حیثیت سے) اور اللہ تعالیٰ تو رقت اور طلب دونوں سے پاک ہیں تو یہ معنی تو صحیح نہ ہوا؟

جواب:- یہاں بھی معنی موضوع لہ کے ایک جزو رقة القلب کو حذف کر دیں گے اور صرف تفضل اور احسان والا معنی مراد لیں گے کہ اللہ تعالیٰ فضل فرماتے ہیں اور اس شخص کے جس کو انہوں نے بھیجا۔

قوله علی من ارسله: لم یصرح باسمه علیہ السلام تعظیماً واجلالاً وتنبیہاً علی انہ فیما ذکر من الوصف بمرتبة لا یتبا در الذہن منه الا الیہ واختار من بین الصفات ہذہ لکونہا مستلزماً لسائر الصفات الکمالیة مع ما فیہ من التصریح بکونہ علیہ السلام مرسلان فان الرسالة فوق النبوة فان المرسل هو النبی الذی ارسل الیہ وحی و کتاب

ترجمہ:- نہیں تصریح کی مصنف نے حضور ﷺ کے نام کی تعظیم اور اظہار بزرگی کی وجہ سے اور اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے کہ حضور ﷺ اس وصف رسالت میں جس کو مصنف نے ذکر فرمایا ہے اس مرتبہ پر ہیں کہ ذہن اس سے نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف سبقت نہیں کرتا اور ماتن نے اس وصف رسالت کو اختیار فرمایا بوجہ مستلزم ہونے اس وصف رسالت کے تمام صفات کمالیہ کو ساتھ یہ کہ اس وصف میں نبی ﷺ کے رسول ہونے کی تصریح ہے پس بلاشبہ وصف رسالت وصف نبوت کے اوپر ہے کیونکہ رسول وہ نبی ہے جس کی طرف مستقل شریعت اور مستقل کتاب بھیجی گئی ہو۔

اغراض شارح:- لم یصرح باسمہ الخ سے و اختار تک ایک اعتراض کا جواب ہے و اختار من بین الصفات سے فان الرسالة فوق الخ تک غرض ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:- مصنف نے اللہ تعالیٰ کی حمد کو ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا الحمد لله کہا اور جب حضور ﷺ پر صلوة و سلام بھیجا تو حضور ﷺ کا نام کیوں نہیں لیا صرف صفت کو کیوں ذکر کیا؟

جواب:- حضور ﷺ کا نام نہ ذکر کرنے میں دو نکتے ہیں (۱) نام کی بجائے صفت ذکر کرنے میں زیادہ تعظیم اور ادب ہوتا ہے جیسے کسی کو نام کی بجائے مولانا اور قاری صاحب کہا جائے تو یہ زیادہ ادب کی بات ہے تو حضور ﷺ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے نام کی بجائے صفت کو ذکر کیا (۲) عرف میں یہ مشہور و معروف بات ہے کہ جب کسی ذات کی کوئی ایسی صفت ذکر کر دی جائے جس سے صرف وہی ذات معین ہی مراد ہو سکتی ہو اور کوئی ذات مراد نہ ہو سکتی ہو (یعنی وہ صفت اس ذات کے ساتھ خاص ہو) تو اس میں بھی اس صفت کو ذکر کرنے میں زیادہ تعظیم اور ادب ہوا کرتا ہے اس لئے ماتن نے حضور ﷺ کے نام کو ذکر کرنے کی بجائے ان کی صفت رسالت کو ذکر فرمایا جس سے ذہن حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور ذات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

اعتراض:- یہ وجہ تو اللہ تعالیٰ کے نام ذکر کرنے میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو حضور ﷺ سے بھی زیادہ عظیم ہے ان کا نام لینا بھی تو ادب کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ کی بھی کئی صفات ہیں کہ ان کے ذکر کرنے سے ذہن اللہ تعالیٰ ہی کی

طرف جاتا ہے سنی اور میں وہ صفات نہیں پائی جاتیں تو مصنف کو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی نہ لیتا؟

جواب :- اس اعتراض کے تین جواب ہیں (۱) نکات بعد الوقوع ہوتے ہیں علت تامہ نہیں ہوتے یعنی ایک واقعہ سامنے آیا تو اس کی کوئی علت نکال لی گئی مثلاً یہاں حضور ﷺ کا نام نہیں لیا تو اس کی علت نکال لی گئی کہ ادب کیلئے ذکر نہیں کیا اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا نام لینے میں کوئی اور علت ہو مثلاً مصنف نے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تبرک حاصل کیا ہو۔

جواب (۲) :- مصنف نے قرآن مجید کی اتباع کی ہے قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے محمد کا ثبوت اپنی ذات کیلئے کیا ہے وہیں اپنا نام ذکر کیا فرمایا الحمد لله اور جہاں حضور ﷺ پر صلوات کا ذکر فرمایا وہاں حضور ﷺ کا وصف نبوت ذکر فرمایا نام نہیں جیسا کہ فرمایا ان الله و ملائکته یصلون علی النبی۔ تو مصنف نے بھی اللہ تعالیٰ کے نام کو اور حضور ﷺ کی صفت رسالت کو ذکر فرمایا نام نہیں ذکر کیا۔

جواب (۳) :- اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ محمد کا ثبوت اللہ تعالیٰ کیلئے ذاتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر فرمایا اور بقیہ مخلوقات کیلئے محمد کا ثبوت حتیٰ کہ انبیاء کیلئے بھی محمد کا ثبوت ذاتی نہیں بلکہ وہ وصف کی وجہ سے ہے اور وہ وصف یہاں نبوت اور رسالت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا نام اور حضور ﷺ کی صفت رسالت کو ذکر فرمایا۔

واختار من بین الصفات الخ :- یہاں سے شارح ایک اور اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض :- یہ بات ہم مان لیتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نام بوجہ عظمت و ادب کے ذکر نہیں کیا لیکن حضور ﷺ کی اور بھی اوصاف ہیں اس وصف رسالت کے علاوہ۔ ان میں سے وصف رسالت کو کیوں اختیار کیا؟

جواب :- وصف رسالت کو اس لئے اختیار کیا چونکہ یہ ایک ایسی وصف کمال تھی جس میں تمام اوصاف آجاتے ہیں اس لئے باتن نے ایسی جامع صفت ذکر کر دی جو تمام صفات کو محیط اور شامل ہے اور ساتھ اس بات کی بھی اتم تر ہو گئی کہ آپ ﷺ رسول ہیں وصف رسالت یہ خاص ہے اور نبوت یہ عام ہے محدثین اور مفسرین کے ہاں رسالت نبوت کے اوپر ہے اس معنی میں کہ رسول اس کو کہتے ہیں جو نبی کتاب اور نبی شریعت لیکر آئے اور نبی عام ہے چاہے نبی کتاب اور شریعت ہو یا نہ ہو۔

قوله: هدى: اما مفعول له لقوله ارسله وح يراد بالهدى هداية الله حتى يكون فعلا

لفاعل الفعل المعلن به او حال عن الفاعل او عن المفعول وح فالمصدر بمعنى اسم الفاعل

او يقال اطلق على ذى الحال مبالغة نحو زيد عدل

ترجمہ:- یا تو یہ مفعول لہ ہے ارسل فعل کا اور اس وقت ہدی سے ہدایت اللہ مراد ہوگی تاکہ یہ ہدایت فعل معلن بہ (یعنی

ارسل) کے فاعل کا فعل ہو جائے یا یہ حال ہے ارسل کے فاعل یا مفعول سے اور اس وقت مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے یا

کہا جائے گا کہ یہ مصدر ذوالحال پر مبالغہ محمول ہوا ہے جیسے زید عدل۔

غرض شارح:- اس قول میں شارح کی غرض متن پر ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اس اعتراض کے سمجھنے سے پہلے دو نحوی ضابطے سمجھنا ضروری ہیں۔

ضابطہ (۱):- مفعول لہ میں لام ہوتا ہے جو مفعول لہ ہونے کی ایک علامت ہوتا ہے اور اگر مفعول لہ اور فعل معلن بہ (جس کی

مفعول لہ علت بیان کر رہا ہو) دونوں کا فاعل بھی ایک ہو اور دونوں کے ثابت ہونے کا زمانہ بھی ایک ہو تو اس وقت لام کا حذف

کرنا بھی صحیح ہوتا ہے جیسے ضربتہ نادیا میں نادیا یہ مفعول لہ ہے اور ضربتہ یہ فعل معلن بہ ہے دونوں کا فاعل ایک ہے

ضرب کا فاعل بھی متکلم ہے اور نادیا کا فاعل بھی متکلم ہے نیز دونوں کے تحقق کا زمانہ بھی ایک ہے جس زمانہ میں ضرب متکلم

واقع ہو رہی ہے اسی زمانے میں ادب بھی سکھایا جا رہا ہے یہ نہیں کہ ضرب پہلے ہو اور ادب بعد میں لہذا یہاں لام کو حذف کرنا صحیح

ہے اسل میں ضربتہ للتادیب تھا لام کو حذف کر دیا گیا اور جہاں دونوں کا فاعل ایک نہ ہو وہاں لام کو حذف کرنا صحیح نہیں ہے

جیسے جنتک لا کرامک ایای یہاں اکرامک یہ مفعول لہ ہے جنت کا فاعل متکلم ہے اکرامک کا فاعل مخاطب ہے

دونوں کا فاعل مختلف ہے لہذا یہاں لام حذف نہیں کیا گیا۔

ضابطہ (۲):- جہاں کوئی اسم نکرہ منصوب ہو تو وہ اکثر اوقات یا تو مفعول لہ ہوتا ہے یا حال جیسے ضربتہ نادیا میں نادیا نکرہ

منصوب مفعول لہ ہے اور جاء لی زید را کبا میں را کبا نکرہ منصوب حال ہے۔

ان دو ضابطوں کے بعد اب اعتراض سمجھیں۔

اعتراض:- ہدی نکرہ منصوب ہے یا تو یہ ترکیب میں ارسل کیلئے مفعول لہ ہے یا حال ہے ارسل کی ضمیر فاعل یا ضمیر مفعول

سے لیکن ان میں سے کوئی احتمال بھی صحیح نہیں مفعول لہ تو اس لئے بنا تا صحیح نہیں کیونکہ ارسل کا فاعل اللہ ہے اور ہدی کے فاعل

حضور ﷺ ہیں مفعول لہ اور فعل معلل بہ کا فاعل جب مختلف ہو تو لام کو ذکر کرنا ضروری ہوا کرتا ہے حالانکہ لام محذوف ہے اس لئے مفعول لہ بنانا تو صحیح نہیں اور حال بنانا اس لئے صحیح نہیں کیونکہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے (یعنی اگر ذوالحال کو مبتداء اور حال کو خبر بنائیں تو بنا سکیں) ہدی یہ مصدر ہے اس کا حمل ذات ذوالحال پر صحیح نہیں مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہوا کرتا لہذا آپ بتائیں کہ یہ ترکیب میں کیا واقع ہو رہا ہے؟

جواب ﴿۱﴾:- شارح علامہ یزدی فرماتے ہیں کہ دونوں ترکیبیں یہاں صحیح ہو سکتی ہیں ہدی کو مفعول لہ بنانا بھی صحیح ہے اس صورت میں یہ اعتراض کہ لام کیسے حذف ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہدی اور ارسل دونوں کا فاعل ایک ہے ہدی کا فاعل بھی اللہ تعالیٰ ہیں اس وقت ہدایت سے ہدایۃ اللہ مراد ہوگی اس لئے لام کو حذف کرنا صحیح ہے۔

ہدی کو حال بنانا بھی صحیح ہے حمل ذات کا مصدر پر صحیح نہیں تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس وقت ہدی مصدر کو اسم فاعل ہاد کے معنی میں کریں گے اب ہاد مشتق ہے اس کا حمل ذوالحال پر صحیح ہے۔

جواب ﴿۲﴾:- اگر چند نحو یوں کا ضابطہ ہے کہ مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں لیکن کبھی کبھی مبالغہ کرنے کیلئے مصدر کا حمل ذات پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہلجاتا ہے زید عدل (زید انصاف ہے) یعنی زید اتنا منصف ہے کہ مجسمہ انصاف بن گیا تو اسی طرح یہاں بھی ہدی مصدر کا حمل ذات پر مبالغہ کرنے کیلئے ہے اس وقت معنی یہ ہوگا کہ بھیجا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس حال میں کہ وہ حضور ﷺ ہدایت ہیں یعنی مجسمہ ہدایت ہیں۔

قوله بالا هتداء: مصدر مبني للمفعول اي بان يهتدي به والجملة صفة لقوله هدى

او يكونان حالين مترادفين او متداخلين ويحتمل الاستيناف ايضا

ترجمہ:- یہ مصدر مبني للمفعول ہے یعنی نبی ﷺ حق دار ہیں کہ ان کے ذریعے سے ہدایت حاصل کی جائے اور یہ جملہ صفت ہے اس کے قول ہدی کی یادوںوں حال مترادفہ یا حال متداخلہ ہیں اور یہ جملہ متانفہ ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔

اغراض شارح: یہاں سے شارح اس جملہ ہو بالا هتداء حقیق کی اپنی ترکیب اس پر اعتراض و جواب اور اس جملہ کا ماقبل کے ساتھ ربط و تعلق بتلا رہے ہیں۔

ترکیب متن:- ہو مبتداء بالا هتداء یہ جار مجرور مل کر حقیق کے متعلق ہے اور حقیق یہ خبر ہے ہو مبتداء کی مبتداء خبر

فکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہے اس میں ہو کا مرجع یا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا حضور ﷺ اس جملہ کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہدایت

حاصل کرنے کے لائق ہیں یا وہ حضور ﷺ ہدایت حاصل کرنے کے لائق ہیں اس ترکیب کے لحاظ سے یہ دونوں معنی غلط ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت حاصل کرنے کے لائق نہیں بلکہ تمام مخلوق کے بھائی ہیں اسی طرح حضور ﷺ بھی ہدایت حاصل کرنے کے لائق نہیں بلکہ وہ بھی دنیا میں ہدایت دینے کیلئے آئے ہیں؟

جواب :- اس ترکیب کے وقت اہتداء کو مصدر مبنی للمفعول پر نہیں لے یعنی مضارع مجہول کے صیغے پر پرچس گئے اس وقت حاصل یعنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ یا حضور ﷺ محبت ہی بننے کے لائق ہیں۔

اعتراض :- اہتداء یہ لفظ ہے کہ مصدر بنے لازمی کا مفعول و مجہول تو نہیں ہوتا یہاں آپ نے اہتداء کو مہندی کے معنی میں لیا ہے کیا؟

جواب :- لازمی کو باء کے ذریعے سے متعدی کر لیا جاتا ہے اور باء کے ذریعے سے فعل لازمی کا مجہول آجایا کرتا ہے یہاں بھی مہندی کو باء کے ذریعے سے متعدی کریں گے کہ وہ مہندی بہ بننے کے لائق ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ یا حضور ﷺ اس لائق ہیں کہ ہدایت حاصل کی جائے ان کے ساتھ اب معنی بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔

یہ ترکیب تو اس عبارت کی اپنی تھی باقی یہ ما قبل میں کیا واقع ہو رہا ہے۔ اس میں چار احتمال ہیں۔

﴿۱﴾: یہ جملہ ہدی کی صفت ہو اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ حضور ﷺ یا اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والے ہیں وہ مہندی بہ بننے کے لائق ہیں۔

﴿۲﴾: اس جملہ کو حال بنایا جائے اس کی ضمیر فاعل یا ضمیر مفعول سے اگر ہدی ضمیر فاعل سے حال ہو تو یہ جملہ بھی اسی سے

حال ہوگا پھر معنی یہ ہوگا کہ جیسا اس اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو درانہا لیکہ وہ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے اور درانہا لیکہ وہ اللہ

تعالیٰ محبت ہی بہ بننے کے لائق ہے۔ اور اگر ہدی ضمیر مفعول سے حال ہوگا تو یہ جملہ بھی ضمیر مفعول سے حال ہوگا پھر معنی یہ ہوگا

کہ جیسا اس اللہ تعالیٰ نے اس حضور ﷺ کو درانہا لیکہ وہ حضور ﷺ ہدایت دینے والے ہیں اور درانہا لیکہ وہ حضور ﷺ

محبت ہی بہ بننے کے لائق ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں ایک ہی ذوالحال سے دو حال ہوئے جس سے ہدی حال ہوگا اسی سے

یہ جملہ حال ہوگا جب ایک ہی ذوالحال سے دو حال ہوں اس کو حال مترادف کہتے ہیں۔

﴿۳﴾: اس جملہ کو حال بنا دیا جائے حال بنا دیا اس کو کہتے ہیں کہ ایک ذوالحال سے ایک حال ہو اور حال کی ضمیر

پھر درانہا لیکہ واقع ہو تو ہدی ضمیر فاعل یا ضمیر مفعول سے حال ہوگا پھر معنی یہ ہوگا کہ جیسا اس اللہ تعالیٰ نے اس حضور ﷺ کو

واقع ہوا دونوں صورتوں (حال مترادفہ و متداخلہ) میں مطلب و معنی ایک ہی ہوگا البتہ لفظوں کی تعبیر میں تھوڑا سا فرق ہوگا۔

﴿۴﴾: یہ جملہ مستانفہ، و علم معانی کی اصطلاح میں جملہ مستانفہ ایک سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے سابقہ عبارت سے ایک سوال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہدایت کیلئے کیوں بھیجا؟ تو اس کا جواب دیا کہ اس لئے ہدایت کیلئے بھیجا کیونکہ آپ مہتدی بننے کے لائق ہیں۔

وقس علی هذا قوله: نوراً مع الجملة التالية

ترجمہ:- اور اسی پر نوراً بہ الاقتداء کو قیاس کرلو

تشریح:- ہو بالاقتداء، والے جملہ پر نوراً بہ الاقتداء کو قیاس کرلو یہی ترکیب اور اعتراضات و جوابات و نوراً بہ الاقتداء واثی عبارت پر بھی ہوتے ہیں یعنی نوراً یا تو حال ہوگا یا مفعول۔ جیسے ہدی بمہمل ہاد تھا نوراً بمعنی منورا ہوگا اور جیت ہو بالاقتداء والا جملہ کی ما قبل کے ساتھ چار ترکیبیں تھیں اس کی بھی بعینہ وہی ترکیبیں ہونگی یا صفت ہوگا یا حال مترادفہ یا حال متداخلہ یا بملہ مستانفہ ہوگا البتہ نوراً الخ کی اپنی ترکیب کو سابقہ جملہ کی اپنی ترکیب پر قیاس نہیں کریں گے اس کی اپنی علیحدہ ترکیب ہے وہ یہ ہے کہ الاقتداء مصدر مبتداء ہے بہ جار مجرور الاقتداء کے متعلق ہے اور یلیق اس کی خبر ہے۔

قوله: بہ متعلق بالاقتداء لا یلیق فان اقتداءنا بہ علیہ السلام انما یلیق بنا لا بہ فانہ

کمال لنا لا لہ و ح تقدیم الظرف لقصد الحصر و الاشارة الی ان ملتہ ناسخہ لممل سائر

الانبیاء و اما الاقتداء بالانمة فیقال انہ اقتداء بہ حقیقۃ او یقال الحصر اضافی بالنسبۃ الی

سائر الانبیاء علیہم السلام

ترجمہ:- اور بہ کا تعلق الاقتداء کے ساتھ ہے یلیق کے ساتھ نہیں کیونکہ نبی ﷺ کے ساتھ اقتداء کرنا ہم کو لائق ہے نہ کہ نبی

ﷺ کو کیونکہ وہ ہمارے لئے کمال ہے نہ کہ نبی ﷺ کیلئے اور اس وقت ظرف کو اقتداء پر مقدم کرنا حصر کے ارادے سے ہے

اور اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے کہ ملت محمدیہ باقی تمام انبیاء کی ملتوں کیلئے ناسخ ہے بہر حال اماموں کا اقتداء کرنا تو

کہا جائے گا یہ درحقیقت نبی ﷺ کی اقتداء کرنا ہے یا کہا جائے گا کہ حصر تمام انبیاء کی نسبت ہے۔

اغراض شارح:- بہ متعلق سے و ح تقدیم الظرف تک بہ کا متعلق بیان کر رہے ہیں۔

وح تقدیم الظرف سے اما الاقتداء تک ایک اعتراض مقدر کا اور اما الاقتداء سے دوسرے اعتراض مقدر کا جواب دیا مقصود ہے۔

اعتراض:- ظاہری عبارت پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ جس طرح ہو بالاقتداء حقیق میں بالاقتداء جار مجرور کو حقیق کے متعلق بنایا تھا ایسے یہاں بھی بسہ جار مجرور کو یسلیق کے متعلق بنائیں تو معنی درست نہیں لگتا کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوگا کہ ہمارا اقتداء کرنا اس حضور ﷺ کے لائق ہے یہ معنی ٹھیک نہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کیلئے لائق نہیں کہ ہم اس کی اقتداء کریں وہ تو اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ پر ہیں بلکہ ہمارے لائق ہے کہ ہم پیغمبر کی اقتداء کریں؟

جواب:- یہاں بسہ جار مجرور اقتداء کے متعلق ہے یسلیق کے نہیں اور اب معنی درست بنتا ہے کہ اس پیغمبر کی اقتداء کرنا ہمارے لائق ہے۔

اعتراض:- ماقبل میں یہ ضابطہ گزرا ہے کہ مصدر یہ ضعیف عامل ہے اپنے معمول مقدم میں عمل نہیں کر سکتا اور یہاں بسہ اپنے عامل الاقتداء سے مقدم ہے تو یہ اس میں کیسے عمل کریگا؟

جواب:- یہ جار مجرور ظرف ہے اور ظرف مثل محارم کے ہے اس میں توسع اور گنجائش ہوتی ہے جو اور معمولات میں نہیں ہوتی یہ خواہ مقدم ہو یہ مؤخر معمول بن سکتا ہے۔

اعتراض:- لیکن یہاں پر بسہ مقدم کر نیکی اور کیا ہے مؤخر کر دیتے تو کیا حرج ہوتا؟

جواب:- آیت فائدہ کی خاطر بسہ کو مقدم کیا وہ یہ کہ ضابطہ ہے تقدیم ما حقه التا حیر بفید الحصر والتخصیص جار مجرور نے مقدم کرنے میں تخصیص کا فائدہ حاصل ہوا اب مطلب یہ ہے کہ پیغمبر ہی کی اقتداء کرنا ہمارے لائق ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہو گیا کہ اب اس وقت صرف حضور ﷺ ہی کا دین قابل عمل ہے باقی انبیاء کے ادیان منسوخ ہو چکے ہیں وہ اب قابل عمل نہیں۔

اعتراض:- اگر ایسا ہے تو پھر ائمہ کرام کی اقتداء کیوں کی جاتی ہے؟

جواب ﴿۱﴾:- ائمہ کرام نے حضور ﷺ کے افعال و اقوال کی تشریح کی ہے اپنی طرف سے انہوں نے کچھ نہیں کہا تو ائمہ کرام کی اقتداء کرنا اصل میں حضور ﷺ کی اقتداء کرنا ہے۔

واب (۲) :- حصر دو قسم پر ہے (۱) حصر حقیقی (۲) اضافی
حصر حقیقی :- جو تمام ماعدہ کے اعتبار سے ہو۔

حصر اضافی :- جو بعض ماعدہ کے اعتبار سے ہو۔

یہاں پر حصر اضافی ہے حقیقی نہیں یعنی نسبت باقی انبیاء علیہم السلام کے حضور ﷺ کی اقتداء کرنا ہمارے لائق ہے
اگر حصرات کی اقتداء کے ساتھ اعتراض وارد نہ ہوگا کیونکہ ان کی نسبت حصر ہوا ہی نہیں۔

متن : وعلى آله واصحابه الذين سعدوا في مناهج الصدق بالتصديق
وصعدوا في معارج الحق بالتحقيق

ترجمہ متن :- اور رحمت کاملہ و صلوة و سلام نازل کرے اللہ تعالیٰ آپ کی آل و اصحاب پر جنہوں نے سچائی کے راستوں پر
بسبب تصدیق کے کامیابی حاصل کی اور وہ حق کے تمام پیڑھیوں پر بسبب پختہ یقین کے۔

تشریح متن :- متن نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پھر الہدیٰ ہدانا سے اللہ تعالیٰ کی وصف بیان کی اسی طرح
من ارسلہ من حضور ﷺ کی تعریف کرنے کے بعد ایک وصف ہدایت بیان کی اور اب یہاں بھی طرز سابق کے مطابق
سماج کی تعریف بیان کر کے ان کے چند اوصاف بیان کئے ہیں۔

قوله وعلى آله: اصله اهل بدليل اهيل خص استعماله في الاشراف وال النبي عترته

المعصومون

ترجمہ :- یہاں اہل اہل ہے اہیل کی دلیل کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اس کا استعمال اشراف میں اور نبی ﷺ کی آل
سے مراد وہ گھر والے ہیں جو معصوم ہیں۔

تشریح :- اس عبارت کی غرض توضیح متن ہے۔ آل اصل میں اہل تھا اصل پر دلیل یہ ہے کہ اس کی تفسیر اہیل آتی ہے تفسیر اور
جمع اسماء کو ان کے اصل کی طرف لوٹاتے ہیں جمع کی مثال جیسے ماء کی اصل ماہ ہے دلیل یہ ہے کہ اس کی جمع میاہ آتی ہے
جب اصل میں اسماء تھا تو ہا یہ حرف حلقی ہے اور حروف حلقی کو ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت ہے اس لیے ہاء کو ہمزہ سے

بدل کر آمن والے قانون کے ذریعہ آل بنا دیا۔

لیکن امام کساکی نے کہا کہ میں نے ایک فصیح اعرابی سے سنا کہ وہ یوں کہہ رہا تھا آل و اوہیل و اہل و اہیل اگر اس قول اعرابی کو لیا جائے تو آل کی اصل اول ہوگی اور اہل کی اصل اہل ہوگی آل کی اصل اہل نہیں ہوگی۔

آل اور اہل کا آپس میں دو قسم کا فرق ہے (۱) اہل کی اضافت ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کی طرف ہوتی ہے اہل البیت، اہل موسیٰ دونوں کہا جاتا ہے لیکن آل کی اضافت ہمیشہ ذوی العقول کی طرف ہوگی آل موسیٰ کہیں آل دار نہیں۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ آل کا استعمال ذی اشراف میں ہوتا ہے خواہ شرافت دینی ہو جیسے آل نبی یا شرافت دنیاوی ہو جیسے آل فرعون لیکن اہل کا استعمال اشراف اور غیر اشراف دونوں میں ہوتا ہے اس لئے اہل حجام بھی کہا جاتا ہے۔

یہاں اہل سے مراد حضور ﷺ کی اولاد ہے جو کہ بقول شارح معصوم ہے علامہ یزدی چونکہ شیعہ تھا اس لئے اس نے آل بنی نو معصوم کہا ہے اور وہ دلیل قرآن کریم کی آیت انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم پیش کرتے ہیں ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ آیت تو الٹا ہماری دلیل ہے کیونکہ معصوم اس کو کہتے ہیں جو ابتداء سے انتہا تک معصوم ہو اور یہ صرف حضرات انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ارادہ کرتا ہوں کہ ان کو نجاست سے پاک کروں معلوم ہوا کہ آل بنی پیلہ پاک نہیں تھے معصوم نہیں تھے نیز یطہرکم سے دلیل پکڑنا اس لئے بھی صحیح نہیں کہ پھر تو تمام مؤمنین نو معصوم کہنا پڑے گا کیونکہ مؤمنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولکن یرید لیطہرکم ولینم بعنہ الماندہ رکوع ۲۷

قولہ: واصحابہ: ہم المؤمنون الذین ادرکوا صحبۃ النبی علیہ السلام مع الایمان

ترجمہ: اصحاب وہ مؤمن ہیں جنہوں نے ایمان کے ساتھ نبی ﷺ کی صحبت کو حاصل کیا ہو۔

تشریح: اس قولہ سے شارح کی غرض تو صحیح متن ہے۔ اصحاب یہ جمع ضجب یا ضجب کی ہے صاحب کی جمع نہیں بلکہ صاحب کو مخفف کر کے ضجب یا ضجب جمع بنائی ہے بروزن فعل وفعل۔

اعتراض: یہ تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی یوں کہہ دیتے کہ اصحاب صاحب کی جمع ہے؟

جواب: صاحب یہ فاعل کے وزن پر ہے اور فاعل صلتی کی جمع الاعمال کے وزن پر نہیں آتی اس صاحب کو مخفف کر کے

صَحِبَ بَرُوزَن فَعِلٌ يَا صَحْبُ بَرُوزَن فَعْلٌ كَمَا فِي أَصْحَابِ لَائِي فَعِلٌ كِي جَمْعُ أَفْعَالٍ آتِي هِيَ جَيِّسَ نَجْرَ كِي جَمْعُ
أَنْهَارٍ آتِي هِيَ فَعْلٌ كِي جَمْعُ أَفْعَالٍ آتِي هِيَ جَس طَرَحَ نَهْرٌ كِي جَمْعُ أَنْهَارٍ آتِي هِيَ۔

(نوٹ): بعض حضرات کے ہاں اصحاب یہ صاحب کی جمع ہے اگرچہ یہ قول راجح نہیں ہے۔

صحابی کی تعریف:۔ جس نے حضور ﷺ کو ایمان کی حالت میں پایا ہو اور اسی ایمان پر اس کا خاتمہ ہو۔

صحابہ اور اصحاب میں فرق:۔ اصحاب یہ عام ہے ہر ساتھی کو کہا جاسکتا ہے حضور ﷺ کے ساتھیوں کو بھی اصحاب کہہ سکتے
ہیں اور زید، عمرو، بکر کے ساتھیوں کو بھی اصحاب کہہ سکتے ہیں۔ بخلاف صحابہ کے کہ صرف حضور ﷺ کے ساتھیوں کو صحابہ کہا
جاسکتا ہے اور کسی کے ساتھی کو صحابہ نہیں کہا جاسکتا۔

قولہ: فی منہج: جمع منہج وهو الطريق الواضح۔ ترجمہ: منہج یہ منہج کی جمع ہے اور وہ واضح راستہ ہے
تشریح:۔ اس قولہ سے شارح کی غرض متن کے لفظ منہج کی صیغوی اور معنوی تحقیق کرنا ہے۔ صیغوی تحقیق یہ ہے کہ منہج
یہ منہج کی جمع ہے معنوی تحقیق یہ ہے کہ اس کا معنی واضح اور روشن راستہ ہے۔

قولہ: الصدق: الخبر والاعتقاد اذا طابق الواقع كان الواقع ايضا مطابقا له فان
المفاعلة من الطرفين فهو من حيث انه مطابق للواقع بالكسر يسمي صدقا ومن حيث انه
مطابق له بالفتح يسمي حقا وقد يطلق الصدق والحق على نفس المطابقة ايضا

ترجمہ:۔ خبر اور اعتقاد جب واقع کے مطابق ہو تو نفس الامر بھی خبر و اعتقاد کے مطابق ہوگا پس بلاشبہ باب مفاعله طرفین سے
ہوتا پس اس حیثیت سے کہ وہ مطابق (بصیغہ اسم فاعل) للواقع ہے اس کا نام صدق رکھا جاتا اور اس حیثیت سے کہ
(بصیغہ اسم مفعول) للواقع ہے اس کا نام حق رکھا جاتا ہے اور کبھی صدق اور حق کا اطلاق صرف مطابقت پر بھی ہوتا ہے۔
اغراض شارح:۔ الخبر سے وقد يطلق تک توضیح متن ہے وقد يطلق سے ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

تشریح:۔ صدق و حق اور کذب و باطل کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں صدق و حق یہ حقیقت میں ایک ہی چیز کا نام ہے ان
میں اعتباری فرق ہے وہ اعتباری فرق یہ ہے کہ جو خبر ہوگی مثلا کہا جائے کہ زید قائم یہ ایک خبر ہے یہ قول لسانی اور اعتقاد جنائی
(دل کا اعتقاد کہ زید کھڑا ہے) اگر واقع کے مطابق ہو یعنی حقیقت میں بھی زید کھڑا ہو تو اس کا نام صدق ہے اگر واقع قول

لسانی و اعتقاد جنانی کے مطابق ہو تو اس کو حق کہتے ہیں نہیہ بھی فرق کذب اور باطل کے درمیان ہے کہ اگر قول لسانی و اعتقاد جنانی واقع کے مخالف ہو تو اس کو کذب کہتے ہیں اور اگر واقعہ قول لسانی اور اعتقاد جنانی کے مخالف ہو تو اس کو باطل کہتے ہیں کیونکہ یہاں مطابقت باب مفاعلہ ہے اور یہ دونوں طرف سے ہوگا۔

وقد يطلق على نفس المطابقة ايضاً :- یہاں سے شارح کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے اس اعتراض کے سمجھنے سے قبل ایک مسئلہ سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ :- ایک چیز اگر اپنے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہو جائے تو اسکو دور کہتے ہیں اور یہ دور منطقیوں کے ہاں باطل ہے مثلاً انسان کو معلوم کرنا ہے یہ تعریف کے بعد معلوم ہوگا ہم نے اس کی تعریف کی ہو کاتب اور ہو کاتب کی تعریف کی ہو انسان اب یہاں ہو انسان جو کاتب کی تعریف ہے یہ ہم کو تعریف کے بعد حاصل ہونا تھا حالانکہ پہلے حاصل ہو رہا ہے تو گویا کہ انسان معترف اپنے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہو گیا دوسرے الفاظ میں دور کی آسان تعریف یہ ہے کہ معترف کو معترف میں ذکر کیا جائے جیسے انسان معترف کو اسکی تعریف کاتب میں اس طرح ذکر کیا گیا کہ کاتب کی تعریف ہو انسان کے ساتھ کی اعتراض :- منطقی خبر اور قضیہ کی جو تعریف کرتے ہیں اس میں دور لازم آ رہا ہے کیونکہ خبر کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ ماہتمل الصدق والکذب اور صدق کی تعریف ابھی گزری ہے کہ خبر واقع کے مطابق ہو خبر یہ معترف ہے اس کی تعریف میں بواسطہ صدق خبر آگئی تو معترف معترف میں آیا اور پیدور ہے۔

جواب :- کبھی کبھی صدق نفس مطابقت کو بھی کہتے ہیں کہ واقع کے مطابق ہو تو اس کو صدق کہتے ہیں یہاں اس کو ذکر نہیں کرتے کہ کیا چیز مطابق ہے تاکہ دور لازم نہ آئے۔

قوله: بالتصديق: متعلق بقوله سعدوا ای بسبب التصديق والایمان بما جاء به النبي ﷺ ترجمہ :- یہ متعلق ہے اس کے قول سعدوا کے یعنی (آل و اصحاب نیک بن گئے) بسبب تصدیق اور ایمان لانے اس چیز پر جو حضور ﷺ لائے۔

غرض شارح :- اس عبارت سے شارح کی غرض توضیح متن ہے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بالتصديق کس کے متعلق ہے۔ تشریح :- بالتصديق میں باسبب کی ہے مطلب یہ ہوگا وہ صحابہ بہر تصدیق کے سہائی کے راستوں میں کامیاب ہو گئے۔

قولہ: ووصعدوا فی معارج الحق: یعنی بلغوا اقصی مراتب الحق فان الصعود علی

جميع مراتبه يستلزم ذلك

ترجمہ:- یعنی پہنچ گئے وہ حق کے مراتب کی انتہاء کو پس بلاشبہ حق کے تمام مراتب پر چڑھنا یہ اس کو مستلزم ہے۔

اغراض شارح:- یعنی بلغوا سے فان الصعود تک شارح کی غرض تو ضیح متن ہے یعنی متن کی عبارت کا معنی بیان کر رہے

ہیں فان الصعود سے آخر تک ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے۔

تشریح:- متن کی عبارت کا معنی ہم نے یہ کیا تھا کہ وہ صحابہ حق کی تمام بیڑیوں پر بسبب پختہ یقین کے چڑھ گئے شارح نے

مطلب یہ بیان کیا کہ وہ حق کی بیڑیوں میں سے آخری بیڑی پر چڑھے۔

اعتراض:- متن کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حق کی تمام بیڑیوں پر چڑھے اور آپ تو حق کی آخری بیڑی مراد لے رہے

ہیں یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب:- معارج جمع کا صیغہ ہے اور ضابطہ ہے کہ جب جمع کی اضافت کسی معرف باللام کی طرف ہو تو اس وقت استفراق

والا معنی پیدا ہوتا ہے تو یہاں بھی معارج جمع کا صیغہ ہے اس کی اضافت الحق معرف باللام کی طرف ہے اس میں معنی استفراق

والا ہوگا کہ وہ حق کی تمام بیڑیوں پر چڑھے اور تمام بیڑیوں پر چڑھنے کو آخری بیڑی پر چڑھنا لازم ہے۔

قولہ: بالتحقیق: ظرف لغو متعلق بصعدوا كما مر او مستقر خبر مبتدأ محذوف ای

هذا الحكم متلبس بالتحقیق ای متحقق

ترجمہ:- یہ ظرف لغو متعلق بصعدوا کے ہے جیسا کہ گزر چکا ہے یا ظرف مستقر خبر ہے مبتدأ محذوف کی ای هذا ۱۱

متلبس یعنی ثابت شدہ ہے۔

غرض شارح:- اس قولہ کی غرض تو ضیح متن ہے۔

تشریح:- بالتحقیق کی ترکیب بتانا چاہتے ہیں یہ جار مجرور صعدوا کے متعلق ہے مطلب یہ ہوگا کہ وہ صحابہ حق کی آخری

بیڑی پر پختہ یقین کے ساتھ چڑھے ایک تو اسکی یہ ترکیب تہی دوسری ترکیب یہ ہے کہ بالتحقیق کو خبر بنائیں مبتدأ محذوف کی

هذا الحكم یہ مبتدأ بالتحقیق یہ جار مجرور ثابت یا متلبس کے ساتھ ملکر خبر مطلب یہ ہوگا کہ وہ صحابہ حق کی آخری بیڑی پر

چڑھے یہ حکم پختہ اور مضبوط ہے اس وقت بالتحقیق کا مطلب متحقق ہوگا یہ صفت حکم کیلئے ہوگا۔

متن: وبعد فهذا غاية تهذيب الكلام في تحرير المنطق والكلام
وتقريب المرام من تقرير عقائد الاسلام جعلته تبصرة لمن حاول
التبصر لدى الافهام وتذكرة لمن اراد ان يتذكر من ذوى الافهام سيما
الولد الاعز الحنفى الحرى بالاكرام سمي حبيب الله عليه التحية
والسلام لزال له من التوفيق قوام ومن التانيد عصام وعلى الله
التوكل وبه الاعتصام

ترجمہ متن:۔ اور بعد حمد و صلوة کے یہ تہذیب کلام کی انتہاء ہے فن منطق اور کلام کے اس بیان میں جو رواند سے خالی ہے اور یہ
کتاب عقائد اسلام کی تقریر جو مقصود کو قریب کر سکی انتہاء ہے میں نے بنایا اس کو بیانی دینے والی اس شخص کو جو بیانی والا ہونے کا
قصد کرے سمجھاتے وقت اور یاد دلانے والی اس شخص کو جو یاد والا ہونے کا ارادہ کرے سمجھادوں میں سے بالخصوص بیجا جو زیادہ
پیارا شفیق قابل اکرام ہے جو ہمام ہے اللہ کے حبیب ﷺ کا۔ ہمیشہ رہے اس کیلئے توفیق نظام کار اور تائید محافظہ اور اللہ تعالیٰ
پر ہی بھروسہ ہے اور مضبوطی کے ساتھ اسی کو پکڑنا ہے۔

تشریح متن:۔ عام طور پر مصنفین کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خطبہ کے بعد اور اصل مقصود سے پہلے درمیان میں کچھ عبارت
ذکر کرتے ہیں اس عبارت کی چند غرضیں ہوتی ہیں اگر مصنف کتاب ماتن ہو تو عام طور پر اس عبارت میں تین چیزوں کو بیان کرتا
ہے (۱) علت تعیین فن یعنی میں نے اس فن میں یہ کتاب کیوں لکھی (۲) علت تصنیف کہ میں نے اس کتاب کو کیوں تصنیف کیا۔
(۳) کیفیت مصنف: یہ میری کتاب کس قسم کی ہے آسان ہے، مشکل ہے، اعتراضات، جوابات کے ساتھ ہے یا بغیر
اعتراضات کے ہے اور اگر وہ مصنف شارح ہو تو ان مذکورہ تین چیزوں کے علاوہ ایک چوتھی چیز کو بھی ذکر کرتا ہے وہ یہ کہ میں
نے اس متن کو کیوں اختیار کیا جس کو علت تعیین هذا المتن کہتے ہیں چنانچہ بعض مصنفین ان سب چیزوں کو ذکر کرتے ہیں اور
بعض چند کو ذکر کرتے ہیں اور چند کو چھوڑ دیتے ہیں چنانچہ علامہ تفتازانی نے صرف دو چیزوں کو بیان کیا (۱) کیفیت مصنف (۲)
علت تصنیف۔ وبعد لهذا سے سبما الولد تک کیفیت مصنف کو ذکر کیا کہ یہ میری کتاب نہایت ہی عمدہ کتاب ہے جو کہ میں

تحتاج ہوتی ہے اس مشابہت کی وجہ سے یہی ہوگئی

(۲) دوسری بات کہ یہی معنی علی الحركة کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اصل معنی تو وہ ہے جو کہ معنی علی السکون ہو جیسے من وعین یہ

چونکہ اصل معنی نہیں بلکہ مشابہ ہے معنی کے ساتھ اس لئے اس کو معنی علی الحركة کیا تا کہ اصل معنی اور مشابہت میں فرق ہو جائے

(۳) تیسری بات کہ معنی علی الضم کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ معرب ہونے کی حالت میں یہ مرفوع، منصوب اور مجرور

بحسب العوائل ہوتا ہے مضموم نہیں تو معنی ہونے کی حالت میں انکو معنی علی الضم کیا تا کہ معرب معنی میں فرق ہو جائے۔

قوله: فهذا الفاء: اما على توهم اما او على تقديرها في نظم الكلام وهذا اشارة الى

المرتب الحاضر في الذهن من المعاني المنحصرة المعبرة عنها بالالفاظ المنحصرة

او تلك الالفاظ الدالة على المعاني المنحصرة سواء كان وضع الديباجة قبل التصنيف

او بعده اذ لا وجود لالفاظ المرتبة واللمعاني ايضا في الخارج فان كانت الاشارة الى

الالفاظ فالمراد بالكلام الكلام اللفظي وان كانت الى المعنى فالمراد به الكلام النفسي

الذي يدل عليه الكلام اللفظي

ترجمہ:- فاء یا تو اما کے وہم کی وجہ سے ہے یا اما کو کلام کی عبارت میں مقدر ماننے کی وجہ سے ہے اور ہذا کے ذریعے سے

اشارہ ہے ان مخصوص معنوں کی طرف جو ماتن کے ذہن میں مرتب ہیں جن کو مخصوص الفاظ کے ذریعے سے بیان کیا گیا۔ ہے یا

اشارہ ہے ان الفاظ کی طرف جو مخصوص معانی پر دلالت کرنے والے ہیں برابر ہے کہ دیباجة کتاب لکھنے سے پہلے لکھا گیا ہو یا اس

کے بعد اس لئے کہ الفاظ مرتبہ اور معانی کیلئے خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔ پس اگر اشارہ الفاظ کی طرف ہو تو مراد کلام کے

ساتھ کلام لفظی ہے اور اگر اشارہ معانی کی طرف ہو تو مراد کلام سے وہ کلام نفسی ہے جس پر کلام لفظی دلالت کرنے والی ہے۔

اغراض شارح:- یزدی کے اس قول کے چار حصے ہیں ہر حصے کی غرض ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے چنانچہ الفاء اما علی

توہم اما سے لیکر و هذا اشارة تک پہلے اور و هذا اشارة سے لیکر سواء كان تک دوسرے اور سواء كان سے لیکر فان

كانت الاشارة تک تیسرے اور پھر فان كانت الاشارة سے لیکر آخر تک چوتھے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

الفاء اما على توهم اما الخ: سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:- یہ فاء کوئی ہے عام طور پر اس مقام میں فاء جزائیہ ہوتی ہے جو کہ اما شرطیہ کہ جواب میں آتی ہے جو مہمما یکن من مشی کے معنی میں ہوتی ہے یہاں اما تو نہیں پھر یہ کوئی فاء ہے؟

جواب:- یزدی نے اس اعتراض کے دو جواب دیئے ہیں اور دو جواب علامہ رضی شارح کافیہ نے دئے ہیں پہلے یزدی کے دو جواب ملاحظہ فرمائیں۔

جواب ﴿۱﴾:- یہاں اما متوہم ہے جس کی وجہ سے جواب میں فاء جزائیہ لے آتے ہیں تو ہم کی تعریف یہ ہے کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کیا جائے حقیقت میں وہ وہاں موجود نہ ہو بلکہ فرض کیا جائے کہ گویا یہاں موجود ہے یہاں بھی حقیقت میں تو اما موجود نہیں لیکن فرض کیا گیا ہے کہ گویا یہاں موجود ہے اس لئے جواب میں فاء جزائیہ اسے عرب کے محاورات میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کر لیتے ہیں جیسے ایک شاعر کہتا ہے

و بدالی انی لست مدر کا ماضی ولا سابق شینا اذا کان جاء یا

ترجمہ: میرے لئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں اسکو کہ جو گزر چکا ہے نہیں پاسکتا اور جو آئیوا ہے اس میں بھاگ نہیں سکتا۔

طرز استدلال:- نحو کا ایک ضابطہ ہے کہ نفی کی خبر پر قیاسی طور پر باء داخل ہوتی ہے جیسے ما زید بقائم۔ اس شعر میں لست یہ فعل منفی ہے ضمیر متکلم اس کا فاعل ہے اور مدر کا اس کی خبر ہے سابق کا عطف مدر کا پر پڑ رہا ہے۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب ایک ہوتا ہے یہاں مدر کا معطوف علیہ منصوب ہے اور معطوف سابق یہ مجرور ہے تو اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کر کے یہاں سابق کا عطف مدر کا پڑا گیا ہے وہ اس طرح کہ مدر کا پر عام قاعدہ کے مطابق باء داخل ہونی چاہیے تھی لیکن عبارت میں باء داخل نہیں تو ہم فرض کر لیں گے کہ گویا یہاں باء داخل ہے اور مدر کا یہ مجرور ہے اس باء کی وجہ سے اور سابق کا اس پر عطف ہے اب یہ صحیح ہوگا غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود اس وقت فرض کیا جاتا ہے جبکہ متحقق الوجود دائمی طور پر پایا جاتا ہو اور پھر کسی موضع میں اچانک نہ پایا جائے تو وہاں فرض کر لیتے ہیں کہ گویا یہاں بھی موجود ہے۔

جواب ﴿۲﴾: یزدی نے یہ جواب دیا کہ یہاں اما مقدر ہے مقدر اسکو کہتے ہیں جو عبارت میں محذوف ہوتا ہے لیکن حقیقت میں موجود ہوتا ہے متوہم میں بالکل موجود نہیں ہوتا یہی فرق ہے متوہم اور مقدر میں (فتاسمل هذا دقیق) مقدر پہ احکام ملفوظ کے جاری ہوتے ہیں اسی لئے اما مقدر کے جواب میں فاء لے آئے۔

علامہ رضی نے ان دونوں جوابوں کو رد کیا اور اپنے دو جواب دیئے علامہ رضی نے کہا کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود اس وقت فرض کرتے ہیں جبکہ متحقق الوجود ہمیشہ ہو یہاں اما یہ ہمیشہ متحقق الوجود نہیں کیونکہ بعض مصنفین اس کو ذکر کرتے ہیں اور بعض ترک کر کے صرف بعد پر اکتفاء کرتے ہیں لہذا یہاں غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کرنا صحیح نہیں بخلاف اس شعر کے جو ما قبل میں لزر چکا کیونکہ وہاں تو باء کا داخل ہونا خبر منفی پر وہ ہمیشہ اور دائمی تھا پھر اچانک اس شعر میں نہ پایا گیا تو فرض کر لیا گیا کہ موجود ہے۔ دوسرے جواب کو اس طرح رد کیا کہ اما کو مقدر ماننا بھی درست نہیں اس لئے کہ اما مقدر وہاں ہوتا ہے جہاں اس کے جواب میں فاء تفصیلیہ ہو اور جہاں فاء تفصیلیہ اما کے جواب میں ہوتی ہے وہاں فاء کے بعد امر یا نہی ہوتا ہے اس مقام میں فاء تفصیلیہ نہیں امر اور نہی نہیں کہ یہاں ہم اما کو مقدر مانیں لہذا اما کو مقدر ماننا درست نہیں۔

علامہ رضی نے ان دونوں جوابوں کو رد کرنے کے بعد اپنے دو جواب دیئے

جواب ﴿۱﴾:- یہ تفسیر یہ ہے اس کی شرط کی ضرورت ہی نہیں کہ اما کو مقدر مانیں۔

جواب ﴿۲﴾:- یہ بعد ظرف معنی شرط کو متضمن ہے اور یہ شرط بن رہا ہے لہذا یہ اس کی جزاء ہے طرف بھی شرط کے معنی کو متضمن ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذ لم یہتدوا بہ فیسقولون یہاں اذ ظرفیہ ہے یہ شرط کو متضمن ہے اور فسیقولون یہ اس کی جزاء ہے۔

وہذا اشارة الى المرتب الحاضر الخ۔ اس عبارت سے دوسرے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں جو کہ متن پر وارد ہوتا تھا۔ اعتراض:- یہ ہوتا ہے کہ ہذا کے ذریعے تو اشارہ محسوس و مبصر چیز کی طرف کیا جاتا ہے یہاں ہذا کا اشارہ الیہ کتاب ہے کتاب سے مراد یا تو وہ معانی مرتبہ ہیں جو کہ مصنف کے ذہن میں موجود تھے جن معانی مرتبہ پر الفاظ دلالت کرتے ہیں اور یا کتاب سے مراد الفاظ مخصوصہ ہیں جو کہ معانی مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں کتاب سے مراد الفاظ ہوں یا معانی مرتبہ ہوں یہ دونوں (الفاظ و معانی) معقولی چیزیں ہیں محسوس و مبصر نہیں تو ہذا کا اشارہ الیہ ان دونوں میں سے کون ہے اور جو بھی اشارہ الیہ ہو تو غیر محسوس و غیر مبصر ہوگا لہذا پھر ہذا کا اشارہ الیہ بنانا کیسے صحیح ہوگا؟

جواب:- ہذا کا اشارہ الیہ دونوں بن سکتے ہیں الفاظ مخصوصہ بھی اور معانی مخصوصہ بھی اور کبھی کبھی غیر محسوس و غیر مبصر چیز وہ نہایت ہی واضح اور روشن ہوتی ہے اس کو محسوس و مبصر کے قائم مقام کر کے اس کی طرف ہذا کے ذریعے اشارہ کر دیتے ہیں جیسے قرآن مجید میں اذ لم یہتدوا بہ فیسقولون۔ یہاں بھی وہ معانی جو مصنف کے ذہن میں مانہ تھے وہ نہایت ہی

واضح تھے اسلئے اس نے ان کو محسوس مبصر کے قائم مقام کر کے ہذا کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کیا۔

سواء كان وضع المد يباحة الخ :- یہاں سے تیسرے اعتراض کا دفعیہ کرتے ہیں۔

اعتراض :- یہ ہوتا ہے کہ اس مقام میں تو بعض لوگوں نے یہ جواب دیا تھا کہ یہ خطبہ الحاقیہ ہے یعنی کتاب لکھنے کے بعد یہ خطبہ

لکھا گیا اور ہذا کا اشارہ اس وقت کتاب کی طرف تھا جو کہ موجود تھی تو آپ نے یہاں یہ جواب کیوں نہیں دیا؟

جواب :- یزدی کہتا ہے کہ خطبہ ابتدائیہ ہو یا خطبہ الحاقیہ ہر صورت میں کتاب کا مشارالہ کتاب کے وہ معانی یا الفاظ ہیں جن

کو محسوس مبصر کا درجہ دے کر ہذا کا اشارہ کیا ہے بعض حضرات نے جو یہ جواب دیا کہ یہ خطبہ الحاقیہ ہے اور اس وقت کتاب

موجود ہے یہ صحیح نہیں اس لئے کہ موجود تو نقوش ہیں اور ان کو مشارالہ بنانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ پھر تو مطلب یہ بنے گا کہ یہ

نقوش جو لکھے ہوئے ہیں یہ نہایت صاف کلام ہے تو یہ مطلب نکلے گا جو نقوش مصنف نے لکھے ہیں وہ تو صاف کلام ہے اور جو

پہلے لکھے گئے ہیں وہ صاف کلام نہیں حالانکہ ایسا نہیں۔

فان كانت الاشارة الخ :- یہاں سے چوتھے اعتراض کا جواب ہے۔ اعتراض :- عام طور پر تو کلام ان الفاظ کو کہتے ہیں

جن کا انسان تلفظ کرتا ہے آپ نے ہذا کا مشارالہ یا تو الفاظ کو بنایا ہے یا معانی مرتبہ کو بنایا ہے الفاظ کو مشارالہ بنانا تو درست

ہے کیونکہ پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ نہایت صاف الفاظ ہیں لیکن اگر ہذا کا مشارالہ معانی کو بنائیں تو پھر مطلب غلط بنتا ہے کیونکہ

پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ معانی نہایت صاف کلام ہیں حالانکہ معانی تو الفاظ نہیں ہوتے؟

جواب :- کلام کی دو قسمیں ہیں ایک کلام لفظی اور ایک کلام نفسی۔ کلام کا مفہوم جب الفاظ ہوں تو اس وقت کلام کی صفت لفظی

لائی جاتی ہے اور کلام لفظی کہا جاتا ہے اور اگر کلام کا مفہوم معانی ہوں تو اس وقت کلام کی صفت نفسی لائی جاتی ہے اور اس کلام کو

کلام نفسی کہا جاتا ہے اب یہاں بھی جس وقت ہذا کا مشارالہ الفاظ کو بنائیں گے تو کلام سے کلام لفظی مراد ہوگی مطلب یہ ہوگا

کہ یہ الفاظ نہایت صاف الفاظ ہیں اور اگر ہذا کا مشارالہ معانی کو بنائیں تو پھر کلام سے مراد کلام نفسی ہوگی پھر مطلب یہ ہوگا

کہ یہ معانی نہایت صاف معانی ہیں۔

قولہ: غایۃ تہذیب الکلام: حملہ علیٰ ہذا ما بناء علی المبالغة نحو زید عدل او بناء علی ان التقدير هذا کلام مہذب غایۃ التہذیب فحذف الخبر و اقيم المفعول المطلق مقامه و اعرب باعرابه علی طریق مجاز الحذف

ترجمہ:- اس کا حمل ہذا پر یا تو مبالغہ پر مبنی ہو کے ہے جیسے زید عدل یا اس پر مبنی ہو کے کہ تقدیر عبارت یوں تھی ہذا کلام مہذب غایۃ التہذیب پس خبر کو حذف کیا گیا اور مفعول مطلق کو اس کے قائم مقام کیا گیا اور اعراب خبر کے ساتھ مفعول مطلق کو معرب بنایا گیا مجاز حذف کے طریقے پر۔

اغراض شارح:- متن کی عبارت پر ایک اعتراض ہوتا ہے شارح نے اس قولہ میں اس کے دو جواب دیئے ہیں حملہ علیٰ ہذا سے لیکر او بناء تک پہلا جواب ہے اور او بناء سے لیکر آخر تک دوسرا جواب دیا ہے۔

اعتراض: متن میں فہذا غایۃ تہذیب الکلام میں تہذیب یہ تو مصدر ہے اس کا حمل ہذا پر جو کہ ذات ہے درست نہیں جواب ﴿۱﴾:- یہاں مجاز عقلی کے طور پر تہذیب کا حمل ہذا پر کیا ہے مجاز عقلی کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کی نسبت غیر ماہو لہ کی طرف کرنا یعنی جس طرف نسبت کرنی تھی اس طرف نہ کی جائے بلکہ دوسری طرف نسبت کی جائے جیسے زید کی نسبت عادل کی طرف کرنی چاہیے تھی اور زید عادل کہنا چاہیے تھا لیکن عدل کی طرف نسبت کر کے زید عدل کہتے ہیں نسبت زید کی عدل کی طرف نسبت غیر ماہولہ کی طرف ہے۔ مجاز عقلی میں مقصود مبالغہ ہوتا ہے زید عدل میں بھی مقصود مبالغہ ہے کہ زید عدل کرتے کرتے عین عدل بن گیا ایسے ہی یہاں مصنف کو فہذا مہذب کہنا تھا لیکن مجاز عقلی کے طور پر فہذا غایۃ التہذیب کہا ہے اس میں بھی مبالغہ مقصود ہے کہ یہ الفاظ صاف ہوتے ہوتے اتنے صاف ہو گئے ہیں کہ گویا عین صفائی بن گئے۔

جواب ﴿۲﴾:- یہاں مصنف نے مجاز بالحذف کے طور پر تہذیب کا حمل ہذا پر کیا ہے۔ مجاز بالحذف کی تعریف یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کو حذف کر کے اس کی جگہ مفعول مطلق کو قائم مقام کر دینا فعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو قائم مقام کرنے کی مثال جیسے سلامت سلاما علیک سے سلام علیک یہاں سلام مفعول مطلق کو فعل سلامت کے قائم مقام کیا ہے صدر کو جب قائم مقام کرتے ہیں تو کبھی اس کو اپنا اعراب دیتے ہیں اور کبھی محذوف والا اعراب دیتے ہیں یہاں بھی مصنف نے مجاز بالحذف سے کام لیا ہے اصل میں فہذا کلام مہذب غایۃ التہذیب تھا مہذب یہ شبہ فعل حذف کیا اور غایۃ التہذیب مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا تو فہذا کلام غایۃ التہذیب بن گیا پھر التہذیب پر جوالف لام تھا اس کے

بارے میں اختلاف ہوا کو فیوں نے کہا یہ مضاف الیہ محذوف کے عوض میں ہے جو الکلام تھا اور بصریوں نے کہا کہ الف لام عہد خارجی کا ہے اس اختلاف سے بچنے کیلئے مصنف نے الف لام کو حذف کر کے تہذیب کے مضاف الیہ الکلام کو صراحتاً ذکر کیا پھر عبارت یوں ہوگی فہذا کلام غایۃ تہذیب الکلام پھر دوسرے الکلام کے قرینہ سے پہلے کلام کو حذف کیا اور فہذا غایۃ تہذیب الکلام بن گیا۔

قوله: فی تحریر المنطق والکلام: لم یقل فی بیانہما لما فی لفظ التحریر من الإشارة الی ان هذا البیان خال عن الحشو والزوائد والمنطق آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ فی الفکر والکلام هو العلم بالباحث عن احوال المبدأ والمعاد علی نہج قانون الاسلام ترجمہ:- فی بیانہما نہیں کہا اس لئے کہ لفظ تحریر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بیان زوائد سے خالی ہے اور منطق اس قانونی آلہ کا نام ہے جس کا لحاظ رکھنا ذہن کو خطائی فکر سے بچاتا ہے اور کلام وہ علم ہے جس میں اسلامی قانون کے طریقے پر مباد اور معاد کے احوال سے بحث کی جائے۔

اغراض شارح:- لم یقل سے والمنطق تک ایک اعتراض کا جواب اور والمنطق سے آخر تک توضیح متن ہے۔

اعتراض:- ایسے مقام میں تو عام طور پر فی بیان المنطق والکلام کا لفظ بولا جاتا ہے علامہ افتخارانی نے فی تحریر المنطق کیوں کہا؟

جواب:- فی تحریر المنطق کا لفظ بول کر ماتن نے ایک نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ بیان کا لفظ یہ عام ہے مطلق بات کے بیان کرنے کو کہتے ہیں چاہے وہ بات بیکار ہو یا کام کی ہو لیکن تحریر اس بات کو کہا جاتا ہے جو کہ بیکار اور زائد باتوں سے خالی ہو اور مختصر مگر جامع ہو ماتن نے تحریر کا لفظ بول کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میری یہ کتاب بیکار اور زائد باتوں سے صاف ہے مگر مختصر اور جامع کتاب ہے۔

والمنطق الة قانونية الخ:- یہاں سے آخر قول تک توضیح متن ہے پہلے منطق کی تعریف کرتے ہیں۔

تعریف منطق:- هو الة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ فی الفکر (منطق ایک ایسا قانونی آلہ ہے جسکی رعایت کرنا انسان کو خطائی فکر سے محفوظ رکھتا ہے) ہر تعریف میں کچھ فوائد قیود ہوتے ہیں۔

فوائد قیود: منطق کی تعریف میں آلۃ کا لفظ بولا یہ تمام آلات مثلاً آلات صنعت و حرفت اور آلات علمیہ وغیرہ کو شامل ہے۔ قانونیہ کی قید لگا کر آلات صنعت و حرفت مثلاً تیشہ، درانتی وغیرہ کو نکال دیا کہ یہ منطق ایک قانونی آلہ ہے صنعت و حرفت کا آلہ نہیں تعصم مراعاتها الذہن عن الخطا یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر منطق کے قواعد کی رعایت کی جائے تو وہ انسان کو خطا سے بچاتی ہے اگر رعایت نہ کی جائے تو بے شک منطق بہت پرہمی ہو تو وہ خطا فی الفکر سے نہیں بچاتی فسی الفکر کی قید سے صرف و نحو لغت کے علوم کو نکال دیا کیونکہ صرف بھی آلہ ہے لیکن یہ خطا فی الفکر سے نہیں بچاتا بلکہ خطا فی الصیغہ سے بچاتا ہے اسی طرح نحو بھی آلہ ہے لیکن وہ خطا فی الاعراب سے بچاتا ہے لغت بھی آلہ ہے لیکن وہ خطا فی التلفظ سے بچاتا ہے منطق کی تعریف کے بعد علم الکلام کی تعریف کی۔

علم الکلام کی تعریف:۔ وہ ایک ایسا علم ہے جس میں مبداء یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و معاد یعنی آخرت، قیامت، حشر و نشر سے قانون اسلامی کتاب و سنت کی روشنی میں بحث کی جاتی ہے نہ کہ قانون فلسفہ کے طور پر۔

قولہ: وتقریب المرام: بالجرح عطف علی التہذیب ای هذا غاية تقریب المقصد الی الضبانع والافہام والحمل علی طریق المبالغۃ او التقدير هذا مقرب غاية التقریب

ترجمہ:۔ باء کے کسرہ کے ساتھ عطف ہے تہذیب پر یعنی یہ کتاب تہذیب انتہاء ہے انسانی طبیعتوں اور سمجھوں کی طرف مقصد کو قریب کر دینے کی اور مصدر کا حمل هذا پر مبالغہ کے طریقے پر ہے یا هذا مقرب غاية التقریب کی تقدیر عبارت پر ہے۔ اغراض شارح:۔ اس قولہ کی غرض تقریب المرام کا ماقبل کے ساتھ ترکیبی تعلق اور اس کی اپنی ترکیب کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ ماقبل کے ساتھ ترکیبی تعلق یہ ہے کہ یہ مجرد ہے اور اس کا عطف تہذیب پر ہے مطلب یہ ہوگا کہ یہ الفاظ یا معانی نہایت ہی قریب کرنا ہے مقصود کے۔ اس پر وہی اعتراضات ہونگے جو کہ غایۃ تہذیب الکلام پر ہوتے تھے کہ یہ مصدر ہے اس کا حمل هذا پر یا تو مجاز عقلی کے طریقے سے ہے کہ اصل میں نسبت مقرب کی طرف کرنی تھی لیکن تقریب المرام کی طرف کر دی اس میں مبالغہ مقصود ہے کہ یہ الفاظ قریب ہوتے ہوتے عین قرب بن گئے یا یہاں بھی مجاز بالخذف کے ذریعے سے حمل ہے کہ اصل میں فہذا کلام مقرب غایۃ التقریب تھا مقرب کو حذف کر کے غایۃ التقریب کو اس کا قائم مقام بنا دیا پھر التقریب پر الف لام کو اختلاف مذکورہ سے نہنے کیلئے حذف کر کے مضاف الیہ کو ذکر کر دیا اور دوسرا کلام پہلے پر قریب تھا اس لئے پہلے کلام کو بھی حذف کر دیا تو فہذا غایۃ تقریب المرام ہو گیا۔

تقریب المراد کی اپنی ذاتی ترکیب یہ ہے کہ یہ مصدر و مفعولوں کی طرف متعدی ہے پہلا مفعول المراد مذکور ہے اور دوسرا الی الطباع والافہام ہے جو کہ حرف جر الی کے واسطے سے مفعول ہے مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب نہایت ہی مقصود کو قریب کرنے کیلئے ہے طبعیت اور سمجھ کی طرف۔

قوله: من تقریر عقائد الاسلام: بیان للمراد والاضافة فی عقائد الاسلام بیانیۃ ان كان الاسلام عبارة عن نفس الاعتقادات وان كان عبارة عن مجموع الاقرار باللسان والتصديق بالجنان والعمل بالاركان او كان عبارة عن مجرد الاقرار باللسان فالاضافة لامية ترجمہ: یہ بیان ہے مراد کا اور اضافت عقائد اسلام میں بیانیہ ہے اگر اسلام نفس اعتقاد کا نام ہو اور اگر اسلام زبانی اقرار قلبی تصدیق اور اعضاء ظاہری کے عمل کے مجموعہ کا نام ہو یا فقط زبانی اقرار کا نام ہو تو اضافت لامیہ ہے یعنی وہ عقائد جو مذہب اسلام کیلئے ثابت ہیں۔

تشریح:۔ اس عبارت میں تو صیح متین ہے کہ من تقریر عقائد الاسلام میں من کونسا ہے نیز عقائد الاسلام میں عقائد کی اضافت اسلام کی طرف کونسی ہے بیانیہ یا غیر بیانیہ۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ من بیانیہ ہے۔ من بیانیہ کی ترکیب یہ ہوتی ہے کہ اگر اس کا ماقبل معرف باللام ہو تو یہ حال بنتا ہے اور اگر نکرہ ہو تو اس کیلئے صفت بنتا ہے من تقریر عقائد الاسلام میں من بیانیہ ہے اب ترکیبی معنی یہ ہوگا کہ یہ کتاب نہایت قریب کرنا ہے مقصود کو دریاں حالیکہ بیان کرنا ہے عقائد اسلام کو من بیانیہ کے معنی میں اردو میں لفظ یعنی کا آتا ہے اب معنی یوں ہوگا یعنی بیان کرنا ہے اسلام کے عقائد کو۔

عقائد کی اضافت اسلام کی طرف بیانیہ ہے یا غیر بیانیہ؟ نیز یہاں عقائد اسلام کی اضافت کونسی ہے۔ اس سے پہلے دو قاعدے سمجھنا ضروری ہیں۔

قائدہ (۱):۔ اضافت بیانیہ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں مضاف الیہ مضاف کا عین ہو جیسے خاتم فضة میں خاتم اور فضة ان دونوں سے مراد انگلی ہے اور غیر بیانیہ اس کو کہتے ہیں جس میں مضاف الیہ مضاف کا غیر ہوتا ہے جیسے غلام زیندہ یہاں زید اور ہے اور غلام اور ہے۔

قائدہ (۲):۔ اسلام کے سات معانی کیے گئے ہیں یہاں یزدی نے تین معانی بیان کیے ہیں (۱) محققین حضرات فرماتے ہیں کہ اسلام صرف اعتقاد جنائی کو کہتے ہیں جس کو تصدیق بھی کہتے ہیں (۲) معتزلہ اور خوارج کے ہاں اسلام اعتقاد جنائی،

اقرار لسانی اور عمل ارکانی کا نام ہے (۳) تیز اندہب یہ ہے کہ اس میں صرف اقرار لسانی کا نام ہے۔

جیسے آپ نے یہ فوائد سمجھ لیے تو اب آپ اعتقاد کی اضافت اسلام کی طرف سمجھیں اگر اسلام کا معنی صرف نفس اعتقاد (یعنی تصدیق جنائی) ہو تو پھر عقائد کی اضافت اسلام کی طرف بیان ہوگی مطلب یہ ہوگا کہ بیان کرنا ہے عقائد کو یعنی اسلام کو اور اگر اسلام کا معنی اقرار لسانی، اعتقاد جنائی اور عمل ارکانی ہو یا فقط اقرار لسانی ہو تو پھر عقائد کی اضافت اسلام کی طرف غیر بیان ہوگی پھر مطلب یہ ہوگا کہ بیان کرنا ہے عقائد اسلام کو یعنی اسلام تین چیزوں کا نام ہے اس کتاب میں صرف اسلام کے عقائد سے بحث ہوگی اقرار لسانی اور عمل ارکانی سے بحث نہیں ہوگی یا اسلام کے عقائد سے بحث ہوگی اقرار لسانی سے بحث نہیں ہوگی جبکہ اسلام کا معنی فقط اقرار لسانی ہو۔

قوله: جعلته تبصرة: ای مبصرا ویحتمل التجوز لکن الاستاد

ترجمہ:- تبصرة مبصرا کے معنی میں ہے اور مجازی الاشا کا بھی احتمال رکھتا ہے۔

تشریح:- اس قول کی غرض تو ضیح متن ہے اور ساتھ ایک اعتراض کا جواب بھی ہے۔ لیکن اس سے پہلے رد فوائد کو جاننا چاہیے۔

فائدہ (۱): جعل یہ فعل خلق کے معنی میں بھی آتا ہے اور حیر کے معنی میں بھی آتا ہے اگر جعل خلق کے معنی میں ہو تو اس وقت ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا جیسے جعل الظلمت والنور ای خلق الظلمت والنور اور اگر جعل حیر کے معنی میں ہو تو اس وقت دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا جیسے جعل لکم الارض فراشا ای حیر لکم الارض فراشا

فائدہ (۲): جو بھی فعل دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اس کے دوسرے مفعول کا پہلے پر حمل ہوتا ہے اب اعتراض سمجھیں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ جعلتہ تبصرة میں جعلت کا پہلا مفعول ضمیر ہے اور دوسرا مفعول تبصرة ہے جو کہ مصدر ہے اب قاعدہ مذکورہ کے تحت تبصرة کا حمل ضمیر پر ہونا چاہیے حالانکہ مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں؟

جواب ﴿۱﴾: یہاں حمل مجاز بالطرف کے قبیل سے ہے مجاز بالطرف اس کو کہتے ہیں کہ مصدر کو اسم فاعل یا اسم مفعول کے معنی میں کر دیا جائے یہاں بھی تبصرة کو اسم فاعل مبصرا کے معنی میں کر کے حمل کیا ہے۔

جواب ﴿۲﴾: یہاں حمل مجاز مقل کے قبیل سے ہے کہ اصل میں تو جعلتہ مبصرة کہنا تھا لیکن مبالغہ کے طور پر جعلتہ تبصرة کہہ دیا مطلب اب یہ ہوگا کہ میری یہ کتاب بصیرت دیتے دیتے ہیں بصیرت ہوگی اور

جواب ﴿۳﴾:۔ یہاں حمل مجاز بالخذف کے قبیل سے ہے کہ اصل میں جعلتہ ذات بصرة تھا میں نے اس کتاب کو بصیرت دینے والی بنایا پھر مضاف ذاکو حذف کر کے تبصرة کو اس کا قائم مقام بنا دیا۔

و کذا قوله تذكرة:۔ یعنی اسپر بھی وہی اعتراض اور جواب ہوئے جو تبصرة پر ہوئے ہیں۔

قوله: لدی الافہام: بالکسر ای تفہیم الغیر ایاء او تفہیمہ بصیر و الاول للمتعلّم والثانی للمعلّم ترجمہ:۔ افہام ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی غیر کے اس کو سمجھنے۔ کہنت یا غیر کو سمجھانے کے وقت۔ اور پہلے ترجمہ میں یہ تہذیب مہر ہے طالب علم کیلئے اور دوسرے میں استاذ کیلئے۔

تشریح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے افہام کے بعد بالکسر کی عبارت نکال کر اسکا اعراب بتا دیا کہ یہ باب افعال کا مصدر ہے۔

اعتراض:۔ جو بھی مصدر ہوتا ہے اس کیلئے ایک فاعل ہوتا ہے اور ایک مفعول افہام یہ تو باب افعال متعوی کا مصدر ہے اس کیلئے دو مفعول ہونے چاہئیں یہاں تو نہ فاعل مذکور ہے اور نہ ایک مفعول۔

جواب:۔ یہاں اس کا فاعل بھی موجود ہے اور مفعول اول بھی دوسرا مفعول اس کا مقاصد الی الی کتاب تھا جو کہ مشہور تھا اس لئے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا افہام کا معنی تفہیم الغیر ایاء ہو تو الغیر اس کا فاعل اور ایاء اس کا مفعول اول بنے گا معنی یہ ہوگا میری یہ کتاب بصیرت دینے والی ہے بوقت سمجھانے غیر کے اس کو مقاصد کتاب کے اس وقت یہ بصیرت کا فائدہ معلوم کیلئے ہوگا اور اگر افہام کا معنی تفہیمہ للغیر ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ میری یہ کتاب بصیرت دینے والی ہے بوقت سمجھانے اس کے غیر کو مقاصد کتاب اس وقت یہ بصیرت استاذ معلم کیلئے ہوگی۔

قوله: من ذوی الافہام: بفتح الهمزة جمع فہم والظرف اما فی موضع الحال من فاعل یتذکر او متعلق یتذکر بتضمین معنی الاخذ او التعلّم ای یتذکر اخذا او متعلما من ذوی الافہام فہذا ایضا یحتمل الوجهین

ترجمہ:۔ یہ افہام ہمزہ کے فتح کے ساتھ فہم کی جمع ہے اور یہ ظرف یا تو یتذکر کے فاعل سے حال کی جگہ میں ہے یا یتذکر کے اندر اخذ اور تعلّم کے معنی کی تضمین کر کے اسی یتذکر کے متعلق ہے یعنی جو یاد والا ہونا چاہتا ہے اس حال میں کہ وہ

حاصل کرنے والا ہے۔ سمجھدار لوگوں سے پس اس میں بھی دو احتمال ہیں۔

تشریح:- اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔ افہام فتح ہمزہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یہ فہم کی جمع۔ افہام افعال کے وزن پر آتی ہے قاعدہ یہ ہے کہ افعال کے وزن پر کوئی مصدر نہیں آتا اور افعال کے وزن پر کوئی جمع نہیں آتی من ذوی الافہام یہ جار مجرور ہے اس کی ترکیب شارح نے بتائی کہ اس کی دو قسم کی ترکیب ہو سکتی ہے ایک یہ کہ یہ جار مجرور ظرف مستقر کائنات کے متعلق ہو کر بتذکر کی ہو ضمیر فاعل سے حال ہو دوسری ترکیب یہ ہے کہ یہ جار مجرور ملکر اخذ کے متعلق ہو اور وہ حال واقع ہو بتذکر کی ضمیر سے اس کو تفسیرین کہتے ہیں۔

قوله: سيما: السی بمعنى المثل يقال هما سیان ای مثلان واصل سیما لا سیما حذف

لا فی اللفظ لکنہ مراد معنی وما زائده او موصولة او موصولة وهذا اصلہ ثم استعمل بمعنی خصوصاً وفيما بعده ثلاثة اوجه

ترجمہ:- سی مثل کے معنی میں ہے کہا جاتا ہے ہما سیان یعنی وہ دونوں برابر ہیں اور سیما اصل میں لا سیما تھا لا کو لفظوں میں حذف کیا گیا لیکن وہ معنی میں مراد ہے اور ما زائدہ ہے یا موصولة ہے یا موصوفہ ہے اور سی کا مثل کے معنی میں ہونا اس کا اسنی معنی ہے پھر خصوصاً کے معنی میں مستعمل ہو اور اس کے مابعد میں تین صورتیں ہیں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض لفظ سیما کی تحقیق ہے۔

تشریح:- یہ اصل میں سی اور ما ہے اس کے ساتھ ہمیشہ لایسی لکھی ہوگا اگر نہ کہ نہ ہو تو وہ مقدر ہوگا بغیر لائے نلی جنس کے یہ استعمال نہیں ہوتا سی بمعنی مثل کے ہے یہ لائے نلی جنس کا اسم ہے اس کی خبر ہمیشہ ما کے بعد آ کر میں محذوف ہوتی ہے۔ اکل ما کے بارے میں تین وجوہ ہیں (۱) ما زائدہ ہے اگر ما زائدہ ہوگا تو اس وقت یہ سی کا لفظ بعد والے اسم کی طرف مضاف ہوگا اور وہ اسم مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا جیسے سیما الولد الاعز الخ میں الولد کو مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور پڑھیں گے ای لا مثل شی ہو الولد الاعز الخ (۲) ما موصول ہوگا الذی کے معنی میں یا ما موصوفہ ہوگا شی کے معنی میں اس وقت اس کے بعد اسم مرفوع ہو تو وہ مبتداء محذوف کی خبر ہوگا جیسے سیما الولد الاعز الخ ای لا مثل الذی ہو الولد الخ (۳) یہ سیما پورا کا پورا حرف استثناء کے حکم میں ہو اور اس کے بعد اسم منصوب ہوگا جو کہ مستثنی ہوگا اور اس وقت سیما کا معنی خصوصاً ہوگا جیسے سیما الولد الاعز کہ خصوصاً میرا بیٹا خصوصاً والا معنی اس کا ہماری معنی ہے اور

دوسرے تین معنی اصلی اور حقیقی ہیں۔

قوله: الحفی: الشفیق

ترجمہ: الحفی کا معنی مہربان ہے۔

اغراض شارح:۔ اس قولہ اور اس کے بعد آنوالے تمام اقوال کی غرض تو صیح معنی ہے۔

تشریح:۔ حفی کا معنی بتلایا ہے اگر اس کی نسبت بیٹے کی طرف ہو تو معنی ہے شفیق ہونا باپ پر۔ جب اس کی نسبت باپ کی طرف ہو تو حفی کا معنی ہو گا چنا ہوا۔

قوله: الحری: اللاتق

ترجمہ:۔ الحری کا معنی لاتق ہے۔

قوله: قوام: ای ما یقوم بہ امرہ

ترجمہ:۔ یعنی وہ چیز جس چیز کے ساتھ اس کا امر قائم ہو۔

قوله: التایید: ای التقویۃ من الاید بمعنی القوۃ

ترجمہ:۔ یعنی تقویت یہ ابد سے مشتق ہے جس کے معنی قوت اور طاقت کے ہیں۔

قوله: عصام: ای ما یعصم بہ امرہ من الزلل

ترجمہ:۔ عصام یعنی وہ چیز جس کے ساتھ بھٹنے سے بچا جائے (یعنی میرا یہ بیٹا بھٹنے سے بچا یا رہے)

قوله: وعلی اللہ: قدم الظرف ہنا لقصد الحصر و فی قوله بہ لرعاۃ السجع

ترجمہ:۔ یہاں ظرف کو مقدم کیا حصر کے ارادے سے اور اس کے قول بہ میں جمع بندی کی رعایت بھی ہے۔

تشریح:۔ اس میں علی اللہ یہ ظرف خبر مقدم ہے اور التوکل مبتداء مؤخر ہے بہ یہ ظرف مقدم اور الاعتصام یہ مبتداء

مؤخر ہے۔ خبر کو حصر کیلئے مقدم کیا ہے اور الاعتصام کو رعایت جمع بندی کیلئے مؤخر کیا ہے۔

قوله: التوكل: هو التمسك بالحق والانقطاع عن الخلق

ترجمہ:۔ التوكل کا معنی ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اور مخلوق سے ناامید ہو جانا۔

قوله: والاعتصام: وهو التثبيت والتمسك

ترجمہ:۔ الاعتصام کا معنی مضبوط پکڑنا اور چنگل مارنا۔

القسم الاول فی المنطق

متن: مقدمة العلم ان كان اذعاناً للنسبة فتصديق والافتصو
ويقتسمان بالضرورة والاكتمال بالنظر وهو ملاحظة المعقول
لتحصيل المجهول وقديع فيه الخطأ فاحتيج الى قانون يعصم عنه
في الفكر وهو المنطق وموضوعه المعلوم التصوري والتصديقي من
حيث انه يوصل الى مطلوب تصوري فيسمى معرفاً او تصديقي
فيسمى حجة

ترجمہ متن:۔ پہلی قسم منطق میں ہے۔ مقدمہ علم اگر نسبت خبر کا اعتقاد ہے پس تصدیق ہے ورنہ تصور ہے اور تصور اور تصدیق
دونوں تقسیم ہوتے ہیں بدیہی طور پر ضروری (بدیہی) کتاب باہر (نظری) کی طرف اور وہ نظر نفس کا متوجہ ہونا ہے امر
معلوم کی طرف مجہول کو حاصل کرنے کیلئے اور وہی اس نظر میں غلطی واقع ہو جاتی ہے پس ایسے قانون کی حاجت ہوئی جو فکر میں
غلطی سے بچائے اور وہ قانون منطق ہے اور اس کا موضوع معلوم تصور اور معلوم تصدیق ہے اس حیثیت سے کہ وہ پہچانے
مطلوب تصور کی طرف اور اس کا نام رکھا جاتا ہے طرف یا مجہول تصدیق کی طرف پس اس کا نام رکھا جاتا ہے حجت۔

مختصر تشریح متن:۔ طلبہ کے غم کرنے کے بعد اب اصل مقصد کو شروع کر رہے ہیں علامہ تھامز الی نے القسم الاول فی
المنطق کا ایک عنوان بنا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میری یہ کتاب جو تہذیب کا ایک جزء ہے یہ منسطق میں ہے
(تہذیب کا دوسرا جزء جو علم کلام کے بارے میں لکھا ہے وہ نایاب ہے) دوسرا عنوان مقدمہ کا بائیں حصے کیونکہ ہر فن کو شروع
کرنے سے پہلے اس فن کی تعریف، غرض، موضوع کا معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے اور مقدمہ کے اندر انہی تین چیزوں کا بیان ہوتا
ہے اس لئے ماتن نے یہ عنوان بائیں حصے۔

مقدمہ کی چند تحقیقات ہیں جن کا تفصیلی ذکر یہاں شرح میں آئے گا البتہ مقدمہ کی اشمالی تحقیق کو یہاں سمجھ لینا
ضروری ہے کہ یہ مقدمہ کن چیزوں پر مشتمل ہے سو وہ انہی تین چیزوں (تعریف، موضوع، غرض) پر مشتمل ہے۔ عام طور پر منطقی
حضرات سب سے پہلے احتیاج الی المنطق کو ذکر کرتے ہیں اس احتیاج الی المنطق کے ضمن میں علم کی تعریف اور غرض معلوم

ہو جاتی ہے اور آخر میں پھر موضوع علم کو ذکر کر کے مقدمہ کو ختم کر دیتے ہیں۔ احتیاج الی المنطق کا سمجھنا علم کی دو قسموں کی تقسیموں پر موقوف ہوتا ہے۔ تقسیم اول تصور و تصدیق اور تقسیم ثانی بدیہی اور نظری۔ اس لیے یہاں سب سے پہلے موقوف علیہ علم کی دو قسموں کو بیان کریں گے۔ پھر احتیاج الی المنطق کو جس کے ضمن میں تعریف اور غرض بھی معلوم ہو جائیگی اور آخر میں موضوع علم کو بیان کر کے مقدمہ کو ختم کریں گے۔ علامہ تفتازانیؒ نے علم کی تعریف نہیں کی کیونکہ ان کے نزدیک علم بدیہی ہے اس کیلئے تعریف کی ضرورت نہیں علامہ تفتازانیؒ نے العلم سے لیکر ویقتسمان تک علم کی تقسیم اول کو بیان کیا ہے۔

علم کی دو قسمیں ہیں تصور اور تصدیق۔

علم کی سولہ اقسام ہیں جن کی تفصیل بمع تعریف آپ سابقہ کتب (ایمان غوی مرقات وغیرہ) میں پڑھ چکے ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) احساس (۲) تخیل (۳) توہم (۴) تعقل (۵) مرکب ناقص (۶) مرکب تام (۷) مرکب انشائی (۸) تخیل (۹) وہم (۱۰) حکم (۱۱) عن (۱۲) جہل مرکب (۱۳) تقلید (۱۴) علم الیقین (۱۵) عین الیقین (۱۶) حق الیقین

یہاں یہ بات سمجھنی ہے کہ تصور کے نیچے علم کے کتنے اقسام آتے ہیں اور تصدیق کے نیچے علم کے کتنے اقسام آتے ہیں جن کی تفصیل ابھی آگے شرح میں آ رہی ہے۔

تصدیق :- وہ علم ہے کہ جس میں حکم ہو۔

حکم کی تعریف :- نسبت خبری کی کسی جانب (وجہی یا عادی) کا گمان غالب ہو۔

تو اب تصدیق کی تعریف گویا کہ یوں ہوگی کہ نسبت خبری کا گمان غالب ہو تو علم کی سولہ اقسام میں سے چھ قسمیں ظن، جہل مرکب، تقلید، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔ یہ تصدیق کی تعریف میں داخل ہوں گی کیونکہ ان میں نسبت خبری کا کم از کم گمان غالب ہوتا ہے ظن میں بھی ایک جانب داغ ہوتی ہے اسی طرح جہل مرکب، تقلید، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین میں نسبت خبری کا کم از کم گمان غالب تو ضرور حاصل ہوتا ہے اس لیے علم کی ان چھ قسموں کو تصدیق کہا جائے گا۔

تصور کی تعریف :- تصور وہ علم ہے جس میں حکم نہ ہو یعنی اگر نسبت خبری کا گمان غالب نہ ہو تو وہ تصور ہوگا۔

نو اند قیود :- تصدیق کی تعریف میں مصنفؒ نے اذعلما للنسبة نسبت کی تہد لگا کر مفردات کو کلال دیا کیونکہ ان میں سرے سے نسبت ہی نہیں ہوتی اس سے علم کی چار قسمیں احساس، تخیل، توہم اور تعقل خارج ہو جائیں گی کیونکہ یہ مفرد ہیں ان میں

نسبت ہی نہیں اسی نسبت کی قید سے مرکبات ناقصہ بھی خارج ہو جائیں گے کیونکہ نسبت سے مراد نسبت تامہ ہے۔ نسبت خبری کی قید سے مرکب انشائی بھی نکل جائے گا کیونکہ اس میں نسبت تو ہے لیکن خبری نہیں نسبت خبری کا گمان غالب ہو اس قید سے تخیل، وہم اور شک بھی نکل جائیں گے کیونکہ ان میں یا تو سرے سے حکم ہی نہیں جس طرح تخیل میں یا حکم تو ہے لیکن گمان غالب نہیں جیسے شک اور وہم میں۔ تو علم کی پہلی دو قسمیں احساس، تخیل، توہم، تعقل، مرکب ناقص، مرکب تام، انشائی، تخیل، اور وہم یہ تصور کہلائیں گی اور باقی چھ اقسام یہ تصدیق میں داخل ہوں گی کیونکہ ان میں نسبت خبری کا گمان غالب ہے۔

ویقتسمان بالضرورة الضرورة الخ :- علم کی تقسیم اولیٰ سے فارغ ہو کر اب اس عبارت میں علم کی دوسری تقسیم بدیہی اور نظری کو بیان کرتے ہیں ترجمہ یہ ہے کہ دونوں (تصور و تصدیق) یہ تقسیم ہوتے ہیں واضح طور پر ضروری (بدیہی) اور اکتساب بالظن (نظری) کی طرف۔ اکتساب بالظن کا مطلب یہ ہے کہ وہ غور و فکر سے حاصل ہو۔ گویا اس عبارت میں تصور و تصدیق کی دو قسمیں بیان کیں کہ تصور ایک بدیہی ہے دوسرا نظری، تصدیق بھی ایک بدیہی ہے اور دوسری نظری۔

فائدہ :- ویقتسمان بالضرورة الضرورة کا مختصر مطلب یہ ہے کہ تصور اور تصدیق یہ دونوں ضروری اور نظری کی طرف تقسیم ہوتے ہیں عام مناطق نے اس عبارت کی تشریح یوں کی ہے کہ یقتسمان کو یقتسمان کے معنی میں کیا اور الضرورة سے پہلے الی جارہ کو محذوف مان کر الضرورة کو منصوب بزعم الحائض پڑھا۔ ان مناطق کی اس توجیہ کے مطابق تقدیر عبارت یوں ہوگی ویقتسمان بالضرورة الی الضرورة والاكتساب بالظن اب بھی مطلب یہ ہوگا کہ تصور اور تصدیق واضح طور پر ضروری اور اکتسابی کی طرف تقسیم ہوتے ہیں۔

وهو ملاحظة المعقول الخ :- اس عبارت میں اس نظر و فکر کی تعریف کی ہے۔ نظر کی تعریف یہ ہے کہ معلوم تصور یا معلوم تصدیق کو اس طریقے سے ترتیب دینا کہ اس سے مجہول تصور یا مجہول تصدیق حاصل ہو جائے۔

وقد يقع الخ :- وقد يقع سے وہو المنطق تک احتیاج الی المنطق کو بیان کیا جو کہ اصل غرض تھی کہ معلوم تصوری اور معلوم تصدیقی کو ترتیب دینے میں کبھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔ انسانی عقل اس غلطی سے بچانے کیلئے کافی نہیں اگر انسانی عقل کافی ہوتی تو عقلاء کے درمیان میں اختلاف نہ ہوتا کیونکہ بعض نے ترتیب دے کر عالم کو حادث بتایا اور بعض نے معلومات کو ترتیب دے کر عالم کو قدیم ثابت کیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ عقل انسانی اس غلطی سے بچانے کیلئے کافی نہیں اب ایک ایسے قانون کی ضرورت ہوئی جو اس خطا سے بچائے وہ قانون صرف منطق ہے اس احتیاج الی المنطق کے ضمن میں غرض منطق اور تعریف

منطق بھی معلوم ہوگئی غرض تو اس سے معلوم ہوئی کہ یہ خطا فی الفکر سے بچاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ منطق کی غرض ذہن کو خطا فی الفکر سے بچانا ہے اس عبارت میں تعریف بھی ضمناً معلوم ہوئی جیسا کہ شرح میں تفصیل سے آچکا۔

و موضوعہ الخ: و موضوعہ سے آخر فصل تک منطق کا موضوع بیان کیا اور اس مقدمہ کا خاتمہ بالآخر کیا منطق کا موضوع وہ معلومات تصوری اور معلومات تصدیقی ہیں جو کہ مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی تک پہنچاتے ہیں ان معلومات تصوری کو معرف اور معلومات تصدیقی کو حجت کہتے ہیں تو منطق کا موضوع معرف اور حجت ہوئے یہاں تک مقدمہ کی مختصر تشریح مکمل ہوئی۔

☆☆

قوله القسم الاول: لما علم ضمناً في قوله في تحرير المنطق والكلام ان كتابه على قسمين لم يحتج الى التصريح بهذا فصح تعريف القسم الاول بلام العهد لكونه معهوداً ضمناً وهذا بخلاف المقدمة فانها لم يعلم وجودها سابقاً فلم تكن معهوداً فلذا نكرها وقال مقدمة

ترجمہ:- جب ماتن کے قول فی تحریر المنطق والكلام کے ضمن میں معلوم ہو گیا کہ ماتن کی کتاب دو قسم پر ہے تو کتاب کے دو قسم پر ہونے کی تصریح کرنے کی احتیاجی پیش نہیں آئی پس الف لام عہد خارجی کے ساتھ القسم کو معرف لانا صحیح ہوا کیونکہ یہ قسم ضمناً معلوم ہوئی اور یہ لفظ القسم لفظ مقدمہ کے برخلاف ہے کیونکہ مقدمہ کا وجود اس سے پہلے معلوم نہیں تھا پس وہ معهود نہیں ہوا اسی لئے مصنف مقدمہ کو نکرہ لایا ہے اور کہا ہے مقدمہ۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:- القسم الاول یہ ایک عنوان ہے اور مقدمہ بھی ایک عنوان ہے ماتن القسم الاول والے عنوان کو معرف الف لام کے ساتھ لائے اور مقدمہ کو نکرہ لائے حالانکہ یہ دونوں عنوان تھے یا تو دونوں کو معرف لائے یا دونوں کو نکرہ۔ القسم الاول کو معرف باللام اور مقدمہ کو نکرہ کیوں لائے؟

فائدہ:- اس مقام میں الف لام کی چاروں قسموں میں سے الف لام عہد خارجی کا ہی ہونا چاہیے کیونکہ یہ مبتداء ہے اور الف لام عہد خارجی کا بھی تعریف کا فائدہ دیتا ہے نیز یہ ضابطہ ہے کہ جب تک عہد خارجی کا الف لام بنا تا درست ہو دوسری تین قسموں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جواب ﴿ا﴾:- القسم الاول میں الف لام عہد خارجی کا لا کر اس کو معرف کیا کیونکہ الف لام عہد خارجی میں معهود کا پہلے

مذکور ہونا ضروری ہوتا ہے چاہے صراحتاً مذکور ہو یا ضمناً۔ چونکہ ماقبل میں ماتن کی عبارت فی تحریر المنطق و الکلام کے ضمن میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ماتن کی کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ منطق میں اور دوسرا کلام میں۔ اس لئے القسم الاول میں الف لام عہد خارجی کا لانا مناسب تھا کیونکہ معہود ماقبل میں فی تحریر المنطق و الکلام میں گزر چکا تھا کہ قسم اول منطق کے بارے میں ہے اور مقدمہ کا ذکر چونکہ ماقبل میں بالکل نہیں گزرا تھا اس لیے اس پر الف لام نہیں لائے اور اس کو نکرہ لائے۔

جواب (۲): یہ بھی ہو سکتا ہے کہ القسم الاول چونکہ مبتداء تھا اس کو معرفہ بنانے کیلئے الف لام کی ضرورت تھی اس لیے الف لام کے ساتھ اس کو معرفہ کیا مقدمہ یہ خبر تھا اس کو معرفہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے اس کو یہاں معرف باللام ذکر نہیں کیا۔

قوله فی المنطق: فان قيل ليس القسم الاول الا المسائل المنطقية فما توجيه الظرفية قلت يجوز ان يراد بالقسم الاول الالفاظ والعبارات وبالمنطق المعاني فيكون المعنى ان هذه الالفاظ في بيان هذه المعاني ويحتمل وجوها اخر والتفصيل ان القسم الاول عبارة عن احد المعاني السبعة اما الالفاظ او المعاني او النقوش او المركب من الاثنين او الثلاثة والمنطق عبارة عن احد معان خمسة اما الملكة او العلم بجميع المسائل او بالقدر المعتد به الذي يحصل به العصمة او نفس المسائل جميعا او نفس القدر المعتد به فيحصل من ملاحظة الخمسة مع السبعة خمسة وثلاثون احتمالا يقدر في بعضها البيان وفي بعضها التحصيل وفي بعضها الحصول حيثما وجد ه العقل السليم مناسبا

ترجمہ:- پس اگر کہا جائے کہ قسم اول سے مراد مسائل منطقیہ کے علاوہ کچھ نہیں تو ظرفیہ (الشی لنفسہ) کی توجیہ کیا ہوگی تو میں کہوں گا جائز ہے کہ قسم اول سے الفاظ اور عبارات مراد لئے جائیں اور منطق سے معانی پس مطلب یہ ہو جائے گا کہ یہ الفاظ ان معانی کے بیان میں ہیں اور یہ عبارت دوسری صورتوں کا بھی احتمال رکھتی ہے اور تفصیل یہ ہے کہ بعضہ قسم اول معانی میں سے کسی ایک سے عبارت ہے یعنی الفاظ یا معانی یا نقوش یا مرکب دو سے یا تین سے اور منطق پانچ معانی میں سے کسی ایک سے عبارت ہے یعنی ملکہ یا تمام مسائل کا علم یا قدر معتد بہ مسائل کا علم جن کے ذریعے (خطا فی الفکر سے) حفاظت ہو جائے یا نفس جمیع مسائل یا نفس قدر معتد بہ مسائل پس پانچ کوسات گئے ساتھ ضرب دینے سے پینتیس احتمالات حاصل ہونگے مقدر ہوگا ان میں سے بعض میں بیان اور بعض میں تحصیل اور بعض میں حصول جہاں اس کو عقل سلیم مناسب سمجھے۔

غرض شارح۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ ماتن کی عبارت پر ہوتا ہے۔

تشریح:۔ اس اعتراض و جواب کے سمجھنے سے پہلے ایک ضابطہ سمجھ لینا ضروری ہے۔

ضابطہ:۔ فی کلمہ یہ ظرفیت کیلئے آتا ہے جس کلمہ پر یہ فی داخل ہوتا ہے وہ ظرف بنتا ہے اور اس فی کا قائل مطروف بنتا ہے ظرف کے معنی لغت میں برتن کے آتے ہیں اور مطروف اس چیز کو کہا جاتا ہے جو اس برتن میں ہوتی ہے مثال کے طور پر کہا جائے الماء فی الكوز (پانی لوٹے میں ہے) یہاں الكوز جو فی کا مدخول ہے یہ ظرف (برتن) ہے اور الماء جو فی کا قائل ہے یہ مطروف ہے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ظرف اور چیز ہوتی ہے اور مطروف اور چیز ہوتی ہے ایک چیز طرف بھی بنے اور مطروف بھی درست نہیں الماء فی الماء اور الكوز فی الكوز کیسا درست نہیں ہوگا بلکہ طرف اور مطروف کیلئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہوں جیسے الماء فی الكوز میں طرف اور چیز ہے اور مطروف ماء اور چیز ہے اور اگر ایک ہی چیز طرف بھی بنے اور مطروف بھی تو اس کو عربی میں ظرفیۃ الشئ لنفسہ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ شئ اپنے آپ کیلئے ظرف بنی ہے اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔ اب اعتراض کا سمجھنا آسان ہو گیا۔

اعتراض:۔ ماتن نے متن میں عبارت القسم الاول فی المنطق ذکر کی ہے یہاں بھی فی المنطق میں فی ظرفیت کیلئے ہے القسم الاول سے مراد بھی مسائل منطقیہ ہیں اور المنطق سے مراد بھی مسائل منطقیہ ہیں اب مطلب اس کا یہ ہوا کہ مسائل منطقیہ مسائل منطقیہ میں ہیں اور یہ ظرفیۃ الشئ لنفسہ ہے جو کہ باطل ہے؟ اس کے دو جواب ہیں ایک مختصر اور دوسرا تفصیلی۔

﴿۱﴾ مختصر جواب:۔ مختصر جواب یہ دیا گیا ہے کہ القسم الاول سے مراد الفاظ ہیں اور المنطق سے مراد معانی ہیں تو گویا کہ ظرف اور مطروف غیر غیر ہیں ترجمہ کو صحیح بنانے کیلئے بیان کا لفظ مقدر نکالیں گے اور اب گویا کہ القسم الاول فی المنطق کا مطلب اور معنی ہذہ الالفاظ فی بیان ہذہ المعانی ہوگا کہ یہ الفاظ ان معانی کے بیان کرنے میں ہیں۔

﴿۲﴾ تفصیلی جواب:۔ اس اعتراض کے تفصیلی جوابات پینتیس (۳۵) ہیں جن کا تفصیل ابھی آرہی ہے ان جوابات سے قبل دو باتیں ضروری سمجھنی ہیں ﴿۱﴾ جو بھی کتاب ہوتی ہے اس کے سات معانی ہو سکتے ہیں (۱) کتاب فقط نقوش کا نام ہو (۲) کتاب فقط الفاظ کا نام ہو (۳) کتاب فقط معانی کا نام ہو (۴) کتاب نقوش اور الفاظ کا نام ہو (۵) کتاب نقوش اور معانی کا نام ہو (۶) کتاب الفاظ اور معانی کا نام ہو (۷) کتاب نقوش، الفاظ اور معانی کے مجموعے کا نام ہو۔

﴿۲﴾ جو بھی علم ہوگا اس کے پانچ معانی ہو سکتے ہیں (۱) ملکہ (وہ ایک ایسی استعداد کا نام ہے جو انسان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کے ذریعے وہ ہر مسئلہ کو سوچ و پچار کے بعد معلوم کر سکتا ہے) (۲) علم اس فن یا علم کے تمام مسائل کا (۳) علم اس علم یا فن کے نئے مسائل کا جن کے ذریعے غلطی سے حفاظت ہو سکے (۴) نفس جمیع مسائل (۵) نفس قدر معتد بہ جن کے ذریعے غلطی سے حفاظت ہو سکے۔

جوابات کو منطبق کرنے کا طریقہ :- اب یہاں ان احتمالات کو القسم الاول پر منطبق کرنا ہے وہ اس طرح سے کہ القسم الاول سے مراد خود کتاب ہے اور کتاب میں سات احتمالات ہیں جیسا کہ ابھی گزرا کہ القسم الاول سے مراد فقط نقوش ہوں یا فقط الفاظ ہوں یا فقط معانی ہوں انہی اور المنطق علم ہے اس میں بھی وہ پانچ احتمال ہو سکتے ہیں کہ المنطق سے مراد ملکہ ہو یا علم تمام مسائل کا ہو یا علم بعض مسائل کا انہی۔ ان سات احتمالات کو جو کہ القسم الاول سے نکلتے ہیں پانچ احتمالات سے جو کہ المنطق سے نکلتے ہیں ضرب دینے سے کل پینتیس احتمالات حاصل ہوں گے جن میں سے ہر ایک احتمال ایک مستقل جواب ہے۔

فائدہ :- معنی کو صحیح کرنے کیلئے جب المنطق سے مراد ملکہ ہو تو حصول کا لفظ محذوف نکالا جائیگا۔ اور اگر المنطق سے مراد علم جمیع المسائل یا علم بعض المسائل ہو تو اس وقت تحصیل کا لفظ محذوف نکالیں گے۔ اور اگر المنطق سے مراد نفس جمیع مسائل علم یا بعض مسائل علم ہو تو بیان کا لفظ محذوف نکالیں گے۔

اب تمام احتمالات بالتفصیل ذکر کئے جاتے ہیں اور ہر احتمال ایک مستقل جواب ہے جیسا کہ گزرا ہے۔

پہلی صورت جبکہ المنطق سے مراد ملکہ ہو تو القسم الاول میں سات احتمالات اس طرح بنیں گے۔

﴿۱﴾ القسم الاول سے مراد نقوش اور المنطق سے مراد ملکہ۔ اب عبارت یوں ہوگی النقوش فی حصول الملکہ۔

﴿۲﴾ القسم الاول سے مراد الفاظ ہوں یعنی الالفاظ فی حصول الملکہ ﴿۳﴾ المعانی فی حصول الملکہ

﴿۴﴾ النقوش والالفاظ فی حصول الملکہ ﴿۵﴾ النقوش والمعانی فی حصول الملکہ ﴿۶﴾ الالفاظ

والمعانی فی حصول الملکہ ﴿۷﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی حصول الملکہ۔

دوسری صورت کہ المنطق سے مراد علم جمیع المسائل ہو اور القسم الاول سے مراد سات احتمالات مذکورہ میں سے کوئی ہو۔

﴿۸﴾ المنطق سے مراد علم جمیع المسائل ہو اور القسم الاول سے مراد نقوش ہوں یعنی النقوش فی تحصیل العلم

بجمیع المسائل ﴿۹﴾ الالفاظ فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۰﴾ المعانی فی تحصیل العلم

بجميع المسائل ﴿۱۱﴾ النقوش والالفاظ فی تحصیل العلم بجميع المسائل ﴿۱۲﴾ النقوش والمعانی فی
 تحصیل العلم بجميع المسائل ﴿۱۳﴾ الالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم بجميع المسائل
 ﴿۱۴﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم بجميع المسائل

تیسری صورت کہ المنطق سے مراد علم بعض المسائل ہو اور القسم الاول میں سات احتمالات ہوں

﴿۱۵﴾ المنطق سے مراد علم بعض المسائل اور القسم الاول سے مراد نقوش ہوں تو عبارت یوں ہوگی النقوش فی
 تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۶﴾ الالفاظ فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۷﴾ المعانی فی
 تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۸﴾ النقوش والالفاظ فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۹﴾ النقوش
 والمعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۲۰﴾ الالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل
 ﴿۲۱﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل

چوتھی صورت کہ المنطق سے مراد نفس جميع المسائل ہوں اور القسم الاول میں سات احتمالات مذکورہ ہوں۔

﴿۲۲﴾ النقوش فی بیان نفس جميع المسائل ﴿۲۳﴾ الالفاظ فی بیان نفس جميع المسائل
 ﴿۲۴﴾ المعانی فی بیان نفس جميع المسائل ﴿۲۵﴾ النقوش والالفاظ فی بیان نفس جميع المسائل
 ﴿۲۶﴾ النقوش والمعانی فی بیان نفس جميع المسائل ﴿۲۷﴾ الالفاظ والمعانی فی بیان نفس جميع
 المسائل ﴿۲۸﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی بیان نفس جميع المسائل

پانچویں صورت کہ المنطق سے مراد نفس بعض مسائل اور القسم الاول سے مراد سات احتمالات مذکورہ ہوں۔

﴿۲۹﴾ النقوش فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۰﴾ الالفاظ فی بیان نفس بعض المسائل
 ﴿۳۱﴾ المعانی فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۲﴾ النقوش والالفاظ فی بیان نفس بعض المسائل
 ﴿۳۳﴾ النقوش والمعانی فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۴﴾ الالفاظ والمعانی فی بیان نفس بعض
 المسائل ﴿۳۵﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی بیان نفس بعض المسائل

یہ پینتیس احتمالات ہیں ہر احتمال ایک مستقل جواب ہے ان میں سے ہر ایک میں طرف اور مظروف غیر غیر ہیں ان

احتمالات میں سے ہر ایک میں طرف اور چیز ہے اور مظروف اور ہے ظرفیۃ الشئ لنفسہ یہاں نہیں ہے۔

نفس القدر	نفس جمیع	العلم	العلم بجمیع	ملکہ	منطق میں	فہم الاول میں احتمالات سمجھ
المعتد بہ	النسائل	بالقدر المعتد بہ	النسائل		احتمالات	
بیان	بیان	تحصیل یا حصول	تحصیل یا حصول	تحصیل		
ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	صرف الفاظ	
ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	صرف معانی	
ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	صرف نقوش	
ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	الفاظ و معانی	
ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	الفاظ و نقوش	
ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	معانی و نقوش	
ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	الفاظ و معانی و نقوش	

قوله مقدمة: ای هذه مقدمة بين فيها امور ثلاثة رسم المصنف وبيان الحاجة اليه و موضوعه وهي ما اخوذة من مقدمة الجيش والمراد منها ههنا ان كان الكتاب عبارة عن الالفاظ والعبارات طائفة من الكلام قدمت امام المفصود لارتباط المقصود بها ونفعها فيه وان كان عبارة عن المعاني فالمراد من المقدمة طائفة من المعاني يوجب الاطلاع عليها بصيرة في الشروع وتجويز الاحتمالات الاخر في الكتاب يستدعي جوازها في المقدمة التي هي جزؤه لكن القوم لم يزيدوا على الالفاظ والمعاني في هذا الباب

ترجمہ: یعنی هذه مقدمة اس میں تین امور بیان کئے جائیں گے منطق کی تعریف اور اس کی طرف حاجت کا بیان اور اس کا موضوع اور یہ مقدمة الجيش سے ماخوذ ہے اور یہاں مقدمہ سے مراد اگر کتاب نام ہو الفاظ اور عبارات کا یہ ہے کہ وہ مقدمہ کلام کا ایسا ٹکڑا ہے جو مقصود سے پہلے ہو واسطے مرتبط ہونے مقصود کے اس کے ساتھ اور اس کے اس مقصود میں نفع دینے کیلئے اور اگر کتاب معانی کا نام ہو تو مقدمہ سے مراد معانی کا وہ ٹکڑا ہے جس پر مطلع ہونا شروع فی العلم میں بصیرت کو واجب کرتا ہے اور

کتاب میں دیگر احتمالات کو جائز رکھنا مقدمہ میں بھی ان احتمالات کے جواز کو چاہتا ہے وہ مقدمہ جو کتاب کا جزو ہے لیکن قوم نے اس باب میں الفاظ اور معانی پر (دیگر احتمالات کا) اضافہ نہیں کیا۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تو ضیح متن ہے مقدمہ کے بارے میں چند تحقیقات ہیں جن کا ذکر مرقات میں بھی گزرا ہے۔
(۱) تحقیق ترکیبی (۲) تحقیق صیغوی (۳) تحقیق ماخوذی (۴) تحقیق اشتہالی (۵) تحقیق معنوی

علامہ یزدی نے اپنے اس قول میں صیغوی تحقیق کو بیان نہیں کیا باقی چار تحقیقوں کو بیان کیا ہے وہ ہذہ مقدمہ سے ترکیبی تحقیق کو وہی ماخوذة من مقدمة الجیش سے ماخوذی تحقیق کو بین فیہا امور ثلاثہ کی عبارت سے تحقیق اشتہالی کو اور المراد منها ہلہنا ان کان الكتاب سے معنوی تحقیق کو بیان کیا ہے۔

﴿۱﴾ ترکیبی تحقیق:۔ مقدمہ کی ترکیبی تحقیق یہ ہے کہ لفظ مقدمہ کو مرفوع بھی پڑھا جاسکتا ہے اور منصوب و مجرور بھی۔ مرفوع پڑھنے کی صورت میں دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں (۱) مقدمہ کو خبر بنایا جائے مبتدا محذوف کیلئے ای ہذہ مقدمہ (۲) مقدمہ کو مبتدا بنایا جائے اور ہذہ کو اس کی خبر مانا جائے ای مقدمہ ہذہ (۳) منصوب پڑھنے کی صورت میں ایک ترکیب ہو سکتی ہے کہ اس کو فعل محذوف کیلئے مفعول بہ بنایا جائے وہ فعل محذوف دو قسم کے نکالے جاسکتے ہیں یعنی خذ المقدمة او بحث المقدمة

(۲) مجرور ہونے کی حالت میں مضاف الیہ بنایا جائے گا بحث کا ای ہذا بحث المقدمة (۵) اس پر کوئی اعراب نہ پڑھا جائے جیسے اسمائے اعداد انسان، ثلاثہ وغیرہ کو بغیر اعراب کے پڑھا جاتا ہے اسی طرح اس کو بھی بغیر کسی اعراب کے پڑھا جائے۔ یہاں کل پانچ ترکیبیں ہوئیں ان پانچ میں سے صرف پہلی ترکیب (ہذہ کو مبتدا اور مقدمہ کو اس کی خبر بنایا جائے)

رانج ہے باقی ترکیبیں مرجوح ہیں۔ باقی ترکیبوں کے مرجوح ہونے کی علت ترتیب وار اس طرح سمجھیں (۲) مرفوع پڑھنے کی حالت میں مقدمہ کو مبتدا بنانا اس لئے مرجوح ہے کیونکہ نکارت مبتدا (مبتدا کا نکرہ ہونا) کی خرابی لازم آتی ہے۔

(۳) منصوب پڑھنے کی صورت میں مقدمہ کو مفعول بہ بنانا بھی درست نہیں کیونکہ اس صورت میں فعل و قاعل یعنی جملہ محذوف ماننا پڑتا ہے اور کثرت حذف یہ نتیجہ ہے (۴) مجرور پڑھ کر اس کو مضاف الیہ بنانے کی صورت میں بھی کثرت حذف لازم آتا ہے

کہ مبتدا اور مضاف دو چیزوں کو محذوف ماننا پڑتا ہے یعنی ہذا بحث کو مقدر ماننا پڑتا ہے (۵) مقدمہ کو بغیر اعراب کے اسمائے اعداد کی طرح پڑھنا بھی مرجوح ہے کیونکہ کلام عرب میں کسی کلمہ کو بغیر اعراب کے نہیں پڑھا جاتا اصل کلام عرب میں یہ ہے کہ اس کلمہ پر اعراب پڑھا جائے۔

﴿۲﴾ صیغوی تحقیق: دوسری تحقیق مقدمہ میں صیغوی ہے کہ مقدمہ یہ صیغہ کونسا ہے اسم فاعل کا صیغہ ہے یا اسم مفعول کا صیغہ ہے راجح قول یہی ہے کہ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اس وقت اس کے معنی ہونگے آگے کرنے والا۔ اس صورت میں اعتراض ہوتا ہے کہ مقدمہ تو خود آگے ہونے والا ہے آگے کرنے والا تو نہیں اس کے دو جواب ہیں۔

جواب (۱): اس صورت میں مقدمہ کو مقدمہ کے معنی میں کر لیں گے یعنی باب تفعیل کے اسم فاعل کو باب تفعیل کے اسم فاعل کے معنی میں کریں گے تو اب مقدمہ ہو جائے گا اور اب اس کا معنی درست ہے کہ آگے ہونے والا۔

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ آپ کے اختیار میں ہے کہ جہاں چاہو تو باب تفعیل کو باب تفعیل کے معنی میں کر دو تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں بھی باب تفعیل کو باب تفعیل میں استعمال کیا گیا ہے جیسے وتبتل الیہ تبتلا۔ یہاں تبتل باب تفعیل کا صیغہ ہے اس کا مصدر تبتلا ہے چاہے تھا لیکن اس کا مصدر باب تفعیل کے وزن پر تبتلا آیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ باب تفعیل، تفعیل کی طرف اور باب تفعیل تفعیل کی طرف عدول کرتا رہتا ہے۔

جواب (۲): یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مقدمہ کو اسم فاعل کے وزن پر ہی پڑھا جائے پھر مطلب یہ ہوگا کہ آگے کرنے والا یہ معنی بھی صحیح ہے کیونکہ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ مقدمہ عالم کو جاننے سے آگے کرنے والا ہے یعنی جو شخص مقدمہ کے بارے میں علم رکھتا ہے وہ اس شخص سے جو مباحث مقدمہ کا علم نہیں رکھتا علم میں زیادہ قوی ہوگا۔

دوسری صورت اس میں یہ بھی ہے کہ اس کو اسم مفعول کے وزن پر مقلعہ پڑھا جائے اس وقت معنی تو درست بنتا ہے کہ آگے کیا ہوا لیکن علامہ زبیری نے لکھا ہے کہ یہ خلف عن قول السلف ہے یعنی سلف میں سے کسی نے بھی اس کا قول نہیں کیا کہ یہ مقلعہ ہے اس لئے صحیح نہیں۔

﴿۳﴾ تحقیق ماخذی: تیسری تحقیق لفظ مقدمہ میں ماخذی ہے ماخذی تحقیق کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ مقدمہ کس سے نکلا ہے سو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ مقدمہ الجیش سے نکلا ہے مقدمہ الجیش بڑی فوج کے ایک چھوٹے سے دستہ کو کہا جاتا ہے جو کہ فوج سے پہلے آگے بھیج دیا جاتا ہے تاکہ وہ آگے جا کر کمپ لگائے اور فوج کیلئے بندوبست کرے تاکہ بعد میں آنے والی بڑی فوج کو کوئی دقت و مشقت نہ اٹھانی پڑے اس فوج کے چھوٹے دستے کو مقدمہ الجیش کہتے ہیں یہ مقدمہ کا لفظ بھی اسی سے نکلا ہے اس کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ جیسے وہ چھوٹا دستہ آگے جا کر بڑی فوج کیلئے انتظامات کرتا ہے تاکہ بڑی فوج کو بعد میں تکلیف نہ ہو ایسے ہی مقدمہ میں کچھ چھوڑے سے ایسے مسائل بیان کیے جاتے ہیں جن کے سمجھنے سے

آنے والے بڑے اور مقصودی مضامین کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے آنے والے مسائل کے سمجھنے میں دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔

﴿۴﴾ اشتہالی تحقیق:۔ اشتہالی تحقیق کا مطلب یہ ہے کہ یہ مقدمہ کن مضامین پر مشتمل ہوگا۔ یعنی اس مقدمہ میں کن چیزوں کو بیان کیا جائے گا بیسن فیہا امور ثلاثہ کی عبارت میں اس تحقیق کو یزدی صاحب نے بیان کیا ہے کہ مقدمہ تین چیزوں پر مشتمل ہے (۱) مقدمہ میں علم منطوق کی تعریف بیان کی جائے گی (۲) منطوق کی احتیاجی بیان کی جائے گی جس کے ضمن میں غرض منطوق بھی واضح ہو جائے گی (۳) منطوق کا موضوع بیان کیا جائے گا۔

﴿۵﴾ معنوی تحقیق:۔ یعنی لفظ مقدمہ کا معنی کیا ہے اس کو یزدی صاحب نے والمصراد منہا الخ میں بیان کیا۔

معنوی تحقیق کے سمجھنے سے پہلے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ مقدمہ دو قسم پر ہے۔ ایک مقدمہ الکتاب دوسرا مقدمہ العلم۔ منطوق کی کتابوں میں اور عام کتابوں میں جو مقدمہ بیان کیا جاتا ہے وہ مقدمہ العلم ہوتا ہے البتہ مختصر المعانی کے شروع میں جو مقدمہ ہے وہ مقدمہ الکتاب ہے کتاب کے اندر چونکہ سات احتمالات تھے لہذا اگر کتاب سے مراد الفاظ بعد نقوش ہوں تو اس وقت مقدمہ کا معنی یہ ہوگا کہ مقدمہ کلام کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جو اصل مقصود سے پہلے بیان کیا جاتا ہے اسلئے کہ مقصود کا اس سے تعلق ہوتا ہے یا یہ ٹکڑا الفاظ کا مقصود کے سمجھنے میں نفع مند ہوتا ہے اور اگر کتاب سے مراد معانی ہوں تو اس وقت مقدمہ کا معنی یہ ہوگا کہ مقدمہ معانی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جن پر علم میں علی وجہ البصیرۃ شروع ہونا موقوف ہو یعنی علم میں علی وجہ البصیرۃ شروع ہونے کیلئے ان معانی کا جاننا ضروری ہو اس مقام میں جیسے کتاب کے اندر سات احتمالات نکلتے تھے ایسے ہی لفظ مقدمہ کے معنی میں بھی وہ احتمالات بدستور نکل سکتے ہیں لیکن منطقیوں نے صرف یہاں دو احتمالات ہی کو بیان کیا ہے زیادہ کو بیان نہیں کیا یعنی صرف الفاظ اور معانی والے دو احتمالات کو منطقیوں نے ذکر کیا ہے باقی پانچ احتمالات کو ذکر نہیں کیا۔

فائدہ: مقدمہ العلم و مقدمہ الکتاب میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے مقدمہ الکتاب یہ عام مطلق ہے اور مقدمہ العلم یہ خاص مطلق ہے جہاں مقدمہ العلم ہوگا وہاں مقدمہ الکتاب ضرور ہوگا کیونکہ مقدمہ العلم تو معانی کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو کہ مقصود کے شروع کرنے میں مفید ہوتا ہے جہاں معانی ہو گئے وہاں الفاظ ضرور ہونگے اسلئے یہاں مقدمہ الکتاب ضرور ہوگا لیکن جہاں مقدمہ الکتاب ہو وہاں ضروری نہیں کہ مقدمہ العلم بھی ہو کیونکہ مقدمہ الکتاب تو الفاظ کے ایک ٹکڑے کا نام ہے جو کہ مقصود سے پہلے بیان ہوتا ہے جہاں الفاظ ہوں وہاں معانی کا ہونا ضروری نہیں اسلئے یہاں مقدمہ العلم کا ہونا بھی ضروری نہیں

قوله العلم: هو الصورة الحاصلة من الشيء عند العقل والمصنف لم يتعرض لتعريفه

لأنه لا اكتفاء بالتصور بوجه ما في مقام التقسيم وأما لأن تعريف العلم مشهور مستفيض وأما

لأن العلم بدیهی التصور علی ما قبل

ترجمہ: علم وہ کسی شی کی عقل کے نزدیک حاصل ہونے والی صورت کا نام ہے اور مصنف نے نہیں درپے ہوا اس کی تعریف کو

ذکر کرنے کے یا تو مقام تقسیم میں علم کے تصور بوجہ ما پر اکتفاء کرنے کی وجہ سے یا اسلئے کہ علم کی تعریف مشہور و معروف ہے یا اسلئے

کہ علم بدیهی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اغراض شارح: اس قول کی غرض دو چیزیں ہیں (۱) مصنف نے علم کی تعریف نہیں کی یزدی صاحب اس کی تعریف بیان کر

رہے ہیں (۲) باتن پر ہونے والے (اعتراض کہ علم کی تعریف کے بغیر اسکی تقسیم شروع کر دی) کے جوابات دینا۔ اس اعتراض

کے یزدی نے تین جوابات دیئے ہیں۔

علم کی تعریف: بالصورة الحاصلة من الشيء عند العقل (کسی شی کی صورت کا عقل کے ہاں حاصل ہو جانا)

اعتراض: ماتن علامہ تفتازانی پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے علم کی تعریف کے بغیر اسکی تقسیم شروع کر دی ہے حالانکہ تقسیم

سے پہلے تو معرف کی تعریف کی جاتی ہے اس اعتراض کے یزدی نے تین جواب دیئے ہیں۔

جواب (۱): ماتن نے علم کی تعریف اسلئے نہیں کی کیونکہ مقام تقسیم میں تصور بوجہ ما کافی ہوتا ہے تقسیم کیلئے۔ تصور بوجہ ما کا

مطلب ہے مختصر تصور علم کا۔ تصور بوجہ مادہ دانستن (جاننا) ہے یعنی اتنا معلوم کر لیا کہ علم کا معنی جاننا ہے یہ علم کی تقسیم کیلئے کافی

ہے اور اتنا تو معلوم تھا اس لئے تعریف نہیں کی۔

جواب (۲): علم کی تعریف مشہور و معروف تھی کہ علم اس صورت کو کہتے ہیں جو کسی شی کی عقل کے نزدیک حاصل ہوتی ہے اسی

شہرت پر اکتفاء کرتے ہوئے علم کی تعریف نہیں کی۔

جواب (۳): علم بدیهی تھا جیسا کہ امام رازی کا مذہب بھی یہی ہے اور تعریف تو نظری چیز کی کی جاتی ہے علم چونکہ بدیهی

تصور تھا اس لئے علم کی تعریف نہیں کی۔

قائدہ: علم کی تعریف کیا ہے؟ منطقیوں کا علم کی تعریف میں اختلاف ہے۔ علم کی پانچ تعریفیں کی گئی ہیں لیکن شارح نے

مصورۃ الحاصلة الخ والی تعریف کو اختیار کیا اس کی وجہ اور وہ پانچ تفریضیں مکمل سمجھنے سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

تمہید (۱): اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دماغ دیا ہے یہ ایک آئینہ ہے جیسے شیشے کا آئینہ ہوتا ہے جیسے شیشے کے سامنے جس چیز کی صورت کو بھی رکھا جائے تو اس شی کی صورت شیشے میں نقش ہو جاتی ہے ایسے ہی دماغ کے سامنے جس چیز کی صورت کو بھی رکھا جائے تو اس شی کی صورت بھی دماغ میں نقش ہو جاتی ہے دماغ کے آئینہ اور شیشے کے آئینے میں اتنا فرق ہے کہ شیشے کے آئینے میں صرف محسوس و مبصر چیزوں کی شکلیں آتی ہیں مثلاً درختوں، پہاڑوں اور انسانوں وغیرہ کی شکلیں اس میں آتی ہیں معقولی چیز کی شکلیں مثلاً محبت، بغض، حسد، عداوت، کی شکلیں اس آئینہ میں نہیں آتیں۔ لیکن دماغ کا آئینہ یہ ایک ایسا آئینہ ہے کہ اس میں محسوسات کی شکلیں بھی آتی ہیں اور معقولیات کی شکلیں بھی آتی ہیں۔

تمہید (۲): جب بھی انسان کسی شی کا علم حاصل کرے گا تو اس کیلئے وہ معلوم شی کا اس عالم کے پاس موجود ہونا ضروری ہوگا ورنہ تو علم حاصل نہیں ہوگا۔ دلیل اس بات کی کہ معلوم شی کا اس عالم کے پاس موجود ہونا ضروری ہے وہ یہ کہ اگر معلوم شی کا موجود ہونا ضروری نہ ہوتا تو پھر ہر شخص یہ دعویٰ کر سکتا تھا کہ مجھے کائنات کی تمام چیزوں کا علم ہے۔ لیکن کائنات کی تمام چیزوں کو کسی نے نہیں دیکھا اس لئے کوئی یہ دعویٰ بھی نہیں کر سکتا اور اگر بالفرض کوئی یہ دعویٰ کرے بھی کہ مجھے فلاں شی کا علم ہے اور اس نے اس شی کو دیکھا بھی نہ ہو تو اس کو اپنے اس دعوے میں مہوٹا سمجھا جائے گا اس سے یہ معلوم ہوا کہ معلوم شی کا عالم کے پاس موجود ہونا ضروری ہے چاہے معلوم کی ذات عالم کے پاس موجود ہو یا معلوم کی صورت، اگر معلوم کی ذات عالم کے پاس موجود ہو تو اس کو علم حضوری کہتے ہیں جیسے انسان کا علم اپنی ذات کے بارے میں۔ انسان کی قوت عاقلہ یہ عالم ہے اور وجود انسانی معلوم ہے جو کہ اس قوت عاقلہ کے سامنے موجود ہے۔ اور اگر وہ معلوم شی کی ذات تو عالم کے پاس موجود نہ ہو لیکن عالم کے ذہن میں اس کی صورت موجود ہو تو اس کو علم حصولی کہیں گے جیسے زید نے مرد کو ایک مرتبہ دیکھا پھر زید کے سامنے کبھی کسی نے مرد کا نام لیا تو تھوڑے غور کے بعد زید کو عمر کا علم آ گیا اگرچہ یہاں عمر کی ذات تو زید کے پاس موجود نہیں لیکن عمر کی صورت زید کے ذہن میں ہے ان دونوں علموں میں سے ہر ایک کی عالم کے اعتبار سے پھر دو قسمیں ہیں عالم اگر قدیم ہے تو اس کا علم بھی قدیم ہوگا اور اگر عالم حادث ہے تو پھر اس کا علم بھی حادث ہوگا اس اعتبار سے علم کی چار قسمیں بیان جائیں گی۔

(۱) علم حضوری قدیم (۲) علم حصولی حادث (۳) علم حصولی قدیم (۴) علم حصولی حادث۔

(۱) علم حضوری قدیم کی مثال :- جیسے اللہ تعالیٰ کا علم اپنی ذات کے بارے میں اور تمام کائنات کے بارے میں یہ علم حضوری قدیم ہے حضوری تو اس لئے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود ہے اور قدیم اس لئے کہ عالم یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے قدیم اس کو کہتے ہیں جس کی نہ ابتداء ہو اور نہ انتہاء ہو۔

(۲) علم حضوری حادث کی مثال :- جیسے انسان کا علم اپنی ذات کے بارے میں علم حضوری حادث ہے حضوری تو اس لئے کہ انسان کی ذات قوت عاقلہ (عالم) کے سامنے موجود ہے اور حادث اس لئے کہ یہاں عالم حادث ہے۔

(۳) علم حصولی قدیم کی مثال :- جیسے عقول عشرہ جو کہ مناطہ کے نزدیک قدیم ہیں اہل سنت والجماعت کے ہاں یہ قدیم نہیں مناطہ کے مذہب کے اعتبار سے عقول عشرہ جن کو دس فرشتے بھی کہا جا سکتا ہے ان کا علم تمام کائنات کے بارے میں یہ علم حصولی قدیم ہے حصولی تو اس لئے ہے کہ وہ صورت کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں اور قدیم اس لئے کہ عقول عشرہ جو کہ عالم ہیں مناطہ کے ہاں یہ قدیم ہیں۔

(۴) علم حصولی حادث کی مثال :- جیسے زید کا علم عمرو کے بارے میں جیسا کہ باقل میں گزرا یہ علم حصولی حادث ہے حصولی تو اس لئے کہ معلوم کی صورت موجود ہے اور حادث اس لئے کہ عالم یعنی انسان کی قوت عاقلہ یہ حادث ہے۔

تمہید ﴿۳﴾ :- جہاں بھی انسان کسی چیز کا علم حاصل کرے گا تو وہاں پانچ چیزیں ضرور ہوں گی (۱) وہ معلوم چیز عقل کے سامنے موجود ہوگی خواہ ذات کے اعتبار سے یا صورت کے اعتبار سے اس کو منطقی الحاضر عند المدرك کہتے ہیں (۲) اس معلوم شی کی صورت کا ذہن میں نقش ہو جانا اس کو منطقی الصورة الحاصلة من الشی عند العقل سے تعبیر کرتے ہیں (۳) اس معلوم شی کی صورت کا ذہن میں حاصل ہونا یہ معنی مصدری اس کو منطقی حصول صورة الشی فی العقلا سے تعبیر کرتے ہیں (۴) نفس یعنی عقل کا اس معلوم شی کی صورت کو قبول کر لینا اس کو منطقی قبول النفس لتلك الصور سے تعبیر کرتے ہیں (۵) عالم اور معلوم کے درمیان تعلق کا ہونا اس کو منطقی الاضافة بین العالم والمعلوم سے تعبیر کرتے ہیں

اب مناطہ کا علم کی تعریف میں اختلاف ہے۔ وہ اختلاف صرف تعین کے بارے میں ہے ان پانچ چیزوں کے ہونے کا ہر منطقی قائل ہے لیکن علم ان پانچ چیزوں میں سے کس کا نام ہے اس میں پھر اختلاف ہے بعض نے الصورة الحاصلة الخ کو علم کہا بعض نے حصول صورة الشی الخ وغیرہ کو علم کہا۔

اعتراض :- یہاں شارح یزدی پر اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے علم کی جو پانچ تعریفیں کی جاتی ہیں ان میں سے الصورة

الحاصلة من الشئ عند العقل کو کیوں اختیار کیا؟ عام طور پر تو مناطقا اپنی کتابوں میں حصول صورة الشئ فی العقل والی تعریف کو ذکر کرتے ہیں یزدی نے اس تعریف کو کیوں ترجیح دی؟

جواب:- یزدی نے الصورة الحاصلة من الشئ عند العقل والی تعریف کو ترجیح چند وجوہات کی بناء پر دی ہے۔

پہلی وجہ:- ماتن نے جو علم کی تقسیم آگے بدیہی اور نظری کی طرف کی ہے اس میں علم نظری کے حصول کیلئے غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے اور نظر و فکر کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ چند امور معلومہ کو ترتیب دینا ایسے طریقے سے کہ ان کے ذریعے مجہول چیز حاصل ہو جائے امور معلومہ کے ترتیب دینے کو کسب کہتے ہیں اور مجہول کا اس کے ذریعے سے حاصل کرنا اسکو کتاب کہتے ہیں یہ کسب و کتاب الصورة الحاصلة والی تعریف میں تو ہو سکتا ہے باقی چاروں میں نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ان میں معنی مصدری ہے اور معنی مصدری نہ کسب ہوتا ہے اور نہ ممکن ہوتا ہے اس لئے یزدی نے اس تعریف کو ترجیح دی ہے۔

دوسری وجہ:- حصول صورة الشئ فی العقل میں توفی طرفیت کیلئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شئی کی صورت کا عقل میں حاصل ہو سکا علم کہتے ہیں اگر وہ عقل میں صورت حاصل نہ ہو تو اسکو علم نہیں کہتے اس تعریف کے مطابق کلیات کا علم تو علم کی تعریف میں داخل ہوتا ہے کیونکہ ان کا علم عقل میں حاصل ہوتا ہے لیکن جزئیات کا علم اس تعریف سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عقل میں نہیں بلکہ قوت و ہمہ میں حاصل ہوتا ہے جو کہ عقل کے قریب ہے اسلئے الصورة الحاصلة والی معنی کو ترجیح دی تاکہ علم کی تعریف کلیات و جزئیات دونوں کے علم کو شامل ہو جائے اب چونکہ اس تعریف میں فی طرفیت والی نہیں اب معنی یہ ہوگا کہ عقل کے نزدیک کسی شئے کی صورت کا حاصل ہونا چاہے وہ عقل میں حاصل ہو یا عقل کے نزدیک قوت و ہمہ میں ہر دو صورتوں میں عقل کے نزدیک تو ہے۔

تیسری وجہ:- حصول صورة الشئ میں صورت کی اضافت شی کی طرف ہے اس اضافت کا تقاضا یہ ہے کہ شی کی صورت صادق اگر ذہن میں چاہئے یعنی علم صادق ہو تو اس کو علم کہا جائے اور اگر اس شی کی صورت ذہن میں نہ چاہئے بلکہ صورت کسی خارجی شی کی ذہن میں چاہئے یعنی علم کاذب ہو تو اس کو علم نہ کہا جائے یزدی نے الصورة الحاصلة والی معنی کو ذکر کر کے علم صادق اور کاذب دونوں کو علم کی تعریف میں داخل کر دیا اس میں چونکہ اضافت صورت کی شی کی طرف نہیں اس لئے اب معنی یہ ہوگا کہ ان شی کی صورت کاذب میں حاصل ہو جانا چاہئے صورت صادق ہو یا کاذب۔

چوتھی وجہ:- حصول صورة الشئ فی العقل کے ساتھ جن لوگوں نے علم کی تعریف کی ہے انہوں نے ہی حصول صور

کے معنی میں کیا اور پھر صورت موصوف کو پہلے کر کے الحاصلہ صفت کو بعد میں لا کر صورت الحاصلہ الخ معنی کیا یزدی کہتا ہے کہ میں نے یہ تکلف نہیں کیا بلکہ ابتداء ہی سے صورت الحاصلہ کہہ دیا اس میں کوئی خرابی ہے۔

پانچویں وجہ:- اس کے سمجھنے سے پہلے اس بات کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ علم کی جو ہم تقسیم تصور و تصدیق یا بدیہی و نظری کی طرف کر رہے ہیں یہ تقسیم علم حصولی حادث کی ہے علم حضوری کی یہ تقسیم نہیں نیز علم حصولی قدیم کی بھی یہ تقسیم نہیں کیونکہ علم کی یہ تقسیم علم حصولی حادث کے اعتبار سے تھی اسلئے یزدی صاحب نے صورت الحاصلہ من الشیء عند العقل والی تعریف کی ہے تاکہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ یہ علم حصولی حادث کی تقسیم ہے۔ وہ اشارہ اس تعریف سے اس طرح ہوا کہ جب انہوں نے صورت کا لفظ اس تعریف میں بولا تو علم حضوری نکل گیا کیونکہ وہاں صورت نہیں ہوتی بلکہ ذات ہوتی ہے جب الحاصلہ کا لفظ بولا تو اس سے علم حصولی قدیم نکل گیا کیونکہ الحاصلہ کا معنی تو یہ ہے کہ پہلے نہ ہو اور اب حاصل ہو اور قدیم تو اس کو کہتے ہیں جو ازل سے ابد تک ہو۔

قوله ان كان اذعاناً للنسبة: ای اعتقاداً للنسبة الخبرية الثبوتية كالاذعان بان زيدا قائم او السلبية كالا اعتقاد بانہ ليس بقائم فقد اختار مذهب الحكماء حيث جعل التصديق نفس الاذعان والحكم دون المجموع المركب منهم ومن تصور الطرفين كما زعمه الامام الرازي واختار مذهب القدماء حيث جعل متعلق الاذعان والحكم الذي هو جزء اخير للقضية هو النسبة الخبرية الثبوتية او السلبية لا وقوع النسبة الثبوتية التقييدية او لا وقوعها وس سير الى تاليف اجزاء القضية في مباحث القضايا

ترجمہ:- یعنی علم اگر نسبت خبریہ ثبوتیہ کا اعتقاد ہو (تو تصدیق ہے) جیسے زید کے قائم ہونے کا اعتقاد یا (نسبت خبریہ) سلبیہ کا اعتقاد ہو جیسے زید کے قائم نہ ہونے کا اعتقاد۔ پس مصنف نے حکماء کے مذہب کو اختیار فرمایا ہے اس طرح کہ نفس اعتقاد اور حکم کو تصدیق قرار دیا ہے نہ کہ تصور طرفین اور حکم کے مجموعہ مرکب کو۔ جیسا کہ گمان کیا ہے اس کو امام رازی نے۔ اور ماتن نے حقد میں کا مذہب اختیار کیا ہے کیونکہ اذعان و حکم کا متعلق قضیہ کی اس جزو اخیر کو قرار دیا ہے جو نسبت خبریہ ثبوتیہ یا سلبیہ ہے۔ نسبت ثبوتیہ تقييدية کے وقوع یا لا وقوع کو اذعان و حکم کا متعلق نہیں قرار دیا مصنف عنقریب اشارہ فرمائیں گے مباحثہ قضایا میں اجزاء قضیہ کے تین ہونے کی طرف۔

اغراض شارح:۔ ای اعتقاداً للنسبة الخ سے فقد اختار تک صرف توضیح متن ہے اور فقد اختار سے لیکر و سبب تک غرض شارح دو مختلف فیہ مسکولوں کو بیان کرنا ہے اور ماتن کے مذہب کو متعین کرنا ہے اور و سبب سے لے کر آخر تک غرض شارح ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

ان کان اذعاناً للنسبة:۔ یہاں اذعان کا معنی اعتقاد کا ہے یقین کا نہیں کیونکہ اگر یقین والا معنی ہو تو پھر تصدیق کے نیچے علم کے تین اقسام علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین تو داخل ہوں گے۔ باقی تین قسم جہل مرکب، تقلید، ظن غالب داخل نہیں ہوں گے کیونکہ ان میں نسبت کا گمان غالب تو ہوتا ہے لیکن یقین نہیں ہوتا اس لئے اس نے اعتقاد کا معنی کیا ہے کہ نسبت خبری کا گمان غالب ہو تو وہ تصدیق ہے ان چھ قسموں میں گمان غالب سب میں ہوتا ہے لہذا اب تصدیق کے نیچے علم کی چھ قسمیں (۱) جہل مرکب (۲) تقلید (۳) ظن (۴) علم الیقین (۵) عین الیقین (۶) حق الیقین یہ داخل ہوں گی۔

فقد اختار مذهب الحكماء الخ:۔ یہاں سے لیکر و سبب تک یزدی کی غرض دو مختلف فیہ مسائل بیان کرنا اور ان میں ماتن یعنی تفتازانی کے مذہب کو متعین کرنا مقصود ہے۔

پہلا مسئلہ مختلف فیہ:۔ وہ یہ ہے کہ آیا تصدیق بسیط ہے یا کہ مرکب حکماء کے ہاں تصدیق بسیط ہے اور امام رازی کے ہاں تصدیق مرکب ہے۔ امام رازی اور حکماء کے مذہب میں تین قسم کا فرق ہے۔

پہلا فرق:۔ حکماء کے ہاں تصورات ثلاثہ (موضوع کا تصور، محمول کا تصور، نسبت تامہ کا تصور) تصدیق کیلئے شرط ہیں اور امام رازی کے نزدیک تصدیق کا شرط (جزو) ہیں۔

دوسرا فرق:۔ حکماء کے ہاں حکم عین تصدیق ہے اور امام رازی کے نزدیک حکم جزو تصدیق ہے۔

تیسرا فرق:۔ حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہے اور امام رازی کے نزدیک تصدیق مرکب ہے۔

یہاں یزدی نے یہ بات واضح کر دی کہ علامہ تفتازانی کا مذہب حکماء والا ہے یعنی تفتازانی کے ہاں تصدیق بسیط ہے وہ اس طرح معلوم ہوا کہ تفتازانی نے علم کی تعریف میں کہا کہ اگر نسبت خبری کا گمان غالب ہو تو وہ تصدیق ہے یہاں تصدیق میں یہ تصدیق خبر ہے مبتداء ہی مذبذوب ہے مطلب یہ ہوگا کہ نسبت خبری کا گمان غالب ہو تو وہ نسبت تصدیق ہے نہ کہ مجموعہ تصورات ثلاثہ اور حکم۔

دوسرا مسئلہ مختلف فیہ: آیا قضیہ کے اجزاء تین ہیں یا چار؟ آئیں متقدمین مناطقہ اور متاخرین مناطقہ کا آپس میں اختلاف ہے متقدمین کا مذہب:- اجزاء قضیہ تین ہیں اس کی مختصری وجہ اور پس منظر یہ ہے کہ قدماء کہتے ہیں کہ تصور اور تصدیق یہ دونوں جدا جدا چیزیں ہیں ان دونوں کا حعلق کسی ایک چیز کو نکالو تا کہ کسی وقت یہ دونوں جمع بھی ہو سکیں ورنہ اگر آپ متعلق ایک نہیں نکالیں گے تو پھر ان میں منافرت بعیدہ پیدا ہو جائے گی کبھی بھی پھر جمع نہیں ہو سکیں گے ان دونوں کا متعلق ایک ہی نسبت کو نکالو یعنی ایک ہی نسبت کا اگر صرف تصور ہو تو وہ تصور ہے اور اگر گمان غالب ہو تو وہ تصدیق ہے جیسے بقضہ اور نوم یہ دونوں ایک ہی آدمی کو عارض ہوتے ہیں یکے بعد دیگرے۔ ایسے ہی یہاں تصور اور تصدیق ایک ہی نسبت کو یکے بعد دیگرے عارض ہونگے متاخرین کا مذہب:- اجزاء قضیہ چار ہیں (۱) موضوع (۲) محل (۳) نسبت تقیدیہ (۴) وقوع نسبت لا وقوع

نسبت۔ انہوں نے اس کی وجہ اور پس منظر یہ پیش کیا ہے کہ تصور اور تصدیق یہ ایک شئی ہیں لہذا انکا حعلق جدا جدا نکالو ورنہ اگر ایک ہی حعلق نکالو گے تو پھر یہ ایک ہی شئی بن جائیں گے اس لئے متاخرین نے تصور اور تصدیق کا حعلق دو نسبتیں نکالیں ایک نسبت تقیدی اور دوسری نسبت وقوعی یا لاوقوعی نسبت تقیدی کو تصور کا حعلق بنایا اور دوسری کو تصدیق کا حعلق بنایا تو اب زید قائم میں متقدمین کے ہاں قیام زید یہ ایک ہی نسبت ہے اس کے ساتھ تصور اور تصدیق حعلق ہونگے لیکن متاخرین کے نزدیک یہاں دو نسبتیں ہیں ایک تقیدی قیام زید اور دوسری وقوعی، لاوقوعی وہ قیام زید ہست یا نیست ہے۔

یہاں یزدی نے متعین کر دیا کہ علامہ تفتازانی کے ہاں متقدمین کا مذہب پسندیدہ ہے یعنی ان کے ہاں بھی قضیہ کے اجزاء تین ہیں وہ اس طرح معلوم ہوا کہ اس نے کہا ان کان اذعاناً للنسبۃ اور یہ نہیں کہا اذعاناً للنسبۃ الوقوعیۃ او اللاتوقوعیۃ و سببیر الخ:- سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:- آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہاں وقوعی لاوقوعی مراد نہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ محذوف ہو؟

جواب:- ہمارے پاس اس کی دلیل موجود ہے کہ یہاں وقوع لاوقوع مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ آگے چل کر مصنف نے قضایا کی بحث میں قضیہ کے اجزاء کو تین بیان کیا ہے۔

قوله والا فتصور: سواء كان ادراكا لامر واحد كتصور زيد او لامور متعددة بدون النسبة كتصور زيد وعمرو او مع نسبة غير تامة كتصور غلام زيد او تامة انشائية كتصور اضرب او خبرية مدركة بادراك غير اذعاني كما في صورة التخيل والشك والوهم ترجمه:- (اور اگر علم نسبت خبریہ کا اعتقاد نہ ہو تو وہ تصور ہے) برابر ہے کہ ایک چیز کا تصور ہو جیسے زید کا تصور یا متعدد چیزوں کا تصور ہو بغیر نسبت کے جیسے زید اور عمرو کا تصور یا متعدد چیزوں کا تصور نسبت غیر تامة کے ساتھ ہو جیسے غلام زید (ترکیب اضافی) کا تصور یا نسبت تامة انشائیہ کے ساتھ ہو جیسے اضرب (صیغہ امر) کا تصور ہے یا اس نسبت خبریہ کے ساتھ ہو جو نسبت خبریہ غیر افغانی تصور سے مدرک ہو جیسے تخمیل، شک اور وہم کی صورتوں میں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تصور کے نیچے علم کے جتنے قسم داخل ہوتے ہیں ان کو بتانا ہے۔

تشریح:- اگر نسبت خبری کا گمان غالب نہیں تو وہ تصور ہے اس میں تین فائدے ہیں کہ اگر سرے سے نسبت نہ ہو تو وہ بھی تصور ہوگا اس میں علم کی پانچ قسمیں احساس، تخیل، تعقل، توہم اور مرکب ناقص داخل ہو گئیں مرکب تام خبری کی قید سے مرکب تام انشائی نکل گیا کہ مرکب تام انشائی اضرب لا تضرب یہ تصور کے نیچے داخل ہیں گمان غالب نہ ہو اس میں تخمیل، وہم اور شک داخل ہو گئے گویا کہ تصور میں علم کے نو اقسام داخل ہوئے (۱) احساس (۲) تخیل (۳) توہم (۴) تعقل (۵) مرکب ناقص (۶) مرکب تام انشائی (۷) وہم (۸) شک (۹) تخمیل

قوله: و یقتسمان: الاقسام بمعنى اخذ القسمة علی ما فی الاساس ای یقتسم التصور والتصدیق کلا من وصفی الضرورة ای الحصول بلا نظر والاكتساب ای الحصول بالنظر فیاخذ التصور قسما من الضرورة فیصیر ضروریا وقسما من الاکتساب فیصیر کسبیا وكذا الحال فی التصدیق فالمدکور فی هذه العبارة صریحا هو انقسام الضرورة والاكتساب ویعلم انقسام کل من التصور والتصدیق الی الضروی والکسبی ضمنا وکناية وهی ابلغ واحسن من الصریح

ترجمہ:- فن لغت کی کتاب اساس میں القسما کا معنی اخذ قسمت لکھا ہوا ہے یعنی تصور و تصدیق حصہ حاصل کرتے ہیں وصف

ضرورت یعنی حصول بلا نظر اور وصف کتاب یعنی حصول بالنظر دونوں میں سے ہر ایک کا پس تصور ضرورت کا حصہ حاصل کر کے ضروری بن جاتا ہے اور کتاب کا حصہ حاصل کر کے کسی بن جاتا ہے اور ایسا ہی حال تصدیق میں ہے پس ماتن کی اس عبارت میں ضرورت پھر کتاب کا منقسم ہونا صراحتہ مذکور ہے اور تصور و تصدیق میں سے ہر ایک کا منقسم ہو جانا ضروری اور کسی کی طرف ضمنا اور کنایہ معلوم ہوگا۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض یہ ہے کہ بعض مناطقہ نے متن کی عبارت کی جو توجیہات کر کے اپنا مقصود ثابت کیا ہے اس کے بغیر بھی مقصود ثابت ہو سکتا ہے۔

تشریح :- بعض مناطقہ نے متن کی عبارت کی توجیہات کر کے ایک مطلب نکالا ہے اس کے بغیر بھی اس مذکورہ عبارت سے یہ مطلب نکل سکتا ہے وہ اس طرح کہ یقیناً یہ اقتسام سے نکلا ہے اقتسام کا معنی حصہ لے لینا حصہ لے لینے کی پہلے ایک خارجی مثال سمجھ لیں پھر اصل مقصد کو منطبق کرنا آسان ہو جائے گا مثال ایک تھالی میں سونا بھی رکھا ہوا ہے اور چاندی بھی زید نے آ کر پتھ سوئے سے لیا اور چاندی میں سے کچھ لیا اور بعد میں بکر آیا اس نے بھی کچھ سوئے سے لیا اور کچھ چاندی سے اب ان دونوں زید اور بکر میں سے ہر ایک ایک اپنے اس لئے ہوئے حصے کا مالک ہے زید کو یہ ہباج سکتا ہے وہ سوئے ہباج مالک ہے اور چاندی کا بھی ایسے ہی یہاں بھی زید کبتا ہے کہ علم اور چاندی کا بھی ایسے بکر کو بھی کہا جا سکتا ہے وہ سوئے ہباج مالک ہے اور چاندی کا بھی ایسے ہی یہاں بھی زید کبتا ہے کہ علم دو قسم پر ہے ضروری اور کسی تصور نے آ کر کچھ ضروری سے حصہ لیا تو تصور ضروری بن گیا اور کسی سے کچھ حصہ لیا تو کسی بن گیا ایسے ہی تصدیق نے آ کر ضروری سے حصہ لیا تو تصدیق ضروری بن گئی اور کسی سے کچھ حصہ لیا تو تصدیق کسی بن گئی تو گویا کہ ضرورت تصور کے ساتھ بھی مل گئی اور تصدیق کے ساتھ بھی مل گئی یہاں صراحتہ تو ضرورت تقسیم ہوئی وہ تصور کے ساتھ بھی ملی اور تصدیق کے ساتھ بھی ملی لیکن ضمنا اور کنایہ یہاں تصور و تصدیق کی تقسیم ضروری اور کسی کی طرف ہوئی تو گویا دوسرے مناطقہ کی اس توجیہ اور زید صاحب کی اس توجیہ میں صرف اتنا فرق ہوا کہ ان کی توجیہ میں صراحتہ تصور و تصدیق کی تقسیم ضروری اور کسی کی طرف ہوئی اور زید صاحب کی توجیہ کے مطابق ضرورت کی تقسیم صراحتہ ہوئی تصور و تصدیق کی تقسیم ضمنا ہوئی۔

اعتراض :- یہاں صراحتہ تصور و تصدیق کی تقسیم کیوں نہیں کی؟

جواب :- کنایہ صریح سے زیادہ ابلغ ہوتا ہے کیونکہ اسمیں غور و خوض کے بعد معنی اصلی اور معنی مقصودی معلوم ہوتا ہے اور جس چیز میں مشقت اٹھانی پڑتی ہے وہ افضل اور بہتر ہوتی ہے لہذا کنایہ بھی صریح سے واضح اور ابلغ ہوگا۔

قوله: بالضرورة: اشارة الى ان هذه القسمة بديهية لا تحتاج الى تجشم الاستدلال كما ارتكبه القوم وذلك لانا اذا رجعنا الى وجدانا وجدنا من التصورات ما هو حاصل لنا بلا نظر كتصور الحرارة والبرودة ومنها ما هو حاصل بالنظر والفكر كتصور حقيقة الملك والجن وكذا من التصديقات ما يحصل بلا نظر كالتصديق بان الشمس مشرقة والنار محرقة ومنها ما يحصل بالنظر كالتصديق بان العالم حادث و الصانع موجود

ترجمہ:- یہ قول اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ تقسیم بدیہی ہے اس کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں جیسا کہ قوم نے اس کا ارتکاب کیا ہے اور یہ بات اس لئے ہے کہ جب ہم اپنے وجدان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم بعض تصورات کو پاتے ہیں جو ہمیں بغیر نظر و فکر کے حاصل ہوتے ہیں جیسے گرمی اور سردی کا تصور اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نظر و فکر کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں جیسے فرشتے اور جن کی حقیقت کا تصور اور اسی طرح تصدیقات میں سے بعض وہ ہیں جو بغیر نظر کے حاصل ہوتی ہیں جیسے اس بات کی تصدیق کہ سورج روشن ہے اور آگ جلانے والی ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نظر و فکر کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں جیسے اس بات کی تصدیق کہ عالم حادث ہے اور اس جہان کا بنانے والا موجود ہے۔

غرض شارح:- مناطقة تصور و تصدیق کی تقسیم جو نظری اور ضروری کی طرف کی ہے اس کی انہوں نے دلیل دی ہے یزدی کی غرض اس قول سے یہ بتلانا ہے کہ یہ دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔

تشریح:- متن میں جو بالضرورة کا لفظ کھڑا ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں اور دونوں صحیح ہیں بالضرورة کا معنی بدہت یعنی واضح بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تصور اور تصدیق واضح طور پر ضروری اور نظری کی طرف تقسیم ہوتے ہیں اور بالضرورة کا مطلب واجب بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مطلب ہوگا کہ تصور اور تصدیق وجوبی طور پر ضروری اور نظری کی طرف تقسیم ہوتے ہیں

یزدی صاحب فرماتے ہیں کہ تصور اور تصدیق کی نظری اور ضروری کی طرف تقسیم کی دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کی یہ تقسیم واضح اور روشن ہے اس لئے کہ جب ہم اپنی طبیعت پر غور کرتے ہیں تو یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے کہ بعض تصورات بدیہی ہیں یعنی ان میں غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں جیسے حرارت اور برودت کا تصور اور بعض تصورات ایسے ہیں کہ وہاں غور و فکر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے جن اور فرشتے کا تصور کیونکہ ان میں غور و فکر کی ضرورت ہے کہ جو جسم

ناری الخ اور ہو جسم نوری الخ یہی حال تصدیقات کا ہے بعض میں غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں جیسے النار محرقة والشمس مشرقة اور بعض میں غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے جیسے العالم حادث۔ تو چونکہ یہ بات طبعی طور پر معلوم ہوتی ہے لہذا اس کیلئے دلیل دینے کی ضرورت نہیں لیکن مناطقہ نے اس کی دلیل بھی دی ہے۔

دلیل :- اگر تمام تصورات و تصدیقات بدیہی ہوتے تو پھر ہم سے کوئی بھی چیز مجہول نہ ہوتی حالانکہ بعض چیزیں مجہول بھی ہیں اور اگر تمام تصدیقات و تصورات نظری ہوتے تو پھر ہمیں کوئی چیز معلوم نہ ہوتی کیونکہ جس نظری کو ہم حاصل کرنا چاہیں گے اس کیلئے غور و فکر کرنے کی ضرورت پڑے گی اور یہ غور و فکر بھی تو نظری ہے کیونکہ تمام تصورات نظری ہیں تو اس کیلئے ایک اور چیز کی ضرورت ہوگی اور وہ بھی نظری ہوگی کیونکہ تمام تصورات نظری ہیں اسی طرح یہ سلسلہ لا الی نہایہ چلا جائیگا اس کو تسلسل کہتے ہیں اور یہ باطل ہے۔ اور اگر یہ سلسلہ کسی مقام سے واپس لوٹے تو یہ دور ہے اور وہ بھی باطل ہے جیسا کہ دور اور تسلسل کی تعریف آپ اپنے مقام پر پڑھیں گے۔

اعتراض: جب مناطقہ نے تصور اور تصدیق کی تقسیم بدیہی اور نظری کی طرف کی دلیل دی ہے تو علامہ تفتازانی نے کیوں نہیں دی جواب :- اس دلیل پر چونکہ اعتراضات ہوتے ہیں اسلئے انہوں نے اس کی دلیل نہیں دی وہ اعتراضات بڑی کتابوں سلم اور ملاجلال میں آئیں گے یہاں انکو ذکر کرنا مناسب نہیں۔

قوله: وهو ملاحظة المعقول: ای النظر توجه النفس نحو الامر المعلوم لتحصيل امر غیر معلوم وفي العدول عن لفظ المعلوم الى المعقول فوائد منها التحرز عن استعمال اللفظ المشترك في التعريف ومنها التنبیه علی ان الفكر انما یجری فی المعقولات ای الامور الكلية الحاصلة فی العقل دون الامور الجزئية فان الجزئی لا یكون كاسبا ولا مكتسبا ومنها رعاية السجع

ترجمہ :- یعنی نظر امر معلوم کی طرف نفس کا متوجہ ہونا ہے امر غیر معلوم کو حاصل کرنے کیلئے اور لفظ معلوم سے معقول کی طرف عدول کرنے میں فوائد ہیں ان میں سے ایک بچنا ہے تعریف میں مشترک لفظ کو استعمال کرنے سے اور ان میں سے ایک تنبیہ کرنا ہے اس بات پر کہ بلاشبہ فکر سوا اس کے نہیں جاری ہوتی ہے معقولات یعنی امور کلیہ میں جو حاصل ہونے والے ہیں عقل میں نہ کہ امور جزئیہ میں پس بلاشبہ جزئی نہ کاسب ہوتی ہے نہ مکسب اور ان میں سے ایک جمع بندی کی رعایت ہے۔

اغراض شارح:۔ اس قولہ کی تین غرضیں ہیں (۱) حوضیہ کا مرجع بتلانا (۲) معقول کا معنی بتانا (۳) معلوم کے لفظ کی بجائے معقول کے لفظ کے ذکر کرنے کا فائدہ بتلانا۔

پہلی غرض:۔ حوضیہ کا مرجع کیا ہے؟ یزدی نے انظر کی عبارت نکال کر بتلادیا کہ اس کا مرجع نظر ہے۔

دوسری غرض:۔ معقول کا معنی بتلانا یا کہ بمعنی معلوم ہے ہو ملاحظۃ المعقول سے نظر و فکر کی تعریف ہو رہی ہے نظر کا معنی ہوتا ہے نفس کو متوجہ کرنا امور معلومہ کی طرف تاکہ ان سے امر مجہول حاصل ہو جائے۔

تیسری غرض:۔ سوال ہوتا تھا کہ معقول کا معنی معلوم ہے تو معلوم کے لفظ کو کیوں نہ ذکر کر دیا؟ تو بتلادیا کہ معلوم کی بجائے معقول کے لفظ کے ذکر کرنے میں چند فوائد ہیں۔

فائدہ (۱):۔ لفظ معلوم یہ علم سے نکلا ہے اور علم یہ چھ معانی کے درمیان مشترک ہے اور لفظ معقول کا صرف ایک ہی معنی ہے معلوم چونکہ یہاں نظر و فکر کی تعریف ہو رہی ہے اور تعریف میں لفظ مشترک کا استعمال صحیح نہیں ہوتا اس لئے معقول کا لفظ ذکر کیا

فائدہ (۲):۔ علم کا لفظ علم کلیات و جزئیات دونوں پر بولا جاتا ہے عقل، تو ہم کو بھی علم کہتے ہیں اگر یہاں علم کا لفظ ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ نظر و فکر نفس کے امور معلومہ کی طرف متوجہ کرنے کو کہتے ہیں برابر ہے کہ امور معلومہ کلیہ ہوں یا جزئیہ۔ اور جب معقول

کا لفظ استعمال کیا تو مطلب یہ ہوا کہ نظر و فکر نفس کے امور کلیہ کی طرف متوجہ کرنے کو کہتے ہیں۔ معلوم کے لفظ میں نظر و فکر امور کلیہ و جزئیہ دونوں میں ہوتی حالانکہ نظر و فکر تو صرف امور کلیہ میں ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر و فکر اس لئے ہوتی ہے تاکہ اس

کے ذریعے امور معلومہ سے امر مجہول کو حاصل کیا جائے اور حاصل ہونے والی چیز کلی ہوتی ہے جزئی نہیں ہوتی کیونکہ جزئی نہ کاسب (دوسرے کو حاصل کرنے کا ذریعہ) بنتی ہے اور نہ مکاسب (خود حاصل کی ہوئی) یعنی ایک جزئی کے ذریعے سے دوسری

جزئی کو حاصل نہیں کیا جاسکتا مثلاً زید کے علم سے بکر کا علم نہیں آسکتا ایسے ہی جزئی کے جاننے سے خود جزئی کا علم بھی نہیں آتا۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ جزئی کے جاننے سے جزئی کا اپنا علم بھی نہیں آتا حالانکہ ہم زید جزئی کو جانتے ہیں تو اس زید کی اپنی ذات شخص کا علم تو آ ہی جاتا ہے؟

جواب:۔ جزئی کے علم سے ہمیں جو جزئی کا علم آتا ہے وہ حقیقت میں کلی کے ذریعے سے آتا ہے کیونکہ ہمیں زید کے جاننے سے زید کا علم اس وجہ سے نہیں آیا کہ زید کی شکل ہمارے سامنے تھی کیونکہ شکل تو اس کی ابتداء (بچپن) میں اور تھی درمیان (جوانی)

میں اور ہے آخر (بڑھاپے) میں اور ہوگی بلکہ ہمیں جو زید کے جاننے سے اس کی ذات کا علم حاصل ہو اور ماہیت انسانی ہوتے کی وجہ سے ہے اور ماہیت انسانی کلی ہے لہذا جب یہ بات ثابت ہوئی کہ جزئی نہ کاسب ہے نہ مملتب تو نظر و فکر بھی جزئی میں نہیں چلے گی اس لئے ماتن نے معقول کا لفظ بولا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ نظر و فکر صرف کلی میں چلتی ہے جزئی میں نہیں۔

فائدہ ﴿۳﴾: جمع بندی کی رعایت کی وجہ سے معقول کا لفظ بولا ہے چونکہ بعد میں مجہول کا لفظ آ رہا ہے اس کے آخر میں لام آ رہا تھا اس لئے یہاں معقول کا لفظ بولا کہ اس کے آخر میں بھی لام ہے اگر معلوم کا لفظ بولتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا کیونکہ اس کے آخر میں میم ہے لام نہیں۔

قوله في الخطأ: بدليل ان الفكر قد ينتهي الى نتيجة كحدوث العالم وقد ينتهي الى نقيضها كقدم العالم فاحد الفكرين خطأ حينئذ لا محالة والا لزم اجتماع التقيض فلا بد من قاعدة كلية لوروعيت لم يقع الخطأ في الفكر وهي المنطق فقد ثبت احتياج الناس الى المنطق في العصمة عن الخطأ في الفكر بثلاث مقدمات الاولى ان العلم اما تصور او تصديق والثانية ان كلا منهما اما ان يحصل بلا نظر او يحصل بالنظر والثالثة ان النظر قد يقع فيه الخطأ فهذه المقدمات الثلاث تفيد احتياج الناس في التحرز عن الخطأ في الفكر الى قانون وذلك هو المنطق وعلم من هذا تعريف المنطق ايضاً بانه قانون يعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ في الفكر فهنا علم امران من الامور الثلاث التي وضعت المقدمة لبيانها بقى الكلام في الامر الثالث وهو تحقيق ان موضوع المنطق ما اذا فاشار اليه بقوله وموضوعه المعلوم

ترجمہ:- (اور کبھی نظر میں غلطی واقع ہو جاتی ہے) دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ فکر کبھی ایک نتیجہ مثلاً حدوث عالم کی طرف پہنچتی ہے اور کبھی اس کی نقیض کی طرف پہنچتی ہے جیسے قدم عالم پس دو فکروں میں سے ایک اس وقت یقیناً غلط ہے ورنہ تو اجتماع نقیضین لازم آئیگا پس ایک قاعدہ کلیہ کا ہونا ضروری ہے کہ اگر اس کی رعایت رکھی جائے تو فکر میں خطا واقع نہ ہو اور وہ منطق ہے پس منطق کی طرف لوگوں کی احتیاجی خطا فی الفکر سے بچنے میں تین مقدمات سے ثابت ہوئی پہلا یہ کہ علم یا تصور ہے یا تصدیق دوسرا یہ کہ بلاشبہ ان میں سے ہر ایک یا تو حاصل ہوگا بغیر نظر کے یا حاصل ہوگا نظر کے ساتھ اور تیسرا یہ کہ بلاشبہ نظر میں بھی

غلطی واقع ہو جاتی ہے پس یہ تین مقدمات فائدہ دیتے ہیں خطا، فی الفکر سے بچنے کیلئے ایک قانون کی طرف لوگوں کی احتیاجی کا اور وہ قانون منطقی ہے اور اس سے علم منطقی کی تعریف بھی جانی گئی کہ وہ ایک قانون ہے بچاتا ہے اس کی رعایت رکھنا ذہن کو خطا، فی الفکر سے۔ پس یہاں ان تین امور میں سے دو امر جانے گئے جن کے بیان کیلئے مقدمہ کو وضع کیا گیا ہے باقی کلام تیسری چیز میں رہ گئی اور وہ اس بات کی تحقیق ہے کہ منطقی کا موضوع کیا ہے پس اس کی طرف اپنے قول و موضوع آہ سے مصنف نے اشارہ کیا ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تو صیح متن ہے جس میں احتیاج الی المنطق بھی بیان کر رہے ہیں۔

احتیاج الی المنطق:۔ یہ بات ابھی گزری ہے کہ نظری چیز کو حاصل کرنے کیلئے غور و فکر کرنا پڑتا ہے اور نظر و فکر چند چیزوں کو ترتیب دینے کا نام ہے تاکہ مجہول چیز کو حاصل کیا جاسکے اور امور معلومہ کو ترتیب دینے میں کبھی غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے اس غلطی سے بچنے کیلئے انسانی عقل کافی نہیں اس غلطی سے بچنے کیلئے ایک قانون کی ضرورت پڑتی ہے جس کی رعایت کرنا انسان کو اس غلطی سے بچائے اور وہ قانون منطقی ہے۔ یہاں ہم نے دو دعوے کئے (۱) امور معلومہ کو ترتیب دینے میں کبھی غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے (۲) اس غلطی سے بچنے کیلئے انسانی عقل کافی نہیں اب ہر دعویٰ کی دلیل دی جائیگی۔

پہلے دعویٰ کی دلیل:۔ اگر امور معلومہ کو ترتیب دینے میں غلطی واقع نہ ہوتی تو عقلاء کے درمیان اختلاف نہ ہوتا حالانکہ عقلاء کے درمیان اختلاف موجود ہے مثلاً بعض نے چند امور معلومہ کو ترتیب دینے (العالم مستغن عن المؤثر و کل ماہو مستغن عن المؤثر فہو قدیم) کے بعد نتیجہ نکالا العالم قدیم جبکہ بعض دوسرے حضرات نے چند امور معلومہ کو ترتیب دینے (العالم متغیر و کل ماہو متغیر فہو حادث) کے بعد نتیجہ نکالا العالم حادث اب ان دونوں میں سے ایک ترتیب یقیناً غلط ہے دونوں صحیح نہیں ہو سکتیں کیونکہ اجتماع نقیضین محال ہے اور دونوں غلط بھی نہیں ہو سکتیں کیونکہ ارتفاع نقیضین محال ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ترتیب دینے میں کبھی غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے۔

دوسرے دعویٰ کی دلیل:۔ اگر انسانی عقل غلطی سے بچنے کیلئے کافی ہوتی تو ان بڑے بڑے عقلاء کے درمیان اختلاف نہ ہوتا یہ غلطی اس لئے واقع ہوئی کہ انسانی عقل غلطی سے بچنے کیلئے کافی نہیں بہر حال یہ بات ثابت ہوئی کہ نظر و فکر کی غلطی سے بچنے کیلئے ایک قانون کی ضرورت ہے اور اس قانون کا نام منطقی ہے اسی سے یہ بات بھی ہمیں معلوم ہو گئی کہ علم منطقی کی غرض و غایت نظر و فکر کی غلطی سے بچنا ہے یعنی صیانة الذہن عن الخطا فی الفکر

قائدہ: منطقی حضرات جب علم منطق کی تعریف کرتے ہیں تو رسموہ کا لفظ بولتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حد ہوتی ہے دوسری رسم جب کسی شئی کی تعریف میں اس کی ذاتیات کو ذکر کیا جائے تو اس کو حد کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ حد ہے اور رسم وہ ہوتی ہے کہ تعریف میں شئی کی عرضیات کو ذکر کیا جائے۔ یہاں ہم نے منطق کی غرض صیانة الذہن عن الخطا فی الفکر بیان کی ہے اور اسی غرض کے ساتھ تعریف بھی کی ہے ہو آلة قانونیة تعصم مراعاتها الذہن عن الخطا فی الفکر۔ علم منطق کی ذاتیات تو علم منطق کے مسائل ہیں غرض تو علم منطق کی عرضیات میں سے ہے تو گویا ہم نے منطق کی تعریف عرضیات کے ساتھ کی ہے لہذا اس پر رسم کا لفظ بولا کرتے ہیں حد کا نہیں۔

قوله قانون: القانون لفظ یونانی موضوع فی الاصل لمسطر الکتاب وفی الاصطلاح قضیة کلیة یتعرف منها احکام جزئیات موضوعها کقول النحاة کل فاعل مرفوع فانه حکم کلی یتعرف منه احوال جزئیات الفاعل

ترجمہ: قانون یونانی لفظ ہے جو اصل میں موضوع ہے کتاب کے مسطر کیلئے۔ اور اصطلاح میں (قانون وہ) ایک ایسا قضیہ ہے جس کے ذریعے سے اس قضیہ کے موضوع کی جزئیات کے احکام پہچانے جائیں جیسے نحو یوں کا قول کل فاعل مرفوع (ہر فاعل مرفوع ہے) پس بلاشبہ یہ ایک حکم کلی ہے اس سے فاعل کی جزئیات کے احوال پہچانے جاتے ہیں۔

اغراض شارح: اس قولہ کی تین غرضیں ہیں (۱) یہ بتلایا ہے کہ قانون کس لغت کا لفظ ہے (۲) موضوع فی الاصل الخ سے قانون کا اصلی معنی بیان کیا ہے (۳) اس قانون کافی الحال معنی اور موجودہ معنی بیان کیا ہے۔

پہلی غرض: قانون یا تو یونانی زبان کا لفظ ہے یا سریانی زبان کا۔ عربی لفظ نہیں ہے کیونکہ عربی لغت میں فاعول کے وزن پر کوئی اسم نہیں آتا اور یہ قانون فاعول کے وزن پر ہے۔

دوسری غرض: اصل میں قانون منشیوں کے اس گتہ کو کہا جاتا تھا جس پر وہ پرکار وغیرہ کے ساتھ برابر سوراخ کرتے تھے اور ان سوراخوں میں دھاگہ سی لیتے تھے پھر سفید کاغذ کو اس دھاگہ پر رکھ کر زور سے ہاتھ پھیرتے تھے تو کاغذ پر اس دھاگہ کے نشانات پڑ جاتے تھے اس طرح کاغذ پر بالکل سیدھی لکیریں پڑ جاتی تھیں۔

تیسری غرض: اس قانون کافی الحال کیا معنی ہے تو اس کو قضیہ کلیہ الخ سے بیان کیا اس وقت قانون ایک قضیہ کلیہ کو کہتے

ہیں جس کے ذریعے اس کے موضوع کی جزئیات کے احکام پہچانے جاتے ہیں جیسے نحاۃ کے ہاں ایک قضیہ کلیہ ہے کل فاعل مرفوع (ہر فاعل مرفوع ہے) ضرب زید میں زید، قام عمرو میں عمرو، خرج بکر میں بکر اس قضیہ کلیہ کے موضوع (فاعل) کی جزئیات ہیں ان کا حکم اس قضیہ کلیہ کے ذریعے معلوم ہوگا کہ آیا ان کو مرفوع پڑھیں یا منصوب یا مجرور۔

القانون لفظ الخ: قانون کی تعریف یزدی نے اس طرح کی ہے ہو قضیۃ کلیۃ الخ کہ قانون ایک قضیہ کلیہ ہوگا قضیہ کلیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک قضیہ کلیہ مسورہ ہوگا اگر قضیہ کلیہ مسورہ نہ ہو تو اس کو قانون نہیں کہیں گے احترازی مثالیں اگر وہ قضیہ کلیہ نہ ہو بلکہ جزئی ہو جیسے زید مرفوع اس کو قانون نہیں کہیں گے اگر قضیہ ہو لیکن کلیہ نہ ہو بلکہ وہ طبعی ہو جیسے الاساس سوح تو اس کو بھی قانون نہیں کہیں گے کیونکہ یہاں تو طبیعت پر حکم ہے اور قانون تو وہ ہوتا ہے جہاں جزئیات کے احکام معلوم ہوں طبیعت کے جزئیات نہیں ہوتے بلکہ فراد ہوتے ہیں اور اگر وہ قضیہ کلیہ مسورہ نہیں بلکہ وہ قضیہ مہملہ ہے جیسے الاساس کتاب اس کو بھی قانون نہیں کہیں گے۔

اعتراض: آپ نے تلفظ میں یہ کہا ہے کہ قضیہ کلیہ کے موضوع کی جزئیات کے احکام معلوم کئے جاتے ہیں محمول کی جزئیات کے احکام کیوں نہیں معلوم کئے جاتے موضوع کی جزئیات کے احکام کیوں معلوم کئے جاتے ہیں؟

جواب: موضوع سے مراد ہمیشہ ذات ہوتی ہے اور محمول سے مراد ہمیشہ وصف ہوتی ہے اور یہ محمول ایک حکم ہوتا ہے جو کہ موضوع پر لگ رہا ہوتا ہے موضوع سے مراد چونکہ ذات ہوتی ہے اس ذات کی جزئیات کے احکام معلوم کرنے پڑتے ہیں محمول کا فرد ایک وصف اور حکم ہوتا ہے اس کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے قانون میں موضوع کی جزئیات کے احکام معلوم کئے جاتے ہیں محمول کے نہیں۔

موضوع کی جزئیات کے احکام معلوم کرنے کا طریقہ: اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب ہم نے کسی جزئی کو دیکھا مثلاً ضرب زید میں زید کو دیکھا کہ یہ فاعل ہے اس کا حکم معلوم کرنا ہے کہ یہ مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور یہ کیسے معلوم ہوگا؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس جزئی کو لیکر صغریٰ بنائیں گے اور قضیہ کلیہ کو کبریٰ بنائیں گے صغریٰ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس جزئی کا حکم معلوم کرنا ہے اس کو صغریٰ کا موضوع بنائیں گے اور قضیہ کلیہ کا جو موضوع ہے اس کو صغریٰ کا محمول بنائیں گے مثلاً ضرب زید میں زید جزئی کا حکم معلوم کرنا ہے تو اس زید کو صغریٰ کا موضوع بنائیں گے قضیہ کلیہ کل فاعل مرفوع ہے اس میں موضوع فاعل ہے اس کو صغریٰ کا محمول بنائیں گے اور زید فاعل کہیں گے اور قضیہ کلیہ کو کبریٰ بنائیں گے اب اصل اول اس طرح تیار ہوگی

یہ ہوگی کہ زید فاعل و کل فاعل مرفوع نتیجہ نکلے گا زید مرفوع یہ اس جزئی کا حکم نکل آیا کہ زید کو مرفوع پر دعو۔

قوله و موضوعه: موضوع العلم ما يبحث فيه عن عواضه الذاتية و العرض الذاتی ما يعرض للشيء اما و بالذات كالتعجب اللاحق للانسان من حيث انه انسان و اما بواسطة امر مساوٍ لذلك الشيء كالضحك الذي يعرض حقيقة للمتعجب ثم ينسب عروضة الى الانسان بالعرض و المجاز فالهم

ترجمہ:- علم کا موضوع وہ چیز ہے جس میں اس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے اور عرض ذاتی وہ ہے کہ جو شیئی کو عارض ہو یا تو اولاد بالذات جیسے تعجب لاحق ہونے والا ہے انسان کو اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہے اور یہ کسی ایسے امر کے واسطے ہے۔ اس شیئی کے مساوی ہے جیسے ضحک جو عارض ہوتا ہے ہیئت تعجب کرنے والے کو پھر اس کا عرض منسوب کیا جاتا ہے انسان کی طرف بالعرض اور مجاز اپنی سمجھ لے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض مطلق موضوع کی تعریف کرنا ہے۔

تشریح:- مقدمہ جن تین چیزوں کیلئے وضع کیا گیا تھا ان میں سے دو (تعریف، غرض و غایت) کا بیان تو ماقبل میں ہو چکا ہے اب یہاں سے تیسری چیز موضوع کو بیان کرنا چاہتے ہیں مطلق موضوع یہ عام ہے اور منطلق کا موضوع یہ خاص ہے یہاں اسل میں تو علم منطلق کے موضوع کو بیان کرنا تھا لیکن خاص چونکہ عام کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا اسلئے پہلے عام یعنی مطلق موضوع کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد خاص یعنی منطلق کے موضوع کو بیان کریں گے۔

مطلق موضوع کی تعریف:- علم میں جس شیئی کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اس شیئی کو اس علم کا موضوع کہا جاتا ہے جیسے علم طب میں انسان کے بدن کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے کہ وہ کیسے بیمار ہوتا ہے اور کیسے تندرست ہوتا ہے اس لئے علم طب کا موضوع بدن انسانی ہے۔

اب یہاں یہ سمجھنا ہے کہ عوارض ذاتیہ کون کون سے ہیں اور پھر ان کو مطلق موضوع کی تعریف پر منطبق کرنا ہے۔

فائدہ:- جب ایک شیئی دوسری شیئی کو چھٹی ہوئی ہوتی ہے تو جو شیئی چھٹنے والی ہوتی ہے اس کو عارض اور جس کو چھٹی ہوئی ہو اس کو معروض اور اگر کسی واسطے کے ساتھ چھٹی ہوئی ہو تو اس کو واسطہ کہتے ہیں۔

عوارض ذاتیہ:- جب ایک شیء دوسری شیء کو عارض ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی واسطے کے ذریعے سے عارض ہوگی یا بغیر واسطے کے۔ اگر بغیر واسطے کے ہے تو یہ ایک صورت ہے جیسے تعجب انسان کو عارض ہے بغیر کسی واسطے کے۔ اور اگر واسطے کے ساتھ عارض ہو تو پھر وہ واسطے اس معروض (ذی الواسطہ) کی جزو ہوگا یا اس سے خارج ہوگا اگر وہ واسطے اس معروض کی جزو ہو تو یہ دوسری صورت ہے جیسے حرکت انسان کو عارض ہے لیکن حیوانیت کے واسطے کے ساتھ یعنی انسان چونکہ حیوان ہے اسلئے متحرک ہے اور حیوان (واسطہ) انسان (معروض) کی جزو ہے۔ اور اگر وہ واسطے معروض کی جزو نہ ہو بلکہ اس سے خارج ہو تو خارج ہو کر وہ واسطے معروض کے مابین ہوگا جیسے حرارت پانی کو عارض ہے آگ کے واسطے سے اور آگ پانی کا امر مابین ہے یا تساوی ہوگا جیسے خشک انسان کو عارض ہے بواسطہ تعجب کے (کیونکہ پہلے انسان کو تعجب ہوتا ہے پھر وہ بنتا ہے) اور تعجب انسان کا امر مساوی ہے یا اعم ہوگا یا اخص ہوگا اس طرح کل چھ صورتیں بن گئیں ہر ایک کی مثال نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

نمبر شمار	عارض	معروض	واسطہ
۱	تعجب	انسان	بغیر کسی واسطے کے
۲	حرکت	انسان	کو عارض ہے بواسطہ حیوان کے اور واسطہ معروض کی جزو ہے
۳	خشک	انسان	کو عارض ہے بواسطہ تعجب کے اور تعجب انسان کا امر مساوی ہے
۴	حرکت	ناطق	کو عارض ہے بواسطہ حیوان کے اور حیوان ناطق ہے اعم ہے
۵	ناطق	حیوان	کو عارض ہے بواسطہ انسان کے اور انسان حیوان سے اخص ہے
۶	حرارت	پانی	کو عارض ہے بواسطہ آگ کے جو پانی کا مابین ہے

ان چھ صورتوں میں سے پہلی تین قسمیں عوارض ذاتیہ اور بقیہ تین صورتیں عوارض غریبہ کہلاتی ہیں

علم کے اندر جن عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے وہ اس علم کا موضوع کہلاتے ہیں اور عوارض غریبہ کو اس علم کا موضوع نہیں کہا جاتا علم منطوق میں معرف اور حجت کے عوارض ذاتیہ سے بحث ہوگی۔

قوله المعلوم التصوری: اعلم ان موضوع المنطق هو المعروف والحجة اما المعروف فهو عبارة عن المعلوم التصوری لكن لا مطلقا بل من حيث انه يوصل الى مجهول تصوری كالحيوان الناطق الموصل الى تصور الانسان واما المعلوم التصوری الذي لا يوصل الى مجهول

تصوری فلا یسمى معرفاً والمنطقی لا یبحث عنه کالامور الجزئیة المعلومۃ من زید وعمرو
واما الحجۃ فہی عبارة عن المعلوم التصدیقی لکن لا مطلقاً ایضاً بل من حیث انه یوصل الی
مطلوب تصدیقی کقولنا العالم متغیر و کل متغیر حادث الموصل الی التصدیق بقولنا العالم
حادث واما ما لا یوصل کقولنا النار حارة مثلاً فلیس بحجۃ والمنطقی لا ینظر فیہ بل یبحث
عن المعرف والحجۃ من حیث انہما کیف ینبغی ان یتربا حتی یوصلا الی المجهول

ترجمہ:- جان لیجئے کہ بلاشبہ منطق کا موضوع وہ معرف اور حجت ہے بہر حال معرف پس وہ عبارت ہے معلوم تصور سے لیکن
مطلقاً نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ مجہول تصور تک پہنچائے جیسے حیوان ناطق جو پہنچانے والا ہے انسان کے تصور کی طرف
اور باقی وہ معلوم تصور جو مجہول تصور تک نہیں پہنچاتا اس کا نام معرف نہیں رکھا جاتا اور منطقی اس سے بحث نہیں کرتا جیسے امور جزئیہ
معلوم یعنی زید اور عمرو وغیرہ اور بہر حال حجت پس وہ عبارت ہے معلوم تصدیقی سے لیکن وہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ اس حیثیت سے
کہ وہ مطلوب تصدیقی تک پہنچائے جیسے ہمارا قول العالم متغیر و کل متغیر حادث یہ پہنچانے والا ہے ہمارے قول
العالم حادث کی تصدیقی کی طرف اور باقی وہ تصدیقی جو (مجہول تصدیقی تک) نہ پہنچائے جیسے ہمارا قول النار حارة مثال
کے طور پر تو وہ حجت نہیں ہے اور منطقی اس میں نظر نہیں کرتا بلکہ منطقی معرف اور حجت سے اس حیثیت سے بحث کرتا ہے کہ کیسے ان
کو مناسب ترتیب دی جائے کہ وہ مجہول تک پہنچائیں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض علم منطق کا موضوع بیان کرنا ہے۔

تشریح:- علم منطق کا موضوع معلومات تصوری اور معلومات تصدیقی ہیں اس حیثیت سے کہ یہ مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی
کی طرف پہنچانے والے ہوں جیسے حیوان الناطق یہ معلوم تصوری ہے جو مجہول تصوری الانسان تک پہنچاتا ہے اور عالم
متغیر و کل متغیر حادث یہ معلوم تصدیقی ہے یہ مجہول تصدیقی العالم حادث تک پہنچانے والا ہے منطق کا موضوع مطلق
معلوم تصوری اور مطلق معلوم تصدیقی نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض معلوم تصوری اور بعض معلوم تصدیقی ایسے بھی ہوں گے جو
مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی کی طرف پہنچانے والے نہیں ہوں گے جیسے زید یہ معلوم تصوری ہے لیکن یہ کسی مجہول تصوری کی
طرف پہنچانے والا نہیں کیونکہ زید جزئی ہے اور جزئی کسی دوسرے تصور کے حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنتی ایسے ہی النار حارة،
الثلج باردة یہ معلوم تصدیقی ہیں لیکن یہ کسی مجہول تصدیقی کی طرف پہنچانے والے نہیں ایسے معلوم تصدیقی اور ایسے معلوم

تصوری جو موصل الی المجرول التصوری (مجرول تصور تک پہنچانے والے) اور موصل الی المجرول التصدیقی (مجرول تصدیقی کی طرف پہنچانے والے) نہ ہوں وہ منطوق کا موضوع نہیں۔

قوله معرّفًا: لانه يعرف ويبين المجهول التصوري

ترجمہ: اس لئے کہ یہ پہچان کراتا ہے اور بیان کرتا ہے مجہول تصور کو

غرض شارح: اس قول کی غرض منطوق کے موضوع اول معرف کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

معرف کا لغوی معنی ہے جنوانے والا اور معرف کو بھی معرف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ایک مجہول شئی کو جنواتا ہے معرف کا دوسرا نام قول شارح بھی ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قول شارح کا معنی ہے ایسی مرکب کلام جو بیان کرنے والی ہے۔ قول شارح کو بھی قول شارح اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی ایک مجہول چیز کو بیان کر دیتا ہے۔

قوله حجة: لانها تصير سببا للغلبة على الخصم والحجة في اللغة الغلبة فهذا من قبيل

تسمية السبب باسم المسبب

ترجمہ: اس لئے کہ وہ مخالف پر غلبہ کا سبب ہوتی ہے اور حجت کا معنی لغت میں غلبہ ہے پس یہ تسمية السبب باسم المسبب (سبب کے نام پر سبب کا نام رکھنا) کے قبیلے میں سے ہے۔

غرض شارح: اس قول کی غرض منطوق کے دوسرے موضوع حجت کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

حجت کے لغوی معنی غلبہ کے آتے ہیں حجت کو حجت اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے انسان اپنے خصم (فریق مخالف) پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے اصل میں حجت تو سبب غلبہ کو کہتے ہیں اس کا سبب وہ معنوی کبریٰ کی جو شکل ہوتی ہے وہ ہوتا ہے لیکن اب جو نام سبب کا تھا وہی سبب کار کو دیا گیا اس کو تسمية السبب باسم المسبب کہتے ہیں یہ ہجاز مرسل کے چھ میں طاقوں میں سے ایک طلاق ہے۔

متن: فصل دلالة اللفظ على تمام ما وضع له مطابقة وعلى
جزئه تضمن وعلى الخارج التزام ولا بد فيه من اللزوم عقلا او عرفا
وتلزمهما المطابقة ولو تقديرا ولا عكس

ترجمہ:- فصل لفظ کی دلالت تمام اس چیز پر کہ لفظ وضع کیا گیا ہے اس چیز کیلئے، مطابقی ہے اور اس (موضوع) کی جزو پر تفسیسی
ہے اور (موضوع) کے (خارج) پر التزامی ہے اور ضروری ہے اس التزامی میں لزوم عقلی یا عرفی اور لازم ہے ان دونوں کو مطابقی
اگرچہ تقدیراً ہو اور اس کا عکس نہیں ہے۔

مختصر تشریح متن:- دلالة اللفظ سے والموضوع ان قصد تک متن کی عبارت کا مختصر مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے
فصل میں مقدمہ کا بیان تھا اس میں منطلق کی تعریف غرض و ثبوت اور موضوع بیان ہوا اب اصل مقصود کو اس فصل سے شروع
کر رہے ہیں یہاں منطقیوں کا اصل مقصود تو معرف (قول شارح) اور محنت (تصدیق) سے بحث کرنا ہے ان دونوں میں سے
پھر پہلے قول شارح کو ذکر کرتے ہیں اور پھر تصدیق کو وجہ اس کی یہ ہے کہ تصدیق کیلئے علی اختلاف المذاهب تصورات ثلاثہ شرط
ہیں یا شرط (جزو) ہیں بہر حال خواہ شرط ہوں یا شرط یہ دونوں چیزیں مشروط اور کل سے مقدم ہوتی ہیں اس لئے پہلے تصورات کو
بیان کرتے ہیں

تصورات میں پھر اصل تصور قول شارح ہوتا ہے وہ ایک معنوی چیز ہے اس کا سمجھنا کلیات خمسہ کے سمجھنے پر موقوف ہوتا
ہے اور کلیات خمسہ کا سمجھنا الفاظ کی بحث پر موقوف ہوتا ہے اور الفاظ کی بحث کا سمجھنا دلالت کی بحث پر موقوف ہوتا ہے اس لئے
سب سے پہلے دلالت کی بحث کو مناطہ ذکر کرتے ہیں پھر الفاظ کو پھر کلیات خمسہ کو اور پھر قول شارح کو ذکر کرتے ہیں

اس فصل میں والموضوع کی عبارت تک مصنف نے دلالت کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور ان کا آثار میں تعلق
بیان کیا ہے دلالت کی تین قسمیں اس طرح بیان کریں گے کہ اگر لفظ اپنے تمام معنی موضوع لہ پر دلالت کرے تو دلالت مطابقی
ہے اور اگر معنی موضوع لہ کی جزو پر دلالت کرے تو دلالت تفسیسی ہے اور اگر ایک معنی خارجی پر دلالت کرے جو کہ معنی موضوع لہ
کو ذہن میں لازم ہو تو اس کو دلالت التزامی کہتے ہیں چاہے وہ لزوم عقلی ہو یا عرفی۔ باقی تینوں دلاتوں کا آپس میں تعلق تو یہاں
ماتن نے صرف تفسیسی اور التزامی کا مطابقی کے ساتھ اور مطابقی کا ان دونوں کے ساتھ تعلق بیان کیا ہے تفسیسی اور مطابقی کا آپس
کا تعلق بیان نہیں کیا دلالت تفسیسی اور التزامی کا مطابقی کے ساتھ تعلق یہ ہے کہ ان دونوں کا مطابقی لازم ہے جہاں یہ دونوں ہوگی

وہاں دلالت مطابقی ضرور ہوگی لیکن جہاں دلالت مطابقی ہو وہاں ان دونوں کا ہونا ضروری نہیں دلالت تقسیمی اور مطابقی کا آپس میں تعلق یہ ہے کہ کبھی وہ دونوں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور کبھی جدا ہو جاتی ہیں تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

☆☆

قوله دلالة اللفظ: قد علمت ان نظر المنطقي بالذات انما هو في المعرف والحجة
 وهما من قبيل المعاني لا الالفاظ الا انه كما يتعارف ذكر الحد والغاية والموضوع في
 صدر كتب المنطق ليفيد بصيرة في الشروع كذلك يتعارف ايراد مباحث الالفاظ بعد
 المقدمة ليعين على الافادة والاستفادة وذلك بان يبين معاني الالفاظ المصطلحة
 المستعملة في محاورات اهل هذا العلم من المفرد والمركب والكلّي والجزئي والمتواطي
 والمشكك وغيرها فالبحث عن الالفاظ من حيث الافادة والاستفادة وهما انما يكونان
 بالدلالة فلذا بدأ بذكر الدلالة وهي كون الشيء بحيث يلزم من العلم به العلم بشئ اخر
 والاول هو الدال والثاني هو المدلول والدال ان كان لفظا فالدلالة لفظية والا فغير لفظية
 وكل منهما ان كان بسبب وضع الواضع وتعيينه الاول بازاء الثاني فوضعية كدلالة لفظ
 زيد على ذاته ودلالة الدوال الاربعة على مدلولاتها وان كان بسبب اقتضاء الطبع حدوث
 الدال عند عروض المدلول فطبيعية كدلالة اح اح على وجع الصدر ودلالة سرعة النبض
 على الحمى وان كان بسبب امر غير الوضع والطبع فالدلالة عقلية كدلالة لفظ ديز المسموع
 من وراء الجدار على وجود الالفاظ وكدلالة الدخان على النار فالقسام الدلالة ستقو المقصود
 بالبحث ههنا هي الدلالة اللفظية الوضعية اذ عليها مدار الافادة والاستفادة وهي تنقسم
 الى مطابقة وتضمن والتزام لان دلالة اللفظ بسبب وضع الواضع اما على تمام الموضوع له
 او جزئه او على امر خارج

ترجمہ:- تحقیق تو جان چکا ہے کہ بلاشبہ منطقی کی نظر بالذات صرف معرف اور حجت میں ہوتی ہے اور وہ دونوں معانی کے لیے

میں سے ہیں نہ کہ الفاظ کے قبیل سے مگر جیسا کہ منطق کی کتابوں کے شروع میں تعریف اور غایت اور موضوع کو ذکر کرنا متعارف ہے تاکہ وہ شروع کرنے میں بصیرت کا فائدہ دے اسی طرح مقدمہ کے بعد الفاظ کی بحث کو لانا بھی متعارف ہے تاکہ افادہ (دوسرے کو فائدہ دینا) اور استفادہ (دوسرے سے فائدہ حاصل کرنا) میں معاون ہو اور یہ بات (حاصل ہوگی) بایں طور کہ بیان کئے جائیں ان اصطلاحی الفاظ کے معانی جو اس علم والوں کے محاورات میں مستعمل ہیں یعنی مفرد، مرکب، کلی، جزئی، متواطی اور مشکک وغیرہ پس بحث الفاظ سے افادہ اور استفادہ کی حیثیت سے ہے اور وہ دونوں سوا اسکے نہیں دلالت کے ساتھ (حاصل) ہوتے ہیں پس اس لئے ابتداءً دلالت کا ذکر کیا اور دلالت وہ ہونا ہے کسی شے کا اس طرح کہ لازم آئے اس کے علم سے ایک اور شے کا علم اور شے اول وہ دال ہے اور شے ثانی وہ مدلول ہے اور دال اگر لفظ ہو پس دلالت لفظیہ ہے ورنہ غیر لفظیہ ہے اور ہر ایک ان میں سے اگر وضع کی وضع اور اس کے اول کو ثانی کے مقابلے میں متعین کرنے کے سبب سے ہو پس وضعیہ ہے جیسے دلالت لفظ زید کی اس کی ذات پر اور دال اربع کی دلالت ان کے مدلولات پر اور اگر دلالت طبعیت کے حدوث پر دال کے تقاضا کرنے کے سبب سے ہو بوقت مدلول کے عارض ہونے کے پس طبعیہ ہے جیسے دلالت کرنا حاح کا سینے کے درد پر اور نبض کی تیزی کا دلالت کرنا بخار پر اور اگر دلالت امر غیر وضع اور غیر طبع کے سبب سے ہو پس دلالت عقلیہ ہے جیسے دلالت کرنا لفظ دیز کا جو سنا گیا ہو دیوار کے پیچھے سے لفظ کے وجود پر اور جیسے دھویں کا دلالت کرنا آگ پر پس دلالت کی اقسام چھ ہیں اور مقصود یہاں بحث کے ساتھ وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے اس لئے کہ اسی پر افادہ اور استفادہ کا دار و مدار ہے اور وہ تقسیم ہوتی ہے مطابقی، تفسیمی اور التزامی کی طرف اس لئے کہ لفظ کی دلالت باعتبار وضع کی وضع کے یا پورے معنی موضوع لہ پر ہوگی یا اس کے جزو پر ہوگی یا امر خارج پر ہوگی۔

اغراض شارح:- اس قول کی غرض ایک اعتراض اور اس کا جواب دینا ہے قد علمت سے اعتراض اور فلسفہ ابداء بدکر الدلالة تک جواب ہے اور وہی کون الشیء سے آخر قول تک دلالت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور دلالت لفظیہ وضعیہ کے اقسام بیان کرنا ہے۔

اعتراض:- مناطہ کی غرض تو قول شارح اور حجت سے بحث کرنا ہے اور وہ تو معانی کے نتیجے سے ہیں لہذا ان کو یہاں بیان کرنا چاہیے مصنف نے دلالت کی بحث کو کیوں شروع کر دیا؟ اس سے تو اشتغال بمالایعنی (فضول کام میں مشغول ہونا) لازم آتا ہے اور وہ تو درست نہیں۔

جواب :- یہ ایک رواج بن چکا ہے کہ مقدمہ کے ختم کرنے کے بعد الفاظ کی بحث کو ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ افادہ (دوسرے کو فائدہ دینا) اور استفادہ (دوسرے سے فائدہ لینا) الفاظ پر موقوف ہے چونکہ الفاظ سے افادہ و استفادہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ لفظ اپنے معنی پر دلالت نہ کر رہا ہو اس لئے پہلے دلالت کی بحث کو ذکر کرتے ہیں کیونکہ یہ موقوف علیہ کے درجہ میں ہے اس سے اشتغال بمالا یعنی لازم نہیں آتا۔ منطقی ہر قسم کے الفاظ سے بحث نہیں کیا کرتے بلکہ منطقی صرف ان الفاظ سے بحث کرتے ہیں جو علم منطوق میں افادہ اور استفادہ میں مفید ہوں اور وہ الفاظ مناطہ کے اپنے اصطلاحی الفاظ ہیں جو کہ مناطہ کے مجاورات میں استعمال ہوتے ہیں وہ مفرد، مرکب، کلی، جزئی، متواظی، مشکک وغیرہ کے الفاظ ہیں ان کا معنی بیان کرتے ہیں تاکہ یہ الفاظ افادہ اور استفادہ کیلئے معین ثابت ہوں۔

وہی کون الشی الخ :- یہاں سے آخر قول تک دلالت کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور دلالت لفظیہ وضعیہ کے اقسام بیان کرتے ہیں۔

دلالت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف :- دلالت کا لغوی معنی ہے راستہ دکھانا مناطہ کی اصطلاح (بولی) میں دلالت کہتے ہیں کسی شے کا اس طرح ہونا کہ اس کے علم سے ایک دوسری شے کا علم آ جائے جیسے دھوئیں کو دیکھ کر اس کے علم سے آگ کا علم حاصل ہو جاتا ہے شے اول جس کے دیکھنے سے علم آتا ہے اس کو دال اور دوسری چیز جس کا علم آتا ہے اس کو مدلول کہتے ہیں اور ان کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے اس کو دلالت کہتے ہیں مناطہ نے جستجو اور تلاش کی ہے کہ ایک شے کے جاننے سے دوسری شے کا علم کس طرح آتا ہے انہوں نے تتبع اور تلاش کے بعد یہ معلوم کیا کہ ایک شے کے علم سے جو خود بخود دوسری شے کا علم آتا ہے یہ کسی تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے اور تعلق مناطہ نے تین نکالے ہیں (۱) وضع کا تعلق: کہ بنانے والے نے دال کو مدلول ہی کیلئے بنایا ہو (۲) طبع کا تعلق: کہ مدلول دال کی طبیعت کو جا کر لگ جائے اور اس سے بلا اختیار دال صادر ہو (۳) تاثیر کا تعلق: یعنی دال اثر ہو اور مدلول مؤثر ہو، یا مدلول اثر ہو اور دال مؤثر، یا دال اور مدلول دونوں ایک تیسری شے کا اثر ہوں مثالیں آگے آئیں گی۔

دلالت کی اقسام :- دلالت کی دو قسمیں ہیں لفظیہ، غیر لفظیہ۔ دلالت لفظیہ اس دلالت کو کہتے ہیں جس میں دال لفظ ہو جیسے لفظ زید کی دلالت ذات زید پر اور غیر لفظیہ اس کو کہتے ہیں جس میں دال لفظ نہ ہو جیسے دھوئیں کی دلالت آگ پر۔

دلالت لفظیہ کی اقسام :- دلالت لفظیہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) دلالت لفظیہ وضعیہ :- جس میں دال لفظ ہو اور اس کے بنانے والے نے مدلول کیلئے بنایا ہو یعنی تعلق وضع کا ہو اس کو

دلالت لفظیہ وضعیہ کہتے ہیں جیسے لفظ زید کی دلالت ذات زید پر کیونکہ بنانے والے نے لفظ زید کو ذات زید کیلئے بنایا ہے۔

(۲) دلالت لفظیہ طبعیہ :- جس میں دال لفظ ہو اور تعلق دال مدلول کے درمیان طبع کا ہو کہ مدلول دال کی طبیعت کو لگے اور اس سے بلا اختیار دال صادر ہو جیسے لفظ اح اح کی دلالت سینہ کے درد پر یہاں مدلول سینہ کا درد دال انسان کی طبیعت کو جا کر لگا تو اس سے بلا اختیار دال صادر ہوا۔

(۳) دلالت لفظیہ عقلیہ :- جس میں دال لفظ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق تاثیر کا ہو جیسے لفظ دینز جو کہ دیوار کے پیچھے سے سنا جائے اسکی دلالت بولنے والے کی ذات پر یہاں دال یعنی لفظ دینز یہ مدلول لافظ (بولنے والا) کا اثر ہے اس میں دیوار کے پیچھے کی قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر کوئی آدمی سامنے یہ کلام لفظ دینز والا کرے تو اس کو دلالت لفظیہ عقلیہ نہیں کہیں گے دلالت غیر لفظیہ کی اقسام :- اس کی بھی تین قسمیں ہیں (۱) غیر لفظیہ وضعیہ (۲) غیر لفظیہ طبعیہ (۳) غیر لفظیہ عقلیہ

(۱) غیر لفظیہ وضعیہ :- جس میں دال لفظ نہ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق وضع کا ہو جیسے دال اربع (خطوط، نصب، اشارات، عقود) کی دلالت اپنے معانی و بدلولات پر یہ غیر لفظیہ ہے کیونکہ یہ چیزیں الفاظ نہیں اور وضعیہ بھی ہے کیونکہ بنانے والے نے ان کو مخصوص معانی کیلئے بنایا ہے۔

(۲) غیر لفظیہ طبعیہ :- جس میں دال لفظ نہ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق طبع کا ہو جیسے سرعت نبض کی دلالت بخار پر یہاں بخار جا کر دال یعنی انسان کی طبیعت کو لگا اور اس سے بلا اختیار دال یعنی سرعت نبض صادر ہوا۔

(۳) دلالت غیر لفظیہ عقلیہ :- جس میں دال لفظ نہ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق تاثیر کا ہو جیسے دھوئیں کی دلالت آگ پر یہاں دھواں یہ اثر ہے اور مدلول یعنی آگ وہ مؤثر ہے اس کی دوسری مثال جہاں دال مؤثر ہو اور مدلول اثر ہو جیسے آگ کو دیکھ کر دھوئیں کا یقین کرنا یہاں آگ دال ہے جو کہ مؤثر ہے اور مدلول دھواں ہے جو کہ اثر ہے تیسری مثال جہاں دال اور مدلول دونوں کسی تیسری شئی کا اثر ہوں جیسے دھوئیں کی دلالت حرارت یعنی گرمی پر یہاں دھواں دال اور حرارت مدلول ہے یہ دونوں ایک تیسری چیز آگ کا اثر ہیں اور آگ مؤثر ہے۔

یہاں تک دلالت کی اقسام ختم ہوئیں منطقی چونکہ معانی سے بحث کرتے ہیں اور معانی کا سمجھنا اور سمجھانا یہ الفاظ سے احسن طریقے سے ہوتا ہے اس لئے منطقی صرف دلالت لفظیہ سے ہی بحث کرتے ہیں اور پھر دلالت لفظیہ میں سے بھی صرف وضعیہ سے بحث کرتے ہیں کیونکہ افادہ اور استفادہ کیلئے یہی مفید ہے اس کے اقسام بیان کرتے ہیں دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین

تسمیں ہیں۔

(۱) دلالت مطابقی (۲) دلالت تفسیمی (۳) دلالت التزامی

﴿۱﴾ دلالت مطابقی :- وہ ہے جس میں دال اپنے تمام معنی موضوع لہ پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت اپنے پورے معنی موضوع لہ حیوان ناطق پر۔

﴿۲﴾ دلالت تفسیمی :- جس میں دال اپنے معنی موضوع لہ کی جزو پر دلالت کرے یہ دلالت، دلالت مطابقی کے ضمن میں ہی ہو جاتی ہے کیونکہ جب لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہ پر دلالت کرتا ہے تو ہر جزو پر بھی تو دال ہوتا ہے جیسے انسان کی دلالت صرف حیوان پر یا صرف ناطق پر۔

﴿۳﴾ دلالت التزامی :- لفظ ایک معنی خارجی پر دلالت کرے کہ وہ معنی خارجی جو موضوع لہ کو لازم ہو ذہن میں جیسے انسان کی دلالت صنعت کتابہ پر جو کہ معنی موضوع لہ حیوان ناطق کو ذہن میں لازم ہے۔

مناطقہ اور اہل عربیت کا اختلاف :- آیا دلالت تفسیمی کیلئے قصد اور ارادے کی ضرورت ہے یا نہیں اہل عربیت کا مذہب یہ ہے کہ جب لفظ بول کر معنی موضوع لہ کی جزو پر دلالت کا ارادہ متکلم کرے گا تو دلالت تفسیمی ہوگی ورنہ نہیں مناطقہ کا مذہب یہ ہے کہ ارادہ کی ضرورت نہیں جب لفظ اپنے تمام معنی موضوع لہ پر دلالت کرے گا تو بلا قصد اور ارادہ موضوع لہ کی جزو پر بھی دلالت ہو جائیگی ارادہ کی ضرورت نہیں مناطقہ کا مذہب راجح ہے کیونکہ دلالت لفظیہ کا ان تین قسموں میں بند ہونا یہ حصر عقلی ہے اگر اہل عربیت کی بات مان لی جائے تو پھر ایک اور قسم بھی نکل آئیگا کہ جس میں ارادہ نہ ہو اس کو کہاں داخل کیا جائیگا اہل عربیت کے مذہب کے مطابق حصر عقلی ٹوٹتا ہے اس لئے یہ درست نہیں ہے۔ تفصیل مرقات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

قولہ: ولا بدلیہ: ای فی دلالة الالتزام ترجمہ:- یعنی دلالت التزامی میں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض فیہ کی ضمیر کا مرجع بتانا ہے

تشریح:- یزدی صاحب نے بتایا کہ اس کا مرجع التزام نہیں جو کہ پہلے گزرا ہے کیونکہ اس وقت تو یہ معنی ہوگا کہ ضروری ہے اس التزام میں لزوم کا ہونا یہ معنی تو بالکل غلط ہے اس لئے یزدی صاحب نے ای فی دلالة الالتزام کا لفظ نکال کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس ضمیر کا مرجع دلالت التزام ہے کہ ضروری ہے اس دلالت التزام میں لزوم کا ہونا۔

سوال :- یزدی صاحب نے جو نمبر کا مرجع دلالت التزام نکالا ہے اس پر کیا قرینہ ہے؟

جواب :- جیسے دلالة اللفظ علی تمام ما وضع له مطابقة میں مطابقة سے پہلے دلالت کا لفظ مقدر ہے ای دلالة المطابقة اور تضمن سے پہلے بھی دلالت کا لفظ مقدر ہے اسی طرح یہاں بھی التزام سے پہلے دلالت کا لفظ مقدر ہوگا اور دلالة الالتزام ہوگا۔

قوله من اللزوم: ای کون الامر الخارج بحیث يستحيل تصور الموضوع له بدونه سواء كان هذا اللزوم الذهني عقلا كالبصر بالنسبة الى اعمى او عرفا كالجود بالنسبة الى الحاتم ترجمہ :- یعنی امر خارج کا اس طرح ہونا کہ محال ہو اس کے بغیر موضوع لہ کا تصور برابر ہے کہ یہ لزوم ذہنی عقلی ہو جیسے بصر ساتھ نسبت کرنے امی کی طرف یا عرفی ہو جیسے سخاوت ساتھ نسبت کرنے حاتم طائی کی طرف۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض تو ضیح متن ہے دلالت التزامی میں جو لزوم ہوتا ہے وہ لزوم ذہنی ہوتا ہے۔

اس کے سمجھنے کیلئے لزوم کی اقسام سمجھنا ضروری ہے۔ لازم اور لزوم کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے اس کو لزوم کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم خارجی (۳) لزوم ذہنی۔

لزوم ماہیت :- لازم لزوم کو ذہن اور خارج دونوں جگہ میں چمٹا ہوا ہو یعنی لزوم کو ذہن میں سوچیں یا لزوم خارج میں موجود ہو تو یہ لازم ہمیشہ اس کو لازم ہو جیسے چار کے عدد کیلئے جفت ہونا لازم ہے خواہ چار کا عدد ذہن میں سوچا جائے یا خارج میں چار کا عدد پایا جائے اس کو جفت ہونا لازم ہے۔

لزوم خارجی :- وہ ہے کہ لازم لزوم کو صرف خارج میں لازم ہو لازم لزوم کو ذہن میں لازم نہ ہو جیسے آگ کو جلانا لازم ہے اور پہاڑ کو بڑا ہونا لازم ہے، دریا کو غرق کرنا لازم ہے ذہن میں آگ کو جلانا، پہاڑ کیلئے بڑا ہونا اور دریا کیلئے غرق کرنا لازم نہیں ورنہ تو ذہن کا خرق، خرق اور غرق لازم آتا ہے۔

لزوم ذہنی :- وہ ہے کہ لازم لزوم کو صرف ذہن میں لازم ہو خارجی جہان میں اگر لزوم موجود ہو تو لازم لزوم کو لازم نہ ہو جیسے انسان کیلئے قابلیت علم اور صنعت کتابت لازم ہے لیکن اس وقت جب انسان کو ذہن میں سوچا جائے خارجی جہان میں انسان کے ساتھ قابلیت علم چمٹی ہوئی نہیں ہے ورنہ تو لگی ہوئی نظر آتی دلالت التزامی میں یہی لزوم ذہنی معتبر ہے۔

پھر لزوم ذاتی و دو تیس ہیں (۱) لزوم ذہنی عقلی (۲) لزوم ذہنی عرفی۔

لزوم ذہنی عقلی :- وہ ہے جو اپنے لزوم کو عقلاً لازم ہو اور لازم کا اپنے لزوم سے جدا ہونا عقلاً محال ہو یعنی عقلاً اس لازم کا لزوم سے جدا ہونا ممکن نہ ہو جیسے اعمی کا معنی عدم البصر ہے اس کو بصر لازم ہے اور یہ ایسا لازم ہے جس کا اپنے لزوم عدم البصر سے جدا ہونا عقلاً محال ہے جب بھی اعمی کا معنی سوچیں گے تو بصر کا تصور بھی اس کو لازم ہے۔

اعتراض :- آپ نے کہا ہے کہ اعمی کے معنی کو بصر لازم ہے یہ صحیح نہیں بلکہ یہ بصر تو اس کے معنی کی جزو ہے لہذا یہاں تو دو ذات انتزاعی نہیں بلکہ دلالت تفسیری ہے؟

جواب :- یہاں عدم کی انصاف بصر کی طرف یہ انصاف بیان ہے یہاں بصر کا لفظ محض عدم کی وضاحت کیلئے ہے یہ جزو نہیں عددہ معنی یہ ہے کہ عدم بصر کا ہونا۔

اعتراض :- عدم کا معنی یہ کیسے صحیح ہے عدم کے معنی میں تو نفی ہے؟

جواب :- عدم بصر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شان میں سے یہ ہو کہ وہ بصیر ہو اگر اس کی شان میں بصیر ہونا نہ ہو اور وہاں آنکھیں نہ ہوں تو اس کو اعمی نہیں کہیں گے جیسا کہ درخت، پہاڑ وغیرہ کو اعمی نہیں کہا جاتا۔

لزوم ذہنی عرفی :- وہ ہے کہ وہ لزوم کو عرفاً لازم ہو عقلاً اس کا لزوم سے جدا ہونا ممکن ہو جیسے جود (سخاوت) یہ حاتم کو لازم ہے اور یہ ایسا لازم ہے کہ اس کا اپنے لزوم یعنی حاتم سے جدا ہونا ممکن ہے، یہ ممکن ہے کہ ذات حاتم موجود ہو لیکن سخاوت نہ کرے اگرچہ عرفاً سخاوت حاتم کو ہمیشہ لازم ہے۔

قوله: وتلزمہما المطابقة ولو تقديراً: اذ لا شك ان الدلالة الوضعية على جزء المسمى و لازمہ فرع الدلالة على المسمى سواء كانت الدلالة على المسمى محقة بان يطلق اللفظ ويراد به المسمى ويفهم منه الجزء او اللازم بالتبع او مقدرة كما اذا اشتهر اللفظ في الجزء او اللازم فالدلالة على الموضوع له وان لم يتحقق هناك بالفعل الا انها واقعة تقديراً بمعنى ان لهذا اللفظ معنى لو قصد من اللفظ لكان دلالة عليه مطابقة والى هذا اشار بقوله ولو تقديراً ترجمہ :- جس سے توئی شک کہ بلاشبہ دلالت وضعیہ کسی کے جزو پر اور اسکے لازم پر فرق ہے اس دلالت کی جو پورے کسی پر ہو

برابر ہے کہ وہ دلالت مسکی پر محققہ ہو بایں طور کہ لفظ بولا جائے اور اس سے مسکی مراد لیا جائے اور جزو اور لازم بالتبع اس سے سمجھے جائیں یا مقدرہ ہو جیسا کہ جب مشہور ہو جائے لفظ جزو میں یا لازم میں پس دلالت موضوعہ پر اگر چہ وہاں نہیں ہے متحقق بالفعل مگر بلاشبہ وہ تقدیر اس معنی میں واقع ہے کہ بے شک اس لفظ کیلئے ایک معنی ہو کہ اگر لفظ سے اس کا ارادہ یہ جائے تو البتہ لفظ ان اس پر دلالت مطابقی ہوں اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے مصنف نے اپنے قول ولو تقدیرا۔۔۔

اعراض شارح۔۔۔ ان تون کی غرض دلالت تفسیمی اور التزامی ہر دو دلالت مطابقی کے ساتھ تعلق بتانا ہے، سواء كانت تلك الدلالة من احدى اعراض کا جواب ہے۔۔۔

تشریح۔۔۔ اس تعلق کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ جہاں تان ہوتا ہے وہاں تون ہونا ضروری ہے نیز تان بالحرف، عطف بیان، تاکید وغیرہ یہ توابع ہیں ان سے پہلے معطوف علیہ، مؤکد، مبدل منہ کا ہونا ضروری ہے لیکن جہاں دلالت متبوع ہو وہاں تابع کا ہونا ضروری نہیں دلالت مطابقی متبوع ہے جہاں یہ ہوں وہاں تفسیمی اور التزامی کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہ دونوں توابع ہیں لیکن جہاں دلالت تفسیمی اور التزامی ہوگی وہاں مطابقی ضرور ہوگی کیونکہ یہ دونوں توابع ہیں اور مطابقی وہ متبوع ہے اور تابع بغیر متبوع کے نہیں پایا جاتا۔

سواء كانت الدلالة الخ۔۔۔ یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اور ولو تقدیرا کا معنی بتانا ہے۔

اعتراض:- آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تفسیمی اور التزامی بغیر مطابقی کے نہیں پائی جاتیں یہ دعویٰ ٹوٹ رہا ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے ایک ایسا لفظ ہو جس کی دلالت جزو معنی پر مشہور ہوگئی ہو اور معنی مطابقی پر دلالت نہ ہو اور ایسے ہی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ کی دلالت معنی التزامی پر مشہور ہوگئی ہو اور معنی مطابقی پر دلالت متروک ہو تو جہاں لفظ کو بولا جائیگا وہاں دلالت تفسیمی اور التزامی تو ہوگی لیکن مطابقی نہ ہوگی لہذا آپ کا دعویٰ ٹوٹ گیا؟

جواب:- یہ بات تو ہم مانتے ہیں کہ ایسے لفظ میں بالفعل اگر چہ دلالت مطابقی نہیں ہوگی لیکن اس لفظ کیلئے معنی تو ایسا ہے کہ اگر اس لفظ کو بول کر وہ معنی مراد لیا جائے تو اس لفظ کی دلالت اس معنی پر دلالت مطابقی ہوگی۔

گویا کہ ولو تقدیرا کا معنی یہی ہے کہ لفظ کی دلالت معنی مطابقی پر بالفعل ہو یا بالقوہ۔

قوله ولا عكس: اذ يجوز ان يكون للفظ معنى بسيط لاجزاء له ولا لازم له فتحقق
حينئذ المطابقة بدون التضمن والالتزام ولو كان له معنى مركب لا لازم له فتحقق التضمن
بدون الالتزام اولو كان له معنى بسيط له لازم تحقق الالتزام بدون التضمن فالالتزام غير
واقع في شئ من الطرفين

ترجمہ:- یہ دیکھ جائز ہے کہ لفظ کا معنی بسيط ہو اس کا جزو نہ ہو اور نہ اس کا لازم ہو پس اس وقت دلالت مطابقی متحقق ہوگی بغیر
دلالت تفسیمی اور التزامی کے اور اگر اس لفظ کیلئے کوئی معنی مرکب ہو جس کا کوئی لازم نہیں ہے پس دلالت تفسیمی بغیر التزامی کے
متحقق ہوگی اور اگر اس لفظ کیلئے معنی بسيط ہو جس کا کوئی لازم ہے تو دلالت التزامی متحقق ہوگی بغیر تفسیمی کے پس التزام طرفین
میں سے کسی شئی میں واقع نہیں ہے۔

اغراض شارح: اس قول کی غرض دلالت مطابقی کا تفسیمی اور التزامی کے ساتھ تعلق بتلانا ہے نیز اس قول میں تفسیمی اور التزامی
کا آپس میں تعلق جو ماتن نے نہیں بیان کیا اس کو بھی یزدی صاحب نے بیان کیا ہے۔

تشریح:- دلالت مطابقی یہ چونکہ متبوع ہے جہاں یہ ہو وہاں تفسیمی اور التزامی کا ہونا ضروری نہیں مثلاً جہاں لفظ کا معنی بسيط ہو تو
وہاں مطابقی تو ہوگی لیکن تفسیمی نہیں ہوگی جیسے لفظ اللہ کی دلالت ذات باری تعالیٰ پر مطابقی ہے لیکن یہاں تفسیمی اور التزامی نہیں
تفسیمی تو اسلئے نہیں کیونکہ ذات باری تعالیٰ کی کوئی جز نہیں اور التزامی اس لئے نہیں کہ اس کو کوئی لازم نہیں۔

اعتراض:- غفور، رحیم، قدیر، علیم ہونا اللہ تعالیٰ کو لازم تو ہے؟

جواب:- لازم ہمیشہ خارج ہوا کرتا ہے ملزوم کی ذات سے یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں ذات ہیں خارج نہیں اس لئے ان کو لازم
نہیں کہا جائیگا۔

ولو كان له معنى مركب ارجح بانہاں سے علامہ یزدی صاحب نے دلالت تفسیمی اور التزامی کا آپس میں تعلق بیان
کیا ہے ان کا آپس میں تعلق عموم خصوص من وجہ کا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں عین ہاں سے ہونے کے ایک مادہ اجتماعی اور دو
افتراقی (۱) جہاں لفظ کا معنی مرکب بھی ہو اور ایسا لازم بھی ہو تو وہاں پر یہ دونوں ہونے کے جیسے لفظ انسان میں (۲) لفظ کا معنی
مركب ہو لیکن اس کا کوئی لازم نہ ہو تو یہاں تفسیمی ہوگی التزامی نہیں ہوگی (۳) لفظ کا معنی بسيط ہو اور اس کا کوئی لازم بھی ہو تو

یہاں التزامی ہوگی تفہمی نہیں ہوگی جیسے لفظ اللہ کی دلالت رزاق، خالق پر یہ معنات اللہ تعالیٰ کی ذات کو لازم ہیں۔

متن: والموضوع ان قصد بجزئہ الدلالة علی جزء معناه فمرکب

اماتام خبر او انشاء واما ناقص تقيیدی او غیرہ والا فمفرد

ترجمہ متن:۔ اور موضوع اگر اس کی جزو کے ساتھ ارادہ کیا جائے اس کے معنی کی جزو پر دلالت کا پس وہ مرکب ہے یا مرکب تام خبر یہ ہے یا انشاء یہ ہے اور یا ناقص تقيیدی ہے یا غیر تقيیدی ورنہ پس وہ مفرد ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ دلالت کی بحث کو ختم کرنے کے بعد اب الفاظ کی بحث و شروع کرتے ہیں الفاظ دو قسم ہیں موضوع مہمل موضوع الفاظ تو ان کو کہتے ہیں جن کا کوئی نہ کوئی معنی ہو اور مہمل ان الفاظ کو کہتے ہیں جو بے معنی ہوں منطقی الفاظ موضوع سے بحث کرتے ہیں کیونکہ افادہ اور استفادہ ان کے ذریعے ہوتا ہے لفظ موضوع کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ یا نہ ہو تو وہ مرکب ہے مرکب پھر دو قسم پر ہے مرکب تام یا ناقص تام پھر دو قسم ہے خبری یا انشائی یا ناقص کی بھی دو قسمیں ہیں تقيیدی اور غیر تقيیدی (۲) اور اگر لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ نہ کیا گیا ہو تو وہ لفظ مفرد ہے۔

☆☆

قوله والموضوع: ای اللفظ الموضوع ان ارید دلالة جزء منه علی جزء معناه فهو المركب

والا فهو المفرد فالمركب انما يتحقق بامور اربعة الاول ان يكون للفظ جزء والثاني ان

يكون لمعناه جزء والثالث ان يدل جزء اللفظ علی جزء المعنى والرابع ان تكون هذه

الدلالة مرادة فبانتفاء كل من القيود الاربعة يتحقق المفرد فللمركب قسم واحد و للمفرد

اقسام اربعة الاول ما لا جزء للفظ نحو همزة الاستفهام والثاني ما لا جزء لمعناه نحو لفظ

الله والثالث ما لا دلالة لجزء لفظه علی جزء معناه كزيد وعبدالله علما والرابع ما يدل جزء

لفظ علی جزء معناه لكن الدلالة غير مقصودة كالحيوان الناطق علما لشخص انساني

ترجمہ:۔ یعنی لفظ موضوع اگر ارادہ کیا جائے اس کی جزو سے دلالت کا اس کے معنی کی جزو پر پس وہ مرکب ہے ورنہ پس وہ مفرد

ہے پس مرکب سو اس کے نہیں تحقق ہوتا ہے چار امور ثابت ہونے سے (۱) اول یہ کہ لفظ کی جزو ہو (۲) دوسرا یہ کہ اس کے معنی

کی جزو ہو (۳) تیسرا یہ کہ اس کے لفظ کی جزو اس کے معنی کی جزو پر دلالت کرے (۴) چوتھا یہ کہ یہ دلالت مراد ہو پس چاروں قیود میں سے ہر ایک کے انتفاء کے ساتھ مفرد متحقق ہو جائیگا۔ پس مرکب کیلئے ایک قسم ہے اور مفرد کیلئے چار اقسام ہیں اول یہ کہ اس کے لفظ کی جزو نہ ہو جیسے ہمزہ استفہام دوسرا یہ کہ اس کے معنی کی جزو نہ ہو جیسے لفظ اللہ اور تیسرا یہ کہ اس کے لفظ کی جزو کی دلالت معنی کی جزو پر نہ ہو جیسے زید اور عبد اللہ علم ہونے کی صورت میں اور چوتھا یہ ہے کہ دلالت کرے اس کے لفظ کی جزو اس کے معنی کی جزو پر لیکن دلالت مقصود نہ ہو جیسے حیوان ناطق کسی شخص انسان کا علم ہونے کی صورت میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض لفظ موضوع کی قسمیں بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ لیا گیا ہو تو اس کو مرکب کہتے ہیں مرکب کے ثابت ہونے کیلئے چار شرطیں ہیں (۱) لفظ کی جزو ہو (۲) معنی کی جزو ہو (۳) لفظ کی جزو پر دلالت کرے (۴) لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ ہو اور یہ چاروں شرطیں پائی جائیں تو مرکب ثابت ہو گا اور ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو تو مرکب ثابت نہیں ہوگا بلکہ وہ مفرد ہے۔ وہ چاروں صورت یہ ہے کہ لفظ کی جزو نہ ہو جیسے ہمزہ استفہام، دوسری صورت کہ لفظ کی جزو نہ ہو لیکن معنی کی جزو نہ ہو جیسے اللہ اس کے لفظ کی جزو ہے لیکن معنی کی جزو نہیں، تیسری صورت کہ لفظ کی جزو بھی ہو معنی کی جزو بھی ہو لیکن دلالت نہ ہو جیسے عبد اللہ یہ علم ہے ایک انسان کا نام ہے جو کہ اجزاء والا ہے کیونکہ وہ بھی حیوان ناطق ہے عبد حیوان اور اللہ سے ناطق پر دلالت نہیں ہے۔ چوتھی صورت کہ لفظ کی جزو بھی ہو معنی کی جزو بھی ہو دلالت بھی ہو لیکن دلالت مقصود نہ ہو جیسے حیوان ناطق یہ کسی کا نام رکھ لیا جائے تو یہاں لفظ کی بھی جزو ہے معنی کی بھی جزو ہے لیکن دلالت کا ارادہ نہیں ہے یہ چاروں قسمیں مفردی ہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا ہے کہ جو کسی معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو اس کی دو قسمیں ہیں مفرد و مرکب دو ال اربعہ کو بھی تو آپ نے مخصوص معانی کیلئے وضع کیا ہے حالانکہ وہ تو مفرد و مرکب نہیں ہوتے؟

جواب:۔ الموضوع سے مراد لفظ موضوع ہے الموضوع پر الف لام عہد خارجی کا ہے۔ لفظ موضوع کی دو قسمیں ہیں مفرد و مرکب دو ال اربعہ چونکہ لفظ نہیں اس لئے ان کی دو قسمیں نہیں۔

اعتراض:۔ مرکب یہ تو مفردات سے ملکر بنتا ہے مفرد کی تعریف پہلے ہونی چاہیے تھی عام طور پر بھی مفرد کی تعریف پہلے ہوتی ہے لیکن یہاں یزدنی صاحب نے مرکب کی تعریف پہلے کیوں کی؟

جواب :- یہ تو صحیح ہے کہ مفرد پہلے ہونا چاہیے لیکن چونکہ مرکب کی تعریف وجودی تھی اور مفرد کی تعریف عدی تھی وجود عدم سے اشرف ہوتا ہے تو وجود کی شرافت کا لحاظ کرتے ہوئے مرکب کی تعریف پہلے کی اور مفرد کی تعریف بعد میں کی۔

قوله: اما تام: ای یصح السکوت علیہ کزید قائم

ترجمہ :- یعنی صحیح ہو اس پر سکوت جیسے زید قائم۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض مرکب کی دو قسموں میں سے پہلی قسم مرکب تام کو بیان کرنا ہے۔

مرکب کی دو قسموں میں سے پہلی قسم مرکب تام کو اس قول میں بیان کیا مرکب تام وہ ہے کہ جس پر متکلم کا سکوت یعنی چپ ہونا صحیح ہو یا مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو۔

قوله خبر: ان احتمال الصدق والكذب ای یکون من شانہ ان یتصف بہما بان یقال لہ

صادق او کاذب

ترجمہ :- اگر احتمال رکھے صدق اور کذب کا یعنی ہو اس کی شان میں سے یہ کہ متصف ہو ان دونوں کے ساتھ بایں طور کہ کہا جائے اس کو صادق یا کاذب۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض مرکب تام کی دو قسموں میں سے مرکب تام خبری کو بیان کرنا ہے

مرکب تام خبری وہ ہے کہ جو صدق و کذب کا احتمال رکھے۔

سوال :- لا الہ الا اللہ یہ کلام خبری ہے لیکن کذب کا اس میں احتمال ہی نہیں بلکہ صدق ہی صدق ہے اسی طرح السماء تحتنا یہ کلام خبری ہے لیکن اس میں صدق کا احتمال ہی نہیں الارض تحتنا یہ بھی کلام خبری ہے لیکن اس میں کذب کا احتمال ہی نہیں لہذا آپ کی تعریف جامع نہیں؟

جواب :- کلام خبری کی شان یہ ہے کہ وہ صدق و کذب کے ساتھ موصوف ہو سکے یہ جملے من حیث الجملہ صدق و کذب کا احتمال

رکھتے ہیں ہمیں جو لا الہ الا اللہ میں کذب کا احتمال نظر نہیں آتا وہ دلائل خارجہ کے اعتبار سے ہے ورنہ اگر یہ کذب کا احتمال نہ

رکھتا تو ہمیں پھر کفار کو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

قوله: او انشاء: ان لم یحتملہما ترجمہ: اگر نہ احتمال رکھے ان دونوں کا

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض مرکب تام کی دوسری قسم مرکب تام انشائی کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ مرکب تام انشائی جس میں صدق و کذب کا احتمال نہ ہو۔ کلام خبری میں صدق و کذب کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ کلام خبری میں خارجی جہان سے بات نقل کی جاتی ہے اور کلام انشائی میں خارجی جہان سے بات نقل نہیں کی جاتی بلکہ ایک چیز کی طلب ہوتی ہے اسی لئے اس میں صدق و کذب کا احتمال نہیں ہوتا۔

قوله: اما ناقص: ان لم یصح السکوت علیہ ترجمہ: اگر نہ صحیح ہو اس پر سکوت۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض مرکب کی دوسری قسم مرکب ناقص کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ مرکب ناقص وہ ہے جس پر حکم کا سکوت صحیح نہ ہو یا مخاطب کو اس سے فائدہ تامہ حاصل نہ ہو۔

قوله: تقييدی: ان كان الجزء الثاني قيذا للاول نحو غلام زيد ورجل فاضل وقائم في الدار

ترجمہ:۔ اگر جزو ثانی اول کیلئے قید ہو جیسے غلام زید اور رجل فاضل اور قائم فی الدار۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض مرکب ناقص کی پہلی قسم تقييدی کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ مرکب ناقص کی دو قسمیں ہیں تقييدی اور غیر تقييدی مرکب ناقص تقييدی جس میں جزو ثانی جزو اول کیلئے قید ہو جیسے غلام زید یہ مضاف مضاف الیہ ہے یہاں زید غلام کیلئے قید ہے رجل عالم یہاں عالم رجل کیلئے قید ہے یہ موصوف صفت کی مثال ہے قائم فی الدار یہاں حال فی الدار یہ قائم کیلئے قید ہے قیام وہ دریاں حالیکہ گھر میں ہے یہ حال جزو الحال کی مثال ہے۔

قوله: او غیرہ: ان لم یکن الثاني قيذا للاول نحو في الدار وخمسة عشر

ترجمہ:۔ اگر ثانی اول کیلئے قید نہ ہو جیسے فی الدار اور خمسة عشر۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض مرکب ناقص کی دوسری قسم غیر تقييدی کی تعریف بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ مرکب غیر تقييدی وہ ہے جہاں جزو ثانی جزو اول کیلئے قید نہ ہو جیسے فی الدار اور خمسة عشر یہاں الدار اور

عشر کالفظ جزو اول فی اور خمسۃ کیلئے قید نہیں۔۔

اعتراض:- آپ نے یہ کہا ہے کہ یہاں جزو ثانی الدار یہ جزو اول فی کیلئے قید نہیں ایسے ہی عشر کالفظ جزو اول خمسۃ کیلئے قید نہیں حالانکہ یہاں بھی تو جزو ثانی قید ہے فی کا معنی مطابقی ظرفیت تھا لیکن الدار نے اس کو ظرفیت دار کے ساتھ مقید کر لیا عشر کے لفظ نے خمسۃ کو مقید کر دیا خمسہ سے مراد وہ خمسہ نہیں جو اب بعد کے بعد ہے بلکہ خمسہ سے مراد وہ خمسہ ہے جو کہ عشرہ کے بعد ہے یہاں بھی تو جزو ثانی نے جزو اول کی تعہد کر دی ہے آپ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ جزو ثانی یہاں جزو اول کے لئے قید نہیں؟

جواب:- یہاں ظرفیت سے مطلق ظرفیت مراد نہیں کیونکہ مطلق ظرفیت تو اسم ہے ظرفیت سے مراد ظرفیت جزئی ہے جو کہ خاص ہے الدار نے اس کی آ کر تعین کی ہے وہ ظرفیت خاص داروالی ہے خمسۃ عشر میں بھی جزو ثانی قید نہیں یہاں حصہ کا لفظ علیحدہ ہے اور عشر علیحدہ ہے۔

اعتراض:- مصنف نے مرکب تعہدی کی دو مثالیں کیوں دیں وضاحت کیلئے تو ایک مثال کافی تھی؟

جواب ﴿۱﴾:- دو مثالیں اس لئے دیں کیونکہ پہلی مثال ایسی ہے کہ جہاں جزو ثانی یعنی الدار جزو اول کی تعین کیلئے ہے اور دوسری مثال میں جزو ثانی تعین کیلئے نہیں۔

جواب ﴿۲﴾:- پہلی مثال میں فی عامل ہے جزو ثانی میں انہر دوسری مثال خمسۃ عشر میں جزو اول عامل نہیں۔

نوٹ:- بعض نسخوں میں و خمسۃ عشر کالفظ نہیں ہے یہاں پرانے نسخے کے مطابق تشریح ہے جس میں یہ الفاظ موجود

(ازمراہ)

قولہ: والافمفرد: ای وان لم يقصد بجزء منه الدلالة على جزء معناه

ترجمہ:- یعنی اور اگر نہ ارادہ کیا جائے اس کی جزو سے دلالت کا اس کے معنی کی جزو پر۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض صرف یہ بتانا ہے کہ یہاں الا استثنایہ نہیں بلکہ الامر کہہ ہے

تشریح:- مفرد کی تعریف یہ ہوئی کہ اگر لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ نہ ہو تو وہ مفرد ہے مفرد کے متحقق ہونے کی چار صورتیں ہیں جن کی تفصیل مرکب کی بحث میں گزر چکی ہے۔

متن: وهو ان استقل فمع الدلالة بهيئته على احد الا زمنة الثلاثة
كلمة وبدونها اسم والا فاداة

ترجمہ:- اور وہ اگر مستقل ہو پس اپنی ہیئت کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی ایک پر دلالت کرنے کے ساتھ کلمہ ہے اور اس کے بغیر اسم ہے ورنہ اداء ہے۔

مختصر تشریح متن:- اس عبارت سے مصنف "مفرد کی تقسیم کر رہے ہیں کہ مفرد لفظ جو اپنے معنی پر دلالت کرے گا وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہوگا یا غیر مستقل ہوگا اگر معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو کر اپنی ہیئت کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانے پر دلالت کرے گا یا نہیں اگر اپنی ہیئت کیساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانے پر دلالت کرے تو وہ کلمہ ہے اور اگر دلالت اپنی ہیئت کے ساتھ نہ کرے تو وہ اسم ہے اور اگر وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو تو وہ اداء ہے۔

☆☆

قوله: وهو ان استقل: اي في الدلالة على معناه بان لا يحتاج فيها الى ضم ضميمة
ترجمہ:- یعنی مستقل ہوا اپنے معنی پر دلالت کرنے میں بائیں طور کہ نہ محتاج ہو دلالت میں کسی ضمیر کے ملانے کی طرف۔
غرض شارح:- اس قول کی غرض صرف ان استقل کا معنی بتانا ہے۔

تشریح:- اس کا معنی سمجھنے سے پہلے استقل کے صلوں کا سمجھنا ضروری ہے استقل کے دو صلہ ہیں فی الدار اور علی معناه اب ان استقل کا معنی یہ ہوگا کہ وہ مفرد لفظ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو مستقل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی ضمیر کی طرف محتاج نہ ہو یہی مطلب ہے علی معنی فی نفسہ کا جو کہ نحو کی کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

قوله: بهيئته: بان يكون بحيث كلما تحققت هيئة التركيبية في مادة موضوعه متصرفه
فيها فهم واحد من الازمنة الثلاثة كهيئة نصر وهي المشتملة على ثلاثة حروف مفتوحة
متواليه كلما تحققت لهم الزمان الماضي لكن بشرط ان يكون تحققت في ضمن مادة

موضوعه مصرفه فیہا فلا یرد النقص بنحو جسق و حجر

ترجمہ۔۔۔ باین طور کہ اس ہیئت سے ہو کہ جب کبھی ہیئت ترکیبہ متحقق ہو کسی موضوعہ مادے میں جس میں تصرف کیا جاتا ہو تو جمع جائے تین زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ جیسے نبر کی ہیئت اور وہ مشتمل ہے تین نکات مفتوح حروف پر جب کبھی یہ متحقق ہو تو زمانہ ماضی سمجھا جائے گا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ہو اس کا تحقق مادہ موضوعہ متصرفہ کے ضمن میں پس نہیں وارد ہوگا اعتراض جسو اور حجر کی مثل میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے اس قول میں علامہ یزدی نے کلمہ کی تعریف پر جو اعتراضات وارد ہوتے تھے ان کا جواب دیا دو اعتراض جن کا ذکر مرقات میں گزر چکا تھا ان کو اس میں ذکر نہیں کیا دو اعتراضات کو ذکر کیا ہے اور ان کے جوابات دیئے ہیں پہلے دو اعتراض جو مرقات میں گزرے تھے وہ یہ ہیں۔

اعتراض (۱):۔ آپ نے کہا کہ کلمہ (فعل) وہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت کرے اور اس میں تین زمانوں (ماضی، حال، استقبال) میں سے کوئی نہ کوئی زمانہ سمجھا جائے یہ تعریف آپ کی مانع نہیں اس تعریف کے مطابق الان، غدا، امس جو کہ زمانہ پردال ہیں اور معنی بھی ان کا مستقل ہے ان کو کلمہ کہنا چاہیے حالانکہ آپ ان کو کلمہ نہیں کہتے۔

جواب:۔ ہم نے تعریف میں قید لگائی ہے کہ وہ کلمہ جو اپنی شکل و صورت سے زمانے پر دلالت کرے الان زمانے حال پر امس زمانہ ماضی اور غدا آنے والے کل پر یعنی استقبال پر دلالت کرتے ہیں لیکن اپنے معانی کے ساتھ نہ کہ ہیئت کے ساتھ۔

اعتراض (۲):۔ قائم الان او امس او غدا یہ بھی تو زمانہ حال یا استقبال پردال ہے اور اس کا معنی بھی مستقل ہے۔ ہذا اس کو بھی کلمہ کہنا چاہیے حالانکہ آپ اس کو کلمہ نہیں کہتے؟

جواب:۔ ہم نے کلمہ کی تعریف میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ اپنی شکل و صورت کیساتھ زمانے پر دلالت کرے قائم الان اگرچہ زمانہ حال پر دلالت کرتا ہے لیکن اپنی شکل و صورت کے ساتھ نہیں بلکہ خارجی قرائن (الان کے متصل ہونے) کے ساتھ دلالت کرتا ہے اب آئے وہ دو اعتراض بمع جوابات نقل کئے جاتے ہیں جو کہ اس کتاب میں مذکور ہیں۔

اعتراض (۳):۔ آپ نے کلمہ کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اپنی ہیئت ترکیبہ کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانے پر دلالت کرے جیسے نصر یہ اپنی ہیئت ترکیبہ یعنی ترتیب حروف اور پے در پے تین حرفوں کے مفتوح ہونے سے زمانہ ماضی پر دلالت کر رہا ہے لہذا جہاں ہیئت نصر والی ثابت ہوگی وہاں زمانہ ماضی پر دلالت ہوگی اور وہ فعل ہوگا حالانکہ جسق یہ ہیئت

ترکیبی کے لحاظ سے بالکل نَصْر کی طرح ہے لیکن زمانہ پر دلالت نہیں کرتا؟

جواب:- ہم نے کلمہ (فعل) کی تعریف میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ مادہ موضوع (لفظ موضوع) میں اپنی ہیئت ترکیبی کے ساتھ زمانہ پر دلالت کرے جسق یہ مادہ موضوع نہیں ہے بلکہ یہ تو مہمل لفظ ہے اس لئے یہ ہماری تعریف سے خارج ہے۔

اعتراض (۴):- جسجہر یہ مادہ موضوع ہے اور اپنی ہیئت ترکیبی میں بعینہ نَصْر کی طرح ہے لہذا اس کو کلمہ کہنا چاہیے حالانکہ آپ اس کو کلمہ (فعل) نہیں کہتے؟

جواب:- ہماری کلمہ کی تعریف میں ایک قید محذوف ہے وہ یہ ہے کہ وہ مادہ موضوع متصرف اپنی ہیئت ترکیبی کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانہ پر دلالت کرے متصرف کا مطلب یہ ہے کہ اس کی گردان ماضی، مضارع کی طرح ہوتی ہو جسجہر اگرچہ مادہ موضوع ہے لیکن متصرف نہیں کیونکہ اس کی گردان ماضی، مضارع مفرد، تثنیہ کی طرف نہیں ہوتی۔

قولہ: کلمة: فی عرف المنطقیین وفی عرف النحاة فعل

ترجمہ:- منطقیوں کی عرف میں ہو نحویوں کی عرف میں وہ فعل ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی فرض منطقیوں کے کلمہ اور نحویوں کے فعل کے درمیان نسبت بتانی ہے۔

تشریح:- منطقی جس کو کلمہ کہتے ہیں نحوی اس کو فعل کہتے ہیں منطقیوں کا کلمہ خاص اور نحویوں کا فعل عام ہے جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم ہوتا ہے اور جہاں اعم ہو وہاں اخص کا ہونا ضروری نہیں لہذا اب کلمہ اور فعل میں اعم اخص مطلق کی نسبت ہوگی جہاں کلمہ منطقیوں کا ہوگا وہاں نحویوں کا فعل ہوگا اور جہاں نحویوں کا فعل ہوگا وہاں منطقیوں کے کلمہ کا ہونا ضروری نہیں۔

مادہ اجتماعی بضر ب اور نضر ب واحد مؤنث یہ کلمہ بھی ہے اور فعل بھی منطقیوں کا کلمہ نہ ہو لیکن نحویوں کا فعل ہو جیسے نضر ب ب بضر ب یہ نحویوں کے ہاں فعل ہیں کیونکہ فعل کی تعریف ان پر بھی آ رہی ہے لیکن منطقیوں کے نزدیک یہ کلمہ نہیں وجہ فرق یہاں یہ ہے کہ نحوی صورت کا لحاظ کرتے ہیں اور منطقی بادشاہ ہیں وہ سیرت (معنی) کا لحاظ کرتے ہیں اور نضر ب بضر ب وغیرہ کی صورت فعل کی سی ہے اس لئے نحوی اس کو فعل کہتے ہیں لیکن معنی یہ مرکب تام ہیں کیوں؟ نضر ب میں ہمزہ یہ متکلم پر اور نضر ب یہ حد ب یہ حد ب پر وال ہیں لفظ کی جزو معنی کی جزو پر دلالت کر رہی ہے اس لئے یہ مرکب تام ہیں اور کلمہ تو مفرد کی اقسام میں سے ہے باقی تفصیل مرقات کی کاپی میں ملاحظہ فرمائیں۔

قوله والا: ای وان لم يستقل فی الدلالة فاداة فی عرف المنطقیین و حرف فی عرف النحاة

ترجمہ:- یعنی اگر مستقل نہ ہو دلالت میں پس وہ اداتہ ہے منطقیوں کے عرف میں اور حرف ہے نحویوں کے عرف میں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض الا کا معنی بتانا اور منطقیوں کے اداتہ اور نحویوں کے حرف میں فرق بتانا ہے۔

تشریح:- والافاداة میں الا یہ استثنائیہ نہیں بلکہ الا شرطیہ ہے اور فاداة اس کی جزاء ہے اصل عبارت ہے ان لم يستقل

فی الدلالة کہ اگر وہ مفرد لفظ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو بلکہ کسی ضم ضمیمہ کی طرف محتاج ہو تو اس کو منطقی اداتہ اور

نحوی حرف کہتے ہیں یہی مطلب ہے علی معنی فی غیرہ کا جو کہ نحوی کتابوں میں تعریف ہوتی ہے یہاں منطقیوں کا اداتہ یہ

اعم ہے اور نحویوں کا حرف اخص ہے اس لئے عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے جو نحویوں کا حرف ہو گا وہ منطقیوں کا اداتہ ضرور ہو گا

جیسے من الی وغیرہ لیکن جو منطقیوں کا اداتہ ہو گا اس کیلئے ضروری نہیں کہ وہ نحویوں کا حرف بھی ہو جیسے زید کان کتابا میں کان

یہ اداتہ ہے لیکن نحویوں کا حرف نہیں یہاں بھی وجہ فرق وہی ہے کہ منطقی معنی کا لحاظ کرتے ہیں اور نحوی صورت کا کان کی صورت

چونکہ فعل کی ہے اس لئے نحوی اس کو فعل کہتے ہیں حرف نہیں کہتے اور معنی میں چونکہ یہ ربط کیلئے ہے اور اس وقت یہ تامہ ہے اور

اداتہ بھی ربط کا فائدہ دیتا ہے اسی لئے منطقی اس کو اداتہ کہتے ہیں۔

متن: وايضان اتحد معناه فمع تشخصه وضعا علم وبدونه متواط

ان تساوت افرادہ ومشكك ان تفاوتت باولية او اولوية وان كثر فان

وضع لكل ابتداء فمشترك والا فان اشتهر في الثاني فمقول ينسب

الى الناقل والا فحقيقة ومجاز

ترجمہ:- اور نیز اگر متحد ہو اس کا معنی پس باعتبار وضع کے اپنے تشخص کے ساتھ علم ہے اور اس کے بغیر متواطی ہے اگر اس کے

افراد برابر ہوں اور مشکک ہے اگر افراد متفاوت ہوں اولیت یا اولویت کے لحاظ سے اور اگر کثیر ہو اس کا معنی پس اگر وضع کیا گیا

ہو ہر ایک کیلئے ابتداء پس وہ مشترک ہے ورنہ پس اگر مشہور ہے ثانی میں پس مقول ہے منسوب کیا جاتا ہے ناقل کی طرف ورنہ

پس حقیقت اور مجاز ہے

مختصر تشریح متن:- یہاں مفرد کی ایک دوسری تقسیم علامہ تفتازانی بیان کر رہے ہیں اس مفرد کی دوسری تقسیم میں عقلی طور پر

چار صورتیں بنتی ہیں (۱) لفظ بھی مفرد ہو اور اس کا معنی بھی مفرد ہو اس کو عربی میں تو وحد اللفظ مع توحد المعنی کہتے ہیں (۲) الفاظ بھی کثیر ہوں اور معانی بھی کثیر ہوں اس کو عربی میں تکثر اللفظ مع تکثر المعنی کہتے ہیں (۳) لفظ ایک ہو اور اس کے معنی کثیر ہوں اس کو عربی میں توحد اللفظ مع تکثر المعنی کہتے ہیں (۴) لفظ کثیر ہوں لیکن معنی ان کا ایک ہو اس کو عربی میں تکثر اللفظ مع توحد المعنی کہتے ہیں۔ منطقی کتابوں میں صرف یہی صورت سے بحث نہیں ہوتی جب الفاظ بھی کثیر ہوں اور معانی بھی کثیر ہوں کیونکہ یہ تو کلام عرب میں کثیر الوقوع ہے لغت کتابوں میں اس کی تفصیل ہوتی ہے منطقی صرف باقی تین قسموں سے بحث کرتے ہیں ماہرہ افتخاری نے ان اتحاد معنہا سے لیکر وان کثر تک توحد اللفظ مع توحد المعنی کو بیان کیا ہے اور وان کثر سے لیکر آخر قول تک توحد اللفظ مع تکثر المعنی کو بیان کیا ہے اور ضمنا یہاں تکثر اللفظ مع توحد المعنی کا ذکر بھی آچکا ہے ایک کی چند قسمیں ہیں ترتیب سے ہر ایک کی قسمیں بیان ہوں گی۔

(۱) توحد اللفظ مع توحد المعنی: جب لفظ بھی ایک ہو اور اس کا معنی بھی ایک ہو تو پھر وہ معنی کلی ہو گا یا جزئی اگر وہ معنی جزئی ہے یعنی لفظ کو واضح نے وضع ہی ایک خاص معنی کیلئے کیا ہو تو اس کو افتخاری نے کہا ہے کہ یہ علم ہے اور مرقات والے نے اس کا نام جزئی حقیقی رکھا ہے دوسرا قسم اس کا یہ ہے کہ اس لفظ مفرد کا معنی کلی ہو گا کلی ہو کر پھر اسکی دو صورتیں ہیں کہ کلی کا صدق تمام افراد پر برابر سرابرا آچکا بغیر کسی فرق (اولیت، اولویت، اشدیت، ازدیت) کے یا اس فرق کے ساتھ آچکا اگر برابر سرابرا آئے تو اس کو کلی متواظی کہتے ہیں اگر اولیت اولویت کے فرق کے ساتھ آئے تو اس کو کلی مشکل کہتے ہیں۔

(۲) توحد اللفظ مع تکثر المعنی: اگر لفظ ایک ہو اور اس کے معانی کثیر ہوں اب جب لفظ کے معنی کثیر ہوں گے تو کم از کم دو معنی تو ضرور ہوں گے پھر اگر اس لفظ کو ہر معنی کیلئے علیحدہ علیحدہ بنایا گیا ہو تو اس کو مشترک کہیں گے جیسے عین اس کا معنی آنکھ، چشمہ، گھٹنا وغیرہ ہیں اور ہر ایک کیلئے وضع بھی الگ ہے اور اگر اس لفظ کی وضع ہر معنی کیلئے علیحدہ نہ کی گئی ہو بلکہ وضع تو ایک معنی کیلئے ہو لیکن پھر دوسرے معانی میں لفظ استعمال ہونے لگے اب اگر دوسرے معنی میں لفظ اتنا مشہور ہو جائے کہ اس کا اصلی معنی موضوع لہ متروک ہو جائے تو اس کو منقول کہتے ہیں پھر منقول کی ناقل کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں اگر ناقل شہیت ہو تو اس کو منقول شہتی کہتے ہیں اور اگر ناقل کوئی خاص قوم ہو تو اس کو منقول اصطلاحی کہتے ہیں اور اگر ناقل عرف عام ہو تو اس کو منقول عربی کہتے ہیں اور اگر اس لفظ کا استعمال دوسرے معنی میں زیادہ مشہور نہ ہو بلکہ لفظ معنی موضوع لہ میں بھی استعمال ہو جائے اور معنی مستعمل نہیں بھی تو پھر اس سے معنی موضوع لہ مراد لیا جائے تو اس کو حقیقت کہیں گے اور اگر لفظ بول کر اس سے

معنی مستعمل فیہ مراد لیا جائے تو اس کو مجاز کہیں گے پھر یہ دیکھیں گے کہ یہ لفظ معنی مستعمل فیہ میں کسی مناسبت کی وجہ سے استعمال ہو رہا ہے یا بغیر مناسبت کے اگر معنی موضوع لہ سے مناسبت کے بغیر مستعمل ہو تو اس کو مرتجل کہیں گے اور اگر کسی مناسبت کی وجہ سے استعمال ہو رہا ہو تو پھر دیکھیں گے کہ مناسبت تشبیہ کی ہے یا غیر تشبیہ کی اگر تشبیہ کی نہ ہو تو اس کو مجاز مرسل کہیں گے اس کی پھر چوبیس (۲۳) قسمیں ہیں حال محل، لازم ملزوم، سبب مسبب وغیرہ اور اگر مناسبت تشبیہ کی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں حرف تشبیہ کو ذکر کیا جائے گا یا نہیں اگر حرف تشبیہ کو ذکر کیا جائے تو اسکو تشبیہ کہیں گے اور حرف تشبیہ کا مذکور نہ ہو تو اس کو استعارہ کہتے ہیں استعارہ کی چار قسمیں ہیں (۱) مشبہ بہ کو ذکر کیا جائے اور ارادہ مشبہ کا کیا جائے تو اسکو استعارہ مصرحہ کہتے ہیں جیسے رایت اسدا بصرمی یہاں مشبہ بہ اسد کو ذکر کر کے ارادہ مشبہ راجل شجاع کا کیا گیا ہے اور اس پر قرینہ موجود ہے جو کہ بصرمی ہے وہ یہ بتلاتا ہے کہ یہاں مراد راجل شجاع ہے کیونکہ تیر پھینکنا آدمی کا کام ہے اسد کا کام نہیں (۲) مشبہ کو ذکر کیا جائے ارادہ بھی مشبہ کا ہو لیکن دل میں تشبیہ کسی اور چیز کے ساتھ ہو اس کو استعارہ مکنیہ یا استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں (۳) مشبہ کو ذکر کر کے لوازمات مشبہ بہ میں سے کسی کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے تو اس کو استعارہ تخیلیہ کہتے ہیں استعارہ تخیلیہ یہ قرینہ بنتا ہے استعارہ مکنیہ کیلئے۔ استعارہ مکنیہ استعارہ تخیلیہ کے بغیر نہیں پایا جاتا (۴) اگر مشبہ کو ذکر کر کے ارادہ بھی مشبہ کا ہو لیکن مشبہ بہ کے مناسبات میں سے کسی کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے تو اسکو استعارہ ترشیحیہ کہتے ہیں۔ ان تینوں کی مثال یہ شعر ہے۔

اذا انشبت المنیة اظفارها الفیت کل تمیمة لا تنفع

ترجمہ شعر:- جب موت نے اپنے ناخن چھو دیئے ☆ تو اس وقت میں نے ہر تعویذ کو پایا کہ وہ نفع نہیں دیتا تھا

یہاں تینوں قسم کے استعارے موجود ہیں المنیة کا معنی ہے موت یہاں موت مشبہ کا ذکر ہے ارادہ بھی موت کا ہے اور دل میں تشبیہ موت کو درندے (شیر) کے ساتھ دے رہا ہے یہ استعارہ بالکنایہ کی مثال ہے اور موت مشبہ کیلئے لوازمات مشبہ بہ ثابت کئے ہیں جو کہ اظفارہا ہیں یہ استعارہ تخیلیہ ہے انشبت کا معنی ہے چھونا یہ موت کیلئے ثابت کیا ہے جو کہ مناسبات مشبہ بہ میں سے ہے یہ استعارہ ترشیحیہ کی مثال ہے۔

فائدہ:- لفظ ایک ہو اور اس کے معنی کثیر ہوں تو مجاز مرسل کے چوبیس قسم، چار قسم استعارہ کے، تین قسم منقول کے، مرتجل، تشبیہ، حقیقت اور مجاز یہ کل پینتیس قسمیں بنتی ہیں ان تمام اقسام کی مثالیں مرقات میں دیکھ لیں۔

☆☆

قولہ: ایضاً: مفعول مطلق لفعل محذوف ای آض ایضاً ای رجوع رجوعاً وفيہ اشارۃ الی ان
 ہذہ القسمة ایضاً لمطلق المفرد لا للاسم وحده وفيہ بحث لانہ یقتضی ان یکون الحرف
 والفعل اذا کان متحدی المعنی داخلین فی العلم والمتواطی والمشکک مع انہم لا یسمونها
 بہذہ الاسامی بل قد حقق فی موضعه ان معنایہما لا یتصف بالکلیۃ والجزئیۃ تأمل فیہ

ترجمہ:- (اس کا قول ایضاً) یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی آض ایضاً لوٹا لوٹنا اور اس میں اشارہ اس بات کی طرف
 ہے کہ یہ تقسیم بھی مطلق مفرد کی ہے نہ کہ اکیلے اسم کی اور اس میں بحث ہے اس لئے کہ بلاشبہ یہ تقاضا کرتا ہے اس بات کا کہ
 حرف اور فعل جب متحد المعنی ہوں تو داخل ہیں علم اور متواطی اور مشکک میں باوجود اس کے کہ نہیں نام رکھتے وہ (منطقی) ان کا ان
 ناموں کے ساتھ بلکہ اپنے مقام پر یہ بات محقق ہے کہ ان دونوں کا معنی کلیت و جزئیت کے ساتھ متصف نہیں ہوتا پس اس میں
 غور و فکر کرنے۔

اغراض شارح:- اس پورے قول کے تین حصے ہیں (۱) مفعول مطلق سے لیکر وفيہ بحث تک قول کی غرض صرف ایضاً
 کی ترکیب بتانا ہے (۲) وفيہ بحث سے نامل تک غرض اعتراض کرنا ہے (۳) نامل فیہ سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے
 غرض اول ترکیب:- ایضاً، مثلاً، البتہ اس قسم کے الفاظ یہ ہمیشہ مفعول مطلق واقع ہوتے ہیں اور ہمیشہ ان کی جنس میں
 سے فعل محذوف نکالا جاتا ہے ایضاً سے پہلے آض فعل محذوف ہے اور عبارت آض ایضاً ہوگی جس کا معنی رجوع رجوعاً
 ہے یہاں مطلب یہ ہوگا کہ ماتن پھر مفرد کی دوبارہ تقسیم کر رہے ہیں۔

غرض ثانی وفيہ بحث:- اس میں ایک اعتراض ہے۔ اعتراض:- آپ نے ما قبل میں مفرد کی تین قسمیں بیان کی ہیں (کلمہ،
 اسم، اداۃ) اور ایضاً کی عبارت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ آگے آنیوالی تقسیم بھی مفرد کی ہے یعنی متواطی، مشکک، مشترک،
 منقول اور علم ہونا تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب یہ اقسام مفرد کے ہیں اور مفرد فعل بھی ہوتا تھا اور حرف بھی تو یہ اقسام فعل
 و حرف کی بھی ہیں حالانکہ متواطی اور مشکک وغیرہ یہ فعل نہیں ہوتے کیونکہ یہ نام تو ان الفاظ کے رکھے جاتے ہیں جن کا معنی کلیت
 اور جزئیت کے ساتھ موصوف ہو سکے کلیت اور جزئیت کے ساتھ تو صرف معنی مستقل ہی موصوف ہو سکتا ہے حرف کا معنی مستقل
 نہیں ہوتا اسی طرح فعل کا بھی معنی مطابقی وہ غیر مستقل ہے کیونکہ وہ مرکب ہے حدث، نسبت الی الزمان اور نسبت الی الفاعل
 سے یہاں حدث تو مستقل ہے باقی نسبت الی الزمان اور نسبت الی الفاعل یہ مستقل نہیں اور جو چیز مستقل اور غیر مستقل سے

مرکب ہوتی ہے وہ غیر مستقل ہوتی ہے لہذا فعل کا معنی بھی غیر مستقل ہے جب حرف اور فعل کا معنی غیر مستقل ہے تو یہ کلیت اور جزئیت کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے جب کلیت اور جزئیت کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے تو یہ متواہلی اور مشکک وغیرہ نہیں ہو سکتے جب متواہلی، علم، مشکک نہیں ہو سکتے تو پھر ان کو مفرد کی اقسام بنانا کیسے درست ہے؟ بینوا و تو جروا۔

غرض ثالث کامل فیہ:- سے اس اعتراض کا جواب دیا اس اعتراض کے علامہ یزدی نے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب (۱):- مناطہ کے اس بارے میں دو مذہب ہیں بعض مناطہ کے نزدیک صرف اسم ہی متواہلی، مشکک، مشترک ہو سکتا ہے اور دوسرے بعض مناطہ کے ہاں حرف اور فعل بھی متواہلی، مشکک وغیرہ ہو سکتے ہیں یہاں تفتازانی نے بھی ان مناطہ کا مذہب لیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فعل اور حرف بھی متواہلی و مشکک ہو سکتے ہیں لہذا اب اشکال نہیں ہو سکتا۔

جواب (۲):- دوسرے جواب کے سمجھنے سے پہلے مناطہ کا ایک ضابطہ سمجھنا ضروری ہے۔

ضابطہ:- ایک ہوتی ہے مطلق الشی یعنی اضافت ہو مطلق کی شی کی طرف یعنی مطلق شی اور ایک ہوتی ہے الشی المطلق موصوف صفت ایسی شی جو مقید ہو ساتھ وصف اطلاق کے۔ مطلق الشی میں چونکہ قید تو کوئی بھی نہیں اس لئے اس میں عموم زیادہ ہے اور الشی المطلق میں اطلاق کی کم از کم قید تو موجود ہے اس لئے اس میں اس درجے کا عموم نہیں بلکہ یہاں مقید ہے مطلق الشی میں کوئی قید نہیں اس میں عموم ہے لہذا اس میں تخصیص کی جاسکتی ہے لیکن الشی المطلق میں چونکہ قید اطلاق موجود ہے اس لئے اس میں تخصیص نہیں ہو سکتی کیونکہ اطلاق اور تخصیص آپس میں ضدیں ہیں۔

ضابطہ کا انطباق:- جب آپ نے یہ ضابطہ سمجھ لیا تو اب جواب نمبر (۲) سمجھیں کہ ایک ہے مطلق المفرد اور ایک ہے المفرد المطلق، مطلق المفرد یہ مطلق الشی کی طرح ہے اور المفرد المطلق یہ الشی المطلق کی طرح ہے لہذا یہاں بھی المفرد المطلق میں تو تخصیص صحیح نہیں اور مطلق المفرد میں تخصیص درست ہوگی یہاں متن میں تفتازانی نے جو تقسیم کی ہے وہ مطلق المفرد کی ہے اس میں تخصیص کر کے اسم کی تقسیم متواہلی مشکک وغیرہ کی طرف کی ہے المفرد المطلق کی تقسیم نہیں کی تاکہ اشکال وارد نہ ہو سکے۔

قولہ: ان اتحد معناه: ای وحد معناه ترجمہ:- یعنی ایک ہو اس کا معنی۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ عبارت متن پر وارد ہوتا ہے۔

اعتراض:- اتحاد یہ باب اتعال کا مصدر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ دو متغایر چیزوں کو یکجا کر دینا۔ یعنی ملا دینا یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے متن میں یہ کہا ہے کہ اگر اس مفرد کا معنی متحد ہو تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مفرد کا معنی ایسا ہوگا جس میں جزیں متغایر ہوں گی پھر ان دونوں کو ملا کر ایک معنی بنا دیا گیا ہوگا حالانکہ ایسا تو نہیں ہوتا۔

جواب:- یہاں اتحاد بول کر مجازاً نوحدہ مراد لی گئی ہے اب مطلب عبارت کا یہ ہوگا کہ اگر مفرد کا معنی واحد ہو یعنی ایک وہ علم ہے از روئے وضع کے۔

قوله: فمع تشخصه: ای جزئیہ ترجمہ:- یعنی اس کے جزئی ہونے کے ساتھ۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض بھی ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ متن پر وارد ہوتا تھا۔

اعتراض:- تشخص کے معنی ہیئت و صورت کے آتے ہیں اس اعتبار سے اب متن کی عبارت کا مطلب بھی یہ ہوا کہ مفرد صورت و شکل کے ساتھ از روئے وضع کے علم ہے یہ معنی درست نہیں کیونکہ مفرد تو کلی ہے کلی کی تو شکل ہی نہیں ہوتی۔

جواب:- تشخص یہ ملزوم ہے اور جزئی ہونا اس کو لازم ہے جہاں تشخص ہوگا وہاں جزئی ہوگی اور جہاں جزئی ہوگی وہاں تشخص ہوگا جیسے زید کی ذات جہاں ہوگی وہ ذات زید (جزئی) ہوگی یہاں بھی ملزوم تشخص بول کر لازم (جزئی) مراد لیا گیا ہے مطلب عبارت کا یہ ہوگا کہ وہ مفرد اپنے جزئی ہونے کے ساتھ از روئے وضع کے علم ہے۔

قوله: ووضعا: ای بحسب الوضع دون الاستعمال لان ما یکون مدلوله کلیا فی الامور و مشخصا فی الاستعمال کاسماء الاشارة علی رأی المصنف لا یسمی علما و مہنا کما آخروہ وان المراد بالمعنی فی هذا التقسیم اما الموضوع له تحقیقا او ما استعمل فیہ اللہ سواء کان وضع اللفظ لازائہ تحقیقا او تاویلا لعلی الاول لا یصح عدل الحقیقة والمجاز اقسام متکثر المعنی و علی الثانی یدخل نحو اسماء الاشارة علی مذهب المصنف فی معنی المعنی و ینخرج عن افراد متحد المعنی فلا حاجة فی اخر ابہا الی التفیید بقوله ووضعا ترجمہ:- یعنی وضع کے لحاظ سے نہ کہ استعمال کے لحاظ سے کیونکہ وہ لفظ مفرد جس کا مدلول اصل میں کلی ہو اور استعمال میں ہو جیسے مصنف کے خیال پر اسماء الاشارة اس کا نام علم نہیں رکھا جاتا اور یہاں ایک دوسری گفتگو ہے وہ یہ کہ اس تقسیم میں معنی

مراد یا تو حقیقہ موضوع لہ ہے یا وہ معنی ہے جس میں لفظ مفرد مستعمل ہو برابر ہے کہ اس کیلئے لفظ مفرد حقیقہ وضع کیا گیا ہو یا تاویل
پہلی تقدیر پر محکم المعنی کی اقسام میں سے حقیقت اور مجاز کو شمار کرنا صحیح نہ ہوگا اور ثانی تقدیر پر مصنف کے مذہب کے مطابق اسما
اشارہ کی مثل حواسما ہیں وہ مثل المعنی میں داخل ہو جائیں گے اور متحد المعنی کے افراد سے خارج ہو جائیں گے پس اس سے اسما
اشارہ وغیرہ کو نکالنے کیلئے لفظ مفرد متحد المعنی کو وضعاً قید کے ساتھ مقید کرنے کی ضرورت نہیں۔

اغراض شارح :- اس قول میں یہ بتا رہے ہیں کہ مصنف کے نزدیک اسما اشارات وضع عام موضوع لہ م میں سے ہیں
اگرچہ ان کا استعمال جزئیات مخصوصہ میں ہوتا ہے۔ وہہنا کلام الخ سے ماتن پر وارد ہونے والے ایک اعمتہ اض کا جواب
دے رہے ہیں۔

فائدہ :- (۱) ایک واضح لفظ ہوتا ہے یعنی لفظ کا بنانے والا (۲) ایک موضوع ہوتا ہے یعنی جس چیز کو بنایا جائے (۳) تیسری چیز
وضع ہوتی ہے کہ بنانے والا لفظ کو بناتے وقت کس چیز کا لحاظ کر کے بناتا ہے (۴) موضوع لہ یعنی جس کیلئے لفظ کو بنایا گیا ان
چاروں چیزوں میں سے دو متعین ہیں ایک واضح اور دوسری موضوع واضح تو تمام الفاظ کا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے مجازیوں
نسبت کی جاتی ہے کہ نحو یوں نے اس لفظ کو فلاں معنی کیلئے بنایا صرف یوں نے اس لفظ کو فلاں معنی کیلئے بنایا موضوع بھی متعین ہے
اور وہ لفظ ہے البتہ وضع اور موضوع لہ یہ بدلتے رہتے ہیں جب بھی کوئی بنانے والا کسی لفظ کو کسی معنی کیلئے جاتا ہے تو وہ کسی نہ کسی
چیز کا لحاظ کرتا ہے یا جزیئی کا اسی طرح معنی جس کو موضوع لہ کہتے ہیں وہ بھی یا کلی ہوتا ہے یا جزیئی ہوتا
ہے وضع کے اعتبار سے یہاں چار قسمیں بنتی ہیں اگر واضح بناتے وقت کسی امر کلی کا لحاظ کرے تو اس کو وضع عام کہتے ہیں اور اگر
کسی جزیئی چیز کا لحاظ کرے تو اس کو وضع خاص کہتے ہیں اسی طرح اگر لفظ کسی جزیئی معنی کیلئے بنائے تو اس کو موضوع لہ خاص کہتے
ہیں اور اگر کسی کلی معنی کیلئے بنائے تو اس کو موضوع لہ عام کہتے ہیں وضع کے اعتبار سے شی کی جلی طور پر یہاں چار صورتیں بنتی ہیں
(۱) وضع خاص موضوع لہ خاص (۲) وضع عام موضوع لہ عام (۳) وضع خاص موضوع لہ خاص (۴) وضع عام موضوع لہ خاص۔
ان چار قسموں میں سے پہلی دو اور چوتھی کلام عرب میں مستعمل ہیں البتہ تیسرا قسم وضع خاص موضوع لہ عام یہ کلام عرب میں
مستعمل نہیں کیونکہ جب وضع خاص ہے تو اس وقت وضع میں امر جزیئی کا لحاظ کیا جائے گا جزیئی کسی کلی کے حصول کا ذریعہ نہیں بنتی
کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ الجزئی لا یكون کاسبا ولا مکتسبا باقی تین قسموں کی تفصیل سمجھیں۔

(۱) وضع خاص موضوع لہ خاص :- وضع بھی خاص ہو اور موضوع لہ بھی خاص ہو جیسے لفظ زید اس کو وضع نے ایک معنی

جزئی ذات مخصص کیلئے وضع کیا ہے اس کا موضوع لہ خاص ہے وہ ذات معین ہے یہاں وضع بھی خاص ہے کیونکہ بنانے والے نے لفظ زید کو بناتے وقت جزئی چیز (اس کی صورت و شکل) کا لحاظ کیا۔

﴿۲﴾ وضع عام موضوع لہ عام۔ جیسے لفظ انسان کی وضع ایک مفہوم کلی (حیوان ناطق) کیلئے، لفظ انسان کو وضع کرنے وقت ایک عام معنی حیوان ناطق کا لحاظ کیا اور اس کی وضع بھی ایک عام معنی حیوان ناطق کیلئے ہے۔

﴿۳﴾ وضع خاص موضوع لہ عام۔ اس کی کوئی بھی شکل کلام عرب میں موجود نہیں ہے کیونکہ لفظ جب کسی امر جزئی کا لحاظ کرتے ہوئے وضع کیا گیا ہوگا تو اس وقت وہ جزئی آلہ بنے گی حالانکہ جزئی کے بارے میں یہ ضابطہ ماقبل میں نذر چکا ہے کہ الجزئی لا یكون كاسما ولا مکتسبا جزئی نہ خود حاصل ہوتی ہے اور نہ دوسری کسی چیز کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آلہ بنتی ہے

﴿۴﴾ وضع عام موضوع لہ خاص۔ اسما اشارات اور ضمائر ان کو وضع کرنے وقت ایک امر کلی کا لحاظ کیا ہے اسما اشارات میں سے ہذا کو واحد مذکر مہر کیلئے وضع کیا اسی طرح ضمائر میں سے مٹاھو کو وضع کرنے وقت ایک امر کلی کا لحاظ کیا کہ ہسوا بر واحد مذکر غائب کیلئے استعمال ہوگا ہاں ان دونوں کا موضوع لہ بعض حضرات کے نزدیک خاص ہے کیونکہ ان کا استعمال تو جزئیات میں ہوتا ہے ان کا موضوع لہ وہ مخصوص جزئی ہے جس میں اسما اشارات اور ضمائر کو استعمال کیا جاتا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ان کا موضوع لہ بھی عام ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسما اشارات بعض حضرات کے نزدیک وضع عام اور موضوع لہ خاص کے قبیل میں سے ہیں اور بعض کے نزدیک وضع عام موضوع لہ عام کے قبیل میں سے ہیں علی رأی المصنف :- اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مصنف کے نزدیک اسما اشارات وضع عام موضوع لہ عام کے قبیل میں سے ہیں اگرچہ ان کا استعمال جزئیات مخصوصہ میں ہوتا ہے اسی لئے مصنف نے وضع کی قید لگادی تاکہ اسما اشارات ظلم کی تعریف سے خارج ہو جائیں ان کا معنی اگرچہ ایک یعنی جزئی ہوتا ہے لیکن وضع کے اعتبار سے نہیں بلکہ استعمال کے اعتبار سے ہے۔

وہہنا کلام الخ :- اس عبارت سے شارح مانتے پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض بان السعد معناه میں معنی سے مراد یا تو معنی موضوع لہ ہے اور یا معنی مستعمل یہ ہے اگر معنی موضوع لہ مراد ہے تو پھر قید لگانا اور مجاز کو متکثر المعنی میں شمار کرنا درست نہیں کیونکہ حقیقت اور مجاز کا معنی تو ایک ہی ہوتا ہے اور مجاز کا تو معنی موضوع لہ ہوتا ہے اور اگر معنی مستعمل یہ ہے تو پھر وضع کی قید لگانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسما اشارات کا معنی مستعمل یہ تو ایک ہوتا

ہے زیادہ نہیں ہوتا شارح نے اس اعتراض کا جواب کوئی ذکر نہیں کیا۔

جواب :- یہاں مصنف نے صنعت استحدام سے کام لیا ہے صنعت استحدام اس کو کہتے ہیں کہ ایک لفظ ذکر کیا جائے پھر اس کے بعد ایک ضمیر آ جائے جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو مگر اس لفظ سے جو معنی مراد ہو اس کا غیر اس ضمیر سے مراد لیا جائے مثلاً التحذیر ہو معمول بتقدیر اتق التحذیر کا لفظ بول کر اس سے ایک معنی (ڈرانا) مراد لیا گیا ہے اور پھر جب اس لفظ کی طرف ضمیر کو راجع کیا تو اس وقت اس سے دوسرا معنی مراد لیا یعنی محذریا محذرنہ بالکل اس طرح ان السعد معناه میں معنی سے مراد معنی موضوع ہے لہذا اسما اشارات کو علم کی قید سے خارج کرنے کیلئے وضع کی قید لگانا ضروری تھا پھر جب اس کی ضمیر جو ان کسر میں مذکور ہے جب یہ اسکی طرف راجع کی تو اس سے مراد معنی مستعمل فیہ لے لیا حقیقت اور مجاز کے معنی مستعمل فیہ چونکہ زیادہ ہیں لہذا اب نہیں ٹھکرا معنی کے اقسام میں شمار کرنا درست ہے اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

قوله: ان تساوت الافراد: بان يكون صدق هذا المعنى الكلى على تلك الافراد على السوية
ترجمہ :- بایں طور کہ اس معنی کلی کا ان افراد پر سچا آنا برابری (کے طریقے) پر ہو۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض تو صیح متن ہے تساوی افراد کی صورت بیان کی ہے۔

تشریح :- تساوی افراد کی صورت بیان کی ہے کہ انسان اپنے افراد خارجی اور ذہنی پر برابر صادق آ رہا ہے یہ نہیں کہ کوئی فرد انسانی ایسا ہو جس پر انسان بالاولیت سچا آ رہا ہو۔

قوله: ان تفاوتت: ای يكون صدق هذا المعنى على بعض افراده مقدم على صدقه
على بعض آخر بالعلية او يكون صدقه على بعض اولی وانسب من صدقه على بعض آخر
وغرضه من قوله ان تفاوتت باولية او اولوية التمثيل فان التشكيك لا ينحصر فيهما بل
قد يكون بالزيادة والنقصان او بالشدّة والضعف

ترجمہ :- یعنی اس مفہوم کا صدق اس کے بعض افراد پر علت ہونے کے لحاظ سے مقدم ہو اس کے دوسرے بعض افراد پر صادق آنے سے یا اس مفہوم کا صدق بعض پر اولی اور انسب ہو دوسرے بعض افراد پر اس کے صادق آنے سے اور ماتن کی غرض اپنے قول ان تفاوتت باولية او اولوية سے تمثیل ہے کیونکہ تشکیک صرف ان دونوں میں منحصر نہیں بلکہ یہ تشکیک کبھی زیادتی اور

نقصان کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی شدت اور ضعف کے ساتھ ہوتی ہے۔

اغراض شارح:۔ ای بکون صدق هذا الخ سے توضیح متن اور غرضہ من قوله سے آخر تک ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔

تشریح:۔ اس مفہوم کا صدق اس کے بعض افراد پر مقدم ہو دوسرے افراد سے اسکی مثال وجود ہے جو کہ ذات واجب الوجود پر پہلے سچا آ رہا ہے کیونکہ وہ علت ہے اور ممکن پر بعد میں کیونکہ وہ معمول ہے یہ صدق وجود مقدم بالعلیہ ہے دوسرا یہ کہ اس مفہوم کا صدق بعض پر اولیٰ اور انسب ہو دوسرے بعض سے اسکی مثال بھی وجود ہے جس کا صدق واجب پر اولیٰ اور انسب ہے کیونکہ وجود الواجب لذاتہ ہے اور وجود ممکن لغیرہ ہے یعنی واجب کی وجہ سے۔

وغرضہ من قوله:۔ اس عبارت سے مصنف کی غرض ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا ہے کہ لفظ کا معنی ایک ہو بلا تشخص نیز اس کے افراد متفاوت ہوں اولیت یا اولویت کی وجہ سے تو اسے مشکب کہتے ہیں گویا کہ تشکیک اولیت اور اولویت میں منحصر ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ تشکیک تو شدت و ضعف اور زیادتہ و نقصان میں تفاوت کی بناء پر بھی پائی جاتی ہے۔

جواب:۔ اگر اولیت اور اولویت کا ذکر علی وجہ الاختصار ہوتا تو یہ اعتراض وارد ہوتا مصنف نے ان کا ذکر علی وجہ التمثیل کیا ہے جو کہ اختصار کا مقتضی نہیں۔

قوله وان کثر: ای اللفظ ان کثر معناه المستعمل هو فيه فلا یخلوا اما ان یکون موضوعا لكل واحد من تلك المعانی ابتداء بوضع علیحدہ او لایکون كذلك والاول یسمى مشترکا کالعين للباصرة والذهب والذات والركبة وعلی الثانی فلا محالة ان یکون اللفظ موضوعا لواحد من تلك المعانی اذا المفرد قسم من اللفظ الموضوع ثم انه ان استعمل فی معنی آخر فان اشتهر فی الثانی وترک استعماله فی المعنی الاول بحیث یتبادر منه الثانی اذا اطلق مجردا عن القرائن فهذا یسمى منقولاً وان لم یشتهر فی الثانی ولم یهجری فی الاول بل یتستعمل تارة فی الاول واخری فی الثانی فان استعمل فی الاول ای المعنی

الموضوع له يسمى اللفظ حقيقة وان استعمل في الثاني الذي هو غير موضوع له يسمى مجازاً ثم اعلم ان المنقول لا بد له من ناقل من المعنى الاول المنقول عنه الى المعنى الثاني المنقول اليه فهذا الناقل اما اهل الشريعة او اهل العرف العام او اهل عرف واصطلاح خاص كالنحوي مثلاً فعلى الاول يسمى منقولاً شرعياً وعلى الثاني منقولاً عرفياً وعلى الثالث اصطلاحياً والى هذا اشار بقوله ينسب الى الناقل

ترجمہ :- یعنی اگر لفظ مفرد کا معنی کثیر ہو جس معنی میں وہ مستعمل ہے تو (ان دو صورتوں سے) خالی نہیں یا تو وہ لفظ مفرد ان معنوں میں سے ہر ایک کیلئے مستقل وضع کے ساتھ ابتداءً موضوع ہو گا یا اس طرح نہیں ہو گا اول قسم کے لفظ مفرد کا نام مشترک رکھا جاتا ہے جیسے لفظ عین (علیحدہ علیحدہ وضع کیا گیا ہے) قوت باصرہ اور سونے اور ذات اور گھٹنے کیلئے اور ثانی صورت پر یقیناً وہ لفظ موضوع ہو گا ان معنوں میں سے ایک کیلئے کیونکہ لفظ مفرد لفظ موضوع کی قسم ہے پھر وہ لفظ مفرد اگر دوسرے معنی میں مستعمل ہو پس اگر وہ دوسرے معنی میں مشہور ہو جائے اور پہلے معنی میں اس کا استعمال اس طرح متروک ہو جائے کہ اسی لفظ مفرد سے ثانی معنی متبادر الی الذہن ہو جبکہ اس کو قرآن سے خالی کر کے استعمال کیا جائے تو اس لفظ مفرد کا نام منقول رکھا جاتا ہے اور اگر لفظ مفرد معنی ثانی میں مشہور نہ ہو اور معنی اول متروک نہ ہو بلکہ اسی لفظ مفرد کو کبھی معنی اول اور کبھی معنی ثانی میں استعمال کیا جاتا ہو سو اگر استعمال کیا جائے اس لفظ مفرد کو معنی اول یعنی موضوع لہ میں تو اس لفظ کا نام حقیقت رکھا جاتا ہے اور اگر استعمال کیا جائے اس معنی ثانی میں جو غیر موضوع لہ ہے تو اس لفظ کا نام مجاز رکھا جاتا ہے پھر تو جان لے کہ منقول کیلئے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اس کو اس کے معنی اول منقول عنہ سے معنی ثانی منقول الیہ کی طرف نقل کرے پس یہ ناقل یا اہل شرع ہونگے یا اہل عرف عام ہونگے یا اہل عرف خاص جیسے نحوی وغیرہ پس پہلی صورت میں اس لفظ مفرد کا نام منقول شرعی رکھا جاتا ہے اور دوسری صورت میں اس لفظ مفرد کا نام منقول عرفی رکھا جاتا ہے اور تیسری صورت میں اس لفظ مفرد کا نام منقول اصطلاحی رکھا جاتا ہے اور اسی کی طرف ما تنّٰیٰ ينسب الى الناقل کہہ کے اشارہ فرمایا ہے۔

تشریح :- اللفظ کو ذکر کر کے شارح نے اس جانب اشارہ کر دیا کہ یہ تقسیم جو کہ ان اتحاد معنہ سے کی جا رہی ہے مفرد کی ہے نہ کہ اسم کی (والتفصیل فی ما سبق) معنہ المستعمل فیہ سے اسم اشارہ کو خارج کرنے کیلئے وضع کی قید پر جو اعتراض ہوا تھا اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا۔

اما ان یکون موضوعا لخر: اس عبارت میں مشترک کی تعریف کی ہے۔ اس تعریف کے فوائد قیود یہ ہیں۔

فوائد قیود تعریف :- موضوع کی قید سے مہل کو خارج کر دیا لکل واحد من تلک المعانی کی قید سے حقیقت و مجاز کو خارج کر دیا کیونکہ حقیقت کو صرف ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے اور مجاز کسی معنی کیلئے موضوع نہیں ابتداء کی قید سے مقول لکل ما کیونکہ اسے ہر ایک معنی (منقول عنہ اور منقول الیہ) کیلئے وضع کیا جاتا ہے مگر ابتداء نہیں کیونکہ ابتداء میں لفظ مقول کی وضع صرف منقول عنہ کیلئے ہوتی ہے پھر مناسبت کی وجہ سے اسے منقول الیہ کیلئے بھی وضع کر دیا جاتا ہے۔ ہر وضع علیحدہ کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن کی وضع عام اور موضوع لہ خاص ہے مثلا اسما اشارات او لایسکون کذلک اصل میں یوں ہے وان لم یکن موضوعا لکل واحد من تلک المعانی ابتداء ہر وضع علیحدہ۔

و علی الثانی اذا المفرد :- سے شارح ایک وہم کا ازالہ کر رہے ہیں۔

وہم :- دلیل ہر اس طرح بیان کی جا رہی ہے کہ لفظ کو بہت سے معانی کیلئے وضع کیا گیا ہو گا یا ایک کیلئے اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ کسی بھی معنی کیلئے وضع نہ کیا گیا ہو۔

ازالہ :- یہ ممکن بھی نہیں کیونکہ یہ مفرد کی تقسیم ہے اور مفرد اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی ایسا مفرد بھی ہو جو کسی معنی کیلئے نہ وضع کیا گیا ہو۔

ثم انه ان استعمل سے آخر قول تک عبارت کا مطلب نہایت واضح ہے تشریح کا محتاج نہیں ہے۔

متن فصل :- المفہوم ان امتنع فرض صدقہ علی کثیرین فجزئی

والا فکلی امتنعت افرادہ او امکنت ولم توجد او وجد الواحد فقط مع

امکان الغیر او امتناعہ او الکثیر مع القناہی او عدمہ

ترجمہ متن :- مفہوم اگر امتنع ہو اس کے کثیرین پر سچا آنے کو فرض کرنا پس وہ جزئی ہے ورنہ وہ کلی ہے امتنع ہوں اس کے افراد یا

ممکن ہوں اور نہ پائے جائیں یا فقط ایک فرد پایا جائے غیر (دوسرے فرد) کے امکان کے ساتھ یا اس کے امتناع کے ساتھ

یا کثیر افراد پائے جائیں قناہی ہو کر یا غیر قناہی ہو کر۔

مختصر تشریح متن :- اس فصل میں بھی لفظ مفرد کی تقسیم ہے ما قبل والی لفظ کی تقسیم مطرود مرکب کی طرف اولاد بالذات کی تشریح

لفظ کی ثانیاً بالعرض ہے لفظ کی پہلی تقسیم مفرد و مرکب یہ اولاً وبالذات ہے اولاً وبالذات کا مطلب یہ ہے کہ مفرد و مرکب لفظ کی صفت اولاً بنتی ہے اور بالذات بنتی ہے لفظ کی یہ تقسیم (کلی و جزئی) لفظ کی صفت ثانیاً بالعرض بنتی ہے ثانیاً بالعرض کا مطلب یہ ہے کہ کلی اور جزئی ہونا یہ معنی کی صفت اولاً وبالذات ہے اور لفظ کی صفت ثانیاً بالعرض ہے تو چونکہ یہ کلی اور جزئی ہونا اولاً وبالذات صفت معنی کی بنتا ہے اسی لئے پہلے اس کی تعریف کرتے ہیں اور معنی کا دوسرا نام مفہوم ہے۔

مفہوم کا معنی:۔ جو لفظ سے سمجھا گیا ہو، اور جو چیز لفظ سے سمجھی جاتی ہے وہ معنی ہوتا ہے۔

مفہوم کی اقسام:۔ مفہوم کی دو قسمیں ہیں (۱) کلی (۲) جزئی۔

(۱) کلی وہ مفہوم ہے کہ جس کا صدق کثیرین پر فرض کرنا جائز ہو جیسے انسان۔

(۲) جزئی وہ مفہوم ہے کہ جس کا صدق کثیرین پر فرض کرنا جائز نہ ہو جیسے زید کہ اس کا صدق اس ذات شخص و صورت متعین پر ہوتا ہے کثیرین پر نہیں ہوتا۔

منحلی حضرات جزئی سے بحث ہی نہیں کرتے کلی کی باعتبار افراد کے چھ قسمیں ہیں چونکہ کلی تو ایک معنی ہے اس کے معنی کے آگے افراد ہوں گے۔

وجہ حصر:۔ کلی کے افراد کا وجود خارج میں ممکن ہوگا یا ممکن نہ ہو تو اس کو کلی کی پہلی قسم متنع الا فراد کہتے ہیں جیسے شریک باری تعالیٰ اور اگر کلی کے افراد کا وجود خارج میں ممکن ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کے افراد خارج میں پائے جائیں گے یا نہیں اگر نہ پائے جائیں تو یہ کلی کا دوسرا قسم ہے جیسے عنقاء یہ ایک کلی ہے لیکن اس کا خارج میں کوئی فرد نہیں پایا گیا کلی اس طرح ہے کہ اس کا معنی کلی ہے وہ یہ کہ ایک پرندہ جو کہ دو پروں والا ہو اور ایک پر مغرب میں اور دوسرا مشرق میں ہو (عنقاء کے ہاں، میں تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ یہ پرندہ تھا اس کی خوراک پرندے اور انسان تھے ایک دفعہ اس نے ایک بچہ کھالیا وہ نے تک آ کر اس وقت کے پیغمبر حضرت حظلہ بن صفوان یا اس وقت کے ولی کامل مستجاب الدعوات جن کا نام خالد بن سنان تھا ان سے درخواست کی کہ آپ اس کیلئے بددعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی نسل ہی ختم کر دے چنانچہ اس پیغمبر یا اس وقت کے ولی کامل کی دعا سے اس کی نسل ہی دنیا سے ختم ہو گئی اب وہ دنیا میں نہیں پایا جاتا) لیکن اس کا پایا جانا ممکن ہے اگر اس کا پایا جانا ممکن ہوتا تو پھر یہ دنیا میں پایا بھی نہ جاتا حالانکہ پایا گیا ہے یہ دوسری قسم کی کلی ہے اور اگر اس کے افراد خارج میں پائے جائیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کا ایک فرد خارج میں ہوگا یا کثیر اگر خارج میں ایک فرد ہے تو پھر اس کی دو حالتیں ہوں گی اس ایک فرد کے پائے

جانے کے ساتھ دوسرے کا امکان ہو گیا نہیں اگر غیر کا امکان نہ ہو تو یہ تیسری قسم کی کلی ہے جیسے واجب الوجود یہ ایک کلی ہے اس کا صرف ایک ہی فرد (اللہ) خارج میں پایا گیا ہے اور غیر کا امکان بھی یہاں نہیں اور اگر اس ایک کے ساتھ غیر کا بھی امکان ہو جیسے شمس یہ ایک ہے کیونکہ اس کا معنی ہے ایک ایسا جسم جو تمام کائنات کو روشن کرے اس کا صرف ایک ہی فرد شمس پایا گیا ہے غیر کا بھی امکان ہے، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بھی شمس پیدا کر دے اس میں کوئی خرابی تو نہیں یہ چوتھی قسم کی کلی ہے اور اگر اس کلی کے افراد خارج میں زیادہ پائے جائیں تو پھر وہ حال سے خالی نہیں اس کلی کے افراد متناہی ہوں گے یا غیر متناہی، متناہی ہوں جیسے کواکب سیارہ یہ ایک کلی ہے اس کا معنی ہے ایسے ستارے جو چلنے والے ہوں اس کے افراد صرف سات ہیں عطارد، مشتری، زحل، مریخ، شمس، قمر، زہرہ یہ پانچویں قسم کی کلی ہے اور اگر اس کلی کے افراد کثیرہ غیر متناہی ہوں جیسے انسان اس کا معنی حیوان ناطق ہے اس کے افراد غیر متناہیہ ہیں یہ چھٹی قسم کی کلی ہے۔

قولہ: المفہوم ای ما حصل فی العقل و اعلم ان ما يستفاد من اللفظ باعتبار انه فہم منه یسمی مفہوماً باعتبار انه قصد منه یسمی معنی و مقصوداً و باعتبار ان اللفظ دال علیہ یسمی مدلولاً

ترجمہ:- مفہوم سے مراد وہ معنی ہے جو عقل میں حاصل ہو اور تو جان لے کہ جو معنی لفظ سے مستفاد ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ وہ لفظ سے سمجھا گیا ہے اسے مفہوم کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ لفظ سے اس کا قصد کیا گیا ہے اس کا نام معنی اور مقصود رکھا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ لفظ اس پر دال ہے اس کا نام مدلول رکھا جاتا ہے۔

اغراض شارح:- اس قول کے دو حصے ہیں و اعلم ان ما يستفاد تک کی عبارت کی غرض دو اعتراضات کا جواب دینا ہے جو کلی، جزئی کی تعریف پر ہوتے ہیں اور و اعلم سے آخر تک ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں۔

اعتراض ﴿۱﴾:- المفہوم کا معنی آپ نے یہ کیا ہے کہ وہ معنی جو لفظ سے سمجھا گیا ہو وہ یا کلی ہو گا یا جزئی اس معنی سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو معنی لفظ سے سمجھا گیا ہو وہ کلی جزئی ہو گا اور جو معنی ابتداء ہی ذہن میں آئے لفظ سے نہ سمجھا جائے وہ کلی جزئی نہ ہو گا حالانکہ تمام معانی یا کلی ہیں یا جزئی اس اعتراض کا جواب سمجھنے سے قبل ایک فائدہ سمجھ لیں۔

فائدہ:- آیا کوئی معنی بغیر لفظ کے سمجھا بھی جاتا ہے یا نہیں سو اس کے بارے میں یہ سمجھ لیں کہ متکلم جب کوئی لفظ بولتا ہے تو معنی

پہلے اس کے ذہن میں ہوتا ہے بعد میں وہ لفظ سے اس کو تعبیر کرتا ہے البتہ مخاطب معنی بغیر لفظ کے نہیں سمجھ سکتا مخاطب کے سامنے جب لفظ بولا جاتا ہے تو وہ اس کا معنی سمجھتا ہے خلاصہ اس فائدہ کا یہ نکلا کہ متکلم کو معنی سمجھنے میں لفظ کی ضرورت نہیں ہوتی اور مخاطب کو معنی سمجھنے کیلئے لفظ کی ضرورت ہوتی ہے اب اس اعتراض کا جواب سمجھیں۔

جواب :- مفہوم کا معنی یہ ہے کہ جو معنی عقل میں حاصل ہو (ما حصل فی العقل) خواہ وہ لفظ سے ہو یا غیر لفظ سے لہذا اب اس مفہوم میں دونوں قسم کے معنی (جو لفظ سے سمجھے گئے ہوں یا بغیر لفظ کے سمجھے گئے ہوں) داخل ہو جائیں گے۔

اعتراض ﴿۲﴾ :- المفہوم کا معنی تو یہ ہے کہ جو عقل میں معنی حاصل ہو وہ کلی اور جزئی ہوگا بعض حانی ایسے بھی تو ہیں جو ہمارے عقل میں حاصل نہیں لہذا آپ کی تعریف کے مطابق وہ معانی کلی اور جزئی نہیں ہونے حالانکہ تمام معانی خواہ وہ ہمارے عقل میں حاصل ہوں یا نہ ہوں سب کلی ہیں یا جزئی۔

جواب :- مفہوم کی اس تعریف میں ایک چھوٹی سی قید لگانے سے یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے وہ قید یہ ہے من شانہ ان يحصل فی العقل کہ اس معنی کی شان میں سے یہ ہے کہ وہ عقل میں حاصل ہو سکے اگرچہ وہ بالفعل حاصل نہ بھی ہو۔
واعلم ان ما يستفاد من اللفظ الخ :- یہاں سے ایک فائدہ بیان کیا ہے۔

فائدہ :- لفظ سے جو چیز سمجھی جاتی ہے اس کے چند نام ہیں اس کو معنی بھی کہتے ہیں، مقصود بھی کہتے ہیں، مطلوب بھی کہتے ہیں اور مفہوم بھی کہتے ہیں یہ نام اس کے مختلف اعتبار سے ہیں حقیقت سب کی ایک ہی ہے اس اعتبار سے کہ اس معنی کا لفظ سے ارادہ کیا گیا ہے اس کو معنی کہتے ہیں کیونکہ معنی کا مطلب بھی ہے ارادہ کیا ہوا اور اسی اعتبار سے اس کو مقصود بھی کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ یہ لفظ اس معنی پر دال ہے اس کو مدلول بھی کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ یہ معنی لفظ سے سمجھا جاتا ہے اس کو مفہوم بھی کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ لفظ اس معنی کیلئے بنایا گیا ہے اس کو موضوع لہ بھی کہتے ہیں۔

قوله: فرض صدقه: الفرض ههنا بمعنى تجویز العقل لا التقدير فانه لا يستحيل تقدير

صدق الجزئی علی کثیرین

ترجمہ :- یہاں لفظ فرض عقل کے جائز رکھنے کے معنی میں ہے مان لینے کے معنی میں نہیں کیونکہ چند افراد پر جزئی کے صادق آنے کو مان لینا محال نہیں (کیونکہ محال کو مان لینا محال نہیں)

غرض شارح:- اس قول کی فرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ متن پر وارد ہوتا ہے۔

اعتراض:- مفہوم اگر اس کا صدق کثیرین پر فرض کرنا مستح ہو تو وہ جزئی ہے فرض کا معنی ہوتا ہے مان لینا یعنی ایک چیز نفس الامر میں نہ ہو لیکن اس کو مان لینا یہ فرض کہلاتا ہے فرض محال یہ محال نہیں لہذا اگر جزئی کو فرض کیا جائے کہ یہ کثیرین پر بھی آسکتی ہے تو یہ فرض کر لینا صحیح ہوگا اس طریقہ سے تو کوئی جزئی نہیں رہے گی بلکہ ہر جزئی کلی بن جائے گی۔

جواب:- فرض کے دو معنی ہیں ایک معنی ہے تقدیر یعنی مان لینا یا اندازہ کر لینا دوسرا معنی ہے کہ عقل کا جائز قرار دینا یہاں تجویز العقل دوسرا معنی مراد ہے اب جزئی کی تعریف اس طرح ہوگی کہ جزئی وہ مفہوم ہے کہ عقل اس کے کثیرین پر سچا آنے کو جائز نہ سمجھے۔ اب کوئی اشکال نہیں۔

قوله: امتنع المرادہ: کشریک الباری تعالیٰ

ترجمہ:- (وہ کلی جس کے جمیع افراد مستح ہوں) اس کی مثال شریک بانی تعالیٰ ہے

غرض شارح:- اس قول کی فرض صرف کلی مستح الافراد کی مثال دینی ہے۔ وہ شریک الباری ہے اس کی تفسیر متن کی تشریح میں گزر چکی ہے۔

قوله: او امكنت: ای لم یمتنع المرادہ فیشمل الواجب والممكن الخاص کلیہما

ترجمہ:- یعنی مستح نہ ہوں اس کے افراد ہیں یہ واجب اور ممکن خاص دونوں کو شامل ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی فرض دو اعتراضوں کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:- آپ نے کہا کہ امكنت المرادہ امکان دو طرح کا ہوتا ہے امکان خاص اور امکان عام آپ کے ہاں کون سا امکان مراد ہے اگر امکان عام مراد ہے تو وہ بھی غلط ہے کیونکہ پھر امكنت کا امتنع کے ساتھ تقابل صحیح نہیں ہوگا حالانکہ دونوں متقابل ہیں اگر امکان خاص مراد لیتے ہو تو پھر واجب الوجود کا اس کے نیچے داخل کرنا صحیح نہیں ہوگا حالانکہ تم نے واجب الوجود کو ممکن کے نیچے داخل کیا ہے۔

جواب ﴿ا﴾:- امکان سے مراد امکان عام ہے ممکنہ عامہ موجدہ مراد ہے سالہ مراد نہیں، ممکنہ عامہ سالہ کا تقابل امتنع کے ساتھ صحیح نہیں تھا ممکنہ عامہ موجدہ کا تقابل تو صحیح ہے کیونکہ ممکنہ عامہ موجدہ کا مطلب یہ ہے کہ وجود ممکن ہو اور عدم ضروری نہیں اور

امتناع کا مطلب یہ ہے کہ عدم ضروری ہے ان دونوں میں تقابل ہے۔

جواب ﴿۲﴾:- یہ امکان امتنع کا متقابل ہے امتنع الفرادہ میں افراد یہ جمع ہے اس کی اضافت ضمیر کی طرف ہے یہ استفراق کا فائدہ دیتی ہے کہ اس کے تمام افراد متنع ہوں اب امکان الفرادہ میں اس کی نفی کریں گے کہ اس کے تمام افراد متنع نہ ہوں بمعنی الفرادہ میں ایجاب کلی تھا امکان الفرادہ میں رفع ایجاب کلی کر لیں اگر اس کے تمام افراد متنع نہ ہوں یا سب جزئی کریں گے کہ بعض افراد متنع ہوں اور بعض متنع نہ ہوں ایجاب الوجود یہ متنع نہیں اور شریک الباری تعالیٰ یہ متنع ہے۔

قولہ: ولم توجد: كالعنفاء ترجمہ:- (اس کا قول لم توجد) جیسے عنقاء پرندہ

غرض شارح:- اسکی غرض کلی کی دوسری قسم کی مثال دینی ہے جس کے افراد ممکن تو ہیں لیکن خارج میں پائے نہیں جاتے جیسے عنقاء، تفصیل متن کی تشریح میں گزر چکی ہے۔

قولہ: مع امکان الغير: كالشمس ترجمہ:- (غیر کے امکان کے ساتھ) جیسے آفتاب

غرض شارح:- اس قول کی غرض کلی کی چوتھی قسم کی مثال دینی ہے کہ جس کے افراد خارج میں پائے جائیں اور ایک ہی فرد ہو لیکن غیر کا امکان ہو جیسے شمس۔

قولہ: او امتناعه: كمفهوم واجب الوجود ترجمہ:- (یا غیر کے امتناع کے ساتھ) جیسے واجب الوجود

غرض شارح:- اس قول کی غرض کلی کی تیسری قسم کی مثال دینی ہے جس کے افراد میں سے ایک فرد خارج میں پایا گیا ہو لیکن غیر کا امکان بھی نہ ہو جیسے واجب الوجود کا ایک فرد اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پائی گئی ہے۔

قولہ: مع التناهي: كالكوالكب السبع السيارة

ترجمہ:- (افراد کے متناہی ہونے کے ساتھ) جیسے سات گھومنے والے سیارے

غرض شارح:- اس قول کی غرض کلی کی پانچویں قسم کی مثال دینی ہے جس کے افراد متناہی خارج میں پائے گئے ہیں جیسے کوالكب سیارہ اس کے سات افراد پائے گئے ہیں اس کی مزید تفصیل متن کی تشریح میں گزر چکی ہے۔

قوله او عدمہ کمعلومات الباری عز اسمہ و کالنفوس الناطقة علی مذهب الحکماء

ترجمہ:- (یا افراد کے غیر متناہی ہونے کے ساتھ) جیسے باری تعالیٰ کی معلومات اور حکماء کے مذہب پر نفوس ناطقہ۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض کلی کی چھٹی قسم کی مثال دینی ہے کہ جس کے افراد کثیرہ غیر متناہیہ خارج میں پائے جاتے ہیں جیسے معلومات باری تعالیٰ یہ غیر متناہی ہیں ایسے ہی حکماء کے مذہب کے مطابق انسانی ارواح بھی غیر متناہی ہیں کیونکہ وہ انسان کو قدیم مانتے ہیں اور قیامت کے قائل نہیں ہیں۔

متن فصل: الکلیان ان تفارقا کلیا فمتباینان والا فان تصادقا کلیا
من الجانبین فمتساویان ونقیضاهما کک او من جانب واحد فاعم
واخص مطلقا ونقیضاهما بالعکس والا فمن وجہ وبین بنقیضیہما
تباين جزئی کالمتباينین

ترجمہ متن:- دو کلیاں اگر ایک دوسرے سے کلی طور پر جدا ہوں تو متباینان ہیں ورنہ پس اگر دونوں جانبوں سے کلی طور پر تصادق ہو تو مساویان ہیں اور ان دونوں کی نقیضیں اسی طرح ہیں یا (کلی طور پر تصادق) ایک جانب سے ہو پس نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے اور ان کی نقیضیں اس کے برعکس ہیں ورنہ (اگر کسی جانب سے تصادق نہ ہو) تو نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے اور ان کی نقیضوں کے درمیان تباين جزئی کی نسبت ہے مثل متباينین کے۔

مختصر تشریح متن:- یہاں سے دو کلیوں کے درمیان نسبت کو بیان فرما رہے ہیں۔ دو کلیوں کے درمیان چار نسبتیں ہیں چار نسبتوں کے عین میں نسبت اور ان کی نقیضوں میں نسبت کو بیان کیا ہے۔ ان کی وجہ حصر اور تظہیر عبارت یہ ہے کہ دو کلیوں میں تصادق کلی ہوگا یا نہیں اگر تصادق کلی نہیں ہوگا تو پھر تفارق کلی ہوگا اگر تفارق کلی ہو تو ان کو متباينان کہیں گے اس نسبت عین کو اور تفارقا کلیا فمتباينان میں بیان کیا اور اگر تفارق کلی نہیں بلکہ تصادق کلی ہے اور وہ بھی جانہن سے ہے تو ان دو کلیوں کو مساویان کہیں گے اس نسبت کو والا کی عبارت سے لے کر فمتساویان تک بیان کیا ہے اور درمیان میں ونقیضاهما کک میں کلیان مساویان کی نقیضوں کو بھی بیان کر دیا کہ ان کی نقیضیں بھی مساوی ہوں گی۔ ومن جانب واحد فاعم و اخص مطلق اس عبارت میں نسبت عموم و خصوص مطلق کو بیان کیا ہے اور ساتھ ونقیضاهما بالعکس میں عموم و خصوص مطلق کی نقیضوں کو

نسبت کو بھی بیان کر دیا کہ ان کی نقیضوں میں بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی لیکن عینین میں جو عام تھا وہ اخص اور جو اخص تھا وہ نقیضین میں اعم ہوگا اور اگر تصادق کلی نہیں نہ ایک جانب سے نہ دونوں جانبوں سے تو اس کو عموم و خصوص من وجہ کہتے ہیں اس نسبت عینین کو والا فمن وجہ کی عبارت میں بیان کیا اور ساتھ ہی عموم و خصوص من وجہ کی نقیضوں کی نسبت کو بیان کیا کہ ان کی نقیضین میں تباین جزئی ہوگا اس کو و بین نقیضیہما تباین جزئی کی عبارت میں بیان کیا یہاں تک چار کلیوں کے عینین میں نسبت بیان ہوئی اور ان میں سے تین کی نقیضین میں بھی بیان ہوگئی صرف تباین کلی کی نقیض کو نہیں بیان کیا تھا اس کو آخر میں آ کر کاملتباہین میں تشبیہ کے طریقے سے بیان کر دیا کہ تباین کلی کی نقیضین میں بھی مثل عموم و خصوص من وجہ کے تباین جزئی کی نسبت ہوگی۔

☆☆

قوله: الكلین الخ ای کل کلیین لابد من ان يتحقق بينهما احدی النسب الأربعة التباين الكلى والتساوى والعموم المطلق والعموم من وجه وذلك لانهما اما ان لا يصدق شئ منهما على شئ من افراد الاخر او يصدق فعلى الاول فهما متباينان كالانسان والحجر وعلى الثانى فاما ان لا يكون بينهما صدق كلى من جانب اصلا او يكون فعلى الاول فهما اعم واخص من وجه كالحيوان والابيض وعلى الثانى فاما ان يكون الصدق الكلى من الجانبين او من جانب واحد فعلى الاول فهما متساويان كالانسان والناطق وعلى الثانى فهما اعم واخص مطلقا كالحيوان والانسان فمرجع التساوى الى موختين كليتين نحو كل انسان ناطق وكل ناطق انسان ومرجع التباين الى سالتين كليتين نحو لاشئ من الانسان بحجر ولاشئ من الحجر بانسان ومرجع العموم والخصوص مطلقا الى موجبة كلية موضوعها الاخص ومحمولها الاعم وسالبة جزئية موضوعها الاعم ومحمولها الاخص نحو كل انسان حيوان وبعض الحيوان ليس بانسان ومرجع العموم والخصوص من وجه الى موجبة جزئية وسالبتين جزئيتين نحو بعض الحيوان ابيض وبعض الحيوان ليس بابيض وبعض الابيض ليس بحيوان

جمہ:- یعنی ہر دو کلیوں کے درمیان چار نسبتوں میں سے کسی نسبت کا تحقق ہونا ضروری ہے (۱) تباہی کلی (۲) تساوی (۳) عموم مطلق (۴) عموم من وجہ اور یہ اس لئے ہے کہ یا تو دو کلیوں میں سے کوئی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہیں آئے گی یا صادق آئے گی پس اول (صادق نہ آنے کی) تقدیر پر وہ دونوں تباہی ہیں جیسے حجر اور انسان تباہی ہیں اور ثانی (صادق آنے کی) تقدیر پر یا تو دونوں کے مابین کسی جانب سے صدق کلی (کلی طور پر سچا آنا) بالکل نہیں پایا جائے گا یا صدق کلی پایا جائے گا پس پہلی صورت میں وہ دونوں اعم و اخص من وجہ ہیں جیسے حیوان اور ابیض کے مابین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے اور ثانی تقدیر پر پس یا تو تباہی سے صدق کلی پایا جائے گا یا ایک جانب سے پس پہلی صورت پر وہ دو کلیاں مساویان ہیں جیسے انسان اور ناطق اور ثانی تقدیر پر وہ دونوں اعم مطلق اور اخص مطلق ہیں جیسے حیوان اور انسان پس نسبت تساوی کا محل رجوع دو وجہ کلیہ کی طرف ہے جیسے کل انسان ناطق (ہر انسان ناطق ہے یہ ایک موجب کلیہ ہے) اور کل ناطق انسان (ہر ناطق انسان ہے یہ دوسرا موجب کلیہ ہے) اور نسبت تباہی کا محل رجوع دو سالبہ کلیہ کی طرف ہے جیسے لاشی من الانسان بحجر (انسان کا کوئی فرد حجر نہیں یہ ایک سالبہ کلیہ ہے) اور لاشی من الحجر بالانسان (حجر کا کوئی فرد انسان نہیں یہ دوسرا سالبہ کلیہ ہے) اور نسبت عموم و خصوص مطلق کا محل رجوع ایک ایسے موجب کلیہ کی طرف ہے جس کا موضوع خاص ہو اور محمول عام ہو اور ایک ایسے سالبہ جزئیہ کی طرف ہے جس کا موضوع عام ہو اور محمول خاص ہو جیسے کل انسان حیوان (ہر انسان حیوان ہے یہ ایسا موجب کلیہ ہے کہ جس کا موضوع خاص ہو اور محمول عام ہے) اور بعض الحيوان ليس بالانسان (بعض حیوان انسان نہیں یہ ایسا سالبہ جزئیہ ہے جس کا موضوع عام ہو اور محمول خاص ہے) اور نسبت عموم و خصوص من وجہ کا محل رجوع ایک موجب جزئیہ اور دو سالبہ جزئیہ کی طرف ہے جیسے بعض الحيوان ابیض (بعض حیوان ابیض ہے یہ ایک موجب جزئیہ ہے) اور بعض الحيوان ليس بابيض (بعض حیوان ابیض نہیں یہ ایک سالبہ جزئیہ ہے) اور بعض الابيض ليس بحيوان (بعض ابیض حیوان نہیں یہ دوسرا سالبہ جزئیہ ہے)۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تو فیج متن ہے۔ دو کلیوں کے آپس میں تعلق کو بیان کر رہے ہیں۔

اعتراض:- صرف دو کلیوں کے درمیان تعلق کو کیوں بیان کیا ہے دو جزئیوں اور ایک کلی اور ایک جزئی کے درمیان تعلق کو کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب:- دو کلیوں کے درمیان تعلق چار قسم کا ہوتا ہے (۱) تساوی (۲) تباہی (۳) عموم و خصوص مطلق (۴) عموم و خصوص من وجہ

وجہ یہ چار قسم کے تعلق دو کلیوں ہی میں پائے جاتے ہیں دو جزئیوں میں نہیں پائے جاتے دو جزئیوں میں تباہین کا تعلق ہوگا اور کوئی تعلق نہیں ہو سکتا جیسے زید اور عمرو ان دونوں میں تباہین کا تعلق ہے زید، عمرو پر سچا نہیں آتا اور عمرو زید پر سچا نہیں آتا ایک کلی اور ایک جزئی میں بھی یہ چاروں تعلق نہیں پائے جاتے ایک کلی اور ایک جزئی جو ہوں گی وہاں جزئی یا تو اس کلی کی ہوگی یا کسی دوسری کلی کی اگر جزئی اسی کلی کی ہو تو وہاں جزئی اخص مطلق اور کلی اعم مطلق ہوگی جیسے انسان یہ کلی ہے زید یہ اسی انسان کی جزئی ہے ان میں تعلق عموم و خصوص مطلق کا ہے نہ اخص ہے جہاں زید ہوگا وہاں انسان بھی ہوگا لیکن جہاں انسان ہے وہاں زید کا ہونا ضروری نہیں اور اگر وہ اسی کلی کی نہ ہو بلکہ کسی دوسری کلی کی ہو تو وہاں تباہین کا تعلق ہوگا کلی اور جزئی میں جیسے انسان ایک کلی ہے زید کا گدھا یہ ایک جزئی ہے لیکن انسان کی جزئی نہیں ان میں تباہین کا تعلق ہے جہاں انسان سچا آتا ہے وہاں گدھا سچا نہیں آتا اور جہاں گدھا سچا آتا ہے وہاں انسان سچا نہیں آتا چونکہ یہ چاروں قسم کے تعلق صرف دو کلیوں ہی میں متحقق ہو سکتے تھے ان لئے دو کلیوں ہی کے تعلق کو بیان کیا ہے دو کلیوں کے درمیان چاروں قسم کے تعلق ہو سکتے ہیں اس سے زائد اور کم نہیں ہو سکتے۔

دلیل حصر :- دو کلیوں کے درمیان تصادق کلی ہوگا یا نہیں (تصادق کلی کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلی دوسری کلی کے تمام افراد پر سچی آجی یا نہیں) اگر تصادق کلی نہیں تو وہ متباہین ہوں گی اور اگر تصادق ہے تو پھر دیکھیں گے کہ تصادق کلی ایک جانب سے ہے یا دونوں جانبوں سے اگر دونوں جانبوں سے تصادق کلی ہے (یعنی دو کلیوں میں سے ہر ایک دوسری کے تمام افراد پر سچی آتی ہے) تو اس کو تساوی کہیں گے اور اگر ایک جانب سے تصادق کلی ہے (یعنی ایک کلی تو دوسری کلی کے تمام افراد پر سچی آتی ہے لیکن دوسری کلی پہلی کلی کے تمام افراد پر سچی نہیں آتی) تو اس کو عموم و خصوص مطلق کہیں گے۔ اور اگر تصادق کلی کسی جانب سے بھی نہ ہو تو اس کو عموم و خصوص من وجہ کہیں گے۔

امثلہ :- تباہین کی مثال جیسے انسان اور حجر۔ انسان حجر کے کسی فرد پر سچا نہیں آتا اور حجر انسان کے کسی فرد پر سچا نہیں آتا۔ عموم و خصوص من وجہ کی مثال جیسے حیوان اور ابيض حیوان ابيض کے بعض افراد پر سچا آتا ہے اور ابيض حیوان کے بعض افراد پر سچا آتا ہے۔ تساوی کی مثال جیسے انسان اور ناطق انسان ناطق کے تمام افراد پر اور ناطق انسان کے تمام افراد پر سچا آتا ہے۔ عموم و خصوص مطلق کی مثال جیسے انسان اور حیوان۔ حیوان انسان کے تمام افراد پر سچا آتا ہے لیکن انسان حیوان کے تمام افراد پر سچا نہیں آتا۔

الحاصل :- ان چار قسموں کے تعلقات کا حاصل یہ ہے کہ تباہین والے تعلق میں دو قضیے سالبہ کلیہ تیار ہوں گے جیسے (۱) لا شمس

من الحجر بانسان (۲) ولا شی من الانسان بحجر۔ تساوی میں دو قضیے موجب کلیہ تیار ہونگے جیسے (۱) کل انسان ناطق (۲) و کل ناطق انسان۔ عموم و خصوص مطلق میں ایک قضیہ موجب کلیہ تیار ہوگا جس کا موضوع اخص اور محمول اعم ہوگا جیسے کل انسان حیوان اور ایک سالہ جزئیہ تیار ہوگا جس کا موضوع اعم اور محمول اخص ہوگا جیسے بعض حیوان انسان۔ عموم و خصوص من وجہ میں تین قضیے تیار ہوں گے ایک موجب جزئیہ اور دوسرا کلیہ جزئیہ۔ (۱) موجب جزئیہ بعض الابيض حیوان او بعض حیوان ابيض جیسے بطح (۲) سالہ جزئیہ بعض الابيض لیس بحیوان جیسے باقی وانت (۳) دوسرا سالہ جزئیہ بعض حیوان لیس بابيض جیسے کالی پھینس۔

قوله: ونقيضاهما كذلك: یعنی ان نقیضی المتساویین ایضا متساویان ای کل ما صدق علیه احد النقيضین صدق علیه النقيض الاخر اذ لو صدق احدهما بدون الاخر لصدق مع عین الاخر ضرورة استحالة ارتفاع النقيضین فیصدق عین الاخر بدون عین الاول ضرورة استحالة اجتماع النقيضین وهذا یرفع التساوی بین العینین مثلا لو صدق اللانسان علی شی ولم یصدق علیه اللاناطق فیصدق علیه الناطق ههنا بدون الانسان هذا خلف

ترجمہ۔ یعنی دو کلی مساویان کی نقیضوں کے مابین بھی نسبت تساوی کی ہوگی یعنی جس فرد پر احد النقيضین صادق آئے گی اس پر دوسری نقیض بھی صادق آئے گی کیونکہ ایک کی نقیض اگر دوسرے کی نقیض کے بغیر صادق آئے تو دوسرے کے عین کے ساتھ صادق آئے گی ضرورت ارتفاع نقیضین کے محال ہونے کے پس عین اول کے بغیر دوسرے کا عین صادق آئے گا ضرورت اجتماع نقیضین کے محال ہونے کے اور یہ صدق عینین کے درمیان تساوی کو اٹھادے گا مثلاً (انسان کی نقیض) الا انسان اگر کسی شی پر صادق آئے اور اس پر (ناطق کی نقیض) الا ناطق صادق نہ آئے تو یہاں اس شی پر ناطق بغیر انسان کے صادق آئے گا (حالانکہ انسان و ناطق کے مابین نسبت تساوی مان لی گئی تھی اب لازم آتا ہے کہ نسبت تساوی نہ رہے) یہ خلاف مفروض ہے (اور خلاف مفروض باطل ہے لہذا مساویان کی نقیضین میں نسبت تساوی کا نہ ہونا بھی باطل ہوگا)۔

غرض شارح: اس قول میں عینین کے درمیان تعلق کو بیان کرنے کے بعد دو کلیوں کی نقیضوں کے درمیان تعلق بیان کرتے ہیں فائدہ۔ اولاً جن دو کلیوں کو ذکر کیا جاتا ہے ان دونوں کو عینین کہتے ہیں جیسے انسان اور ناطق یا لا انسان اور لا ناطق اور ثانیاً جن دو کلیوں کو ذکر کیا جائے ان کو نقیضین کہتے ہیں جیسے اللانسان و اللاناطق یا انسان و ناطق۔

نقیض کی تعریف :- ہر شے کا اٹھا دینا مثلاً انسان یہ ایک کلی ہے اس کی نقیض اس کو اٹھا دینا ہے یعنی لا انسان اور لا انسان یہ ایک کلی ہے اس کی نقیض اس کو اٹھا دینا ہوگا وہ اس طرح کہ لا کو اٹھا دیں گے تو انسان یہ لا انسان کی نقیض بن جائے گا۔

تشریح :- دو کلیوں کے عینین میں چار قسم کی نسبتیں تھیں تساوی، تباہین، عموم و خصوص مطلق، عموم و خصوص من وجہ۔ ان کی نقیضیں میں بھی اکثر میں یہی نسبت ہوگی اس قول میں جن دو کلیوں کے عینین میں تساوی کی نسبت تھی ان کی نقیضیں کی نسبت کو بیان کیا ہے۔ جن دو کلیوں کے عینین میں تساوی کی نسبت ہوگی ان کی نقیضیں میں بھی تساوی کی نسبت ہوگی جیسے انسان اور ناطق یہ دو کلیاں ہیں ان کے عینین میں تساوی کی نسبت ہے جہاں انسان ہے وہاں ناطق ہے جہاں ناطق ہے وہاں انسان ہے اسی طرح ان دونوں کی نقیضیں لا انسان اور لا ناطق میں بھی تساوی کی نسبت ہے جہاں لا انسان سچا آئیگا وہاں لا ناطق سچا آئیگا مثلاً قلم پر لا انسان سچا آتا ہے تو لا ناطق بھی سچا آتا ہے یہ ہمارا دعویٰ ہے جہاں لا انسان سچا آئیگا وہاں لا ناطق سچا آئیگا یہ مان لو ورنہ لا ناطق سچا نہیں آئیگا تو پھر اس کی نقیض ناطق سچی آئیگی اس لئے کہ ارتفاع نقیضیں بھی محال ہے کہ نہ لا ناطق ہو اور نہ ناطق، جب لا انسان کے ساتھ ناطق سچا آئیگا اب ناطق لا انسان کے ساتھ سچا آ گیا ہے یہاں لا انسان کی جگہ انسان نہیں مان سکتے کیونکہ پہلے یہ فرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں لا انسان صادق آتا ہے اور اجتماع نقیضیں بھی محال ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ لا انسان اور انسان ایک جگہ جمع ہو جائیں اب یہاں ناطق لا انسان کے ساتھ سچا آئیگا حالانکہ ناطق تو انسان کے ساتھ سچا آتا ہے عینین میں نسبت تساوی کی تھی وہ ختم ہوگئی اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جہاں لا انسان سچا آئیگا وہاں لا ناطق تو سچا آئیگا ناطق سچا نہیں آ سکتا۔

قوله: ونقیضاهما بالعکس: ای نقیض الاعم والاحص مطلقاً اعم و احص مطلقاً لکن بعکس العینین فنقیض الاعم احص ونقیض الاحص اعم یعنی كلما صدق علیه نقیض الاعم لصدق علیه نقیض الاحص و لیس كلما صدق علیه نقیض الاحص لصدق علیه نقیض الاعم فاما الاول فلانه لو صدق نقیض الاعم علی شیء بدون نقیض الاحص لصدق مع عین الاحص لصدق عین الاحص بدون عین الاعم هذا خلف مثلاً لو صدق اللاحیوان علی شیء بدون اللانسان لصدق علیه الانسان عینه ویمتنع هناك صدق الاحص لصدق الاحص لصدق مع عین الاحص البقیضین فیصدق الانسان بدون الاحص واما الثانی فلانه بعد ما ثبت ان کل نقیض الاعم نقیض الاحص لو کان کل نقیض الاعم فكان النقیضان متساویین فیکون

نقیضاهما وهما العینان متساویین لما مر وقد كان العینان اعم و اخص مطلقا هذا خلف

ترجمہ :- یعنی اعم اور اخص مطلق کی نقیض بھی اعم اور اخص مطلق ہوتی ہے لیکن عینین کے عکس کے ساتھ پس اعم کی نقیض اخص اور اخص کی نقیض اعم ہوگی یعنی ہر وہ فرد جس پر اعم کی نقیض صادق آئے گی اس پر اخص کی نقیض صادق آئے گی اور ہر وہ فرد جس پر اخص کی نقیض صادق آئے ضروری نہیں کہ اس پر اعم کی نقیض صادق آئے اول دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی فرد پر اعم کی نقیض صادق آئے اخص کی نقیض کے بغیر تو وہ اعم کی نقیض اخص کے عین کے ساتھ صادق آئے گی پس اخص کا عین صادق آئے گا اعم کے عین کے بغیر یہ خلاف مفروض ہے مثلاً کسٹنٹ پر حیوان صادق آئے بغیر لا انسان سے تو اس پر عین انسان صادق آئے گا اور اس کسٹنٹ پر حیوان کا صادق آنا مستبعد ہے بوجہ اجتماع نقیضین کے حال ہونے کے پس انسان بغیر حیوان کے صادق آئے گا اور دوسرے دعوے کی دلیل اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ اعم کی نقیض اخص کی نقیض ہے یہ ہے کہ اگر اس کی نقیض اعم کی بھی نقیض ہو تو دونوں نقیضین متساوی ہو جائیں گی پس ان دونوں نقیضوں کی نقیضین (اور وہ عینین ہیں) بھی متساوی ہو جائیں گی اسی دلیل کی وجہ سے جو گزر چکی حالانکہ عینین اعم اور اخص مطلق تھے یہ خلاف مفروض ہے (لہذا ثابت ہوا کہ اعم کی نقیض اخص اور اخص کی نقیض اعم ہونا ضروری ہے)

غرض شارح :- اس قول کی غرض جن دو کلیوں کے عینین میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی تھی ان کی نقیضین میں نسبت کو بیان کرنا ہے۔

تشریح :- جن دو کلیوں کے عینین میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی تھی ان کی نقیضین میں بھی نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہوگی البتہ فرق اتنا ہوگا کہ عینین میں جو اخص مطلق تھا نقیضین میں وہ اعم مطلق ہو جائے گا اور جو عینین میں اعم مطلق تھا وہ نقیضین میں اخص مطلق ہو جائے گا جیسے انسان اور حیوان یہ دو کلیاں عینین ہیں جہاں انسان سچا آتا ہے وہاں حیوان بھی سچا آتا ہے لیکن جہاں حیوان سچا آتا ہے وہاں انسان کا سچا آنا ضروری نہیں یہاں عینین میں انسان اخص مطلق ہے اور حیوان اعم مطلق ہے جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم ہوتا ہے لیکن جہاں اعم ہوتا ہے وہاں اخص کا ہونا ضروری نہیں، جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم کا ہونا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ اخص جزو اعم ہوتا ہے اور کل بغیر جزو کے نہیں پایا جاسکتا ہاں جزو بغیر کل کے ہو سکتا ہے اس لئے اعم بھی بغیر اخص کے پایا جاتا ہے ان دونوں کی نقیض لا انسان اور لا حیوان ہے ان میں بھی نسبت اعم اور اخص مطلق کی ہے عینین میں جہاں انسان سچا آتا تھا وہاں حیوان سچا آتا تھا یہاں اس کا عکس ہوگا کیونکہ یہاں لا حیوان اخص اور لا انسان اعم ہے جہاں لا حیوان

سچا آئیگا وہاں لا انسان بھی سچا آئیگا جیسے قلم میں لا حیوان سچا آتا ہے اور لا انسان بھی سچا آتا ہے لیکن جہاں لا انسان سچا آئے وہاں لا حیوان کا سچا آنا ضروری نہیں جیسے گدھا اس پر لا انسان سچا آتا ہے لیکن لا حیوان سچا نہیں آتا بلکہ حیوان سچا آتا ہے۔

دلیل :- ما قبل میں ہم نے ابھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ جہاں لا حیوان نقیض اعم سچی آئیگی وہاں لا انسان نقیض اخص سچی آئیگی اس کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے اس دعوے کو مان لو کہ جہاں نقیض اعم لا حیوان سچی آئیگی وہاں نقیض اخص لا انسان سچی آئیگی اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو یہ ماننا پڑے گا کہ لا حیوان نقیض اعم کے ساتھ انسان عین اخص سچا آئیگا اب یہاں انسان یہ عین اخص سچا آیا بغیر عین اعم کے یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نہ لا انسان سچا آتا ہے اور نہ انسان سچا آتا ہے کیونکہ ارتفاع نقیضین محال ہے مثلاً قلم پر لا حیوان سچا آتا ہے یہاں مان لو لا انسان بھی سچا آتا ہے اگر یہ نہیں مانتے تو یہ ماننا پڑے گا کہ انسان سچا آتا ہے اب انسان یہ عین اخص بغیر عین اعم کے سچا آ گیا یہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم کہیں کہ انسان حیوان کے ساتھ سچا آ رہا ہے کیونکہ پہلے ہم نے فرض کر لیا ہے کہ اس شی قلم پر لا حیوان سچا آ رہا ہے اب اگر یوں کہیں کہ حیوان بھی سچا آ رہا ہے تو پھر اجتماع نقیضین لازم آئیگا اور یہ بھی محال ہے اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر آپ ہمارے اس دعوے کو نہیں مانتے تو لا حیوان کے ساتھ انسان سچا آ گیا حالانکہ انسان تو حیوان کے ساتھ سچا آتا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ لا حیوان کے ساتھ لا انسان سچا آئیگا۔

دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ جہاں نقیض اخص لا انسان سچا آئیگا وہاں ضروری نہیں کہ نقیض اعم لا حیوان بھی سچا آئے اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے ابھی ثابت کیا ہے کہ جہاں نقیض اعم لا حیوان سچا آئیگا وہاں نقیض اخص لا انسان ضرور سچا آئیگا اب اگر یوں کہا جائے کہ جہاں لا انسان سچا آئیگا وہاں لا حیوان نقیض اعم بھی سچی آئے اگر ہم دوسری طرف سے یہ قاعدہ کلیہ مان لیں کہ جہاں نقیض اخص سچی آئیگی وہاں نقیض اعم بھی سچی آئیگی تو یہاں نقیضین میں نسبت تساوی کی ہو جائے گی نقیضین میں نسبت تساوی کی یہ تقاضا کرتی ہے کہ عینین میں بھی تساوی ہو حالانکہ عینین میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے خارجی جہان میں یہ ضروری نہیں کہ جہاں لا انسان سچا آئے وہاں لا حیوان سچا آئے جیسے گائے پر لا انسان سچا آتا ہے لیکن یہاں لا حیوان سچا نہیں آتا بلکہ حیوان سچا آتا ہے۔

قوله: والا فمن وجه: ای وان لم يتصادقا كلياً من الجانبين ولا من جانب واحد فمن وجه ترجمہ:- یعنی اگر دو کلیاں کلی طور پر نہ صادق آئیں جانبین سے اور نہ ایک جانب سے تو وہ من وجہ ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض صرف نسبت عموم و خصوص من وجہ کی تعریف کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تصادق کلی نہ جانبین سے

ہونہ ایک جانب سے ہو تو یہ عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

قولہ: تباین جزئی: التباين الجزئی هو صدق کل من الكلین بدون الاخر فی الجملة فان صدقا ایضا معا کان بینہما عموم من وجہ وان لم يتصادقا معا اصلا کان بینہما تباین کلی فالتباين الجزئی يتحقق فی ضمن العموم من وجہ وفی ضمن التباين الکلی ایضا ثم ان الامرین اللذین بینہما عموم من وجہ قد یكون بین نقیضیہما ایضا العموم من وجہ ایضا کالحيوان والابيض فان بین نقیضیہما وهما اللاحیوان واللابيض ایضا عموم من وجہ وقد یكون بین نقیضیہما تباین کلی کالحيوان واللا انسان فان بینہما عموم من وجہ و بین نقیضیہما وهما اللاحیوان والانسان مباينة کلیة فلہذا قالوا ان بین نقیضی الاعم والاکخص من وجہ تباین جزئی لا العموم من وجہ فقط ولا التباين الکلی فقط

ترجمہ: تباین جزئی وہ دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی کا دوسری کلی کے بغیر فی الجملہ صادق آنا ہے سوا اگر یہ دونوں کلیاں ایک ساتھ بھی صادق آئیں تو دونوں کے مابین عموم خصوص من وجہ ہوگی اور اگر ایک ساتھ بالکل صادق نہ آئیں تو دونوں کے مابین تباین کلی ہوگا پس تباین جزئی کبھی عموم من وجہ کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے اور کبھی تباین کلی کے ضمن میں بھی متحقق ہوتا ہے پھر وہ دو کلیاں جن کے مابین عموم من وجہ کی نسبت ہو ان دونوں کی نقیضین کے مابین بھی کبھی عموم من وجہ کی نسبت ہوتی ہے جیسے حیوان اور ابیض میں عموم من وجہ کی نسبت ہے اور ان دونوں کی نقیضین لاحیوان اور لابیض کے مابین بھی عموم من وجہ کی نسبت ہے اور کبھی ان کی نقیضوں کے مابین تباین کلی کی نسبت ہوتی ہے جیسے حیوان اور لا انسان کے مابین عموم من وجہ کی نسبت ہے اور ان دونوں کی نقیضین لاحیوان اور انسان کے مابین تباین کلی ہے بنا بریں انہوں نے کہا ہے کہ اعم اور اکخص من وجہ کی نقیضوں کے مابین تباین جزئی ہے نہ فقط عموم من وجہ کی نسبت ہے نہ فقط تباین کلی کی۔

اغراض شارح: اس قول کی غرض تباین جزئی کی تعریف کرنا اور عموم خصوص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو بیان کرنا ہے تباین جزئی کی تعریف: ہر کلی دوسری کلی کے بغیر چھی آسکے یہ تعریف اس کی دونوں قسموں (تباین کلی اور عموم خصوص من وجہ) میں پائی جاتی ہے تباین کلی میں ہر کلی دوسری کے بغیر چھی آتی ہے اسی طرح عموم خصوص من وجہ میں بھی ہر کلی دوسری کلی کے بغیر

جی آتی ہے۔

فائدہ (۱) :- قاعدہ ہے کہ مقسم اپنی قسموں کے علاوہ کہیں بھی علیحدہ طور پر نہیں پایا جاتا بلکہ اپنی قسموں کے ضمن میں ہی مقسم پایا جاتا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر مقسم اپنی قسم کے علاوہ بھی پایا جائے پھر اس کی تقسیم کو بند کرنا صحیح نہیں ہوگا نیز یہ بھی یاد رہے کہ مقسم کی تعریف اپنی ہوتی ہے اور قسموں کی تعریف اپنی ہوتی ہے جیسے اسم یہ مقسم ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ کلمہ مستقل ہو اور تین زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ مقترن نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں معرب یعنی ان کی تعریف یہ ہے کہ معرب دو اسم ہے جو مرکب ہے۔ اصل کے ساتھ اور معنی الاصل کے مشابہ بھی نہ ہو۔ معنی کی تعریف یہ ہے کہ دو اسم ہے جو مرکب نہ ہو یا مرکب ہو لیکن تین اصل کے ساتھ مشابہ ہو۔ مقسم کی تعریف ہمیشہ اپنی قسموں میں ہوتی ہے قسم میں مقسم کی تعریف کا آنا ضروری ہے جیسا کہ تین معرب اور تین تعریف میں گزرا۔

فائدہ (۲) :- بتائیں اور عدم خصوص من وجہ یہ دونوں بتائیں جزئی کے دو قسم ہیں بتائیں جزئی یہ مقسم ہے اور مقسم اپنے اقسام کے ضمن میں پیدا ہوتا ہے الگ سے کوئی قسم نہیں ہوتا لہذا یہ نہیں کہا جائیگا کہ بتائیں جزئی یہ ایک اور قسم نکل آیا جو چار نسبتوں کے علاوہ ہے۔ یعنی بتائیں جزئی کی دو قسمیں ہیں (۱) بتائیں کلی (۲) عموم خصوص من وجہ۔

ثم ان الامرین الخ :- اس میں صرف مثالیں دینا چاہتے ہیں کہ جن دو کلیوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو ان کی نقیضوں میں بتائیں جزئی ہوگا یعنی کبھی بتائیں کلی اور کبھی عموم خصوص من وجہ ہوگا نقیضوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی مثال جیسے حیوان اور ابیض ان میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے ان کی نقیضوں لا حیوان اور لا ابیض کے درمیان بھی نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے مادہ اجتماعی جیسے سیاہ پتھر یہ لا حیوان بھی ہے لا ابیض بھی ہے مادہ افتراقی (۱) لا حیوان سچا نہ آئے اور لا ابیض سچا نہ آئے جیسے کالی بھینس یہ لا ابیض ہے لا حیوان نہیں بلکہ حیوان ہے (۲) دوسرا مادہ افتراقی کہ لا حیوان سچا نہ آئے لیکن لا ابیض سچا نہ آئے جیسے سفید پتھر یہ لا حیوان تو ہے لا ابیض نہیں بلکہ ابیض ہے۔

دوسری قسم کی مثال کہ عینین میں تو نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو لیکن نقیضوں میں نسبت بتائیں کلی کی ہو جو کہ بتائیں جزئی کا ایک قسم ہے جیسے حیوان اور لا انسان ان میں نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے کیونکہ مادہ اجتماعی گھوڑا یہ حیوان بھی ہے لا انسان بھی مادہ افتراقی نمبر (۱) کہ جیسے زید یہ حیوان ہے لا انسان نہیں بلکہ انسان ہے مادہ افتراقی نمبر (۲) جیسے پتھر یہ لا انسان تو ہے حیوان نہیں۔ ان دو کلیوں کی نقیضوں (لا حیوان اور انسان) کے درمیان نسبت بتائیں کلی کی ہے کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ

جو چیز بھی لایوان ہے وہ انسان نہیں ہو سکتی اور جو انسان ہے وہ لایوان نہیں ہو سکتی۔

قوله: کا لمتباينين: ای کما ان بين نقيضي الاعم والاحص من وجه مباينة جزئية كذلك بين نقيضي المتباينين تباین جزئی فانه لما صدق كل من العينين مع نقيض الاخر صدق كل من النقيضين مع عين الاخر فصدق كل من النقيضين بدون الاخر في الجملة وهو التباين الجزئي ثم انه قد يتحقق في ضمن التباين الكلي كالموجود والمعدوم فان بين نقيضيهما وهما اللاموجود واللامعدوم ايضا تباينا كلياً وقد يتحقق في ضمن العموم من وجه كالانسان والحجر فان بين نقيضيهما وهما اللانسان واللاحجر عموماً من وجه فلذا قالوا ان بين نقيضيهما مابنة جزئية حتى يصح في الكل هذا اعلم ايضاً ان المصنف احرار ذكر نقيضي المتباينين له حصص: الاول قصد الاختصار بقياسه على نقيض الاعم والاحص من وجه والثاني ان تصور التباين الجزئي من حيث انه مجرد عن خصوص فرديه موقوف على تصور فرديه اندیس ہند۔ عموم من وجه والتباين الكلي فقبل ذکر فرديه كليهما لا يتأتى ذكره۔

ترجمہ:- یعنی اعم اور انس من وجہی نقيضوں کے مابین جس طرح تباین جزئی ہے اسی طرح تباین کی نقيضوں کے مابین بھی تباین جزئی ہے کیونکہ جب ہمیں میں سے ہر ایک دوسرے کی نقيض کے ساتھ صادق آیا تو نقيضین میں سے ہر ایک دوسرے کے نقيض کے ساتھ صادق آئی پس نقيضین میں سے ہر ایک دوسرے کی نقيض کے بغیر فی الجملہ صادق آئی اور یہی تباین جزئی ہے پھر یہ تباین جزئی بھی تباین کلی کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے جیسے موجود و معدوم کے مابین تباین کلی ہے اور ان کی نقيضین لا موجود اور لا معدوم کے مابین بھی تباین کلی ہے اور یہ تباین جزئی کبھی عموم خصوص من وجه کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے جیسے انسان و حجر کے مابین تباین کلی ہے پس ان دونوں کی نقيضین لا انسان اور لا حجر کے مابین عموم و خصوص من وجه کی نسبت ہے ہا بریں علماء نے کہا کہ تباین کی نقيضین کے مابین تباین جزئی ہے تاکہ تمام مادوں میں صحیح ہو اس کو تم ضبط کر لو نیز جان لو کہ تباین کی نقيضین کے ذکر کو مصنف نے دو وجہ سے مؤخر فرمایا ہے ایک تو اختصار کے قصد سے کہ تباین کی نقيضین کو اعم اور اخص من وجه کی نقيضین پر قیاس کر لیا جائے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تباین جزئی کا تصور اس حیثیت سے کہ یہ اپنے دونوں فردوں سے مجرد ہے اس کے دونوں فردوں کے تصور پر موقوف ہے اور وہ دونوں فرد عموم و خصوص من وجه اور تباین کلی ہیں پس ان دونوں فردوں کو ذکر کرنے سے پہلے تباین

جزئی کا ذکر نہیں ہو سکتا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض جن دو کلیوں کے عینین میں نسبت بتابین کلی کی ہے ان کی تقیضوں میں نسبت کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- جن دو کلیوں کے عینین میں نسبت بتابین کلی کی ہو ان کی تقیضوں کے درمیان بھی نسبت بتابین جزئی کی ہوگی یعنی کبھی تو تقیضوں میں بتابین کلی ہوگا اور کبھی تقیضوں میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی۔

فانہ لما صدق الخ:- یہاں سے اس دعویٰ کی دلیل دی ہے۔

دلیل:- مثلاً انسان یہ ایک کلی ہے یہ زیادہ پر مہی آتی ہے اس کی تقیض لا انسان ہے اور حجر ایک دوسری کلی ہے اس کی تقیض لا حجر

ہے جہاں زیادہ پر انسان سچا آتا ہے وہاں لا حجر بھی سچا آتا ہے لا حجر یہ ایک کلی ہے لا انسان کے بغیر مہی آتی ہے یعنی انسان کے

ساتھ مہی آتی ہے ایک کلی کی تقیض دوسری کلی کی تقیض کے بغیر مہی آگئی ایسے ہی دوسری طرف۔ پھر لا حجر سچا آتا ہے

لا انسان کے ساتھ اب پھر لا انسان سچا آتا ہے پھر لا حجر کے ساتھ لا انسان سچا آتا ہے یہاں بھی لا انسان یہ ایک

کلی نہیں ہے جو دوسری کلی کی تقیض کے بغیر اس کے عین کے ساتھ مہی آگئی یہاں بھی ایک کلی کی تقیض دوسری کلی کی تقیض کے

بغیر مہی آگئی اس کو بتابین کہتے ہیں یہ دلیل ہوگئی کہ جب بتابین کلی کی تقیض میں بتابین جزئی ہے تو بھی بتابین کلی کی تقیضوں میں بھی

بتابین کلی ہوگا جیسے موجود اور معدوم یہ دو عینین ہیں ان میں نسبت بتابین کلی کی ہے ان کی تقیضوں لا موجود اور لا معدوم میں بھی نسبت

بتابین کلی کی ہے جہاں لا موجود ہوگا وہاں لا معدوم نہیں ہوگا اور جہاں لا معدوم ہوگا وہاں لا موجود نہیں ہوگا بلکہ موجود ہوگا عینین

میں بتابین کلی ہو اور تقیضین میں عموم و خصوص من وجہ ہو جیسے انسان اور حجر میں بتابین کلی ہے یہ کسی جمع نہیں ہوتے ان کی تقیضین

لا انسان اور لا حجر میں عموم و خصوص من وجہ ہے اس میں تین مثالیں نکلیں گی (۱) اجتماعی مثال درخت پر لا انسان اور لا پھر دووں

سچے آتے ہیں (۲) دوسری افتراقی مثال جہاں لا انسان ہو لیکن لا حجر نہ ہو جیسے پھر پر لا انسان سچا آتا ہے لیکن لا حجر سچا نہیں آتا

بلکہ حجر سچا آتا ہے (۳) تیسری مثال افتراقی جیسے زیادہ پر لا حجر سچا آتا ہے لیکن لا انسان سچا نہیں آتا بلکہ انسان سچا آتا ہے چونکہ

جن دو کلیوں کے عینین میں نسبت بتابین کلی کی تھی ان کی تقیضوں میں کبھی بتابین کلی ہوتا ہے اور کبھی عموم و خصوص من وجہ اس لئے اس

نے کہا کہ ان کی تقیضین میں بتابین جزئی ہوگا نہ فقط بتابین کلی اور نہ فقط عموم و خصوص من وجہ۔

اعلم ایضاً ان المصنف آخر الخ:- یہاں سے متن پر ہونے والے دو اعتراضات کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض (۱):- تنزائی نے باقی تین کلیوں کے جہاں عینین کو بیان کیا وہاں ساتھ ہی ان کی تقیضین کو بھی بیان کر دیا لیکن

تباہن کلی کے جہاں عینین کو بیان کیا وہاں اس کی نقیضین کو ساتھ ہی کیوں بیان نہیں کیا؟

اعتراض ﴿۲﴾:۔ باقی تین کلیوں کے عینین کی نقیضوں کو مستقل طور پر عبارت لا کر بیان کیا و نقیضاتہما یکک و نقیضاتہما بالعکس لیکن تباہن کلی کی نقیض کو کالمبتاینین تشبیہ کے ساتھ کیوں بیان کیا اس کو مستقلاً و بین نقیضیہما تباہن جزئی کی طرح کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب ﴿۱﴾:۔ اس کی نقیض کو بیان کرنے کیلئے مستقلاً عبارت اسلئے نہیں لائے کیونکہ اختصار مطلوب تھا اگر ساتھ ہی وہاں نقیضین کو بھی تفصیلاً بیان کر دیتا اور مستقلاً عبارت ذکر کرتا تو طوالت لازم آتی تھی اسلئے بین نقیضیہما تباہن جزئی کی مستقلاً عبارت نہیں لائے بلکہ آخر میں کالمبتاینین کہہ کر تشبیہ کے ضمن میں اختصار کے ساتھ بیان کر دیا۔

جواب ﴿۲﴾:۔ تباہن کلی کی نقیضین میں نسبت چونکہ تباہن جزئی کی تھی اور تباہن جزئی کا معنی اس وقت تک کچھ میں نہیں آ سکتا تھا جب تک کہ اس کے مفرد (قسم) تباہن کلی اور عموم و خصوص من وجہ کا بیان نہ ہو اگر ہاں تباہن کلی کے عین کی نسبت کے ساتھ ہی اس کی نقیض کو بھی بیان کر دیتا تو پھر تباہن جزئی کا مطلب ہی کچھ میں نہ آتا کیونکہ اس میں تو عموم و خصوص من وجہ بھی تھا اور اس کا ذکر ابھی تک نہ نہیں۔ اس لئے درجہ تباہن نے پہلے عینین تباہن کلی اور عموم و خصوص من وجہ کو بیان کیا آخر میں اس کی نقیض کو کالمبتاینین کی عبارت کے ساتھ بیان کیا۔

متن: و قد یقال الجزئی للاخص من الشئی وهو اعم

ترجمہ:۔ اور کبھی کہا جاتا ہے جزئی اخص من الشئی کو اور وہ اعم ہے

مختصر تشریح متن:۔ اس عبارت میں جزئی کا ایک اور معنی بیان کر رہے ہیں کہ ہر اخص تحت الاعم کو جزئی کہتے ہیں یعنی جو بھی اخص کسی اعم کے نیچے داخل ہو اس کو بھی جزئی کہتے ہیں اس تعریف کے اعتبار سے تمام اجناس اور نوع انسان، حیوان، جسم نامی، جسم مطلق، جزئی ہونگے کیونکہ انسان مثلاً نوع ہے لیکن ایک اعم حیوان کے نیچے داخل ہے حیوان یہ اخص جسم نامی اعم کے نیچے داخل ہے الخ اس جزئی کو جزئی اضافی کہتے ہیں کیونکہ یہ جزئی اوپر والے کے اعتبار سے جزئی ہے حقیقی جزئی نہیں۔

☆☆

قولہ: وقد یقال آہ: یعنی ان لفظ الجزئی کما یطلق علی المفہوم الذی یمتنع ان یجوز صدقہ علی کثیرین کذلک یطلق علی الاخص من شیء فعلی الاول بقید بقید الحقیقی وعلی الثانی بالاضافی والجزئی بالمعنی الثانی اعم منہ بالمعنی الاول اذ کل جزئی حقیقی فہو مندرج تحت مفہوم عام و اقلہ المفہوم والشیء والامر ولا عکس اذ الجزئی الاضافی قد یكون کلیا کالانسان بالنسبۃ الی الحيوان ولک ان تحمل

ترجمہ:- یعنی لفظ جزئی کا اطلاق جیسے اس مفہوم پر ہوتا ہے جس کے چند افراد پر صادق آنے کا جواز ممنوع ہو اسی طرح اخص من شیء پر بھی جزئی کا اطلاق ہوتا ہے پس پہلی تعریف پر جزئی کو حقیقی کی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے اور ثانی تعریف پر اضافی کی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے۔ درجہ جزئی معنی ثانی کے ساتھ اعم ہوتی ہے اس جزئی سے ساتھ معنی اول کے کیونکہ ہر جزئی حقیقی مفہوم عام کے تحت داخل ہوتی ہے اور ہر مفہوم عام درجہ جزئی اور امرہ درجہ سے اور اس ہر مفہوم جزئی اضافی بھی کئی ہوتی ہے جیسے مفہوم انسان جزئی اضافی سے مفہوم حیوان کی نسبت اور تیرے لئے گنجائش ہے کہ بقول کرے۔

اغراض شارح:- واقفہ المفہوم تک توضیح متن ہے اور واقفہ المفہوم سے آخر تک ایک اعتراض کا جواب ہے۔

تشریح:- جزئی کا لفظ اس جزئی پر بھی بولا جاتا ہے جس کے مفہوم کا صدق کثیرین پر ممتنع ہوتا تھا ایسے ہی ہر اخص تحت الاعم کو بھی جزئی کہتے ہیں پہلی کو جزئی حقیقی اور دوسری کو جزئی اضافی کہتے ہیں جزئی اضافی یہ جزئی حقیقی سے اعم ہے جہاں جزئی حقیقی ہوگی وہاں جزئی اضافی ضرور ہوگی اور جہاں جزئی اضافی ہو وہاں جزئی حقیقی کا ہونا ضروری نہیں جیسے زید یہ جزئی حقیقی بھی ہے اور اضافی بھی کیونکہ یہ انسان اعم کے نیچے داخل ہے لیکن انسان جزئی اضافی ہے جزئی حقیقی نہیں بلکہ کلی ہے۔

واقفہ المفہوم الخ:- یہاں سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔ اعتراض:- آپ نے کہا جو بعضی جزئی حقیقی ہوگی وہ جزئی اضافی ضرور ہوگی یہ صحیح نہیں کیونکہ لفظ اللہ کے بارے میں تمام مناطقہ کا اتفاق ہے کہ یہ جزئی حقیقی ہے لیکن جزئی اضافی نہیں کیونکہ اس کے اوپر کوئی اعم کلی نہیں ہے؟

جواب:- جزئی اضافی کے اوپر جو اعم ہوتا ہے اس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کلی ہو کوئی اور شیء بھی اعم ہو سکتی ہے مثلاً لفظ اللہ کے اوپر لفظ شیء لفظ امر اور لفظ مفہوم ہیں اور یہ اس سے اعم ہیں اس لئے لفظ اللہ کو جزئی اضافی کہنا درست ہے۔

قولہ: وهو اعم: علی جواب سوال مقدر کان قائلا یقول الاخص علی ما علم سابقا
 هو الکلی الذی یرصدق علیہ کلی آخر صدقا کلیا ولا یرصدق هو علی ذلک الآخر کذلک
 والجزئی الاضافی لا یلزم ان یکون کلیا بل قد یکون جزئیا حقیقیا لتفسیر الجزئی الاضافی
 بالاخص بهذا المعنی لتفسیر بالاخص فاجاب بقولہ وهو اعم ای الاخص المذکور ہنا اعم
 من المعلوم سابقا آنفا ومنہ یعلم ان الجزئی بهذا المعنی اعم من الجزئی الحقیقی فیعلم
 بیان النسبة التزاما وهذا من فوائد مشائخنا اطاب الله ثراه

ترجمہ:- ماتن کے قول وهو اعم کو ایک سوال مقدر کے جواب پر بھی (محمول کر سکتے ہیں) گویا کہ کس کسے والے نے
 کہا جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اخص وہ کلی ہے جس پر دوسری کلی کلی طور پر صادق آئے اور یہ اخص اس دوسری کلی پر کلی طور پر
 صادق نہ آئے۔ اور جزئی انسانی کا کلی ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ بھی جزئی حقیقی ہوتی ہے لہذا اخص بمعنی انہ کو کے ساتھ جزئی
 انسانی کی تفسیر تفسیر مالاخص ہے (اور وہ صحیح نہیں) اس ماتن نے اپنے قول وهو اعم کے ساتھ اس سوال کا جواب دیا یعنی اخص
 مذکور یہاں اس اخص سے اعم ہے جو ابھی پہلے معلوم ہوا ہے اور ماتن کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ جزئی اس معنی اخیر
 کے ساتھ عام ہے جزئی حقیقی سے پس التزام دونوں جزئیوں کے مابین نسبت کا بیان معلوم ہو جائے گا اور یہ ہمارے بعض مشائخ
 کے فوائد سے ہے ہاں اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو خوش فرمائیں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:- اخص کا معنی ما قبل والی فصل میں یہ گزرا ہے کہ اخص وہ کلی ہوتی ہے کہ دوسری کلی تو مکمل اس کے ہر فرد پر پچی آئے
 لیکن یہ اخص کلی اس کلی کے ہر فرد پر صادق نہ آئے جیسے انسان اخص ہے حیوان سے تو انسان حیوان کے ہر فرد پر صادق نہیں
 آتا۔ اب آپ نے کہا کہ جزئی انسانی اخص من الہی کو کہتے ہیں اور اخص تو اس معنی کے لحاظ سے کلی کو کہتے ہیں یعنی جزئی انسانی
 ہمیشہ کلی ہوگی حالانکہ زیادہ یہ جزئی انسانی بھی ہے اور جزئی حقیقی بھی ہے کلی نہیں ہے؟

جواب:- اخص کا وہ معنی جو ما قبل والی فصل میں گزرا وہ یہاں مراد نہیں ہے وہاں اخص کلی ہوا کرتا تھا لیکن یہاں اخص سے عام
 مراد ہے وہ کلی ہو یا جزئی لہذا اب زیادہ جزئی انسانی بھی ہے جزئی حقیقی بھی۔

وہو اعم میں ہو ضمیر کا مرجع شارح نے بتایا کہ وہ اخص ہے یعنی اخص جو اس جگہ مراد ہے وہ ما قبل میں مذکور لفظ اخص سے اعم ہے۔

فائدہ:- متن میں ہو اعم میں ہو ضمیر کا مرجع جب اخص ہے تو اس سے دلالت التزامی کے طور پر معلوم ہوا کہ جزئی اضافی اور حقیقی میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے۔

متن: والکلیات خمس ترجمہ:- اور کلیات پانچ ہیں۔

مختصر تشریح متن:- تصورات میں اصل مقصود قول شارح ہے۔ قول شارح کیلئے جو چیزیں موقوف ہیں یہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ سے پہلے ان کا بیان ہوا اب ان موقوف علیہ اشیاء میں سے آخری فی کلیات خمس کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد اصل مقصود قول شارح کو بیان کریں گے۔ متن کی اس عبارت والکلیات خمس پر ایک ترکیبی اعمیٰ ہوتا ہے اس کو سمجھنے سے پہلے یہ قاعدہ ذہن میں رکھ لیں۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ اسماء خمس لکن تک بیسہ پہ عدد کے تحت آتے ہیں اور محدود عدد ہوتا ہے تو اسماء محدود نہ ہوتے ہیں جیسے ثلاثہ رجال و ثلاث نسوة۔

اعتراض:- الکلیات مبتداء ہے اور خمس اس کی خبر ہے ضابطہ ہے کہ مبتداء اور خبر میں تدریج اور تانیث میں مطابقت ضروری ہوتی ہے یہاں تو خبر مذکور ہے اور مبتداء مؤنث ہے تو مبتداء اور خبر میں مطابقت نہیں؟

جواب:- اصل میں الکلیات یہ لفظوں میں اگرچہ جمع مؤنث نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا مفرد کلی ہے یہاں خبر کی مطابقت میں مفرد کی رعایت کی گئی ہے۔ لفظ الکلیات جمع کی رعایت نہیں کی گئی اور اسماء عدد کے لحاظ سے لفظ الکلیات کی رعایت کی ہے الکلیات چونکہ لفظوں میں مؤنث تھا اس لئے خبر خمس مذکور لائے۔

اعتراض:- اگر الکلیات کلی کی جمع ہے کلی تو مذکور ہے اسکی جمع الف اور تاء کے ساتھ جیسے آگنی مذکور کی جمع تو واؤ و نون کے ساتھ آتی ہے؟

جواب:- نجات کے ہاں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ مذکور لا یعقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے جیسے بسوم یہ مذکور لا یعقل ہے اس کی صفت خالی ہے لیکن اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے الایسام الخالیات اسی طرح یہاں بھی کلی یہ لفظ مفرد کی صفت ہے جو کہ مذکور لا یعقل ہے اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ الکلیات لائے ہیں۔

☆☆

قوله: والکلیات خمس: ای الکلیات التي لها افراد بحسب نفس الامر في الذهن او الخارج منحصرة في خمسة انواع واما الکلیات الفرضية التي لا مصداق لها خارجا ولا ذهنيا فلا يتعلق بالبحث عنها. غرض يعتد به ثم الکلی اذا نسب الى افراده المحققة في نفس الامر فاما ان يكون عين حقيقة تلك الافراد وهو النوع او جزء حقيقتها فان كان تمام المشترك بين شي منها وبين بعض اخر فهو الجنس والا فهو الفصل ويقال لهذه الثلاثة ذاتيات او خارجا عنها ويقال له العرضي فاما ان يختص بافراد حقيقة واحدة او لا يختص فالاول هو الخاصة والثاني هو العرض العام فهذا دليل انحصار الکلی في الخمسة ترجمه :- یعنی جن کلیات کے افراد نفس الامر میں ہیں خواہ ذہن میں متحقق ہوں یا خارج میں وہ کلیات پانچ قسموں میں منحصر ہیں اور بہر حال وہ فرضی کلیات جن کے افراد نفس الامر میں متحقق نہیں نہ خارج میں نہ ذہن میں ان سے بحث کرنے کے ساتھ کسی معتد بہ غرض کا تعلق نہیں پھر کلی جب منسوب ہو اپنے ان افراد کی طرف جو نفس الامر میں متحقق ہیں تو وہ کلی یا تو ان افراد کی عین حقیقت ہوگی اور یہی کلی نوع ہے یا ان افراد کی حقیقت کی جزو ہوگی سوا کردہ کلی تمام مشترک ہو اپنے بعض افراد اور دوسرے بعض کے مابین تو وہ کلی جنس ہے ورنہ وہ کلی فصل ہے اور نوع جنس فصل کو ذاتیات کہا جاتا ہے یا کلی افراد کی حقیقت سے خارج ہوگی اور ایسی کلی کو عرضی کہا جاتا ہے پس اگر یہ کلی عرضی ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ مخصوص ہو تو وہ کلی خاصہ ہے اور اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ مخصوص نہ ہو تو وہ کلی عرض عام ہے۔ کلیات کے پانچ میں منحصر ہونے کی دلیل حصر یہی ہے۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض دو مسئلوں کو بیان کرنا ہے۔

مسئلہ (۱) :- یہاں ان کلیات کا بیان ہوگا جن کے افراد نفس الامر میں موجود ہیں نفس الامر کا مطلب یہ ہے کہ ان کلیات کے افراد ذہن میں موجود ہوں یا خارجی جہان میں ان دونوں کو نفس الامر کہتے ہیں۔ ذہن میں افراد ہوں جیسے شمس و قمر کہ ان کا خارج میں تو ایک ہی فرد ہے لیکن ذہن میں ان کے افراد کثیرہ کا ہونا ممکن ہے۔ خارج میں جیسے انسان کلی ہے اور اس کے افراد کثیرہ خارجی جہان میں پائے جاتے ہیں زید عمرو بکر وغیرہ۔ یہاں ان کلیات کا بیان نہیں ہوگا جن کے افراد نفس الامر میں موجود نہیں جیسے اشنان، ممکن، شریک الباری وغیرہ۔

مسئلہ (۲) :- کلیات خمس کی دلیل حصر بیان کرنی ہے کہ کلیات پانچ میں بند ہیں اس سے زیادہ اور کم نہیں۔

دلیل حصر :- کلی یا تو اپنے افراد کی عین حقیقت (عین حقیقت اور تمام ماہیت کا مطلب ایک ہی ہے) ہوگی یا نہیں اگر وہ کلی اپنے افراد کی عین حقیقت ہو اس کو نوع کہتے ہیں اور اگر کلی اپنے افراد کی عین حقیقت نہ ہو لیکن حقیقت کا جزو ہو تو پھر دیکھیں گے وہ جزو تمام مشترک ہے یا جزو ممیز ہے اگر تمام مشترک ہو تو اس کو جنس کہتے ہیں اور اگر وہ جزو ممیز ہو اس کو فصل کہتے ہیں۔

نوع کی مثال جیسے انسان یہ کلی ہے یہ اپنے افراد زید، عمرو، بکر کا بالکل عین ہے۔ جزو تمام مشترک یا جنس کی مثال جیسے حیوان یہ اپنے افراد انسان اور فرس وغیرہ میں تمام مشترک ہے جزو ممیز یا فصل کی مثال جیسے ناطق انسان میں جزو ممیز ہے اس کو باقی انبیاء سے جدا کرنے والا ہے۔ ان تینوں قسم کی کلیوں (نوع، جنس، فصل) کو ذاتیات کہتے ہیں جو مدنی تینوں میں سے ہر ایک میں کلی اپنے افراد کی ماہیت میں داخل ہے اور اگر وہ کلی اپنے افراد کی ماہیت میں داخل نہیں ہوتی تو اسے خارجی کہتے ہیں۔ عارض سے تو پھر اس میں دو صورتیں ہیں وہ اگر ایک ہی حقیقت کے افراد و عارض سے تو اس کی خصوصیت ہوتی ہے اور اگر وہ علی اختلافہ اختصاص افراد و عارض ہو تو اسے عارض نام کہتے ہیں۔ مثال یہ ہے کہ حکم یہ اپنے افراد زید، عمرو، بکر کی حیثیت سے خارج ہے لیکن ان و عارض ہے عارض نام کی مثال جیسے ماضی یہ فرس، زید، عمرو کی حقیقت کو ماضی ہے۔ اور ان کی حیثیت مختلف ہے۔ ان دو قسم کی کلیوں کو عرضیات کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر اعلیٰ عارض ہیں۔

تعریف تمام مشترک :- ما قبل میں لفظ تمام مشترک گزرا ہے یہاں اس کا معنی ذکر کیا جاتا ہے کہ تمام مشترک کسے کہتے ہیں جو بھی کلی تمام مشترک ہوگی کم از کم دو افراد میں ہوگی جیسے حیوان یہ تمام مشترک ہے فرس اور انسان کے درمیان یہ دونوں حیوان کے افراد میں سے ہیں۔ جن دو افراد کے درمیان میں ہم نے کسی کلی کو تمام مشترک مان لیا ہوگا ان دو افراد میں دنیا میں جو بھی چیز مشترک نکالی جائے گی وہ یا تو عین تمام مشترک ہوگی یا اس تمام مشترک کا جزو ہوگی جیسے انسان اور فرس میں ہم نے حیوان کو تمام مشترک مانا ہے حیوان کا معنی جسم نامی حساس متحرک بالارادہ اب ان دونوں میں جو بھی چیز مشترک مانیں گے وہ یا تو عین تمام مشترک ہوگی یا اس کا جزو ہوگی مثلاً ہم نے ان دونوں میں حیوان کو دیکھا کہ وہ مشترک ہے دونوں میں اور عین تمام مشترک ہے جسم نامی ان دونوں میں مشترک ہے اور یہ حیوان تمام مشترک کا جزو ہے جسم مطلق ان میں مشترک ہے اور یہ حیوان تمام مشترک کا جزو ہے جو ہر ان میں مشترک ہے اور یہ تمام مشترک حیوان کا جزو ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ دنیا میں جو بھی کلی تمام مشترک ہوگی وہ ہمیشہ جنس ہوگی جیسے حیوان یہ تمام مشترک ہے اور یہ جنس ہے۔

جنس کی دو قسمیں ہیں قریب اور بعید جن دو افراد میں جنس اصلی ہوگی وہ قریب کہلائے گی جیسے انسان اور فرس میں جنس اصلی حیوان ہے اس کو جنس قریب کہتے ہیں انسان اور شجر میں جنس اصلی جسم نامی ہے اس کو جنس قریب کہیں گے انسان اور پتھر میں جنس اصلی جسم مطلق ہے یہ بھی جنس قریب ہے۔ انسان اور عقل میں جنس اصلی جوہر ہے اس کو بھی ان دونوں کی جنس قریب کہیں گے۔ انسان اور فرس میں حیوان چونکہ جنس اصلی ہے اس لئے یہ قریب ہے لیکن انسان اور فرس میں جسم نامی بھی جنس ہے لیکن چونکہ وہ اصلی نہیں ہے بلکہ مجازی طور پر ہے اس لئے اس کو انسان اور فرس کیلئے جنس بعید کہیں گے ایسے ہی جسم مطلق یہ انسان اور فرس کیلئے جنس ہے لیکن بعید ہے اسی طرح جوہر یہ بھی جنس ہے انسان اور فرس میں لیکن مجازی ہے اس لئے اس کو بھی جنس بعید کہیں گے انسان اور فرس میں جسم نامی جنس بعید ہے ایک مرتبہ کے ساتھ انسان اور شجر میں جسم مطلق جنس بعید ہے ایک مرتبہ کے ساتھ انسان اور پتھر میں جوہر جنس بعید ہے ایک مرتبہ کے ساتھ ان کے آخر سے نیچے کی طرف جنس بعید کی ترتیب اس طرف ہوگی کہ عقل یہ انسان اور فرس کیلئے جنس بعید ہے چار مرتبہ کے ساتھ، انسان اور شجر کیلئے تین مرتبہ کے ساتھ، انسان اور پتھر کیلئے جنس بعید ہے دو مرتبہ کے ساتھ، انسان اور جوہر کیلئے ایک مرتبہ کے ساتھ، ایسے ہی جوہر کو لیس کے اور جسم مطلق کو۔

نوٹ :- جنس قریب جنس بعید بھی ہوتی ہے جس طرح انسان اور شجر میں جسم نامی یہ جنس قریب ہے انسان اور شجر کیلئے لیکن انسان اور حیوان کیلئے جنس بعید ہے خوب سمجھ لو۔

متن: الاول الجنس وهو المقول علی کثیرین مختلفین بالعقائق فی جواب ماہوفان کان الجواب عن الماہیة وعن بعض مشارکاتھا هو الجواب عنھا وعن الكل فقريب كالحيوان والا فبعيد كالجسم النامي ترجمہ متن :- پہلی کلی جنس ہے اور وہ وہ ہے جو ایسے کثیر افراد پر بولی جائے مباحو کے جواب میں جو افراد مختلف بالعقائق ہوں پس اگر ماہیت اور اس کے بعض مشارکات سے سوال کا جواب وہی ہو جو ماہیت اور اسکے تمام مشارکات سے سوال کا جواب ہے تو پس وہ جنس قریب ہے جیسے حیوان ورنہ پس وہ جنس بعید ہے جیسے جسم نامی۔

مختصر تشریح متن :- اس عبارت میں علامہ تفتازانی نے کلیات خمسہ میں سے پہلی کلی جنس کی تعریف کی ہے۔

جنس کی تعریف :- وہ ایک ایسی کلی ہے جو کثیر افراد پر پھی آتی ہے ایسے کثیر افراد جن کی حقیقت مختلف ہو اور مباحو کے جواب میں آتی ہے۔

فوائد قیود:۔ ہو کا لفظ (جس سے مراد کلی ہے) جنس ہے تمام کلیات کو شامل ہے المقول علی کثیرین یہ فصل اول ہے اس سے کلیات فرضیہ (لاشی، لاممکن وغیرہ) نکل گئیں کیونکہ ان کے افراد ہی نہیں ہوتے مختلفین بالحقائق یہ فصل ثانی ہے اس سے کلی نوع نکل گئی کیونکہ اگرچہ افراد اس کے بھی کثیر ہوتے ہیں لیکن وہ متفق الحقائق ہوتے ہیں فی جواب ما ہو یہ فصل ثالث ہے اس سے کلی خاصہ اور عرض عام وغیرہ نکل گئے خاصہ تو اس لئے کہ وہ ای شئی کے جواب میں آتا ہے اور عرض عام اس لئے کہ وہ سرے سے کسی کے جواب میں واقع ہوتا ہی نہیں۔

☆☆

قولہ: المقول: ای المحمول ترجمہ:۔ مقول سے مراد محمول ہے۔

قولہ: فی جواب ما ہو: اعلم ان ما هو سوال عن تمام الحقیقة فان اقتصر فی السؤال علی ذکر امر واحد کان السؤال عن تمام الماہیة المختصة به فیقع النوع فی الجواب ان کان المذکور امیرا شخصیا او الحد التام ان کان المذکور حقیقة کلیة وان جمع فی السؤال بین امور کان السؤال عن تمام الماہیة المشتركة بین تلك الامور ثم تلك الامور ان كانت متفقة الحقیقة کان السؤال عن تمام الماہیة المتفقة المتحددة فی تلك الامور فیقع النوع ایضا فی الجواب وان كانت مختلفة الحقیقة کان السؤال عن تمام الحقیقة المشتركة بین تلك الحقائق المختلفة وقد عرفت ان تمام الذاتیة المشتركة بین الحقائق المختلفة هو الجنس فیقع الجنس فی الجواب فالجنس لا بد له ان يقع جوابا عن الماہیة وعن بعض الحقائق المختلفة المشارکة ایها فی ذلك الجنس فان کان مع ذلك جوابا عن الماہیة وعن کل واحدة من الماہیات المختلفة المشارکة لها فی ذلك الجنس فالجنس قریب کالحيوان حیث يقع جوابا للسؤال عن الانسان وعن کل ما یشارکہ فی الماہیة الحيوانیة وان لم يقع جوابا عن الماہیة وعن کل ما یشارکها فی ذلك الجنس فبجانب کمالجسم حیث يقع جوابا عن السؤال بالانسان والحجر ولا يقع جوابا عن السؤال

بالانسان والشجر والفرس مثلاً

ترجمہ:- فی جواب ماہو: جان لے کہ بے شک ماہو تمام حقیقت سے سوال ہے سوا کہ سوال میں امر واحد کے ذکر پر اکتفاء ہو تو سوال اس ماہیت کے تمام سے ہوگا جو اسی امر واحد کے ساتھ مختص ہے لہذا جواب میں نوع واقع ہوگی اگر سوال میں ایک امر شخص مذکور ہو یا جواب میں حد تمام واقع ہوگی اگر سوال میں ایک حقیقت کلیہ مذکور ہو اور اگر سوال میں چند امور جمع کیے جائیں تو سوال اس ماہیت کے تمام سے ہوگا جو ان امور کے مابین مشترک ہے پھر یہ امور اگر حقیقتہً الحقیقہ ہوں تو سوال اس ماہیت کے تمام سے ہوگا جو ان امور میں متفق ہے اپنے ہر ایک میں بے شک واقع ہوگی اور اگر وہ امور مختلف الحقیقہ ہوں تو سوال تمام حقیقت سے ہوگا جو مشترک ہوں مختلف حقیقتوں کے درمیان درون پیچہ پیچہ یہ ہے کہ وہ ذاتی جو مختلف حقیقتوں سے درمیان تمام مشترک ہے وہ جنس ہے ہذا جواب میں جس واقع ہونی پس جس کا جواب میں واقع ہونا ضروری سے ماہیت معینہ اور بعض ان حقائق مختلفہ سوال پر جو اسی ماہیت معینہ کے شریک ہیں اس جس میں پس اگر یہی جنس جواب میں واقع ہو اس ماہیت معینہ کے سوال اور ہر اس ماہیت کے سوال پر جو ماہیت مشارک سے ماہیت معینہ کے اسی جنس میں تو جنس قریب ہے جیسے حیوان کیونکہ ماہیت انسان کے ساتھ ماہیت حیوانیہ میں جتنی ماہیات شریک ہیں ان میں سے جس کو بھی انسان کے ساتھ ملا کر سوال کیا جائے تو جواب میں یہی حیوان واقع ہوتا ہے اور اگر جتنی ماہیات اس ماہیت معینہ کے ساتھ اس جنس میں مشارک ہیں ان ماہیات سے ہر ایک کو ماہیت معینہ کے ساتھ ملا کر سوال کرنے کی صورت میں جواب میں وہ جنس محمول نہ ہو تو جنس بعید ہے جیسے جسم کیونکہ انسان اور حجر کو ملا کر سوال کرنے کی صورت میں یہی جسم واقع ہوتا ہے اور انسان اور شجر اور فرس کو ملا کر سوال کرنے کی صورت میں جواب میں جسم واقع نہیں ہوتا (بلکہ جسم نامی واقع ہوتا ہے لہذا حیوان جنس قریب ہے اور جسم جنس بعید ہے) غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- وہ یہ ہے کہ کائنات میں جب کوئی انسان کسی چیز کے بارے میں سوال کرے گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں تصور مجہول کے بارے میں سوال کریگا یا تصدیق مجہول کے بارے میں سوال کرے گا تصدیق کے بارے میں سوال اور اس سوال کی غرض کی بحث بڑی کتابوں یعنی مسلم وغیرہ میں آئے گی۔ یہاں صرف سائل کے تصور مجہول کے بارے میں سوال کرنے کے احکام ذکر کئے جائیں گے جب بھی کوئی آدمی دوسرے سے سوال کرتا ہے اس کے سوال کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے جب مخاطب اس کی غرض سمجھ لیتا ہے تو جواب دینا اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے منطقیوں نے تصور مجہول کے بارے میں سوال کرنے کے دو آلے

بتائے ہیں وہ دو آلے ماہو اور ای شی ہیں ان دونوں میں اصل تو ماہو اور ای ہے ہو اور شی بطور تابع کے سوال میں ذکر کئے جاتے ہیں جب سائل سوال ای شی کے ساتھ کرے گا تو اس کی غرض اس وقت کیا ہوگی؟ یہ آگے ذکر کریں گے یہاں ہم نے اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب وہ سوال میں ماہو کو ذکر کرے تو اس وقت سائل کی غرض کیا ہوگی اسکی تفصیل یہ ہے کہ جب بھی کوئی سائل ماہو کے ذریعے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے گا تو وہ سوال دو حال سے خالی نہیں ہوگا سائل سوال میں ایک چیز کو ذکر کرے گا یا بہت سی چیزیں کو ذکر کرے گا اگر سوال میں ایک چیز کو ذکر کرے تو اس وقت سائل کی غرض سوال سے یہ ہوگی کہ اس شی کی تمام ماہیت بیان کر دے تو مجیب اس کی نوع کو جواب میں بیان کرے گا اگر سوال میں سائل نے ایک شی کھلی ذکر کی ہو تو جواب میں وہ حد نام ذکر کرے گا جیسے کوئی سوال کرے کہ انسان ماہو تو جواب میں اس بی حد نام حیوان ناطق واقع ہوگی اور اگر ایک شی جزئی ذکر کرے تو جواب میں نوع واقع ہوگی جیسے کوئی سوال کرے زید ماہو تو جواب میں نوع انسان واقع ہوگی کہ ہو انسان اور اگر سائل سوال میں ایک سے زیادہ اشیاء کو ذکر کرے خواہ وہ اشیاء کھلی ہوں یا جزئی تو دیکھیں گے کہ آیا ان اشیاء کثیرہ کی حقیقتیں مختلف ہیں یا متفق اگر ان اشیاء کثیرہ کی حقیقتیں مختلف ہوں گی تو اس وقت سائل کی غرض یہ ہوگی کہ ان کی حقیقت مشترکہ بناؤ تو جواب میں مجیب حقیقت مشترکہ جنس کو ذکر کرے گا جیسے کوئی انسان سوال کرے انسان و انسان و انسان و الغنم ماہم تو جواب میں جنس واقع ہوگی کہ ہم حیوان جو کہ ان سب میں حقیقت تمام مشترکہ ہے اور اگر سائل اشیاء کثیرہ کو ذکر کرے جو متفق الحقائق ہوں تو اس وقت بھی جواب میں نوع آئیگی جیسے کوئی سوال کرے زید و بکر و عمرو ماہم تو جواب میں نوع واقع ہوگی کہ ہم انسان۔

فان كان مع ذلك جواباً الخ:۔ اس سے پہلے تو صرف مثالوں سے یہ چیز واضح کی گئی تھی کہ حیوان یہ جنس قریب ہے اور جسم نامی، جسم مطلق اور جوہر یہ جنس بعید ہیں اب یہاں سے جنس قریب اور جنس بعید کی تفصیلی تعریف بیان کر رہے ہیں جنس قریب اور بعید کی تعریفوں کے سمجھنے سے قبل یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ جنس کے نیچے افراد کھلی ہوتے ہیں اور نوع کے نیچے افراد جزئی ہوتے ہیں جنس کے نیچے افراد کھلی ہوں جیسے حیوان کہ اس کے نیچے انسان، فرس، حمار، غنم وغیرہ افراد ہیں اور یہ کھلی ہیں اور نوع میں افراد جزئی ہوں جیسے انسان اس کے نیچے زید، عمرو، بکر وغیرہ افراد جزئی ہیں اب آپ تعریفیں سمجھیں۔

جنس قریب:۔ اس جنس کو کہتے ہیں کہ اس کے افراد میں سے کسی فرد (ماہیت) کو پکڑ کر اس کے ساتھ کسی بھی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کیا جائے ماہما کے ذریعے تو جواب میں یہی جنس واقع ہو جیسے حیوان اس کے افراد کلیہ نوعیہ انسان، فرس، غنم، بقر وغیرہ ان میں سے کسی ایک ماہیت مثلاً انسان کو پکڑیں اور اس کے ساتھ اس جنس کے تمام افراد میں سے جو بھی کائنات میں

موجود ہیں کسی کو پکڑ کر اس انسان کے ساتھ ملا کر سوال کریں جیسے انسان کے ساتھ مثلا فرس کو ملائیں اور ماہما کے ذریعے سوال کریں کہ الانسان والفرس ماہما تو جواب میں حیوان آئے گا کہ ہما حیوان اس کو جنس قریب کہتے ہیں۔

جنس بعید :- اس جنس کو کہتے ہیں کہ اس کے افراد میں سے کسی ماہیت کو پکڑ کر اس کے ساتھ اس کے دوسرے افراد (ماہیات) میں سے بعض کو ملا کر ماہما سے سوال کریں تو جواب میں یہ جنس آئے اور دوسرے بعض کو ملا کر سوال کریں تو یہ جنس نہ آئے جیسے جسم نامی یہ جنس ہے اس کے افراد نو عمید کلیہ انسان فرس، غنم، بقرا اور شجر وغیرہ ہیں اب ان میں سے ایک ماہیت مثلا انسان کو پکڑ کر اس کے دوسرے افراد میں سے بعض یعنی شجر کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جسم نامی آتا ہے جیسے یوں کہا جائے الانسان والشجر ماہما تو جواب میں جسم نامی آئے گا لیکن اس شجر کے علاوہ اگر دوسری ماہیات میں سے کسی کو ملا کر سوال کریں مثلا الانسان والفرس او الغنم او البقر ماہما کہیں تو جواب میں حیوان آئے گا جسم نامی نہیں آئے گا اسلئے جسم نامی کو جنس بعید کہیں گے ایسے ہی جسم مطلق میں کہ اس کے افراد انسان فرس، شجر، حجر وغیرہ ہیں ان میں سے کسی ماہیت مثلا انسان کے ساتھ حجر کو ملا کر ماہما کے ساتھ سوال کریں تو جواب میں جسم مطلق آتا ہے اور فرس، غنم وغیرہ شجر کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جسم مطلق نہیں آتا اس لئے جسم مطلق بھی جنس بعید ہے ایسے ہی جوہر کہ اس کے افراد انسان فرس، شجر، حجر، عقل وغیرہ ہیں ان میں سے کسی ماہیت مثلا انسان کے ساتھ عقل کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جوہر واقع ہوتا ہے اور انسان کے ساتھ کسی اور مثلا فرس یا غنم یا بقرا یا شجر یا حجر کو ملا کر سوال کریں تو جوہر جواب میں واقع نہیں ہوتا اس لئے جوہر کو بھی جنس بعید کہیں گے۔

متن: الثاني النوع وهو المقول على كثيرين متفقين بالحقائق في جواب ما هو وقد يقال على الماهية المقول عليها وعلى غيرها الجنس في جواب ما هو ومختص بالاسم الاضافي كالأول بالحقيقي وبينهما عموم وخصوص من وجه لتصادقهما على الانسان وتشاركهما في الحيوان والنقطة ثم الاجناس قد ترتب متصاعدة الى العالي كالجوهر ويسمى جنس الاجناس والانواع متنازلة الى السافل ويسمى نوع الانواع وما بينهما متوسطات

ترجمہ متن: دوسری کلی نوع ہے اور وہ وہ ہے جو بولی جائے ماہو کے جناب میں ہے کثیر افراد پر جو حقیقتوں کے لحاظ سے اتفاق ہیں اور کبھی اس ماہیت کو نوع کہا جاتا ہے کہ اس پر اور اس کے غیر پر ماہو کے جواب میں جنس معمول ہو اور نوع کی یہ قسم انسانی والے نام کے ساتھ خاص ہے جس طرح کہ اول حقیقی والے نام کے ساتھ خاص ہے اور نوع اضافی و حقیقی کے مابین عموم و خصوص من وجه کی نسبت ہے انسان پر دونوں کے صادق آنے اور حیوان و نقطہ میں دونوں کے جدا جدا ہونے کی وجہ سے۔ پھر اجناس جنس عالی (جیسے جوہر) کی طرف چڑھنے کے لحاظ سے مرتب ہوتی ہیں اور سب سے اوپر کی جنس کا نام جنس الاجناس رکھا جاتا ہے اور انواع نیچے کی نوع کی طرف اترنے کے لحاظ سے مرتب ہوتی ہیں اور سب سے نیچے کی نوع کا نام نوع الانواع رکھا جاتا ہے اور جو عالی و سافل کے درمیان ہیں ان کو متوسطات کہا جاتا ہے۔

تشریح متن: اس عبارت میں کلی کی دوسری قسم نوع کی تعریف ہے۔

نور کی تعریف: کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماہو (وہ ایک کلی ہے جو کہ کثیر افراد پر

ہی آئے جن کی حقیقت ایک ہو اور ماہو کے جواب میں واقع ہو) ا

نوع کی اس تعریف میں مقول علی کثیرین کی قید لگا کر کلیات فرضیہ کو نکال دیا متفقین بالحقائق کی قید سے

جنس کو نکال دیا اور فی جواب ماہو کی قید سے خاصہ اور عرض عام نکل گئے متن کی اس عبارت کا مطلب بالکل واضح تھا اس

لئے نیز انہی نے اس کی شرح نہیں کی۔

وقد يقال على الماهية الخ - متن کی اس عبارت میں نوع کی ایک دوسری تعریف کی ہے اور نوع کی پہلی تعریف اور اس کا آپس میں تعلق بیان کیا ہے۔

نوع کی دوسری تعریف :- وہ ماہیت ہے کہ اس کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر ماہما کے ذریعے سوال کیا جائے تو جواب میں کوئی نہ کوئی جنس واقع ہو تو اس پہلی ماہیت کو نوع کہتے ہیں لیکن اس نوع کو نوع اضافی کہتے ہیں اور نوع کی جو پہلی تعریف گئی اس نوع حقیقی کہتے ہیں نوع اضافی کی مثال جیسے انسان اور اس کے ساتھ کسی اور ماہیت مثلاً فرس کو ملا کر سوال کریں جواب میں جنس واقع ہوگی جیسے یوں کہا جائے الانسان والفرس ماہما تو جواب میں حیوان آئے گا اس انسان کو نوع اضافی کہیں گے نوع اضافی کی تعریف میں پتہ جنسیں حیوان، جسم نامی اور جسم مطلق بھی داخل ہو جائیں گی کیونکہ جب بھی جسم نامی اور جسم مطلق دونوں ماہیتوں کے ساتھ سوال کرتے ہیں تو جواب میں جنس واقع ہوتی ہے مثلاً حیوان کے ساتھ ایک دوسری ماہیت کو ملا کر ماہما کے ذریعے سوال کریں تو جواب میں جنس آتی ہے جیسے یوں کہیں الحيوان والشجر ماہما تو جواب میں جسم نامی آتی ہے اس صرح جسم نامی اور دوسری ماہیت مثلاً حجر کو ملا کر یوں سوال کریں الجسم الساسي والحصان ماہما تو جواب میں جنس آتی ہے کہ ہما جسم مطلق اسی طرح جسم مطلق اور دوسری ماہیت مثلاً عقل کو ملا کر سوال کریں جواب میں جنس آتی ہے سوال اس طرح ہوگا الجسم المطلق والعقل ماہما تو جواب میں جنس جو بر آئے گی ہاں جو بر نوع اضافی نہیں کہتے کیونکہ اس کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس نہیں آتی کیونکہ اس اوپر کوئی جنس نہیں۔

نوع حقیقی اور اضافی میں نسبت :- نوع حقیقی اور نوع اضافی میں نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے تو ایک مادہ اجتماعی مادے افتراقی ہونگے۔

(۱) مادہ اجتماعی انسان ہے یہ نوع حقیقی بھی ہے کیونکہ اس پر نوع حقیقی کی تعریف بھی آتی ہے اور نوع اضافی بھی کیونکہ اس کے ساتھ دوسری ماہیت فرس وغیرہ کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس حیوان آتی ہے تو اس پر گویا کہ نوع اضافی حقیقی دونوں کی تعریفیں بھی آگئیں اس لئے یہ مادہ اجتماعی ہے۔

(۲) پہلا مادہ افتراقی حیوان ہے اس پر نوع اضافی بھی آتی ہے کیونکہ حیوان اور حجر کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جسم نامی آتا ہے نوع اضافی کی تعریف اس پر بھی آگئی نوع حقیقی کی تعریف یہاں بھی نہیں آتی کیونکہ وہ حقیقی ہاں اجتماعی

پہلی جاتی ہے اور حیوان مختلف بالحقائق پر بولا جاتا ہے۔

(۳) دوسرا مادہ افتراقی نقطہ ہے اس پر نوع حقیقی کی تعریف سچی آتی ہے نوع اضافی کی نہیں اس کی تفصیل سمجھنے کیلئے پہلے نقطہ کا معنی سمجھیں نقطہ خط کے کنارے کو کہتے ہیں اور خط سطح کے کنارے کو کہتے ہیں اور سطح جسم کے کنارے کو کہتے ہیں اور جسم اس کو کہتے ہیں جس کیلئے طول، عرض، عمق ہو عربی الفاظ اس طرح ہیں النقطة طرف الخط والنقط طرف السطح والسطح طرف الجسم والجسم ما له طول وعرض وعمق تفصیل شرح میں اگلے قول میں آرہی ہے جیسے یہ کتاب کا ورق اس کے سفید حصے پر لکھا جاتا ہے یہ سطح ہے اور جہاں پر ختم ہوتا ہے اس کو خط کہتے ہیں اور خط کا کنارہ یعنی ورق کا کونہ اس کو نقطہ کہتے ہیں یہ نقطہ کلی ہے کیونکہ ہر ورق کے کونے پر سچا آتا ہے اور منقطع الحقیقہ بھی ہے کیونکہ ہر ورق کا کونہ ایک ہی جیسا ہوتا ہے اب اگر ورق کے کونے کی طرف اشارہ کرے ہا جانے هذا الشيء ما هو تو جواب میں آئے گا نقطہ تو اس نقطہ پر نوع حقیقی کی تعریف سچی آتی ہے لیکن نوع اضافی کی تعریف سچی نہیں آتی کیونکہ نوع اضافی تو اس کو کہتے ہیں کہ ایک ماہیت مرکب کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس آئے اور نقطہ چونکہ بسیط ہے مرکب نہیں اس لئے اس کے ساتھ دوسری کسی ماہیت کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس نہیں آتی کیونکہ جنس تو اس ماہیت کے جواب میں آتی ہے جو مرکب ہو اور نقطہ کی ماہیت بسیط ہے۔

قوله: الماہیة المقول علیها و علی غیرها الجنس: ای الماہیة المقول فی جواب ما هو فلا یكون الا کلیا ذاتیا لما تحته لا جزئیا ولا عرضیا فالشخص کزید والصنف کالرومی مثلا خارجان عنها فالنوع الاضافی دائما اما ان یكون نوعا حقیقیا مندرجا تحت جنس کم الانسان تحت الحيوان واما جنسا مندرجا تحت جنس آخر کالحيوان تحت الجسم الذی نامی فی الاول يتصادق النوع الحقیقی والاضافی وفي الثانی یوجد الاضافی بدون الحقیقی ویجوز ایضا تحقق الحقیقی بدون الاضافی فیما اذا كان النوع بسیطا لا جزء له حتی یكون جنسا وقد مثل بالنقطة وفيه مناقشة وبالجملة فالنسبة بینهما العموم من وجه ترجمہ: یعنی ما ہو کے جواب میں محمول ہونے والی ماہیت (جسکے افراد حقیقہ الحقائق ہوں) وہ اپنے ماتحت افراد کیلئے صرف

کلی ذاتی ہوتی ہے نہ نوع جزئی ہوتی ہے نہ عرضی پس شخص جیسے زید اور صنف جیسے رومی دونوں اس مابین سے خارج ہیں (نوع کو نوع کہا جاتا ہے) پس نوع اضافی ہمیشہ یا تو ایسی نوع حقیقی ہوتی ہے جو کسی جنس کے ماتحت داخل ہو جیسے انسان نوع حقیقی ہے جو حیوان جنس کے ماتحت داخل ہے اور یا نوع اضافی وہ جنس ہوتی ہے جو ایک اور جنس کے ماتحت داخل ہو جیسا کہ حیوان جسم نامی کے ماتحت داخل ہے سو پہلی صورت میں نوع حقیقی اور نوع اضافی ایک ساتھ دونوں صادق آئیں گی اور ثانی صورت میں نوع اضافی نوع حقیقی کے بغیر صادق آئیگی نیز نوع حقیقی نوع اضافی کے بغیر اس صورت میں پائی جاتی ہے جبکہ نوع بسیط ہو جس کی جزو ہی نہ ہو اور تحقیق نقطہ کے ساتھ اس کی مثال دی گئی ہے اور اس میں بنا قفہ ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ نوع حقیقی اور نوع اضافی کے مابین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

اغراض شارح :- اس پرے قول کی غرض چند اعتراضات اور ان کے جوابات کو ذکر کرنا ہے۔ ایک اعتراض بلوغ اضافی کی تعریف پر دوسرا نوع اضافی کی نسبت پر ہے۔ اور ولہ مناقشہ سے شارح ماتن کی عبارت پر چند اعتراضات کر رہے ہیں۔ تشریح :- اعتراضات کے سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ نوع کے نیچے دو چیزیں ہوتی ہیں (۱) اصناف (۲) اشخاص (جزئیات) جیسے انسان ایک نوع ہے اس کے نیچے اصناف ہیں رومی پاکستانی کشمیری وغیرہ اور پھر اس کے نیچے اشخاص ہیں زید عمرو زہر وغیرہ

اب نوع اور صنف کا فرق سمجھیں۔

نوع :- اس ماہیت کلی کو کہتے ہیں جو مقید ہو قید ذاتی کے ساتھ جیسے انسان یہ ایک ایسی ماہیت ہے جو مقید ہے قید ذاتی کے ساتھ کیونکہ انسان کی ماہیت حیوان کلی ہے جو مقید ہے قید ناطق کے ساتھ جو کہ انسان کی ذاتی ہے اور ذاتی اس کو کہتے ہیں جو ماہیت میں داخل ہو۔

صنف :- اس ماہیت کلی کو کہتے ہیں جو مقید ہو قید عرضی کے ساتھ جیسے رومی اس سے مراد روم کارہنے والا انسان ہے جسکی ایک ماہیت کلی حیوان ناطق ہے اور یہ مقید ہے ساتھ قید رومی کے لیکن روم کارہنے والا ہونا اس انسان کی ذاتی نہیں بلکہ یہ تو ایک عرضی چیز ہے جب ان دونوں باتوں کو آپ نے ذہن نشین کر لیا تو اب پہلا اعتراض جو کہ نوع اضافی کی تعریف پر ہوتا ہے اس کو سمجھیں۔

اعتراض :- آپ نے نوع اضافی کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ ماہیت کہ جس کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال

جواب میں جنس واقع ہو صنف اور جزئی بھی تو ایسی ماہیات ہیں کہ ان کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کرو تو جواب میں جنس آتی ہے۔

صنف کی مثال:۔ رومی اور فرس کو ملا کر سوال کیا جائے یوں کہا جائے الرومی والفرس ماہما تو جواب میں آئے گا ہما حیوان۔

جزئی کی مثال:۔ جیسے زید کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں کہ زید والفرس ماہما تو جواب میں جنس حیوان آئے گی جب صنف اور جزئی کو دوسری ماہیت کے ساتھ ملا کر سوال کرنے سے جواب میں جنس آتی ہے تو صنف اور جزئی کو بھی نوع اضافی کہنا چاہیے حالانکہ مناطقہ میں سے کوئی بھی ان دونوں کے نوع اضافی ہونے کا قول نہیں کرتا۔

جواب:۔ ہم نے جو کہا تھا کہ اس ماہیت کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کیا جائے تو اس ماہیت سے مراد ماہیت خاص ہے یعنی وہ ماہیت مراد ہے جو کہ ماہو کے جواب میں واقع ہو سکے ماہو کے جواب میں جنس نوع اور حد تام واقع ہوتی ہیں صنف نہ تو نوع ہے، نہ جنس، نہ حد تام اور زید جزئی ہے یہ بھی نہ نوع ہے، نہ جنس، نہ حد تام لہذا یہ ماہیت ماہو کے جواب میں نہیں آ سکتی جب یہ ماہو کے جواب میں واقع نہیں ہو سکتی تو اس کو نوع اضافی کہنا بھی درست نہیں۔

فالنوع الاضافی دائما الخ اب آگے ایک قاعدہ بتایا یزدی صاحب نے کہ نوع اضافی یا تو ہمیشہ نوع حقیقی ہوگی جو کہ کسی نہ کسی جنس کے نیچے داخل ہوگی جس طرح انسان یہ نوع اضافی بھی ہے اور حقیقی بھی جو حیوان جنس کے نیچے داخل ہے اور یا نوع اضافی جنس ہوگی جو کسی دوسری جنس کے نیچے داخل ہوگی جیسے حیوان یہ نوع اضافی جنس ہے اور دوسری جنس جسم نامی کے نیچے داخل ہے جب نوع اضافی نوع حقیقی ہو کر جنس کے نیچے داخل ہو تو اس وقت نوع اضافی اور حقیقی دونوں ہی آتی ہیں یہ بارہو اجتماعی ہے جیسے انسان اور جب نوع اضافی جنس ہو کر جنس کے نیچے داخل ہو جیسے حیوان یہ نوع اضافی ہوتی ہے نوع حقیقی نہیں ہوتی یہ ایک افتراقی مثال ہے۔ دوسری افتراقی مثال یہ ہے کہ نوع حقیقی ہو اور اضافی نہ ہو جیسے نقطہ یہ نوع حقیقی ہے نوع اضافی نہیں کیونکہ اضافی تو اس کو کہتے ہیں جس کے جواب میں جنس واقع ہو اور جنس تو ماہیت مرکبہ کے جواب میں واقع ہوتی ہے کیونکہ جنس اس ماہیت کی جزو ہوتی ہے نقطہ یہ بسیط ہے اس کے جواب میں جنس واقع نہیں ہوگی جب اس کے جواب میں جنس واقع نہیں ہوگی تو یہاں نوع اضافی بھی نہیں ہوگی۔

واقبہ مناقشہ:۔ اس عہادت سے یزدی صاحب اعتراض کر رہے ہیں یہاں تین اعتراض ہیں۔

اعتراض ﴿۱﴾:- نقطہ کے وجود خارجی کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا اس کا خارج میں وجود ہے یا نہیں جب اس نقطے کا وجود ہی مسلم نہیں بلکہ موهوم ہے تو ایک موهوم چیز کو نوع حقیقی کی مثال کیوں بنایا؟

اعتراض ﴿۲﴾:- آپ نے کہا کہ نقطہ نوع حقیقی ہے یعنی اس کے تمام افراد حقیقۃ الحقائق ہیں جب اس نقطے کا وجود موهوم ہے تو اس کے افراد میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مختلف الحقائق ہوں جب اس میں احتمال مختلف الحقائق ہونے کا پایا جاتا ہے تو پھر اس کو نوع حقیقی کہنا کیسے درست ہے؟

اعتراض ﴿۳﴾:- آپ نے نوع اضافی اور نوع حقیقی میں نسبت عموم و خصوص من وجہ کی بیان کی ہے حالانکہ قدماء مناطقہ اس بات کی طرف چلے گئے کہ جن میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے انسان مادہ اجتماعی اور حیوان مادہ افتراقی ہے جب نقطے کا وجود ہی موهوم ہے تو اس کو نوع حقیقی بنا کر دوسرا مادہ افتراقی بنانا ان مفادات کے وقت درست نہیں۔

شارح نے یہاں صرف اعتراضات کئے ہیں اور ان کے جوابات نہیں دئے یعنی ہمارے شارح کے ہاں یہ اعتراضات درست ہیں اور متن کی بات راجح نہیں ہے۔

قوله: والنقطة: النقطة طرف الخط والخط طرف السطح والسطح طرف الجسم فالسطح غير منقسم في العمق والخط غير منقسم في العرض والعمق والنقطة غير منقسمة في الطول والعرض والعمق فهي عرض لا يقبل القسمة اصلا واذا لم تقبل القسمة اصلا لم يكن لها جزء فلا يكون لها جنس وفيه نظر فان هذا يدل على انه لا جزء لها في الخارج والجنس ليس جزء خارجيا بل هو من الاجزاء العقلية فحاز ان يكون للنقطة جزء عقلي وهو جنس لها وان لم يكن لها جزء في الخارج

ترجمہ:- خط کی انتہاء نقطہ ہے اور سطح کی انتہاء خط ہے پس سطح گہرائی میں منقسم نہیں ہوتی (کیونکہ سطح کیلئے گہرائی نہیں ہوتی) اور خط چوڑائی اور گہرائی میں منقسم نہیں ہوتا (کیونکہ خط کیلئے چوڑائی اور گہرائی نہیں ہوتی) اور نقطہ چوڑائی، لمبائی اور گہرائی میں منقسم نہیں ہوتا (کیونکہ نقطہ کیلئے نہ چوڑائی ہوتی ہے، نہ لمبائی، نہ گہرائی) پس نقطہ ایسا عرض ہے جو تقسیم کو بالکل قبول نہیں کرتا اور جب وہ تقسیم کو بالکل قبول نہیں کرتا تو (معلوم ہوا کہ) اس کیلئے جزو نہیں اس لئے اس کی جنس نہ ہوگی اور

ماتن کے اس قول میں نظر ہے کیونکہ ماتن کا قول تو اس بات پر دال ہے کہ خارج میں نقطہ کی جزو نہیں حالانکہ جنس خارجی جزو نہیں بلکہ وہ اجزاء عقلیہ سے ہے لہذا جائز ہے کہ نقطہ کیلئے ایسی جزو عقلی ہو جو اس کی جنس بنے اگرچہ اسکی کوئی جزو خارجی نہیں ہے۔

اغراض شارح:۔ النقطة سے لیکر وہیہ نظر تک غرض تشریح متن ہے اور وہیہ نظر سے اٹخ اعتراض ذکر کرنا ہے۔

تشریح: النقطة سے نقطہ کی تعریف فرماتے ہیں کہ نقطہ خط کے کنارے کو کہتے ہیں اور خط سطح کے کنارے کو کہتے ہیں اور سطح جسم

کے کنارے کو کہتے ہیں عربی عبارت یوں ہے فالسطح ما لیس له عمق وله طول و عرض فقط و الخط ما لیس له

عرض ولا عمق وله طول و العرض و لا عمق و الجسم ما له طول و عرض

و عمق۔ نقطہ کا نہ ہول ہے نہ عرض نہ موٹائی تو گویا کہ یہ ایک بسیط چیز ہے اس کی کوئی جزو نہیں اس کی کوئی جنس نہیں۔

وہیہ نظر۔۔ یہاں سے علامہ یزدی اعتراض کر رہے ہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے یہ کہا کہ نقطہ کا چونکہ کوئی جزو خارجی نہیں اس لئے اس کیلئے جنس بھی نہیں حالانکہ جنس امور خارجیہ میں سے

نہیں بلکہ یہ تو امور ذہنیہ عقلیہ میں سے ہے نقطہ کیلئے بھی تو ذہن میں جنس ہو سکتی ہے جیسے انسان کیلئے حیوان ذہن میں جنس ہے

خارج میں تو نہیں اس اعتراض کا جواب سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ منطقیوں کے ہاں تین درجے ہیں

(۱) بشرطی یعنی وجودی چیز کو شرط لگانا (۲) بشرط لاشی یعنی عدلی چیز کو شرط لگانا (۳) لا بشرطی یعنی نہ عدلی چیز شرط ہو اور نہ

وجودی چیز۔ اور یہ بات سمجھنا بھی ضروری ہے کہ امور ذہنیہ اور خارجیہ ایک ہی ہوتے ہیں صرف حیثیت کا فرق ہوتا ہے حقیقت

میں تو ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہوتے ہیں جو چیز خارج میں ہوتی ہے وہ ذہن میں ہوتی ہے اور جو ذہن میں ہوتی ہے وہ خارج

میں ہوتی ہے۔

جواب:۔ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ اس نقطہ کیلئے جزو خارجی میں نہیں لیکن یہ جنس اور فصل امور ذہنیہ ہیں ان میں جب لا بشرطی کا

اعتبار کیا جائے تو ان کا وجود ذہنی ہوتا ہے خارجی نہیں اور جب لا بشرطی کا لحاظ نہ ہو تو اس وقت ان کا وجود خارجی ہوتا ہے اس

وقت اسی جنس اور فصل کو ہیولی اور صورت جسمیہ بھی کہتے ہیں یہ جنس اور فصل میں فرق ذہنی اور خارجی ہونے کا اعتباری ہے ورنہ

حقیقت اور نفس الامر میں جو خارج میں ہے وہ ذہن میں ہے اور جو خارج میں نہیں وہ ذہن میں بھی نہیں جب آپ یہ مانتے ہیں

کہ اس نقطہ کیلئے خارج میں جنس نہیں تو پھر اس کیلئے لازم ہے کہ ذہن میں بھی اس کی جنس نہ ہو کیونکہ یہ ایک دوسرے کو لازم ہیں

قوله: متصاعدة: بان يكون الترقى من الخاص الى العام وذلك لان جنس الجنس

اعم من الجنس وهكذا الى جنس لا جنس له فوقه وهو العالی و جنس الاجناس كالجوهر

ترجمہ:- اوپر چڑھنے کی حالت میں ترتیب کی صورت یہ ہے کہ خاص سے عام کی طرف ترقی ہو اور یہ اس لئے کہ جنس کی جنس عام

ہوتی ہے جنس سے اسی طرح یہ ترقی اس جنس تک چلی جائے گی جس کے اوپر کوئی جنس نہیں اور یہی جنس جنس عالی اور جنس الاجناس

ہے جیسے جوہر۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- جنس میں ترتیب کیا ہے؟ جنس کے اندر عموم کا لحاظ کیا گیا ہے خاص سے عام کی طرف ترقی ہے جو جنس خاص ہے وہ

نیچے اور جو سب سے زیادہ عام ہے اس کو اوپر رکھا ہے جس جنس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو اس کو جنس عالی کہتے ہیں اور جس کے نیچے

کوئی جنس نہ ہو اس کو جنس سافل کہتے ہیں عالی جیسے جوہر اس کو جنس الاجناس بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ اتنی عام ہے کہ تمام اجناس پر

ہی آتی ہے جنس سافل جیسے حیوان اس کے نیچے جنس نہیں بلکہ نوع انسان ہے۔

قوله متنازلة: بان يكون التنزل من العام الى الخاص وذلك لان نوع النوع يكون

اخص من النوع وهكذا الى نوع لانوع له تحته وهو السافل ونوع الانواع كالانسان

ترجمہ:- نیچے اترنے کی حالت میں ترتیب کی صورت عام سے خاص کی طرف تنزل کرنا ہے اور یہ اس لئے کہ نوع کی نوع نوع

سے اخص ہوتی ہے اور اسی طرح یہ تنزل اس نوع تک چلتا رہے گا جس کے نیچے کوئی نوع نہیں اور وہ نوع سافل اور نوع الانواع

ہے جیسے انسان۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض انواع میں ترتیب کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- انواع کی ترتیب میں خصوص کا لحاظ ہے جو نوع سب سے زیادہ خاص ہوگی اس کو نیچے اور جو سب سے زیادہ اعم ہو اس

کو اوپر رکھا ہے یہاں تنزل عام سے خاص کی طرف ہے نوع کی نوع اخص ہوتی ہے جیسا کہ جسم مطلق یہ نوع ہے اس کی نوع جسم

نامی اخص ہے اور اس کی نوع حیوان یہ اخص ہے جس نوع کے نیچے کوئی نوع نہ ہو اس کو نوع الانواع کہتے ہیں جیسے انسان کے

نیچے کوئی نوع نہیں ہے اس لئے اس کو نوع الانواع کہیں گے۔

قوله وما بينهما متوسطات: ای ما بین العالی والسافل فی سلسلتی الانواع والاجناس تسمى متوسطات فما بین الجنس العالی والجنس السافل اجناس متوسطة وما بین النوع العالی والنوع السافل انواع متوسطة هذا ان رجع الضمیر الی مجرد العالی والسافل وان عاد الی الجنس العالی والنوع السافل المذكورین صریحا كان المعنی ما بین الجنس العالی والنوع السافل متوسطات اما جنس متوسط فقط كالنوع العالی او نوع متوسط فقط كالجنس السافل او جنس متوسط ونوع متوسط معا كالجسم النامی ثم اعلم ان المصنف لم يتعرض للجنس المفرد والنوع المفرد اما لان الکلام فیما یترتب والمفرد لیس داخلا فی سلسلة الترتیب واما لعدم تیقن وجوده

ترجمہ:- یعنی انواع واجناس کے دونوں سلسلوں میں عالی وسافل کے مابین جو انواع واجناس ہیں ان کا نام متوسطات رکھا جاتا ہے پس جو اجناس جنس عالی وسافل کے مابین ہیں وہ اجناس متوسطہ ہیں اور جو انواع نوع عالی اور نوع سافل کے مابین ہیں وہ انواع متوسطہ ہیں یہ (مفہوم) ما بینہما کی ضمیر فقط عالی وسافل کی طرف لوٹنے کی صورت میں ہے اور اگر ضمیر اس جنس عالی اور نوع سافل کی طرف عائد ہو جو صراحتہ مذکور ہیں تو معنی یہ ہو جائے گا کہ جنس عالی اور نوع سافل کے درمیان متوسطات ہیں یا فقط جنس متوسط ہے جیسے نوع عالی یا فقط نوع متوسط ہے جیسے جنس سافل یا ایک ہی ساتھ جنس متوسط اور نوع متوسط دونوں ہیں جیسے جسم نامی پھر جان لو کہ مصنف جنس مفرد اور نوع مفرد کے درپے نہیں ہوئے یا تو اسلئے کہ گفتگو اس چیز میں ہے جو مرتب ہو اور نوع مفرد اور جنس مفرد ترتیب میں داخل نہیں اور یا ان دونوں کا وجود یقینی نہ ہونے کی وجہ سے۔

اغراض شارح:- اس قول کی غرض بینہما کی ضمیر کا مرجع بیان کرنا ہے۔ اور متن کی توضیح ہے۔ ثم اعلم ان المصنف سے نزدیکی صاحب متن پر ایک اعتراض کر رہے ہیں۔

تشریح:- اس قول کے متن اور شرح کی تشریح بھی اکٹھی ہے۔ بینہما کی ضمیر کا مرجع محض عالی اور محض سافل ہے اس وقت میں کہ دو قسم نکالنے ہوئے ایک سلسلہ اجناس کیلئے ایک انواع کیلئے اجناس کا سلسلہ اس طرح ہوگا کہ جو جنس عالی اور سافل کے مابین ہیں وہ اجناس متوسطات ہیں جیسے جسم مطلق، جسم نامی اور نوع کا سلسلہ اس طرح ہوگا کہ جو عالی اور سافل کے

درمیان ہیں وہ انواع متوسطہ ہیں وہ جسم مطلق، جسم نامی، حیوان ہیں دوسرا مرجع بسنہما کی ضمیر کا جو صراحۃً متن میں آیا ہے
العالی اور السافل ہے ان دونوں میں الف لام عہد خارجی کا ہے ان سے مراد جنس عالی اور نوع سافل ہے اب مطلب یہ ہے
کہ جنس عالی اور نوع سافل کے درمیان متوسطات ہیں پھر وہ متوسطات یا تو اجناس متوسطات ہونگے جیسے نوع عالی مثلاً جسم
مطلق یہ جنس متوسط ہے اور نوع عالی ہے یا وہ نوع متوسط ہوں گے جیسے نوع سافل مثلاً حیوان یہ نوع متوسط ہے اس لئے کہ اسے
نیچے نوع حقیقی اور اوپر نوع اضافی ہے اور جنس سافل ہے کیونکہ اس کے نیچے نوع تو انسان ہے لیکن جنس نہیں ہے اور یا
متوسطات جنس متوسط اور نوع متوسط ہونگے جیسے جسم نامی یہ نوع متوسط ہے کیونکہ اس کے اوپر نوع اضافی جسم مطلق اور یہ
بھی نوع اضافی حیوان ہے اور جنس متوسط بھی ہے کیونکہ اس کے اوپر جنس جسم مطلق اور نیچے جنس حیوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ جنس
عالی اور نوع سافل کے درمیان میں متوسطات تین طرح کے ہونگے جیسے کا بھی جان ہوا۔

ثم اعلم ان المصنف الخ۔ اس عبارت سے یزدی صاحب متن پر ایک اعتراض کر رہے ہیں۔

اعتراض:- آپ نے اجناس اور انواع کے تین تین درجے بیان کئے ہیں (جنس عالی، جنس سافل، جنس متوسط، نوع
'نوع سافل'، نوع متوسط) حالانکہ قطبی اور باقی تمام منطوق کی کتابوں میں جنس اور نوع کے چار درجے بیان کئے گئے ہیں اور
تین کے علاوہ ایک اور درجہ جنس مفرد اور نوع مفرد کا بھی بیان کیا گیا ہے آپ نے جنس مفرد اور نوع مفرد کو کیوں نہیں بیان کیا
اس اعتراض کا جواب سمجھنے سے پہلے جنس مفرد اور نوع مفرد کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے۔

جنس مفرد:- نہ اس کے اوپر کوئی جنس ہو اور نہ نیچے کوئی جنس ہو اور نوع مفرد اس کو کہتے ہیں کہ نہ اس کے اوپر کوئی نوع ہو
اس کے نیچے کوئی نوع ہو منطقیوں نے ان دونوں کی فرضی مثالیں بھی دی ہیں جنس مفرد کی مثال جیسے جو ہر کو جنس نہ بتایا جائے
اس کو عقول عشرہ کیلئے عرض مان لیا جائے اور عقل کو جنس ثابت کیا جائے اور اس کے نیچے عقول عشرہ کو اس جنس کے افراد کو
جائے جیسا کہ جنس کے نیچے انواع ہوتے ہیں اور ان عقول عشرہ کی حقیقتیں مختلف فرض کر لی جائیں تاکہ یہ عقل کیلئے انواع
سکیں اس وقت عقل ایک ایسی ہی ہے کہ جس کے اوپر عقل کوئی جنس نہیں کیونکہ اوپر جو ہر ہے جو کہ عرض مان لیا گیا ہے اور
کوئی جنس نہیں کیونکہ عقول عشرہ کو اس کیلئے انواع بتایا گیا ہے اس لئے اس وقت عقل کو جنس مفرد کہیں گے۔

اور نوع مفرد کی مثال بھی یہی عقل ہے جبکہ جو ہر کو عقل کیلئے جنس فرض کر لیں اور عقل کو نوع بتالیں اور ان عقول عشرہ کو اس
افراد حلقۃ الحقائق بنادیں تو اس وقت یہ عقل نوع مفرد ہوگی کیونکہ اس کے اوپر کوئی نوع نہیں بلکہ اوپر جنس (جو ہر) ہے اور

بھی کوئی نوع نہیں بلکہ نیچے تو عقول عشرہ افراد ہیں اس وقت عقل یہ نوع مفرد ہوگی یہ مثالیں مناطقہ نے فرض کی ہیں سمجھانے کیلئے ورنہ حقیقت میں ایک ہی عقل نوع مفرد اور جنس مفرد کی مثال کیسے بن سکتی ہے؟ اگر جنس مفرد بنا لیں تو عقول عشرہ مختلفہ الحقائق ہونگے اور اگر نوع مفرد بنا لیں تو عقول عشرہ حلقہ الحقائق ہونگے عقول عشرہ حلقہ الحقائق اور مختلفہ الحقائق دونوں طرف تقسیم ہونگے اب اس اعتراض کا جواب سمجھیں۔ یزدی صاحب نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب ۱۔ ہم جو یہاں اجناس اور انواع کو بیان کر رہے ہیں ان اجناس اور انواع سے وہ اجناس اور انواع مراد ہیں کہ جن سے درمیان ترتیب کا سلسلہ قائم ہو سکے اور ترتیب تو کم از کم دو افراد میں ہوتی ہے یہاں نوع اور جنس مفرد ہیں پس ان میں ترتیب نہیں ہو سکتی اس لئے ان کو یہاں بیان نہیں کیا۔

جواب ۲۔ ان دونوں کا جو بھی یقینی نہیں تھا اس لئے ان کو چھوڑ دیا۔ اور یہ یقینی نہیں رہا کہ جنس مفرد اور نوع مفرد کیسے ہو سکتی ہے جیسا کہ جواب سے پہلے سوال کے بعد والی عبارت میں تفصیل سے گزرا۔

متن: الثالث الفصل وهو المقول على الشيء في جواب اي شيء

هو في ذاته فان ميزه عن المشاركات في الجنس القريب فقريب والا فبعيد واذا نسب الي ما يميزه فمقوم والى ما يميز عنه فمقسم والمقوم

للعالی مقوم للسافل ولا عكس والمقسم بالعكس

ترجمہ متن:۔ تیسری کلی فصل ہے اور وہ محمول ہوتی ہے شیء پر ای شیء ہو فی ذاته کے جواب میں پس اگر یہ کلی جدا کرے اس شیء کو جنس قریب کے مشارکات سے تو فصل قریب ہے ورنہ (اگر جنس بعید کے مشارکات سے جدا کرے) تو فصل بعید ہے اور جب اس کو منسوب کیا جائے اس چیز کی طرف جس کو یہ جدا کرتی ہے تو اس کیلئے مقوم ہے اور جس سے جدا کرتی ہے اس کی نسبت مقسم ہوگی اور ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوتا ہے اور اس کا عکس نہیں (کہ ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم ہو) اور مقسم مقوم کا عکس ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ متن کی اس عبارت میں کلیات خمس میں سے تیسری کلی فصل کی تعریف کر رہے ہیں کہ فصل وہ کلی ہے جو ای شیء ہو فی ذاته کے جواب میں واقع ہوتی ہے یعنی جب سائل ای شیء ہو فی ذاته سے سوال کرے اور ایک چیز سوال

میں ذکر کرے تو جواب میں کلی فصل واقع ہوتی ہے۔

فوائد قیود: - المقول علی الشیء کی قید سے کلیات فرضیہ نکل گئیں فی جواب ای شیء سے جنس، نوع اور عرض نام نکل گئے اور فی ذاته کی قید سے خاصہ نکل گیا کیونکہ وہ ای شیء ہو فی عرضہ کے جواب میں واقع ہوتا ہے۔ فصل کا یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ذاتی بن کر اپنے افراد کو غیر سے تمیز دیتی ہے جیسے ناطق نے انسان کی ذات میں داخل ہو کر انسانی افراد کو انہما (باقی حیوانات) سے جدا کیا اور خاصہ یہ خارج ہو کر اپنے افراد کو اغیار سے تمیز دیتا ہے جیسے ضاحک نے انسانی افراد کو اغیار گائے، بھینس وغیرہ سے جدا کیا ہے لیکن خارج ہے کیونکہ یہ انسان کی ذات میں داخل نہیں۔

فان میزہ عن المشارکات فی الجنس المقرب الخ: - متن کی اس عبارت میں والا بعد تک فصل کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک فصل قریب اور دوسری فصل بعید تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

واذا نسب الی ما یتمیز الخ: - یہاں سے فصل کا تعلق نوع اور جنس کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فصل کا نوع کے ساتھ تعلق مقوم کا ہے اور جنس کے ساتھ مقسم کا ہے مقوم ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ فصل اس نوع کی ماہیت میں داخل ہوگی جیسے ناطق یہ انسان کا مقوم ہے اور اس کی ماہیت میں داخل ہے اور مقسم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فصل جنس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے جیسے ناطق اس نے حیوان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حیوان ناطق اور دوسرا حیوان غیر ناطق۔

والمقوم للعالی سے ولا عکس تک درضا بلے اور والمقسم بالعکس میں تیسرا اور چوتھا ضابطہ بیان کیا۔

ضابطہ (۱): - ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا۔

ضابطہ (۲): - ہر سافل کے مقوم کیلئے ضروری نہیں کہ وہ عالی کا مقوم ہو۔

ضابطہ (۳): - ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا۔

ضابطہ (۴): - ہر عالی کا مقسم ضروری نہیں کہ سافل کا مقسم ہو۔ ہر ایک کی تشریح شرح میں آ رہی ہے۔

قوله: ای شیء: اعلم ان کلمة ای موضوعة فی الاصل لیطلب بها ما یمیز الشئ عما یشار کہ فیما اضيف الیه هذه الکلمة مثلا اذا ابصرت شیئا من بعید وتیقنت انه حیوان لکن ترددت فی انه هل هو انسان او فرس او غیرهما تقول ای حیوان هذا فیجاب عنه بما یخصصه ویمیزه عن مشارکاته فی حیوان اذا عرفت هذا فنقول اذا قلنا الانسان ای شیء هو فی ذاته کان المطلوب ذاتیا من ذاتیات الانسان یمیزه عما یشار کہ فی الشئیة فیصح ان یجاب بانه حیوان ناطق کما یصح ان یجاب بانه ناطق فیلزم صحة وقوع الحد فی جواب ای شیء وایضا یلزم ان لا یكون تعریف الفصل مانعا لصدقه علی الحد وهذا مما استشکله الامام الرازی فی هذا المقام واجاب عن هذا صاحب المحاکمات بان معنی ای وان کان بحسب اللفظ طلب الممیز مطلقا لکن ارباب المعقول اصطلاحوا علی انه لطلب ممیز لا یكون مقولا فی جواب ما هو وبهذا ینخرج الحد والجنس ایضا وللمحقق الطوسی ههنا مسلك آخر ادق واتقن وهو انا لا نسأل عن الفصل الا بعد ان نعلم ان للشئ جنسیا بناء علی ان ما لا جنس له لا فصل له واذا علمنا الشئ بالجنس فنطلب ما یمیزه عن المشارکات فی ذلك الجنس فنقول الانسان ای حیوان هو فی ذاته فتعین الجواب بالناطق لا غیر فکلمة شیء فی التعریف کنایة عن الجنس المعلوم الذی یطلب ما یمیز الشئ عن المشارکات فی ذلك الجنس وحينئذ یندفع الاشکال بعذافیره

ترجمہ:- جان لو کہ کلمہ ای در اصل موضوع ہے اس چیز کو طلب کرنے کیلئے جوشی کو ان چیزوں سے تمیز دے جو چیزیں اسی ای کے مضاف الیہ میں اس شیء کے مشارک ہیں مثلاً جب دور سے تو کسی چیز کو دیکھ لے اور تجھے یقین ہو کہ وہ حیوان ہے لیکن تجھے تردد ہو کیونکہ انسان ہے یا فرس یا ان کا غیر تو تو پوچھے گا کہ یہ کونسا حیوان ہے پس اس چیز کے ساتھ جواب دیا جائے گا جو اسکو خاص کرے اور حیوان ہونے میں جتنی چیزیں اس کے ساتھ شریک ہیں ان تمام شریکوں سے اس کو ممتاز بنا دے۔ جب تم نے اس تمہید کو جان لیا پس ہم کہتے ہیں کہ جب ہم الانسان ای شیء ہو فی ذاته کہیں تو انسان کی ذاتیات میں سے ایسی ذاتی

مطلوب ہوگی جو انسان کو تمیز دے ان چیزوں سے جو چیزیں شی ہونے میں انسان کے ساتھ شریک ہوں لہذا حیوان ناطق کے ساتھ بھی اس سوال کا جواب دیا جانا صحیح ہوگا جیسے صرف ناطق کے ساتھ اس کا جواب دیا جانا صحیح ہے لہذا لازم آتا ہے کہ اسی شی ہو فی ذاته کے جواب میں حد واقع ہونا صحیح ہو نیز لازم آتا ہے کہ فصل کی تعریف مانع نہ ہو کیونکہ یہ تعریف حد پر صادق ہے اور یہ وہ اشکال ہے جس کو اس موقع پر امام رازی نے واقع کیا ہے اور صاحب محاکمات نے اس اشکال کا بایں طور جواب دیا ہے کہ اسی کے معنی لغت میں اگرچہ مطلقاً تمیز کو طلب کرنا ہے لیکن منطقیوں کی اصطلاح اس پر ہے کہ اس کے ساتھ ایسا تمیز طلب کیا جائے جو ماہو کے جواب میں محمول نہ ہو اور اس قید سے تعریف فصل سے حد اور جنس نکل گئیں اور یہاں محقق طوسی کا ایک اور مسلک ہے جو زیادہ دقیق لفظ محکم ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم فصل کے متعلق سوال نہیں کرتے مگر اس بات کو جاننے کے بعد کہ شی کی جنس ضرور ہے اس ضابطہ پر مبنی کر کے کہ جس کی جنس نہیں اس کی فصل بھی نہیں ہوتی اور جب ہم شی کو جنس سے معلوم کر لیں تو ہم وہ چیز طلب کرتے ہیں جو شی کو تمیز دے اس جنس میں شی کے شرکاء سے پس ہم دریافت کرتے ہیں کہ مثلاً انسان اپنی ذات میں کونسا حیوان ہے پس اس سوال کا جواب صرف ناطق کے ساتھ متعین ہے نہ کہ اس کے علاوہ پس لفظ شی تعریف میں کنا یہ ہے اس جنس معلوم سے جس جنس کے مشارکات سے ماہیت کو تمیز دینے والی چیز کا مطالبہ ہوتا ہے پس اس وقت اشکال بحکمہ مندرج ہو جائیگا۔

اغراض شارح:۔ اس قول کی غرض فصل کی جو تعریف مانع نے کی ہے اس پر ایک اعتراض کرنا اور اس کا جواب دینا ہے۔ اعلم ان کلمۃ کی عبارت سے لیکر واجاب صاحب المحاکمات کی عبارت تک اعتراض ہے اور واجاب سے وللمحقق الطوسی تک ایک جواب اور وللمحقق الطوسی سے آخر عبارت تک دوسرا جواب ہے۔ اور کلمۃ شی فی التعریف سے لفظ شی کی وضاحت کی ہے۔

تشریح:۔ یہ اعتراض جو فصل کی تعریف پر وارد ہوتا ہے یہ امام رازی صاحب نے کیا ہے۔ اعتراض کے بگنے سے پہلے ایک قاعدہ سمجھنا ضروری ہے پھر امام رازی کا اعتراض سمجھ میں آجائے گا۔

قاعدہ:۔ ای کا کلمہ یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اور یہ ہمیشہ درمیان میں واقع ہوتا ہے اس سے پہلے جو لفظ ہو گا وہ مبتدا ہوتا ہے اور اس کے بعد ہمیشہ مضاف الیہ ہوتا ہے اور یہ اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا ثانی بنتا ہے اور ہو ضمیر فصل ہے اور فی ذاته جو اس کے آخر میں ذکر کیا جاتا ہے وہ اس مبتدا ثانی کیلئے خبر بنتا ہے اور پھر مبتدا ثانی کیلئے خبر بنتے ہیں خلاصہ یہ لگا کہ ای

سے پہلے ایک چیز ہوگی اور ایک چیز بعد میں اور جب سائل ای سے سوال کرے گا تو اس وقت اس کی غرض یہ ہوگی کہ ای کا جو ماقبل ہے اس کو ای کے مدخول کے مشارکات سے جدا کرنا مقصود ہوگا مثلاً جس وقت آپ نے دور سے ایک چیز کو دیکھا اور آپ نے یہ یقین کر لیا کہ یہ کوئی حیوان ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ کون سا حیوان ہے تو اس وقت آپ یوں سوال کریں گے ہذا ای حیوان اس وقت سائل کی غرض یہ ہے کہ ای کے ماقبل یعنی متعین حیوان کو اس کے مدخول حیوان کے مشارکات سے جدا کیا جائے تو اب اس کے جواب میں کہا جائیگا ہو حیوان او فرس او حمار یہ تینوں حیوان کے مشارکات میں سے ہیں فرس کہہ کر اس نے متعین کر دیا کہ ہذا سے مراد فرس ہے اب اعتراض سمجھیں۔

اعتراض:- فصل کی آپ جو مثال دیتے ہیں انسان ای شی ہو فی ذاته اس میں بھی تو غرض سائل کی یہ ہوتی ہے کہ ای کے ماقبل انسان کو اس کے مدخول شی (شینیت) کے مشارکات سے جدا کرنے والی چیز کو بیان کر دینی ایسا متمیز بیان کرو جو انسان کو شینیت کے مشارکات سے جدا کرے اس وقت اس کے جواب میں ہر وہ چیز واقع ہو سکتی ہے جو کہ انسان کو مشارکات شینیت سے جدا کرے مثلاً حیوان جنس بھی واقع ہو سکتی ہے کیونکہ یہ بھی تو شینیت کے تمام مشارکات سے انسان کو جدا کر کے حیوان کو متعین کرتی ہے اسی طرح حیوان ناطق بھی انسان کو مشارکات فی الشی سے جدا کرتا ہے کہ انسان مشارکات فی الشی میں سے حیوان ناطق ہے تو حیوان ناطق بھی جواب میں آ سکتا ہے خلاصہ اعتراض کا یہ نکلا کہ فصل کی آپ نے جو تعریف کی تھی کہ وہ اپنے افراد کو اغیار سے جدا کرتی ہے یہ تعریف جنس اور حدتام پر بھی تو چلی آتی تو آپ کی فصل کی تعریف مانع نہ رہی گو یا کہ انسان ای شی ہو فی ذاته کے جواب میں جنس بھی واقع ہو سکتی ہے جیسا کہ فصل واقع ہو سکتی تھی اسی طرح حدتام بھی اس کے جواب میں واقع ہو سکتی ہے تو اب تعریف فصل کی مانع نہ رہی بلکہ حدتام اور جنس دونوں پر چلی آگئی۔

جواب ﴿۱﴾:- امام رازی صاحب کا قاعدہ بھی لغت کے اعتبار سے اپنے مقام میں صحیح ہے لیکن مناطقہ کی چونکہ اصطلاح بن چکی ہے کہ ای شی کے جواب میں ایسے متمیز کو ذکر کریں گے جو کہ ماہو کے جواب میں واقع نہ ہوتا ہو جنس اور حدتام چونکہ ماہو کے جواب میں واقع ہوتے ہیں اس لئے ان کو فصل نہیں کہیں گے صرف فصل ہی ذاتیات میں سے ایک ایسی کلی ہے جو کہ ماہو کے جواب میں واقع نہیں ہوتی اس لئے ای شی کے جواب میں فصل ہی آتی ہے۔

جواب ﴿۲﴾:- وللمحقق الطوسی الخ سے دوسرا جواب دیا ہے کہ جب بھی ہم کسی چیز کی فصل کے بارے میں سوال کریں گے تو لا محالہ اس سے پہلے اس کی جنس کا معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ فصل تو مشارکات جنسیہ سے تمیز دیتی ہے اگر اس چیز

کھیلے جنس نہیں ہوگی تو اس کی فصل بھی نہیں ہو سکتی جیسے نقطہ اس کی جنس نہیں ہے تو اس کی فصل بھی نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ جنس شی کی فصل معلوم کرنا ہوگی اس کی جنس کا پہلے معلوم ہونا ضروری ہے اب جب ای شی سے سوال ہوگا تو اس وقت شی سے مراد اس شی کی جنس ہی ہوگی جس کو تعبیر شی سے کیا جائے گا تو جواب میں ہم ایسی چیز بیان کر دیں گے جو اس کی جنس سے اس کو جدا کر دے جب ہمیں انسان کی جنس (حیوان) معلوم ہے تو اب ہم سوال ای شی سے کریں کہ انسان ای شی ہو فی ذاتہ اس وقت اس جواب میں جنس کا واقع کرنا درست نہیں کیونکہ جنس تو ہمیں معلوم ہو چکی ہے اسی طرح حد تام (حیوان ناطق) کا واقع کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ اس میں جنس موجود ہے اس لئے اب اس کے جواب میں ناطق ہی واقع ہوگا حیوان اور حیوان ناطق واقع نہیں ہو سکتا۔

فكلمة شی فی التعریف الخ: ای شی میں جو شی کا لفظ ہے اس سے مراد اس شی کی وہ جنس ہوتی ہے جو ہمیں معلوم ہوتی ہے انسان ای شی ہو فی ذاتہ میں شی سے مراد انسان کی جنس حیوان ہے پھر چونکہ اجناس مختلف تھے اس لئے ان کو شی سے تعبیر کیا اب حیوان ایک ایسی جنس ہے جو مطالبہ کرتی ہے کہ انسان کو اس (جنس) کے مشارکات سے جدا کرنے والی چیز بیان کرو۔

قوله: فقريب: كالناطق بالنسبة الى الانسان حيث ميزه عن المشاركات في جنسه

القريب وهو الحيوان

ترجمہ:- مثلاً ناطق بنسبت انسان کے (فصل قریب ہے) کیونکہ یہی ناطق انسان کو جنس قریب یعنی حیوان ہونے میں اس کے جتنے شرکاء ہیں ان سے تمیز دیتا ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض فصل قریب کی تعریف کرنا ہے۔

تشریح:- اگر فصل کسی ماہیت کو مشارکات فی الجنس القریب سے جدا کرے تو اس کو فصل قریب کہتے ہیں جیسے ناطق نے ماہیت انسانی کو جنس قریب یعنی حیوان سے جدا کیا۔

قوله فبعيد: كالاحساس بالنسبة الى الانسان حيث ميزه عن المشاركات في

الجنس البعيد وهو الجسم النامي

ترجمہ:- احساس بنسبت انسان کے فصل بعید ہے کیونکہ جنس بعید یعنی جسم نامی ہونے میں انسان کے جتنے شرکاء ہیں ان سے یہی

حساس انسان کو تمیز دیتا ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض فصل بعید کی تعریف کرنا ہے۔

تشریح:- فصل بعید وہ ہے جو ماہیت کو اس کے مشارکات فی الجنس البعید سے جدا کرے جیسے حساس یہ انسان کو مشارکات فی الجنس البعید یعنی جسم نامی سے جدا کرتا ہے۔

اب اس مقام میں دو اعتراضات ہیں ان کو سمجھ لیں۔ پہلا اعتراض فصل بعید کی تعریف پر ہے۔

اعتراض ﴿۱﴾:- آپ نے فصل بعید کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ گلی ہے جو کہ اپنی ماہیت کو مشارکات فی الجنس البعید سے جدا کرتی ہے آپ کی یہ تعریف مانع نہیں کیونکہ آپ کی یہ تعریف تو فصل قریب ناطق پر بھی سچی آتی ہے ناطق جیسے انسان کو مشارکات فی الجنس القریب (حیوان) سے جدا کرتا ہے ایسے ہی ناطق انسان کو مشارکات فی الجنس البعید (جسم نامی) سے جدا کرتا ہے ناطق یہ فصل قریب تھا اس پر فصل بعید کی تعریف سچی آگئی۔

جواب:- فصل بعید کی تعریف میں فقط کی قید بڑھا دو کہ فصل بعید وہ ہے جو کہ فقط مشارکات فی الجنس البعید سے جدا کرے جیسے حساس یہ فقط مشارکات فی الجنس البعید (جسم نامی) سے انسان کو جدا کرتا ہے تو ناطق اس سے خارج ہو جائے گا کیونکہ وہ مشارکات فی الجنس البعید کے ساتھ ساتھ مشارکات فی الجنس القریب سے بھی انسان کو جدا کرتا ہے۔

اعتراض ﴿۲﴾:- مناظر نے ناطق کی تعریف یہ کی ہے کہ جو مدرک للکلیات ہو اللہ تعالیٰ کی ذات بھی تو مدرک للکلیات ہے اس طرح تو ناطق اللہ تعالیٰ پر سچا آتا ہے پھر آپ کا یہ کہنا کہ ناطق ہونا یہ انسان کے ساتھ خاص ہے یہ کیسے درست ہوگا؟

جواب:- ناطق کا معنی مدرک للکلیات نہیں بلکہ ناطق کا معنی ہے مبدأ العلق والادراک اس کا مختصر معنی یہ ہے کہ جو چیز نطق اور ادراک کیلئے علت بنے نطق اور ادراک کیلئے علت ایسی چیز بنتی ہے جس کا جسم ہو اللہ تعالیٰ چونکہ جسم سے پاک ہے اس لئے اللہ تعالیٰ پر ناطق سچا آئے گا۔

قوله: واذا نسب آہ الفصل له نسبة الى الماهية التي هو مخصص و مميز لها ونسبة الى الجنس الذي يميز الماهية عنه من بين افرادہ فهو بالاعتبار الاول يسمى مقوماً لانه جزء الماهية ومحصل لها وبالاعتبار الثاني يسمى مقسماً لانه بانضمامه الى هذا الجنس وجوداً يحصل قسماً وعندما يحصل قسماً آخر كما ترى في تقسيم الحيوان الى الحيوان الناطق والى الحيوان الغير الناطق

ترجمہ:- فصل کی ایک نسبت اس ماہیت کی طرف ہے کہ یہ فصل اس ماہیت کو خاص کرنے والی اور تمیز دینے والی ہے اور ایک نسبت اس جنس کی طرف ہے کہ فصل اس جنس کے افراد کے درمیان سے ماہیت کو تمیز دیتی ہے پس پہلی نسبت کے لحاظ سے وہ فصل مقوم ہے کیونکہ یہ فصل اس ماہیت کا جزو اور اس کا محصل ہے (اور جزو ماہیت مقوم ماہیت ہوتا ہے) اور دوسری نسبت کے لحاظ سے فصل کا نام مقسم رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ فصل جنس کی طرف باعتبار وجود منقسم ہونے کے لحاظ سے جنس کی ایک قسم بنا دیتا ہے اور باعتبار عدم منقسم ہونے کے اعتبار سے جنس کی ایک اور قسم بنا دیتا ہے جیسے تم دیکھتے ہو حیوان کی تقسیم میں حیوان ناطق اور حیوان غیر ناطق کی طرف (کہ ناطق حیوان کے ساتھ مل کے حیوان کی ایک قسم حیوان ناطق بن گیا ہے اور ایک قسم حیوان غیر ناطق بن گیا ہے) غرض شارح:- اس قول کی غرض فصل کے نوع اور جنس کے ساتھ تعلق کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- فصل کا ایک تعلق نوع کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک تعلق جنس کے ساتھ، نوع کے ساتھ اس کا تعلق مقوم ہونے کا ہوتا ہے مقوم قوام سے نکلا ہے اس کا معنی ہے ماہیت میں داخل ہونا یعنی فصل اس نوع کی ماہیت میں داخل ہوگی جیسے ناطق یہ انسان کا مقوم ہے کیونکہ انسان کی ماہیت (حیوان ناطق) میں داخل ہے اور فصل کا ایک تعلق جنس کے ساتھ ہوتا ہے وہ تعلق مقسم ہونے کا ہے کہ یہ فصل جنس کو تقسیم کر دیتی ہے یہ فصل جنس کے ساتھ ملکر ایک قسم وجودی حاصل کرتی ہے اور ایک قسم عدی جیسے ناطق نے حیوان کے ساتھ ملکر ایک قسم وجودی حیوان ناطق اور دوسری قسم عدی حیوان غیر ناطق کو حاصل کیا۔

قوله: والمقوم للعالی: اللام للاستفراق ای کل فصل مقوم للعالی فهو فصل مقوم للسافل لان مقوم العالی جزاً للعالی والعالی جزء للسافل وجزء الجزء جزء فمقوم العالی جزء للسافل ثم انه یتمیز السافل عن کل ما یمیز العالی عنه فیکون جزءاً ممیزاً له وهو المعنی بالمقوم ولیعلم ان المراد بالعالی ههنا کل جنس او نوع یکون فوق آخر سواء کان فوقه آخر او لم یکن وکذا المراد بالسافل کل جنس او نوع یکون تحت آخر سواء کان تحته آخر او لا حتی ان الجنس المتوسط عال بالنسبة الی ماتحته وسافل بالنسبة الی ما فوقه

ترجمہ: المقوم وغیرہ کا الف لام استفراق کیلئے ہے یعنی ہر وہ فصل جو عالی کا مقوم ہو وہ فصل سافل کیلئے بھی مقوم ہوگی کیونکہ عالی کا مقوم عالی کا جزو ہے اور عالی سافل کی جزو ہے اور جزو کی جزو جزو ہوتی ہے لہذا عالی کا مقوم سافل کی جزو ہے پھر وہ فصل سافل کو تمیز دیتا ہے ہر اس چیز سے کہ اس سے عالی کو تمیز دیتا ہے پس وہ فصل سافل کی جزو تمیز ہوگی اور مقوم سے یہی جزو تمیز مراد ہے اور معلوم کر لینا چاہیے کہ یہاں عالی سے مراد ہر وہ جنس یا نوع ہے جو دوسرے کے اوپر ہو برابر ہے کہ اس جنس یا نوع کے اوپر دوسری جنس یا نوع ہو یا نہ ہو اور اسی طرح سافل سے مراد ہر وہ جنس یا نوع ہے جو دوسری جنس یا نوع کے نیچے ہو برابر ہے کہ اس کے نیچے دوسری جنس یا نوع ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ جنس متوسط عالی ہے اپنے ماتحت کے لحاظ سے اور سافل ہے اپنے مانوق کے لحاظ سے۔

اغراض شارح:۔ اس قول کی تین غرضیں ہیں (۱) العالی وغیرہ میں الف لام کونسا ہے؟ (۲) دوسرا یہ مسئلہ بیان کیا کہ عالی کا مقوم اس عالی کو جن چیزوں سے جدا کرے گا سافل کو بھی انہی چیزوں سے جدا کرے گا (۳) ولیعلم سے آخر تک عالی اور سافل کا معنی بیان کیا ہے۔

تشریح: غرض (۱)۔ العالی وغیرہ میں الف لام استفراق کا ہے کہ ہر فصل جو مقوم عالی کا ہوگا وہ مقوم سافل کا ہوگا اس کی دلیل بھی یزدی صاحب نے دی کیونکہ جو عالی کا مقوم ہوگا یہ اس عالی کا جزو ہوگا اور عالی یہ خود سافل کا جزو ہے تو فصل یہ عالی کا جزو ہے اور عالی یہ سافل کا جزو ہے اور جزو کا جزو جزو ہوتا ہے اس لئے عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا جیسے حساس یہ عالی (حیوان) کا مقوم ہے اور سافل (انسان) کا بھی مقوم ہے۔

غرض ﴿۲﴾: اس کو ہم انہ یعیز السافل سے بیان کیا۔ عالی کا مقوم اس عالی کو جن چیزوں سے جدا کرے گا سافل کو بھی انہی چیزوں سے جدا کرے گا مثلاً حساس نے حیوان کو جن چیزوں (شجر وغیرہ) سے جدا کیا ہے انسان کو بھی انہی چیزوں (شجر وغیرہ) سے جدا کر رہا ہے۔

غرض ﴿۳﴾: عالی اور سافل کا معنی یہاں جنس عالی اور سافل جو مشہور ہے وہ مراد نہیں بلکہ عالی سے ہر وہ چیز مراد ہے جو کسی کے اوپر ہو خواہ اس کے اوپر کوئی ہو یا نہ ہو جیسے جنس متوسط جسم نامی یہ جنس عالی ہے کیونکہ حیوان کے اوپر ہے اور نوع عالی بھی ہے کیونکہ انسان کے اوپر ہے اور سافل کا مطلب یہ ہے کہ جو کسی نہ کسی کے نیچے ہو خواہ اس کے نیچے کوئی ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ یہی جسم نامی جنس سافل بھی ہے کیونکہ جسم مطلق کے نیچے ہے اور نوع سافل بھی ہے کیونکہ جسم مطلق کے نیچے ہے۔

قولہ: و لا عکس: ای کلیا بمعنی انہ لیس کل ما ہو مقوم للسافل مقوما للعالی فان

الناطق مقوم للسافل الذی هو الانسان ولیس مقوما للعالی الذی هو الحيوان

ترجمہ:۔ یعنی عکس کلی نہیں بائیں معنی کہ ہر سافل کا مقوم ہر عالی کا مقوم نہیں کیونکہ مطلق نوع سافل انسان کا مقوم ہے اور نوع عالی حیوان کا مقوم نہیں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے متن میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے اور اس کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے کہ بعض سافل کے مقوم عالی کے مقوم ہوتے ہیں جیسے حساس یہ سافل (انسان) کا مقوم ہے اور عالی (حیوان) کا مقوم بھی مقوم ہے حالانکہ آپ نے نفی کر دی کہ اس کا عکس نہیں ہے۔

جواب:۔ ہم نے عکس لغوی کی نفی کی ہے عکس اصطلاحی کی نفی نہیں کی موجبہ کلیہ کا عکس لغوی بھی موجبہ کلیہ ہے ہم نے اس کی نفی کی ہے کہ ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم نہیں اصطلاحی عکس موجبہ جزئیہ کی نفی نہیں بعض مقوم سافل کے عالی کے مقوم ہو سکتے ہیں سافل کا مقوم عالی کا مقوم نہ ہو اس کی مثال جیسے ناطق یہ سافل (انسان) کا مقوم ہے لیکن عالی (حیوان) کا مقوم نہیں بلکہ مقوم ہے۔

قوله: والمقسم بالعکس: ای کل مقسم للسافل مقسم للعالی ولا عکس ای کلیاً اما الاول فلان السافل قسم من العالی فکل فصل حصل للسافل قسماً فقد حصل للعالی قسماً لان قسم المقسم قسم واما الثانی فلان الحساس مثلاً مقسم للعالی الذی هو الجسم النامی ولیس مقسماً للسافل الذی هو الحيوان

ترجمہ:- والمقسم بالعکس: یعنی ہر سافل کا مقسم ہر عالی کا مقسم ہے اور عکس کلی نہیں اول کی دلیل یہ ہے کہ سافل عالی کی قسم ہے پس جس فصل نے سافل کی قسم پیدا کر دی ہے اس نے عالی کی قسم پیدا کر دی ہے کیونکہ قسم کی قسم قسم ہوتی ہے اور ثانی کی دلیل یہ ہے کہ مثلاً حساس جس عالی جسم نامی کا مقسم ہے اور جس سافل حیوان کا مقسم نہیں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- اس میں اگلے دو ضابطے بیان کئے کہ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا اور ہر عالی کا مقسم اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ سافل کا مقسم ہو۔

دلیل:- ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا کیونکہ وہ فصل جو سافل کیلئے مقسم ہو وہ سافل کا قسم ہوتا ہے اور سافل خود یہ عالی کا قسم ہے اور قسم کا قسم بھی قسم ہوتا ہے جیسے کلہ کی تین قسمیں ہیں اسم، فصل، حرف اور اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور منی۔ تو معرب اور منی یہ اسم کی قسمیں ہیں اور اسم کا قسم وہ کلہ کا بھی قسم ہوگا تو معرب اور منی یہ کلہ کی بھی قسمیں ہیں کیونکہ قسم کا قسم قسم ہوتا ہے۔ لہذا جو سافل کا مقسم ہوگا وہ عالی کا بھی مقسم ہوگا جیسے حساس سافل (حیوان) کا مقسم ہے کہ اس نے حیوان کو دو قسم بنا دیا ہے حیوان حساس اور حیوان غیر حساس اسی طرح اس نے عالی (جسم مطلق) کو بھی دو قسم بنا دیا ہے جسم مطلق حساس اور غیر حساس۔

اس میں بھی عکس کلی نہیں ہے کہ جو عالی کا مقسم ہو وہ سافل کا مقسم ہو بلکہ بعض عالی کے مقسم سافل کے مقسم ہوتے ہیں جیسے مطلق یہ مقسم ہے عالی (جسم نامی) کا اور سافل (حیوان) کا بھی مقسم ہے اور بعض عالی کے مقسم سافل کے مقسم نہیں ہوتے جیسے حساس یہ جسم مطلق کو تقسیم کرتا ہے جسم مطلق حساس اور جسم مطلق غیر حساس۔ لیکن یہ حیوان کو تقسیم نہیں کرتا۔ یعنی یہاں بھی عکس لغوی کی نفی ہے عکس اصطلاحی کی نفی نہیں۔

متن: الرابع الخاصة وهو الخارج المقول على ما تحت حقيقة واحدة فقط
الخامس العرض العام وهو الخارج المقول عليها وعلى غيرها وكل
منهما ان امتنع انفكا كه عن الشيء فلازم بالنظر الى الماهية او الوجود
بين يلزم تصوره من تصور الملزوم او من تصورهما الجزم باللزوم
غير بين بخلافه والا فعرض مفارق يدوم او يزول بسرعة او بطوء

ترجمہ متن :- چوتھی کلی خاصہ ہے اور وہ وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور صرف ایک حقیقت کے افراد پر محمول
ہو پانچویں کلی عرض عام ہے اور وہ وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور اس حقیقت اور غیر پر محمول ہو اور خاصہ اور
عرض عام میں سے ہر ایک کا جدا ہونا اپنے معروض سے اگر ممنوع ہو تو یہ لازم ہے ماہیت یا وجود کی طرف نظر کر کے پھر یہ لازم
میں ہے اگر اس کا تصور لازم ہو اس کے لزوم کے تصور سے یا دونوں کے تصور سے لزوم کا یقین ہو جائے اور جو لازم ایسا نہ ہو وہ
غیر بین ہے اور اگر ان دونوں کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہو تو یہ عرض مفارق ہے پھر دائمی ہوگی یا زائل ہو جائے گی جلدی
سے یا دیرت۔

مختصر تشریح متن :- متن میں اس عبارت میں تفتازانی نے کلیات قسم میں سے چوتھی کلی خاصہ اور پانچویں کلی عرض عام کو بیان
کیا ہے اس سے پہلے جو متن کلیات بیان ہوئی ہیں وہ ذاتیات کہلاتی ہیں اور یہ دونوں عرضیات کہلاتی ہیں کیونکہ یہ دونوں اپنے
افراد کی ماہیت سے خارج ہوتی ہیں یہ دونوں کلیات دو باتوں میں شریک ہیں ایک تو اس بات میں کہ یہ دونوں افراد کی ماہیت
سے خارج ہوتی ہیں اور دوسرا یہ کہ دونوں پھر ماہیت کو عارض ہوتی ہیں البتہ اتنا فرق ہے کہ خاصہ ایک حقیقت والے
افراد کو عارض ہوتا ہے اور عرض عام کئی حقیقتوں والے افراد کو عارض ہوتی ہے۔

خاصہ :- اس کلی کو کہتے ہیں جو ایک ماہیت کے افراد کو عارض ہو جیسے ضاحک ہونا یہ انسان کو عارض ہے اور انسان کے تمام افراد
کی حقیقت ایک ہے۔

عرض عام :- اس کلی کو کہتے ہیں جو مختلف حقیقتوں کے افراد کو عارض ہو جیسے ماشی یہ انسان، فرس، حمار وغیرہ سب کو عارض ہے اور
ان کی حقیقتیں مختلف ہیں۔

کل منہما ان امتنع انفکا کہ الخ :- اسکا مطلب یہ ہے کہ خاصہ اور عرض عام یہ عارض ہونے میں دونوں شریک تھے فرق تھا کہ خاصہ ایک حقیقت کے افراد کو عارض تھا اور عرض عام مختلف حقیقتوں کے افراد کو اب ان دونوں کو لازم سے تعبیر کریں گے اور جس کو یہ دونوں عارض ہوتے ہیں اس کو ملزوم کہیں گے لازم کا اگر ملزوم سے جدا ہونا محال ہو تو اس کو عرض لازم کہتے ہیں اور اگر ممکن ہو تو اس کو عرض مفارق کہتے ہیں پھر لازم کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم خارجی (۳) لزوم ذہنی ہر لزوم ذہنی کی دو قسمیں ہیں (۱) لازم بین (۲) لازم غیر بین۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے دو معنی ہیں جن کی تشریح شرح میں تفصیل کے ساتھ آ رہی ہے۔

☆☆

قوله وهو الخارج: ای الكلی الخارج فان المقسم معتبر فی جمیع مفہومات الاقسام اعلم ان الخاصة تنقسم الی خاصة شاملة لجمیع ما هی خاصة له كالکاتب بالقوة للانسان والی غیر شاملة لجمیع افرادہ كالکاتب بالفعل للانسان ترجمہ :- خارج سے مراد کلی خارج ہے کیونکہ اقسام کے سارے مفہومات میں مقسم معتبر ہوتا ہے جان تو کہ خاصہ منقسم ہے اس خاصہ کی طرف جو شامل ہے اس شئی کے تمام افراد کو جس کا یہ خاصہ ہے جیسے کاتب بالقوة انسان کا خاصہ شامل ہے اور اس خاصہ کی طرف جو شامل نہیں اس کے تمام افراد کو جیسے کاتب بالفعل انسان کا خاصہ غیر شامل ہے۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض دو فائدے بتانے ہیں پہلا فائدہ اعلم تک اور دوسرا آخر عبارت تک ہے۔

فائدہ (۱) :- الخارج میں خارج سے مراد کلی خارج ہے مطلق خارج مراد نہیں۔

اعتراض :- آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہاں آپ نے خارج سے کلی خارج مراد لی ہے اور کوئی خارج مراد نہیں لیا؟

جواب :- فان المقسم سے شارح نے جواب دیا کہ یہ تقسیم کلی کی ہو رہی تھی اور یہ خاصہ بھی کلی کی ایک قسم تھا اور مقسم ہمیشہ اپنے قسموں میں معتبر ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی ہم نے مقسم کا اعتبار کر کے الكلی الخارج کہا۔

فائدہ (۲) :- اعلم سے دوسرا فائدہ بیان کیا کہ خاصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) خاصہ شاملہ (۲) خاصہ غیر شاملہ۔

ایک خاصہ ہوتا ہے اور ایک ذی الخاصہ ذی الخاصہ اس ذات کو کہتے ہیں جس کو خاصہ عارض ہوتا ہے۔ اب خاصہ شاملہ

اس خاصہ کو کہتے ہیں جو ذی الخاصہ کے تمام افراد کو شامل ہو جیسے ضاحک و کاتب بالقول ہونا اپنے ذی الخاصہ (انسان) کے تمام افراد کو عارض ہے اور خاصہ غیر شاملہ اس خاصہ کو کہتے ہیں جو اپنے ذی الخاصہ کے تمام افراد کو عارض نہ ہو بلکہ بعض کو عارض ہو جیسے بالفعل ضاحک و کاتب ہونا یہ اپنے ذی الخاصہ (انسان) کے تمام افراد کو عارض نہیں بلکہ بعض افراد انسانی کو بالفعل ضاحک و کاتب عارض ہے اور بعض کو بالفعل عارض نہیں۔

قوله حقيقة واحدة: نوعية او جنسية فالاول خاصة النوع والثاني خاصة الجنس

فالماشي خاصة للحيوان وعرض عام للانسان فالهم

ترجمہ:- حقیقت واحدہ: یعنی ایک حقیقت نوعیہ یا ایک حقیقت جنسیہ (کے ماتحت جو افراد ہیں ان افراد پر محمول ہو) پس او خاصہ نوع اور ثانی خاصہ جنس ہے پس ماشی حیوان کا خاصہ ہے اور انسان کا عرض عام ہے اس کو سمجھ لو۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض دو اعتراضوں کا جواب دینا ہے۔

اعتراض (۱):- آپ نے یہ کہا کہ خاصہ اس کلی کو کہتے ہیں جو ایک ماہیت کے افراد کو عارض ہو ماشی یہ بھی تو ایک ہی ماہیت حیوانی کے افراد کو عارض ہے لہذا اس کو بھی خاصہ کہو حالانکہ آپ اس کو عرض عام کہتے ہو؟

جواب:- خاصہ کی تعریف میں ایک قید لگائی جائے تو یہ اعتراض دور ہو جائے گا وہ قید یہ ہے کہ نوعیہ او جنسیہ کہ ایک حقیقت کے افراد کو عارض ہو خواہ وہ ایک حقیقت نوعی ہو یا جنسی اگر حقیقت نوعی کے افراد کو عارض ہو تو اس کو خاصہ النوع کہیں گے جیسے انسان کے افراد کو ضاحک عارض ہے اور اگر حقیقت جنسی کے افراد کو عارض ہو تو اس کو خاصہ الجنس کہیں گے جیسے ماشی یہ حقیقت جنسی حیوان کے افراد کو عارض ہے۔

اعتراض (۲):- اس تقسیم سے تو ماشی جو کہ عرض عام تھا وہ خاصہ بھی بن گیا حالانکہ خاصہ اور عرض عام میں تباہی نہ ہے تو دونوں کیسے جمع ہو گئے؟

جواب:- دو تباہی چیزیں حیثیت کے اختلاف کے ساتھ جمع ہو جاتی ہیں جیسے ایک ہی آدمی باپ اور بیٹا ہو سکتا ہے مثلاً باپ اور بیٹا دونوں ہو سکتے ہیں لیکن حیثیت کا فرق ہے زید باپ ہے اس حیثیت سے کہ عمر اس کا بیٹا ہے اور زید بیٹا ہے اس حیثیت سے کہ بکر اس کا باپ ہے۔ اسی طرح ماشی یہ خاصہ ہے اس حیثیت سے کہ ماہیت حیوانی کے افراد کو عارض ہے اور عرض عام ہے اس حیثیت سے کہ انسان کے افراد کو بھی عارض ہے اس جواب کی طرف فالہم سے اشارہ کیا۔

قوله: وعلى غيرها: كالماشي يقال على حقيقة الانسان وعلى غيرها من الحقائق الحيوانية

ترجمہ:۔ وعلیٰ غیرہا (یعنی عرض عام وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور یہ کلی اسی حقیقت اور اس کے غیر پر محمول ہو) جیسے ماشی کیونکہ یہ محمول ہے حقیقت انسان پر اور اس کے غیر دوسرے حقائق حیوانیہ پر۔

اغراض شارح:۔ اس قول کی غرض صرف غیرہا کی ضمیر کا مرجع بتانا اور عرض عام کی مثال دینی ہے۔

تشریح:۔ عرض عام اس کو کہتے ہیں جو ایک حقیقت کے افراد اور ایک حقیقت کے غیر کو عارض ہو۔ غیرہا میں ہا ضمیر کا مرجع حقیقت ہے جیسے ماشی ایک حقیقت کے افراد انسانوں کو بھی عارض ہے اور دوسری حقیقتوں کے افراد فرس، جماد وغیرہ کو بھی عارض ہے۔

قوله: وكل منهما: اي كل واحد من الخاصة والعرض العام وبالجملة الكلّي الذي

هو عرضي لا فراده اما لازم او مفارق اذ لا يخلو اما ان يستحيل انفكاكه عن معروضه او لا

فالاول هو الاول والثاني هو الثاني ثم اللازم ينقسم بتقسيمين احدهما ان لازم الشيء اما

لازم له بالنظر الى نفس الماهية مع قطع النظر عن خصوص وجودها في الخارج او في

الذهن وذلك بان يكون هذا الشيء بحيث كلما تحقق في الذهن او في الخارج كان هذا

اللازم ثابتا له واما لازم له بالنظر الى وجوده الخارجي او الذهني فهذا القسم بالحقيقة

قسمان حاصلان فاقسام اللازم بهذا التقسيم ثلاثة لازم الماهية كزوجية الاربعة ولازم

الوجود الخارجي كاحراق النار ولازم الوجود الذهني ككون حقيقة الانسان كلية فهذا

القسم يسمى معقولا ثانيا ايضا والثاني ان اللازم اما بين او غير بين والبين له معنيان

احدهما الذي يلزم تصوره من تصور الملزوم كما يلزم تصور البصر من تصور العمى فهذا

ما يقال له بين بالمعنى الاخص وحينئذ فغير البين هو اللازم الذي لا يلزم تصوره من تصور

الملزوم كالكتابة بالقوة للانسان والثاني من معنى البين هو الذي يلزم من تصوره مع

تصور الملزوم والنسبة بينهما الجزم باللزوم كزوجية الاربعة فان العقل بعد تصور الاربعة

والزوجية ونسبة الزوجية اليها يحكم جزما بان الزوجية لازمة لها وذلك يقال له البين
بالمعنى الاعم وحينئذ فغير البين هو اللازم الذى لا يلزم من تصوره مع تصور الملزوم
والنسبة بينهما الجزم باللزوم كالحديث للعالم فهذا التقسيم الثانى بالحقيقة تقسيمان
ان القسمين الحاصلين على كل تقدير انما يسميان بالبين وغير البين

ترجمہ:- یعنی خاصہ و عرض عام میں سے ہر ایک اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ کلی جو اپنے افراد کیلئے عرضی ہے یا لازم ہوگی یا مفار
کیونکہ وہ عرضی دو حال سے خالی نہ ہوگی یا تو عرضی کا جدا ہونا اپنے معروض سے محال ہوگا یا محال نہ ہوگا پس اول اول ہے اور
ثانی ہے پھر لازم دو تقسیموں کے ساتھ منقسم ہوتا ہے پہلی قسم یہ ہے کہ شے کا لازم شے کی ماہیت کے لحاظ سے لازم ہوگا اس شے
خارج میں وجود خاص یا ذہن میں وجود خاص سے قطع نظر کر کے اور اس کی صورت یہ ہے کہ یہ شے اس حیثیت سے ہو جائے
جب کبھی ذہن یا خارج میں یہ شے متحقق ہو جائے تو یہ لازم شے کیلئے ثابت ہو جائے اور یا یہ لازم لازم ہوگا شے کے وجود خارج
وجود ذہنی کے لحاظ سے اور یہ قسم حقیقت میں دو قسم حاصل ہوئے ہیں پس اس تقسیم کے مطابق لازم کی تین قسمیں ہیں (۱) لازم
ماہیت جیسے اربعہ کا جفت ہونا (۲) لازم وجود خارجی جیسے آگ کا جلانا (۳) لازم وجود ذہنی جیسے انسان کی حقیقت کا کلی ہونا
یہ قسم لازم وجود ذہنی کا نام معقول ثانی بھی رکھا جاتا ہے اور تقسیم ثانی یہ ہے کہ لازم بین ہوگا یا غیر بین۔ اور لازم بین کے دو
ہیں ایک وہ جس کا تصور ملزوم کے تصور سے لازم آ جائے جیسے بصر کا تصور لازم آ جاتا ہے مٹی کے تصور سے اور اس کو لازم
بالمعنى الاخص کہا جاتا ہے اور اس وقت لازم غیر بین وہ لازم ہے جس کا تصور ملزوم کے تصور سے لازم نہ آئے جیسے کتابت
انسان کیلئے لازم غیر بین ہے۔ اور لازم بین کا ثانی معنی وہ ہے کہ اس کے تصور سے ملزوم کے تصور کے ساتھ اور نسبت کے
کیا ساتھ جو لازم و ملزوم کے مابین ہے لزوم کا یقین لازم آ جائے جیسے چار کیلئے جفت ہونا کیونکہ عقل چار اور جفت ہونے اور
کی طرف زوجیت کی جو نسبت ہے اس کو تصور کرنے کے بعد یقینی حکم دیتی ہے کہ چار کیلئے زوجیت لازم ہے اور اس لازم
بین بالمعنى الاعم کہا جاتا ہے اور اس وقت غیر بین وہ لازم ہے کہ اس کے تصور سے ملزوم اور اس نسبت کے تصور کے ساتھ وجود
کے مابین ہے لزوم کا یقین لازم نہ آئے جیسے جہان کیلئے حدیث کا لازم ہونا لازم غیر بین ہے پس یہ دوسری تقسیم در حقیقت
تقسیمیں ہیں لیکن ہر تقدیر پر جو دو قسمیں حاصل ہوگی ان دونوں کا نام بین اور غیر بین رکھا جائیگا۔

اغراض شارح:- اس قول میں ہم لازم تک عرض عام اور خاصہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں اور ہم لازم نے آ

لزوم کی اقسام بیان کر رہے ہیں۔

تشریح:- خاصہ اور عرض عام یا تو ان کا اپنے معروض سے جدا ہونا محال ہوگا یا ممکن اگر معروض سے جدا ہونا محال ہو تو اس کو عرض لازم کہتے ہیں اور اگر معروض سے جدا ہونا ممکن ہو تو اس کو عرض مفارق کہتے ہیں خاصہ عرض لازم کی مثال جیسے کتابت بالقوۃ انسان کو غرض ہے اور اس کا انسانی افراد سے جدا ہونا محال ہے اور عرض عام لازم کی مثال جیسے ماشی بالقوۃ ہونا یہ افراد حیوانی کو غرض ہے اور اس کا جدا ہونا حیوانی افراد سے محال ہے۔ خاصہ مفارق کی مثال جیسے کاتب بافعل ہونا افراد انسان کیلئے کہ یہ بعض کو لازم ہے اور بعض سے جدا ہے۔ عرض عام مفارق کی مثال جیسے ماشی بالفعل ہونا یہ افراد حیوانی میں سے بعض و عارض ہے اور بعض نہیں۔

ثم اللازم ينقسم :- اس عبارت سے لازم اور لزوم میں جو لزوم کا تعلق ہوتا ہے اس کی تین قسمیں بیان کر رہے ہیں۔ لازم اور لزوم کا جو تعلق لزوم کا ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم خارجی (۳) لزوم ذہنی۔

لزوم ماہیت :- اس لازم کو کہتے ہیں جو لزوم کی ماہیت اور طبیعت کو لازم ہو طبیعت اور ماہیت کو لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لزوم کو ذہن میں سوچو تو اس کو لازم ہو لزوم خارج میں موجود ہو تو اس کو لازم ہو جیسے زوجیت للاربعہ چار کے عدد کو زوج (جفت) ہونا لازم ہے چار کا عدد ذہن میں سوچو تو بھی اس کو زوج (جفت) ہونا لازم ہے اور اگر خارج میں چار کا عدد ہو مثلاً چار کتابیں رکھی ہوں تو ان کو بھی زوج ہونا لازم ہے۔

لزوم خارجی :- اس لازم کو کہتے ہیں کہ لزوم اگر خارج میں موجود ہو تو یہ لازم اس کو لازم ہو اور اگر لزوم ذہن میں موجود ہو تو یہ اس کو لازم نہ ہو جیسے آگ کو جلانا لازم ہے جبکہ آگ خارج میں موجود ہو اگر آگ کو ذہن میں سوچا جائے تو اس کو جلانا لازم نہیں اور نہ تو ہمارا ذہن جل جائے۔

لزوم ذہنی :- اس کو کہتے ہیں کہ لزوم کو اگر ذہن میں سوچیں تو یہ لازم اس کو لازم ہو اور اگر خارج میں لزوم موجود ہو تو یہ لازم اس کو لازم نہ ہو جیسے انسان کو کلی ہونا لازم ہے جبکہ انسان کے معنی کو ذہن میں سوچا جائے خارج میں انسان کو کلی ہونا لازم نہیں کیونکہ خارج میں تو انسان کے تمام افراد جزئی ہیں اس کو معقول ثانی بھی کہا جاتا ہے معقول ثانی کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دوسری مرتبہ پر سوچا گیا ہے یہاں پہلے انسان کے معنی کو سوچا گیا پھر دوسری مرتبہ کلی ہونے کو سوچا گیا منطقی اس کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ معقول ثانی وہ لازم ہے کہ جس کا عارض ہونا صرف ذہن میں ہو جیسے انسان کا کلی ہونا اس کا ظرف صرف ذہن ہے۔

یہ لازم کی ایک تقسیم تھی اب لازم کی دوسری تقسیم کو بیان کرتے ہیں یہ تقسیم باعتبار تصور لزوم کے ہے اور اس اعتبار سے لازم کی چار قسمیں ہیں (۱) لازم بین (۲) لازم غیر بین (۳) لازم بین (۴) لازم غیر بین

ان چاروں قسموں میں پہلے لازم بین اور غیر بین سے مراد لازم بین بالمعنی الاخص اور غیر بین بالمعنی الاخص اور دوسرے دو قسموں لازم بین اور غیر بین سے بین بالمعنی الاخص اور غیر بین بالمعنی الاخص مراد ہے ہر ایک کی تعریف یہ ہے۔

لازم بین بالمعنی الاخص :- اس لازم کو کہتے ہیں کہ فقط لزوم کے سوچنے سے لازم اور لزوم کا تصور ذہن میں آجائے جیسے عسی کا معنی عدم البصر یہاں عدم یہ لزوم ہے اور بصر اس کو لازم ہے یہاں جب ہم فقط عسی کے معنی عدم کا تصور کرتے ہیں تو لازم (بصر اور اس کے لزوم) کا یقین آجاتا ہے اس لازم بین بالمعنی الاخص کے مقابلے میں لازم غیر بین بالمعنی الاخص ہوگا۔

لازم غیر بین بالمعنی الاخص :- فقط لزوم کے سوچنے سے لازم کا تصور اور اس کے لزوم کا یقین نہ آئے بلکہ لازم کو بھی الگ سوچنا پڑے جیسے کاتب بالقوہ ہونا انسان کو لازم ہے یہاں فقط انسان کے سوچنے سے لازم (کتابت بالقوہ) کا تصور اور اس کے لزوم کا یقین نہیں آتا بلکہ لازم کو بھی الگ سوچنا پڑتا ہے۔

لازم بین بالمعنی الاخص :- وہ لازم ہے کہ فقط لزوم کے سوچنے سے لازم کے لزوم کا یقین نہ آئے بلکہ لازم کو بھی سوچنا پڑے اور ان دونوں میں نسبت کو بھی سوچنا پڑے جیسے چار کے عدد کو زوج ہونا لازم ہے یہاں لزوم چار کا معنی پہلے سوچنا پڑتا ہے کہ چار اس عدد کو کہتے ہیں جو تین سے اوپر اور پانچ سے نیچے ہو پھر لازم زوج کو بھی سوچنا پڑتا ہے کہ زوج اسے کہتے ہیں جو مساویت میں تقسیم ہو سکے اس کے بعد نسبت کو سوچنا پڑتا ہے کہ آیا زوج ہونا یہ چار کے عدد پر سچا آتا ہے یا نہیں اس لازم بین بالمعنی الاخص کے مقابلے میں لازم غیر بین بالمعنی الاخص ہوگا۔

لازم غیر بین بالمعنی الاخص :- وہ لازم ہے کہ جہاں لزوم لازم اور نسبت کے تصور نے لزوم کا یقین نہ آئے بلکہ دلیل خارجی کو بھی سوچنا پڑے جیسے عالم کو حادث ہونا لازم ہے یہاں پہلے عالم کا معنی سوچنا ہوگا پھر حادث کا معنی سوچنا ہوگا اس کے بعد نسبت کو سوچنا ہوگا کہ آیا حادث ہونا یہ عالم پر سچا آتا ہے یا نہیں اس کے بعد دلیل بھی دینی پڑتی ہے کہ الحاصلہ معتبر و کل معتبر حادث ثواب یقین آتا ہے کہ العالم حادث اس مقام میں ایک چھوٹی سی بات بطور فائدے کے سمجھ لیں۔

فائدہ :- جہاں اخص ہوتا ہے وہاں ام ضرور ہوتا ہے اور جہاں ام ہو وہاں اخص کا ہونا ضروری نہیں اب یہاں بھی جہاں لازم بین بالمعنی الاخص ہوگا وہاں لازم بین بالمعنی الاخص لازم ہوگا کیونکہ لازم بین بالمعنی الاخص میں فقط لزوم کے سوچنے سے لازم

اور لزوم کا یقین آتا ہے تو ملزوم لازم اور نسبت تینوں کے سوچنے سے لازم بین بالمعنی الاعم میں لازم اور لزوم کا یقین ضرور آئے گا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں لازم بین بالمعنی الاعم ہو وہاں لازم بین بالمعنی الاخص ہو کیونکہ جہاں تین چیزوں (ملزوم لازم اور نسبت) کے سوچنے سے لازم اور لزوم کا یقین آتا ہے تو وہاں ایک چیز (ملزوم) کے سوچنے سے لازم اور لزوم کا یقین آتا ہے ضروری نہیں۔

دوسری نسبت :- جہاں لازم غیر بین بالمعنی الاخص ہوگا وہاں لازم غیر بین بالمعنی الاعم بھی ضرور ہوگا کیونکہ جہاں ملزوم اور لازم دونوں کے تصور سے لزوم کا یقین آتا ہو وہاں چار چیزوں (ملزوم لازم نسبت اور دلیل خارجی) کے سوچنے سے بدرجہ اولیٰ لزوم کا یقین آئے گا لیکن جہاں لازم غیر بین بالمعنی الاعم ہو وہاں لازم غیر بین بالمعنی الاخص کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ جہاں چار چیزوں (ملزوم لازم نسبت اور دلیل خارجی) کے سوچنے سے لزوم کا یقین آتا ہے وہاں فقط دو چیزوں (ملزوم اور لازم) کے سوچنے سے لزوم کا یقین آنا ضروری نہیں۔

قوله يدوم : كحركة الفلك فانها دائمة للفلك وان لم يمتنع انفكا كها عنه بالنظر الى ذاته ترجمہ :- عرض مفارق دائمی ہونے کی مثال آسمان کی حرکت ہے کیونکہ یہ حرکت آسمان کیلئے دائمی ہے اگرچہ اس حرکت کا جدا ہونا آسمان سے اس کی ذات کے لحاظ سے ممنوع نہیں۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض تو ضیح متن ہے۔

تشریح :- اس میں عرض مفارق دوامی کو بیان کیا جس عارض کا اپنے ملزوم سے جدا ہونا ممکن ہو لیکن جدا نہ ہو اس کو عرض مفارق دوامی کہتے ہیں جیسے فلک سے حرکت کا جدا ہونا ممکن تو ہے لیکن جدا ہوتی نہیں۔

قوله : بسرعة : كحمرۃ الخجل و صفرة الوجہ

ترجمہ :- بسرعة جیسے شرمندگی کی زردی اور خوف زدہ کی سرخی۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض بھی تو ضیح متن ہے۔

تشریح :- اس قول میں اس عارض کا بیان ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہو اور جدا ہو بھی، لیکن جلدی سے جیسے غصہ والے آدمی کے چہرے کی سرخی یہ اس سے جلدی جدا ہو جاتی ہے اسی طرح شرمندہ آدمی کے چہرے کی زردی اس کے چہرے

سے جلدی زائل ہو جاتی ہے اس کو عرض مفارق سریشی کہتے ہیں۔

ترجمہ: او بطوء جیسے جوانی۔

قولہ: او بطوء: كالشباب

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض بھی تو صیح متن ہے۔

تشریح:۔ اس میں اس قسم کے عارض کو بیان کیا ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہے اور جدا بھی ہوتا ہے لیکن دیر سے جیسے شباب انسان کو عارض ہے لیکن یہ دیر سے جدا ہوتا ہے اس لئے اس کو عرض مفارق بطی کہتے ہیں۔

متن: فصل مفهوم الكلی یسمى کلیا منطقیا ومعروضه طبعیا

والمجموع عقليا وكذا الانواع الخمسة والحق ان وجود الطبعی بمعنی

وجود اشخاصه

ترجمہ متن:۔ کلی کے مفہوم کا نام کلی منطقی رکھا جاتا ہے اور اس مفہوم کے معروض کا نام کلی طبعی رکھا جاتا ہے اور عارض و معروض کے مجموعے کا نام کلی عقلی رکھا جاتا ہے اسی طرح کلی کے انواع خمسہ بھی منطقی، طبعی، عقلی ہوا کرتے ہیں اور حق بات یہ ہے کہ وجود طبعی اس کلی کے اشخاص کے وجود کے معنی میں ہے۔

تشریح متن:۔ اس فصل کا خاصہ یہ ہے کہ اس میں ایک ایسا فائدہ بیان کیا گیا ہے جو تمام کائنات کی ماہیات اور الفاظ میں پایا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ تمام کلام عرب کے الفاظ اور ماہیات ان تینوں حالتوں سے خالی نہیں وہ ماہیات اور الفاظ کلی منطقی ہوں گے یا وہ کلی طبعی ہونگے یا وہ کلی عقلی ہوں گے جیسے تمام کائنات کے الفاظ اور ماہیات منطقی، طبعی اور عقلی کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں ایسے ہی کلیات خمسہ (جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام) منطقی، طبعی اور عقلی کے ساتھ موصوف ہوں گی اسی طرح کلی اور جزئی بھی ان تین صفتوں کے ساتھ موصوف ہونگی کسی شی کی جو بھی تعریف کی جائے گی اس کو کلی منطقی کہیں گے اور اس تعریف کا جو مصداق خارج میں ہوگا اس کو کلی طبعی کہیں گے تعریف اور مصداق کے مجموعے کا نام کلی عقلی ہے تفصیل شرح میں دیکھیں۔

☆☆

قوله مفهوم الكلّی: ای ما یطلق علیہ لفظ الكلّی یعنی المفہوم الذی لا یمتنع فرض

صدقہ علی کثیرین یسمی کلّیا منطقیا فان المنطقی یقصد من الكلّی هذا المعنی

ترجمہ:- مفہوم کلی یعنی وہ چیز جس پر لفظ کلی کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس چیز سے مراد وہ مفہوم ہے جس کا چند افراد پر صدق فرض کر

نا عقلا ممنوع نہ ہو اس مفہوم کا نام کلی منطقی رکھا جاتا ہے کیونکہ منطقی کلی سے اسی معنی کا قصد کرتا ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض کلی منطقی کی تعریف کرنی ہے یعنی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- کلی منطقی کلی کی تعریف کو کہتے ہیں مثلاً کلی کی تعریف یہ ہے کہ وہ مضمون ہے جس کا صدق کثیرین پر ممتنع نہیں اس تعریف

کو کلی منطقی کہتے ہیں کلی منطقی کو کلی منطقی اس لئے کہتے ہیں کہ منطقی تصورات میں اشیاء کی تعریف سے بحث کرتے ہیں اور یہاں

منطقی کلی کی یہی تعریف بیان کرتے ہیں۔

قوله ومعروضه: ای ما یصدق علیہ مفہوم الكلّی كالانسان والحيوان یسمی کلّیا

طبعیا لوجودہ فی الطباع یعنی فی الخارج علی ما سیجی

ترجمہ:- ومعروضہ: یعنی جس چیز پر مفہوم کلی صادق آئے جیسے انسان اور حیوان اس کا نام کلی طبعی رکھا جاتا ہے اس کلی کے

طبیعیوں یعنی خارج میں موجود ہونے کی وجہ سے اس طریقے پر کہ عنقریب آ رہا ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

تشریح:- اس میں کلی طبعی کی تعریف کی ہے کلی طبعی وہ کلی ہے کہ جس پر کلی کی تعریف سچی آتی ہے کلی کی مذکورہ بالا تعریف حیوان،

انسان، فرس سب پر سچی آتی ہے اس لئے ان کو کلی طبعی کہتے ہیں طبعی کے معنی خارج کے ہیں کلی طبعی کو بھی طبعی اس لئے کہتے ہیں

کہ اس کے مصداق خارج میں موجود ہوتے ہیں جیسے حیوان، انسان، فرس یہ تمام مصداق کلی کے خارج میں موجود ہیں۔

قوله والمجموع: المركب من هذا الغارض والمعروض كالانسان الكلّی والحيوان

الكلّی یسمی کلّیا عقلیا اذ لا وجود له الا فی العقل

ترجمہ:- والمجموع: یعنی اس عارض و معروض سے مرکب جیسے انسان کلی اور حیوان کلی اس کا نام کلی عقلی رکھا جاتا ہے کیونکہ

اس مرکب کا وجود صرف عقل میں ہے۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض بھی تشریح متن ہے۔

تشریح: اس میں کلی عقلی کی تعریف کی ہے کلی کی تعریف اور اس کے مصداق کے مجموعے کو کلی منطقی کہتے ہیں کلی کی تعریف کو کلی ہی تعبیر کرتے ہیں اور اس کا مصداق مثلا انسان ہے اب اس کے مجموعے کو الانسان الکلی کہیں گے۔ اس کو کلی عقلی اس کہتے ہیں کہ کلی ہونا یہ ایک صفت ہے جو انسان کو عقل میں عارض ہوتی ہے خارج میں انسان کے افراد جزئیات کی شکل میں ہیں

قولہ: وكذا الانواع الخمسة: یعنی كذا ان الكلی يكون منطقیًا و طبعیًا و عقلیًا

كذلك الانواع الخمسة یعنی الجنس و الفصل و النوع و الخاصة و العرض العام تجری فی

كل منها هذه الاعتبارات الثلاث مثلا مفهوم النوع اعنی الكلی المقول علی كثیرین متفقین

بالحقیقة فی جواب ما هو یسمى نوعا منطقیًا و معروضہ كالانسان و الفرس نوعا طبعیًا

و مجموع العارض و المعروض كالانسان النوع نوعا عقلیًا و علی هذا فقس البواقی بل

الاعتبارات الثلاث تجری فی الجزئی ایضا فاننا اذا قلنا زید جزئی فمفهوم الجزئی اعنی

ما یمتنع فرض صدقہ علی كثیرین یسمى جزئیا منطقیًا و معروضہ اعنی زید ا یسمى جزئیا

طبعیًا و المجموع اعنی زید الجزئی یسمى جزئیا عقلیًا

ترجمہ :- یعنی جس طرح کلی منطقی، طبعی، عقلی ہوتی ہے اسی طرح کلی کی انواع خمسہ یعنی جنس، لصل، نوع، خاصہ، عرض عام ان میں

سے ہر ایک کے اندر بھی یہ تینوں اعتبارات جاری ہوتے ہیں مثلا مفهوم نوع یعنی وہ کلی جو ماہو سے سوال کے جواب میں

افراد پر محمول ہو جو کثیر ہوں اور باعتبار حقیقت متفق ہوں اس کو نوع منطقی کہا جاتا ہے اور اس مفهوم کے مصداق و معروض

انسان اور فرس کو نوع طبعی کہا جاتا ہے اور عارض و معروض کے مجموعہ مثلا الانسان النوع کو نوع عقلی کہا جاتا ہے اس پر

چاروں کو قیاس کر لو بلکہ یہ تینوں اعتبارات جزئی میں بھی جاری ہوتے ہیں کیونکہ جب ہم زید جزئی کہیں تو مفهوم جزئی

وہ مفهوم جس کے چند افراد پر صادق آنے کو عقل جائز نہ رکھے اس کو جزئی منطقی اور اس کے معروض یعنی زید کو جزئی طبعی اور مجموعی

یعنی زید الجزئی کو جزئی عقلی کہا جاتا ہے

غرض شارح :- اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

شرح:۔ یعنی جیسے کلی منطقی، طبعی اور عقلی ہوتی ہے ایسے ہی انواع خمسہ (جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام) بھی ان تینوں کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں کیونکہ ان انواع خمسہ میں سے بھی ہر ایک کی ایک تعریف ہے اور ایک مصداق اور ایک مجموعہ ہے۔

بال کے طور پر نوع کو لے لو اس کی ایک تعریف ہے کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ما ہو یہ

تعریف نوع منطقی کہلاتی ہے اور ایک اس تعریف کا مصداق ہے مثلاً انسان یا فرس اس کو نوع طبعی کہتے ہیں اور ایک دونوں کا

مجموعہ ہے الانسان النوع اس کو نوع عقلی کہتے ہیں ایسے ہی جنس، فصل، خاصہ اور عرض عام کو قیاس کر لیں جیسے یہ تین چیزیں

طبی، طبعی اور عقلی ہونا انواع خمسہ میں اور تمام الفاظ عرب میں جاری ہوتی ہیں ایسے ہی تفتازانی کے مذہب کے مطابق یہ تینوں

تبار جزئی میں بھی جاری ہوتے ہیں۔ جزئی کی تعریف یعنی ہو مفہوم یمنع فرض صدقہ علی کثیرین اس کو جزئی منطقی

کہتے ہیں اور اس کا مصداق مثلاً زید اس کو جزئی طبعی کہتے ہیں اور تعریف و مصداق دونوں کے مجموعہ یعنی زید الجزئی کو جزئی

عقلی کہتے ہیں۔

قوله: والحق ان وجود الطبعی بمعنی وجود اشخاصه: لا ینبغی ان یشک فی ان

لکلی المنطقی غیر موجود فی الخارج فان الکلیۃ انما تعرض للمفہومات فی العقل

ولذا کانت من المعقولات الثابۃ و کذا فی ان العقلی غیر موجود فیہ فان انتفاء الجزء

یستلزم انتفاء الكل وانما النزاع فی ان الطبعی کالانسان من حیث هو انسان الذی یعرضه

الکلیۃ فی العقل هل هو موجود فی الخارج فی ضمن افرادہ ام لا بل لیس الموجود فیہ الا

الافراد والاول مذهب جمهور حکماء والثانی مذهب بعض المتأخرین ومنہم المصنف

ولذا قال الحق هو الثانی وذلك لانه لو وجد فی الخارج فی ضمن افرادہ لزم اتصاف الشئ

الواحد بالصفات المتضادة کالکلیۃ والجزئیۃ ووجود الشئ الواحد فی الامکنۃ المتعددة

وحنیند فمعنی وجود الطبعی هو ان افرادہ موجودہ وفيہ تامل وتحقیق الحق فی حواشی

التجرید فانظر فیہا

ترجمہ:۔ اس میں شک کرنا مناسب نہیں کہ کلی منطقی خارج میں موجود نہیں کیونکہ کلی ہونا عارض ہے مفہومات کو عقل میں اور اسی

لئے یہ کلی ہونا معقولات ثانیہ سے ہے اسی طرح اس بارے میں بھی شک نہیں کہ کلی عقلی خارج میں موجود نہیں کیونکہ جزو عقلی (منطقی) کا خارج میں منطقی ہونا کل (کلی عقلی) کے خارج میں منطقی ہونے کو لازم کر لیتا ہے اور سو اس کے نہیں جھگڑا اس بارے میں ہے کہ کلی طبعی جیسے انسان کو بحیثیت انسان ہونے کے عقل میں کلیت عارض ہے کیا یہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں موجود ہے یا نہیں بلکہ خارج میں صرف افراد موجود ہیں اول جمہور حکماء کا مذہب ہے اور ثانی بعض متأخرین کا مذہب ہے ان متأخرین میں سے مصنفؒ بھی ہیں اور اسی لئے کہا کہ ثانی حق ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خارج میں افراد کے ضمن میں کلی طبعی پائی جائے تو شی واحد کا صفات متضادہ کیساتھ متصف ہونا (جیسے کلیت و جزئیت) اور متعدد مکانات میں شی واحد کا جانا لازم آئیگا اور اس وقت کلی طبعی کے موجود ہونے کا معنی اس کے افراد کا موجود ہونا ہے اور اس دلیل میں تامل ہے اس بات کی تحقیق تجرید کے حواشی میں ہے پس تم ان حواشی میں غور کرو۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض بھی تشریح متن ہے۔

تشریح:- منطقی جب بھی اپنی کتابوں میں والحق کا لفظ بولتے ہیں تو وہاں یہ لفظ اور حاکم بنتے ہیں اس لفظ سے اشارہ بات کی طرف ہوتا ہے کہ یہاں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہے اور ایک منطقی والحق سے اپنا فیصلہ سناتا ہے کہ کون سی بات حق ہے جب بھی کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ فریقین میں فیصلہ کرتا ہے اس لئے وہاں فریقین کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے اب یہاں تفتازانی نے والحق کا لفظ بول کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔

اختلاف:- اس بات پر تو تمام مناطہ کا اتفاق ہے کہ کلی منطقی یہ ذہن میں پائی جاتی ہے خارج میں نہیں پائی جاتی کیونکہ کلی منطقی تعریفات کو کہتے ہیں اور تعریفات الاشیاء ذہن میں ہوتی ہیں خارج میں نہیں اسی وجہ سے کلی منطقی کو معقول ثانی بھی کہتے ہیں اس بات پر بھی مناطہ کا اتفاق ہے کہ کلی عقلی بھی ذہن میں پائی جاتی ہے خارج میں نہیں پائی جاتی کیونکہ کلی منطقی خارج میں نہیں اور یہ کلی عقلی کیلئے جزو ہے اور ضابطہ ہے کہ انتفاء جزو یہ انتفاء کل کو مستلزم ہوتا ہے تو کلی عقلی بھی خارج میں موجود نہیں ہوگی اس بات پر بھی تمام مناطہ کا اتفاق ہے کہ کلی طبعی ذہن میں موجود نہیں ہوتی بلکہ خارج میں موجود ہوتی ہے اس بات پر بھی مناطہ کا اتفاق ہے کہ کلی کا وجود اپنے افراد سے علیحدہ ہو کر کہیں نہیں پایا جاتا مثلاً ماہیت انسانی یہ اپنے افراد زید، عمرو، بکر علیحدہ ہو کر خارج میں کہیں نہیں پائی جاتی اختلاف مناطہ کا صرف اس بات میں ہے کہ آیا کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں ہوتی ہے یا خارج میں صرف افراد ہی ہوتے ہیں اس میں جمہور حکماء کا مذہب یہ ہے کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود

ہے خارج میں اپنے افراد کے ضمن میں پائی جاتی ہے مصنف اور متاخرین مناظر کا مذہب یہ ہے کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود نہیں ہوتی ماہیت انسانی ایک کلی طبعی ہے یہ اپنے افراد زید عمرو بکر کے اندر خارج میں موجود نہیں ہے یزدی نے متاخرین کے مذہب کو راجح قرار دیا اور ان کے مذہب کے راجح ہونے کی دو دلیلیں دیں۔

دلیل (۱) :- اگر اس بات کو بالفرض مان لیا جائے کہ ماہیت کلی (کلی طبعی) یہ اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے تو اس سے ایک چیز کا صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا لازم آئے گا مثلاً آپ کہیں کہ ماہیت انسانی جو کلی طبعی ہے یہ زید عمرو بکر کے ضمن میں موجود ہے اور زید عمرو بکر وغیرہ صفات متضادہ (قیام قعود نوم یقظہ وغیرہ) کے ساتھ موصوف ہیں اب ایک ہی ماہیت کلی کا صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا لازم آ گیا اور ایک چیز کا صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا یہ باطل ہے لہذا کلی طبعی کا اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہونا بھی باطل ہے۔

دلیل (۲) :- اس کے سمجھنے سے پہلے فلاسفہ کا ایک مسئلہ سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ :- ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں متعدد مقاموں میں نہیں پائی جاسکتی جب آپ نے یہ مسئلہ سمجھ لیا تو اب آپ دوسری دلیل سمجھیں کہ ماہیت انسانی کے افراد مختلف ممکنہ میں موجود ہیں کوئی کبیر والا میں ہے کوئی لاہور میں ہے کوئی کراچی میں ہے اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ کلی طبعی (ماہیت انسانی) اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے تو پھر ماہیت انسانی زید میں بھی موجود ہے جو کہ کبیر والا میں ہے اور اسی وقت ہی عمرو میں بھی موجود ہوگی جو کہ لاہور میں ہے تو اب ایک ہی چیز (ماہیت انسانی) ایک ہی وقت میں متعدد ممکنہ میں پائی گئی اور ایک ہی چیز کا ایک ہی وقت میں متعدد ممکنہ میں پایا جانا باطل ہے لہذا کلی طبعی کا اپنے افراد کے ضمن میں پایا جانا بھی باطل ہے ان دو دلیلوں سے یزدی نے متاخرین اور مصنف کے مذہب کو راجح ثابت کیا ہے مصنف چونکہ متاخرین کے ساتھ ہیں اس لئے ان پر اعتراض ہو سکتا ہے۔

اعتراض :- جب آپ کہتے ہیں کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود نہیں ہوتی تو پھر آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے؟

جواب :- ہم جو کہتے ہیں کہ کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے اس سے مراد اس کے افراد ہوتے ہیں کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کلی طبعی کے افراد خارج میں موجود ہوتے ہیں والحق کالفظ کہہ کر تفتازائی نے متاخرین کے مذہب کو ترجیح دی ہے لیکن متاخرین کا یہ مذہب صحیح نہیں ہے۔

جمہور حکماء کی دلیل:۔ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے اگر ہم یہ کہیں کہ اپنے افراد کے ضمن میں موجود نہیں ہوتی تو پھر دنیا میں کوئی فرد کلی طبعی کا نہیں ہوگا کیونکہ فرد تو اس ماہیت کلی کو کہتے ہیں جو کہ صورت مخصوص کے ساتھ مقید ہوتی ہے اگر متأخرین کی بات مان لی جائے تو پھر زید، عمرو، بکر کو افراد انسانی کیسے کہا جاسکتا ہے جبکہ ان میں ماہیت انسانی ہے نہیں پھر گدھے کو بھی انسانی فرد کہنا صحیح ہونا چاہیے بہر حال متأخرین کا یہ اعتراض کہ کلی طبعی کو افراد کے ضمن میں مان لینے سے ایک ہی چیز کا صفات متضادہ کے ساتھ متصف ہونا اور ایک ہی چیز کا متعدد امکانہ میں پایا جانا لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس ایک چیز سے مراد جزئی ہے جزئی چیز کا ایک ہی وقت میں صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا اور مختلف امکانہ میں پایا جانا باطل ہے۔ ماہیت انسانی (کلی طبعی) یہ تو کلی چیز ہے اس کا متعدد امکانہ میں پایا جانا اور صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا تو باطل ہی نہیں۔

متن: فصل: معرف الشئ ما يقال عليه لا فادة تصوره ويشترط

ان يكون مساويا له او اجلى فلا يصح بالاعم والاخص والمساوى معرفة وجهالة والاخفى والتعريف بالفصل القريب حد وبالخاصة رسم فان كان مع الجنس القريب فتام والا فناقص ولم يعتبروا بالعرض العام وقد اجيز في الناقص ان يكون اعم كاللفظي وهو ما يقصد به تفسير مدلول اللفظ

ترجمہ:۔ فصل: شئ کا معرف وہ ہے جو شئ پر اس کے تصور کا فائدہ دینے کیلئے محمول ہو اور معرف کیلئے شرط ہے کہ معرف کے مساوی ہو یا اس سے زیادہ واضح، واللہ اس چیز سے تعریف درست نہیں جو معرفت اور جہالت میں معرف سے اعم ہو یا اخص ہو یا اس کے مساوی ہو اور نہ اس چیز سے جو معرف سے زیادہ مخفی ہو اور فصل قریب کے ساتھ تعریف حد ہے اور خاصہ کے ساتھ رسم ہے پھر ان میں سے ہر ایک اگر جنس قریب کے ساتھ ہو تو (حد و رسم) تام ہے ورنہ ناقص ہے اور مناطقہ نے عرض عام کا اعتبار نہیں کیا اور حد ناقص میں معرف کے اعم ہونے کو جائز قرار دیا گیا ہے لفظی کی طرح اور لفظی وہ ہے جس سے مقصود مدلول لفظی کی تفسیر کرنا ہو۔

مختصر تشریح متن:۔ اس فصل میں اب کلیات خمس سے فارغ ہونے کے بعد تصورات کے اصل مقصود قول شارح کو جان

کرتے ہیں منطقیوں کا اصل مقصد تو قول شارح اور حجت سے بحث کرنا ہے اس سے پہلے ان چیزوں کا بیان تھا جو کہ قول شارح کیلئے موقوف علیہ تھیں اب اصل مقصد قول شارح کو یہاں بیان کر رہے ہیں قول شارح کا دوسرا نام تعریف 'حد رسم' معرف ہے جس کی تعریف کی جاتی ہے اس کو مقول علیہ الشارح 'معرف' محدود رسوم کہتے ہیں تفصیل شرح میں دیکھیں۔

ویشترط الی والتعریف الخ۔ متن کی اس عبارت میں ماتن نے تعریف کے شرائط بیان کئے ہیں تعریف کے چھ شرائط ہیں جن میں سے ماتن نے چار کو بیان کیا ہے جن کی تفصیل شرح میں آرہی ہے اور دو کو بیان نہیں کیا ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ تعریف بالمباہن درست نہیں اور اس کو اس لئے نہیں بیان کیا کہ تعریف کی تعریف میں اس نے ما یحمل علیہ کاللفظ بولا تھا کہ اس کا حمل معرف پر ہو اور مباہن کا حمل مباہن پر صحیح نہیں ہوتا اس لئے معرف کا مباہن ہونا معرف سے یہ درست نہیں اور معرف معرف سے اعم من وجہ بھی نہیں ہو سکتا اس کو اس لئے ماتن نے نہیں بیان کیا کہ یہ اعم مطلق کے نیچے داخل ہو جاتا ہے جب اس کی نفی کر دی تو اس کی بھی نفی ہوگی۔

☆☆

قوله: معرف الشيء: بعد الفراغ عن بيان ما يتركب منه المعرف شرع في البحث

عنه وقد علمت ان المقصود بالذات في هذا الفن هو البحث عنه وعن الحجة وعرفه بانہ ما

يحمل على الشيء ای المعرف ليفيد تصور هذا الشيء اما بكنهه او بوجه يمتاز عن جميع ما

عداه ولهذا لم يجز ان يكون اعم مطلقا لان الاعم لا يفيد شيئا منها كالحيوان في تعريف

الانسان فان الحيوان ليس كنه الانسان لان حقيقة الانسان هو الحيوان الناطق وايضا يميز

الانسان عن جميع ما عداه لان بعض الحيوان هو الفرس وكذا الحال في الاعوان وجه

واما الاخص اعني مطلقا فهو وان جاز ان يفيد تصوره تصور الاعم بالكنه او بوجه يمتاز به

عما عداه كما اذا تصورت الانسان بانہ حيوان ناطق فقد تصورت الحيوان في ضمن

الانسان باحد الوجهين لكن لما كان الاخص اقل وجودا في العقل واخفى في نظره وسان

المعرف ان يكون اعرف من المعرف لم يجز ان يكون اخص منه ايضا وقد علم من تعريف

المعرف بما يحمل على الشيء انه لا يجوز ان يكون مباينا للمعرف فتعين ان يكون مساويا له

ثم ینبغی ان یکون اعرف من المعرف فی نظر العقل لانه معلوم موصل الی تصور مجہول
هو المعرف لا اخفی ولا مساویا له فی الخفاء والظہور

ترجمہ:- جن چیزوں سے معرف مرکب ہوتا ہے ان کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد مصنف نے معرف کی بحث کو شروع فرمایا ہے اور تجھے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ فن منطق میں مقصود بالذات معرف و حجت کی بحث ہے اور مصنف نے معرف کی تعریف بایں طور فرمائی ہے کہ جو چیز معرف پر محمول ہو اس کے تصور کا فائدہ دینے کیلئے وہی چیز معرف ہے خواہ معرف کے تصور بکنہہ کا فائدہ دے یا اس کے تصور بوجہ کا فائدہ دے کہ وہ ممتاز ہو جائے اس کے جمیع ماسوی سے اسی لئے معرف کا معرف سے اعم مطلق ہونا جائز نہیں کیونکہ اعم تصور بکنہہ اور تصور بوجہ کا فائدہ نہیں دیتا مثلاً تعریف انسان میں صرف حیوان کیونکہ حیوان انسان کی حقیقت نہیں کیونکہ انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے (فقط حیوان نہیں) نیز حیوان انسان کو اس کے جمیع ماسوی سے تمیز نہیں دیتا کیونکہ بعض حیوان گھوڑا بھی ہے اور اعم من وجہ کا بھی یہی حال ہے (کہ وہ نہ معرف کی حقیقت کا فائدہ دیتا ہے نہ اس کو جمیع ماسوی سے تمیز دیتا ہے) اور اخص مطلق کا تصور اعم مطلق کے تصور بالکنہہ کا فائدہ دے یا ایسے تصور بالوجہ کا فائدہ دے کہ وہ جمیع ماسوی سے ممتاز ہو جائے اگرچہ یہ جائز ہے مثلاً بایں طور کہ تو انسان کا تصور کرے کہ وہ حیوان ناطق ہے پس تو نے انسان کے ضمن میں حیوان کا تصور بالوجہ یا بالکنہہ کر لیا ہے لیکن جب من بیث الوجود فی العقل اخص اقل ہے اور اخص عقل کی نظر میں زیادہ خفی ہے حالانکہ معرف کی شان یہ ہے کہ وہ معرف سے زیادہ معروف ہوتا ہے تو معرف کا معرف سے اخص ہونا بھی جائز نہیں اور ضرور معلوم ہوا مابہ حمل علی الشی کے ذریعے معرف کی تعریف کرنے سے کہ معرف معرف کا مابین نہیں ہو سکتا لہذا متعین ہوا کہ معرف معرف کا مساوی ہونا پھر مناسب ہے کہ معرف زیادہ معروف ہو معرف سے عقل کی نظر میں کیونکہ معرف ایسا تصور معلوم ہے جو تصور مجہول یعنی معرف کی طرف موصل ہوتا ہے نہ معرف معرف سے زیادہ خفی ہو سکتا ہے اور نہ ظہور و خفاء میں اس کے مساوی ہو سکتا ہے۔

اغراض شارح:- قولہ معرف الشی سے ولہذا تک تعریف کی تعریف بیان کی ہے اور ولہذا سے لیکر آخر تک تعریف کو بیان کیا ہے۔

تشریح:- منطقی کہتے ہیں کہ تمام کائنات میں جتنے علوم و فنون ہیں ان میں الفاظ کی تعریفات بیان کی جاتی ہیں مثلاً غم میں اسم کی تعریف، معرب مبنی کی تعریف بیان کی جاتی ہے منطقی سب سے پہلے اس تعریف کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ تعریف کس چیز کا

نام ہے اور اس تعریف کی حقیقت بیان کرتے ہیں اور اس تعریف کے شرائط بیان کرتے ہیں۔

تعریف کی تعریف :- معرّف (جس کی تعریف کی جائے) کے ذاتیات پر مطلع ہونا یا اس معرّف کو تمام اغیار سے جدا کرنے کا نام تعریف ہے ذاتیات پر مطلع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تعریف سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس معرّف کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے جیسے انسان کی جب ہم نے تعریف کی کہ وہ حیوان ناطق ہے تو اس سے ہمیں اس کی حقیقت اور ماہیت معلوم ہو گئی اور اسی انسان کی جب ہم یوں تعریف کریں کہ وہ ضاحک ہے اس سے انسان کی حقیقت تو معلوم نہیں ہوتی لیکن ضاحک نے انسان کو باقی اغیار (حیوانات) سے جدا کر دیا۔ منطقی تعریف کی اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ الاطلاع علی الذاتیات او الامتیاز عن جمیع المشارکات یہ قضیہ منفصلہ مانعہ الخلو ہے مانعہ الخلو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں دونوں جزو جمع ہو سکتے ہیں اٹھ نہیں سکتے یہ ہو سکتا ہے کہ تعریف سے اطلاع علی الذاتیات بھی ہو اور امتیاز عن جمیع المشارکات بھی ہو جیسے انسان کی تعریف جب حیوان ناطق سے کی جائے تو اطلاع علی الذاتیات بھی ہے اور امتیاز عن جمیع المشارکات بھی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ تعریف سے نہ اطلاع علی الذاتیات ہو اور نہ امتیاز عن جمیع المشارکات ہو اطلاع علی الذاتیات خاص ہے اور امتیاز عن جمیع المشارکات عام ہے جہاں اطلاع علی الذاتیات ہوگا وہاں امتیاز عن جمیع المشارکات بھی ہوگا جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ کریں اس میں دونوں ہیں اور جہاں امتیاز عن جمیع المشارکات ہو وہاں اطلاع علی الذاتیات کا ہونا ضروری نہیں جیسے انسان کی تعریف ضاحک کے ساتھ کریں یہاں امتیاز عن جمیع المشارکات تو ہے لیکن اطلاع علی الذاتیات نہیں ہے وہ تعریف جس سے معرّف کے ذاتیات پر اطلاع ہو جائے اس کو تصور بالکنہ کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ اس تعریف کو تصور بالکنہ کہتے ہیں اور وہ تعریف جس سے معرّف کے ذاتیات تو معلوم نہ ہوں مگر معرّف اغیار سے تاز ہو جائے اس کو تصور بوجہ کہتے ہیں۔

ولهذا لم یجز ان یکون الخ۔ اس عبارت سے آخر تک تعریف کے شرائط کو یزدی صاحب نے با حیل بیان کیا ہے تعریف کی شرائط دو قسم کی ہیں ایک قسم کی شرائط مصداق کے اعتبار سے اور دوسری قسم کی شرائط مفہوم کے اعتبار سے ہیں مصداق کے اعتبار سے تعریف کی جو شرائط ہیں وہ پانچ ہیں ان میں ایک وجودی اور چار عدی ہیں۔ اور مفہوم کے اعتبار سے ایک شرط ہے کل چھ شرطیں ہیں۔

شرط (۱) :- جو کہ وجودی ہے کہ معرّف اپنے معرّف سے مصداق کے اعتبار سے مساوی ہو مساوی ہونے کا مطلب یہ ہے

کہ جہاں معرف سچا آئے وہاں معرّف سچا آئے اور جہاں معرّف سچا آئے وہاں معرف بھی سچا آئے جیسے انسان یہ معرّف ہے اور حیوان ناطق یہ معرّف ہے جہاں انسان سچا آتا ہے وہاں حیوان ناطق بھی سچا آتا ہے اور جہاں حیوان ناطق سچا آتا ہے وہاں انسان بھی سچا آتا ہے یہ شرط وجودی تھی باقی چار شرطیں عدی ہیں۔

شرط ﴿۲﴾: معرف معرّف سے مہاین نہ ہو جیسے انسان کی تعریف مثلاً حجر سے کی جائے تو یہ تعریف درست نہیں کیونکہ تعریف کا معرّف پر حمل ہوتا ہے اور یہاں حجر کا حمل انسان پر درست نہیں اس لئے مہاین کے ساتھ تعریف درست نہیں ہوگی۔

شرط ﴿۳﴾: معرف معرّف سے اعم مطلق نہ ہو جیسے انسان کی تعریف مثلاً حیوان کے ساتھ کی جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ تعریف کی غرض تو یہ ہے کہ معرّف کے ذاتیات معلوم ہو جائیں یا وہ معرّف جمیع ماعداء سے ممتاز ہو جائے اور انسان کی تعریف اگر حیوان سے کی جائے تو انسان کے ذاتیات بھی معلوم نہیں ہوتے کیونکہ انسان کے ذاتیات حیوان ناطق ہیں نہ کہ فقط حیوان اسی طرح یہاں حیوان کے ساتھ تعریف کرنے سے انسان جمیع مشارکات سے جدا بھی نہیں ہو رہا بلکہ انسان میں ابھی تک فرس حمار وغیرہ شریک ہیں اس لئے تعریف بالاعم (اعم مطلق کے ساتھ) بھی درست نہیں۔

شرط ﴿۴﴾: معرف معرّف سے اعم من وجہ بھی نہ ہو اعم من وجہ کے نیچے اخص من وجہ بھی داخل ہے مثلاً حیوان کی تعریف ابيض کے ساتھ کی جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ یہاں بھی تعریف کی غرض پوری نہیں ہو رہی حیوان کی تعریف ابيض کے ساتھ کرنے سے حیوان کے ذاتیات بھی معلوم نہیں ہوتے کیونکہ حیوان کے ذاتیات جسم نامی حساس متحرک بالارادہ ہیں ان میں ابيض موجود ہی نہیں اسی طرح ابيض کے ساتھ حیوان جمیع مشارکات سے جدا بھی نہیں ہو بلکہ اس میں سفید کپڑے، سفید دیواریں وغیرہ شریک ہیں اس لئے تعریف اعم من وجہ اور اخص من وجہ کے ساتھ بھی صحیح نہیں۔

شرط ﴿۵﴾: معرف معرّف سے اخص بھی نہ ہو اس کے پائے جانے کی مناطقہ نے یہ صورت بیان کی ہے کہ یہ ہمیشہ کسی کے ضمن میں پایا جائے گا علیحدہ طور پر نہیں پایا جائے گا مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ ہے انسان کے تصور کیلئے ہمیں حیوان ناطق کا تصور کرنا پڑا اب اس تعریف میں حیوان اور ناطق ان دونوں کا تصور بھی کرنا ہے جب حیوان کا معنی سمجھ میں آئے گا تو پھر انسان کا معنی بھی سمجھ میں آئے گا حیوان یہ اعم ہے انسان کی وجہ سے ہمیں حیوان کا معنی سمجھنا پڑا تو گویا کہ حیوان انسان کے ضمن میں سمجھا گیا اور حیوان کی تعریف انسان (اخص) کے ضمن میں سمجھی گئی یہی تعریف بالاعم ہے اور یہ درست نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ اخص کا وجود عقل میں کم ہے کیونکہ اخص کے وجود کیلئے شرائط زیادہ ہیں اور اعم کا وجود عقل میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اعم

کے وجود کی شرائط بہت کم ہیں انہیں کا وجود جب عقل میں کم ہے تو یہ اخفی ہوگا نسبت اعم کے حالانکہ تعریف کیلئے ضروری ہے کہ معرّف سے واضح اور روشن ہو اس لئے انہیں کے ساتھ بھی تعریف صحیح نہیں۔

ضابطہ:- جب کسی معرّف کا تصور بالکنہ حاصل ہوگا تو اس کے معرّف کے اجزاء کا تصور بھی تصور بالکنہ کرنا ہوتا ہے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ تعریف بالکنہ ہے اب حیوان اور ناطق جو تعریف کے اجزاء ہیں ان کا تصور بھی بالکنہ کرنا ہوگا حیوان کا تصور بالکنہ جسم نامی حساس متحرک بالارادہ ہے اسی طرح ناطق کا بھی تصور بالکنہ کرنا ہوگا اور اگر معرّف کا تصور بوجہ ہو تو اس کے معرّف کے اجزاء کا تصور بھی تصور بوجہ ہوگا جیسے انسان کی تعریف عرض عام مائتہ کے ساتھ کی جائے تو اس وقت معرّف مائتہ کا تصور بھی تصور بوجہ کرنا ہوگا۔

شرط (۶) :- یہ شرط باعتبار مفہوم کے ہے وہ یہ ہے کہ معرّف کا مفہوم معرّف سے واضح اور روشن ہو اگر معرّف کا مفہوم معرّف سے کم یا برابر ہوگا تو پھر تعریف درست نہیں ہوگی برابر کی مثال جیسے اب کی تعریف من لہ ابن اور ابن کی تعریف من لہ اب کے ساتھ کی جائے یہ درست نہیں اور معرّف کا مفہوم کم ہونے کی مثال جیسے آگ کی تعریف جسم کمالنفس سے کی جائے یہاں تعریف میں جو نفس کا لفظ موجود ہے یہ معرّف آگ سے بھی زیادہ خفی ہے مفہوم کے اعتبار سے اسلئے یہ تعریف درست نہیں۔

اعتراض:- آپ نے تعریف کیلئے پہلی شرط یہ بیان کی ہے کہ تعریف اپنے معرّف کے مساوی ہو اور آخری شرط یہ بیان کی ہے کہ تعریف اپنے معرّف سے واضح ہو ان دونوں باتوں میں تضاد ہے جب تعریف معرّف سے واضح ہوگی تو مساوات باقی نہیں رہے گی۔

جواب:- یہاں حیثیت کی قید محذوف ہے یعنی معرّف معرّف کے مساوی ہو باعتبار مصداق کے اور معرّف معرّف سے واضح ہو باعتبار مفہوم کے۔

قولہ: بالفصل القریب: التعریف لا بد لہ ان یشمل علی امر یختص بالمعرّف ویساویہ بناء علی ما سبق من اشتراط المساواة فهذا الامر ان كان ذاتيا كان فصلا قريبا وان كان عرضيا كان خاصة لا محالة فعلى الاول يسمى المعرف حدا وعلى الثاني رسما ثم كل منهما ان اشتمل على الجنس القریب يسمى حدا تاما ورسما تاما وان لم يشتمل على الجنس القریب سواء اشتمل على الجنس البعيد او كان هناك فصل قریب وحده او خاصة

وحدھا یسمی حدا ناقصا ورسما ناقصا هذا محصل کلامهم وفيه ابحاث لا یسعها المقام ترجمہ:- تعریف کیلئے ایسے امر پر مشتمل ہونا ضروری ہے جو معرّف کے ساتھ خاص ہو اور اس کے مساوی ہو بنا کرتے ہوئے مساوات والی شرط پر جو پہلے گزر چکی ہے پھر اگر یہ امر معرّف کی ذاتی ہو تو اس کیلئے فصل قریب ہوگا اور اگر عرضی ہو تو اس کیلئے یقیناً خاصہ ہوگا پہلی صورت میں معرّف کو حد اور دوسری صورت میں رسم کہیں گے پھر ان دو میں سے جو بھی اگر جنس قریب پر مشتمل ہو تو اس کا نام حد تام اور رسم تام رکھا جاتا ہے اور اگر جنس قریب پر مشتمل نہ ہو برابر ہے کہ جنس بعید پر مشتمل ہو یا وہاں اکیلی فصل قریب یا صرف خاصہ ہو تو اس کا نام حد ناقص اور رسم ناقص رکھا جاتا ہے یہ ان کی کلام کا حاصل ہے اور اس میں ایسی بخشیں ہیں جن کی مقام گنجائش نہیں رکھتا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تو صیح متن ہے۔

تشریح:- جب بھی دنیا میں کسی شی کی تعریف کی جائے گی تو تعریف میں ایک ایسی چیز ضرور ہوگی جو معرّف کے ساتھ مختص ہوگی اور معرّف کے ساتھ مصداق میں مساوی ہوگی اگر وہ شی مختص ذاتی ہو معرّف کی تو وہ ہمیشہ فصل قریب ہوگی اور اگر وہ چیز عرضی ہو تو ہمیشہ خاصہ ہوگی اگر وہ شی مختص فصل قریب ہے تو اس کو حد کہیں گے اور اگر خاصہ ہے تو اس کو رسم کہیں گے اگر اس فصل قریب کے ساتھ جنس قریب کو ملائیں گے تو یہ حد تام کہلائے گی جیسے ناطق فصل قریب کے ساتھ حیوان جنس قریب کو ملایا تو حیوان ناطق ہو گیا یہ انسان کی حد تام ہے۔ خاصہ کے ساتھ جنس قریب کو ملائیں تو وہ رسم تام کہلائے گی جیسے ضاحک کے ساتھ حیوان کو ملایا تو حیوان ضاحک ہو گیا یہ انسان کی رسم تام ہے۔ اگر فصل قریب اکیلی ہو جیسے فقط ناطق یا فصل قریب کے ساتھ جنس بعید کو ملائیں مثلاً ناطق کے ساتھ جنس بعید جسم کو ملا کر جسم ناطق کہیں تو یہ انسان کی حد ناقص کہلائے گی اور اگر فقط خاصہ ہو جیسے ضاحک یا خاصہ کے ساتھ جنس بعید کو ملائیں مثلاً ضاحک کے ساتھ جسم کو ملا کر جسم ضاحک کہیں تو یہ انسان کی رسم ناقص کہلائے گی۔

قوله: ولم يعتبروا بالعرض العام: قالوا الغرض من التعريف اما الاطلاع على كنه المعرف او امتيازه عن جميع ما عداه والعرض العام لا يفيد شيئا منها فلذا لم يعتبروه في مقام التعريف والظاهر ان غرضهم من ذلك انه لم يعتبروه منفردا واما التعريف بمجموع امور كل واحد منها عرض عام للمعرف لكن المجموع بخصه كتعريف الانسان بماش مستقيم القامة وتعريف الخفاش بالطائر الولود فهو تعريف بخاصة مركبة وهو معتبر عندهم

کما صرح به بعض المتأخرین

ترجمہ:- مناطقہ نے کہا ہے کہ غرض تعریف معرّف کی حقیقت معلوم کرنی ہے یا معرّف کا ممتاز ہو جانا ہے اس کے جمیع ماسوی سے اور عرض عام ان دونوں میں سے کسی کیلئے مفید نہیں اس لئے مناطقہ نے مقام تعریف میں عرض عام کا اعتبار نہیں کیا اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے منطقیوں کی غرض یہ ہے کہ انھوں نے تنہا عرض عام کا اعتبار نہیں کیا اور لیکن ایسے چند امور کے ذریعہ تعریف کرنا جن میں سے ہر ایک معرّف کا عرض عام ہو اور مجموعہ معرّف کو خاص کر دیتا ہو جیسے انسان کی تعریف ماشی مستقیم القامة کے ساتھ اور چمگا ڈر کی تعریف زیادہ بچے دینے والے پرندے کے ساتھ پس وہ خاصہ مرکب کے ساتھ تعریف ہے جو مناطقہ کے نزدیک معتبر ہے چنانچہ بعض متأخرین نے اس کی تصریح کی ہے۔

غرض شارح:- قوله ولم يعتبروا سے لیکر والظاهر تک عرض عام کو تعریفات میں ذکر نہ کرنے کی وجہ بیان کرنی ہے اور والظاهر سے فائدہ بیان کر رہے ہیں۔

تشریح:- مناطقہ کا دعویٰ ہے کہ کائنات میں جو بھی چیز موجود ہوگی اس کی پانچ کلیاں (جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام) ضرور ہونگی ان پانچ کلیوں میں سے نوع ہمیشہ معرّف ہوتا ہے جنس، فصل اور خاصہ کو تعریف میں ذکر کیا جاتا ہے اور عرض عام کو منطقی تعریف میں ذکر نہیں کرتے اس کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تعریف کی غرض دو چیزیں ہیں (۱) الاطلاق علی الذاتیات (۲) امتیازہ عن جمیع المشارکات اور عرض عام سے ان میں سے کوئی بھی حاصل نہیں ہوتا مثلاً انسان کی تعریف عرض عام ماشی کے ساتھ کی جائے تو نہ انسان کے اس سے ذاتیات معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انسان کے ذاتیات تو حیوان مطلق ہیں اور نہ امتیاز عن جمیع المشارکات حاصل ہوتا ہے بلکہ انسان کے ساتھ ماشی ہونے میں اور بھی حیوانات فرس، حمار وغیرہ شریک ہیں تو عرض عام کے ساتھ چونکہ تعریف کی غرض حاصل نہیں ہوتی اس لئے منطقی عرض عام کو تعریف میں ذکر نہیں کرتے۔

والظاهر ان غرضہم الخ:- اس عبارت میں ایک فائدہ بیان کیا ہے وہ فائدہ یہ ہے کہ منطقی جو یہ کہتے ہیں کہ عرض عام تعریف میں واقع نہیں ہوتا اس سے مراد یہ ہے کہ منفرد عرض عام تعریف میں واقع نہیں ہوتا اگر دو یا اس سے زیادہ ایسے عرض عام ملائے جائیں جو علیحدہ طور پر تو معرّف کیلئے عرض عام ہوں لیکن مجموعی طور پر وہ خاصہ مرکب بنتے ہوں تو ایسے دو یا زیادہ عرض عام سے تعریف کرنی درست ہوتی ہے کیونکہ اس وقت تعریف کی غرض امتیاز عن جمیع المشارکات حاصل ہو جاتی ہے جیسے انسان یہ معرّف ہے ماشی اور مستقیم القامة (سیدھے قد والا) دونوں اس کے علیحدہ علیحدہ عرض عام ہیں لیکن دونوں عرض عام

مجموعی طور پر انسان کا خاصہ مرکبہ ہیں ماشی بھی ہو اور سیدھے قد والا بھی ہو یہ فقط انسان میں پایا جاتا ہے اور کسی بھی چیز میں پایا جاتا کیونکہ حیوان سارے ماشی ہیں لیکن سیدھے قد والے نہیں بلکہ جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور درخت تمام مستقیم القامتہ ہیں لیکن ماشی نہیں۔ اسی طرح خفشاش (چمگاڈر) یہ معزف ہے پرندہ ہونا اس کا عرض عام ہے کیونکہ اور پرندے بھی اڑنے والے ہیں وہ اس میں شریک ہیں اسی طرح ولود (بچے پیدا کرنا) یہ بھی اس کا عرض عام ہے کیونکہ اور حیوانات گائے، بھینس وغیرہ بچے پیدا کرتے ہیں لیکن یہ دونوں عرض عام مجموعی طور پر چمگاڈر کیلئے خاصہ مرکبہ ہیں چمگاڈر کے علاوہ اور کسی بھی پرندے میں دونوں اکٹھے نہیں پائے جاتے کہ وہ اڑنے والا بھی ہو اور بچے بھی پیدا کرے کیونکہ اس کے علاوہ جتنے بھی پرندے ہیں وہ اڑنے تو ہیں بچے پیدا نہیں کرتے اور حیوانات گائے، بھینس وغیرہ جتنے بھی ہیں وہ بچے تو پیدا کرتے ہیں لیکن اڑنے والے نہیں ہیں چونکہ مجموعی عرض عام سے معزف کا امتیاز عن جمیع المشارکات حاصل ہو جاتا ہے اس لئے متاخرین حضرات نے مجموعی عرض عام جو کہ معزف کیلئے خاصہ مرکبہ بنے اس سے تعریف کرنے کو جائز رکھا ہے۔

قوله وقد اجیز فی الناقص آہ: اشارة الى ما اجازہ المتقدمون حيث حققوا انه يجوز التعريف بالذاتی الاعم کتعريف الانسان بالحيوان فيكون حدا ناقصا او بالعرض العام کتعريفه بالماشی فيكون رسما ناقصا بل جوزوا التعريف بالعرض الاخص ايضا کتعريف الحيوان بالضاحك لكن المصنف لم يعتد به لزعمه انه التعريف بالاخفى وهو غير جائز اصلا ترجمہ:- اشارہ ہے اس چیز کی طرف جس کو متقدمین نے جائز رکھا ہے کیونکہ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ذاتی اعم کے ساتھ تعریف جائز ہے جیسے حیوان کے ساتھ انسان کی تعریف پس یہ تعریف حد ناقص ہوگی یا تعریف عرض عام کے ساتھ جیسے انسان کی تعریف ماشی کے ساتھ پس یہ تعریف رسم ناقص ہوگی بلکہ انہوں نے عرض اخص کے ساتھ بھی تعریف کو جائز رکھا ہے جیسے ضاحک کے ساتھ حیوان کی تعریف لیکن مصنف نے اس کا اعتبار نہیں کیا یہ خیال کر کے کہ وہ معزف سے زیادہ مخفی کے ساتھ تعریف سے جو بالکل جائز نہیں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- اس قول میں بتلانا چاہتے ہیں کہ ایک تعریف کامل ہوتی ہے جس کی چار اقسام کا ذکر ماقبل میں گزرا اس میں معرف معزف سے مساوی ہونا ضروری تھا اور ایک دوسری تعریف ناقص ہوتی ہے اس تعریف کے دوسرے قسم میں معرف اگر معزف

سے اعم ہو جائے تو پھر بھی یہ تعریف ناقص صحیح ہوتی ہے مثلاً انسان کی تعریف حیوان (اعم) کے ساتھ کی جائے تو اس کو حد ناقص کہیں گے لیکن یہ حد ناقص تعریف ناقص کا قسم ہوگی تعریف کامل والا حد ناقص نہیں ایسے ہی انسان کی تعریف میں عرض عام کو ذکر کیا جائے جیسے انسان کی تعریف ماشی کے ساتھ کی جائے تو اس کو رسم ناقص کہیں گے جو کہ تعریف ناقص کا ایک قسم ہے ایسے ہی عرض عام اخص کے ساتھ بھی تعریف ناقص کی جا سکتی ہے جیسے حیوان کی تعریف ضاحک کے ساتھ یہ اعم کی تعریف اخص کے ساتھ ہے اس کو بھی رسم ناقص کہتے ہیں جو کہ تعریف ناقص کا ایک قسم ہے مصنف نے اس تعریف بالعرض الاخص کو اس لئے ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ تو تعریف حقیقی کو ذکر کر رہا ہے اور تعریف حقیقی اخص کے ساتھ نہیں ہو سکتی کیونکہ اخص یہ اخفی ہوتا ہے اور تعریف کیلئے معزف سے واضح ہونا ضروری ہے۔

قوله: كاللفظی: ای کما اجیز فی التعریف اللفظی کونہ اعم کقولہم السعدانہ نبت

ترجمہ:۔ یعنی تعریف لفظی میں معزف سے تعریف کے عام ہونے کو جس طرح جائز رکھا گیا ہے مثلاً ان کا قول کہ سعدانہ ایک گھاس ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تعریف ناقص کی تعریف لفظی کے ساتھ تشبیہ کو واضح کرنا ہے۔

تشریح:۔ تعریف لفظی اس تعریف کو کہتے ہیں کہ غیر مشہور لفظ کی تعریف مشہور لفظ کے ساتھ کی جائے اس تعریف لفظی میں معرف کا اعم ہونا بھی صحیح ہے جیسے السعدانہ کی تعریف نبت سے کی جائے سعدانہ ایک خاص گھاس کا نام ہے اور نبت ایک عام گھاس کو کہتے ہیں نبت اعم ہے سعدانہ سے تشبیہ تعریف ناقص کو تعریف لفظی کے ساتھ اس طریقے سے دی کہ جیسے تعریف لفظی اعم کے ساتھ درست ہے ایسے ہی تعریف ناقص بھی لفظ اعم سے ہو سکتی ہے۔

قوله: تفسیر مدلول اللفظ: ای تعیین مسمى اللفظ من بین المعانی المخزونة فی

الخاطر فلیس فیہ تحصیل مجہول عن معلوم کما فی المعرف الحقیقی فافہم

ترجمہ:۔ تفسیر مدلول اللفظ یعنی لفظ کے جو معانی دل میں مجتمع ہیں ان میں سے کسی معنی کو معین کر لینا تفسیر ہے پس تعریف لفظی میں معلوم سے کسی مجہول کو حاصل کرنا نہیں ہے جیسا کہ معرف حقیقی میں معلوم سے مجہول کو حاصل کرنا ہے سو تم اس بات کو سمجھ لو۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تعریف لفظی کا معنی بتانا ہے۔

تشریح:- تعریف لفظی اس تعریف کو کہتے ہیں کہ معترف کے بہت سارے معانی انسان کے دل میں موجود ہوں ان بہت سارے معانی میں سے کسی ایک معنی کی تعیین کر دینے کا نام تعریف لفظی ہے مثلاً سعدانہ کا معنی گھاس بھی ہو سکتا تھا گائے، بیل، بھینس، درخت بھی ہو سکتا تھا اور یہ معانی ایسے تھے جو کہ خزانہ دل میں موجود تھے نبت نے آ کر ایک معنی گھاس کو متعین کر دیا اب اور کوئی معنی مراد نہیں ہے تعریف لفظی میں کوئی مجہول تصور حاصل نہیں ہوتا جبکہ تعریف حقیقی میں مجہول تصور حاصل ہوتا ہے جیسے حیوان ناطق سے مجہول تصور (انسان) حاصل ہو گیا یہی تعریف لفظی اور حقیقی کا فرق ہے۔

یہاں تک تصورات کی بحث ختم ہوتی ہے اب آگے تصدیقات کو شروع کرتے ہیں۔

فصل فی التصدیقات

متن: القضية قول يحتمل الصدق والكذب فان كان الحكم فيها بثبوت شيء لشيء او نفيه عنه فحملية موجبة او سالبة ويسمى المحكوم عليه موضوعا والمحكوم به محمولا والذال على النسبة رابطة وقد استعير لها هو والا فشرطية ويسمى الجزء الاول مقدما والثاني تاليا

ترجمہ متن :- یہ فصل تصدیقات میں ہے۔ قضیہ وہ قول ہے جو سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھے پس اگر اس میں ایک شی کے دوسری شی کیلئے ثبوت یا ایک شی کی دوسری شی سے نفی کے ساتھ حکم ہو تو حملیہ ہے خواہ موجب ہو یا سالبہ اور محکوم علیہ کا نام رکھا جاتا ہے موضوع اور محکوم بہ کا محمول اور نسبت پر دلالت کرنے والے جزو کا رابطہ۔ اور اس رابطہ کیلئے ہسو کو عاریۃ لیا گیا ہے ورنہ وہ شرطیہ ہے اور جزو اول کا نام مقدم اور جزو ثانی کا نام تالی رکھا جاتا ہے۔

مختصر تشریح متن :- منطق میں اصل مقصود تو قول شارح اور حجت سے بحث کرنا ہوتی ہے قول شارح کی بحث ختم کرنے کے بعد اب حجت کی بحث کو شروع کیا۔ حجت کی تین قسمیں ہیں (۱) قیاس (۲) استقراء (۳) تمثیل۔ ان تینوں میں اصل قیاس ہے قیاس کا سمجھنا نقیض کی بحث پر موقوف ہے اور نقیض کی بحث کا سمجھنا عکس پر موقوف ہے اور عکس کی بحث کا سمجھنا قضا یا پر موقوف ہے اس لئے سب سے پہلے قضا یا کی بحث شروع کی ہے۔

قضیہ جملہ خبریہ کو کہتے ہیں جو صدق و کذب کا احتمال رکھے اگر اس میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے ہو تو اس کو قضیہ حملیہ کہتے ہیں اگر ثبوت ہو تو موجب اور اگر سلب ہو تو سالبہ کہتے ہیں۔ قضیہ حملیہ کے محکوم علیہ کو موضوع اور محکوم بہ کو محمول کہتے ہیں موضوع اور محمول میں جو نسبت ہوتی ہے اس پر دلالت کرنے والے لفظ کو رابطہ کہتے ہیں اور اس رابطہ کیلئے منطقیوں نے ہسو ضمیر کو عاریۃ لیا ہے اور اگر اس قضیہ میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے نہ ہو بلکہ ایک نسبت کا دوسری نسبت کیلئے ثبوت ہو یا ایک نسبت کا سلب دوسری نسبت سے ہو تو اس کو شرطیہ کہتے ہیں شرطیہ کے پہلے جزو کو مقدم اور دوسرے جزو کو تالی کہتے ہیں۔

☆☆

قوله القضية قول: القول في عرف هذا الفن يقال للمركب سواء كان مركبا معقولا

او ملفوظا فالتعريف يشمل القضية المعقولة والملفوظة

ترجمہ:۔ قول اس فن (منطق) کی عرف میں مرکب کو کہا جاتا ہے برابر ہے کہ وہ مرکب معقول ہو یا ملفوظ پس تعریف شامل ہو جائے گی قضیہ معقولہ اور ملفوظہ کو۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ ماتن نے قضیہ کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ ایک قول ہے جو کہ صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے اور قول اس چیز کو کہتے ہیں جو منہ سے بولی جاتی ہے ماتن کی یہ تعریف قضیہ ملفوظہ (جس کو منہ سے بولا جائے) پر تو سچی آتی ہے قضیہ معقولہ (جس کو ذہن میں سوچا جائے) پر سچی نہیں آتی تعریف ایسی کرنی چاہیے تھی جو قضیہ کے تمام اقسام پر سچی آتی۔

جواب:۔ قول بمعنی مقول ہے اور مقول میں تعمیم ہے چاہے وہ معقولی ہو یا ملفوظی اگر مقول معقولی ہوگا تو قضیہ معقولہ ہوگا اور مقول ملفوظی ہوگا تو قضیہ ملفوظہ ہوگا۔

فائدہ:۔ تمام کائنات میں جو بھی کوئی قضیہ ہوگا اس میں تین چیزیں ضرور ہوں گی (۱) خارجی جہان میں اس کا وجود ہوگا اس قضیہ خارجیہ کہتے ہیں (۲) اس خارجی جہان میں موجود قضیہ کو الفاظ سے تعبیر کیا جائے گا وہ الفاظ جن سے اس کو تعبیر کیا جاتا ہے ان کو قضیہ ملفوظہ کہتے ہیں (۳) وہ مفہوم جو اس قضیہ کا ذہن میں موجود ہے اس کا نام قضیہ معقولہ ہے۔ مثلاً زید قائم یہ ایک قضیہ ہے اس میں ایک چیز تو یہ ہے کہ خارجی جہان میں زید کھڑا ہے اس کو قضیہ خارجیہ کہتے ہیں دوسرا اس میں ذہن الفاظ ہیں جن سے اس کو تعبیر کیا جاتا ہے ان کو قضیہ ملفوظہ کہتے ہیں تیسرا زید قائم کا مفہوم جو کہ ذہن میں موجود ہے اس کا نام قضیہ معقولہ ہے۔

قوله: يحتمل الصدق: الصدق هو المطابقة للواقع والكذب هو اللامطابقة له

المعنى لا يتوقف معرفته على معرفة الخبر والقضية فلا يلزم الدور

ترجمہ:۔ صدق وہ مطابق ہونا ہے واقع کے اور کذب وہ مطابق نہ ہونا ہے واقع کے۔ اور اس معنی کی معرفت خبر اور قضیہ معرفت پر موقوف نہیں ہے پس (یہاں) کوئی دور نہیں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

تشریح:- اعتراض کے سمجھنے سے قبل ایک لفظ منطقی استعمال کرتے ہیں اس کا معنی سمجھنا ضروری ہے وہ لفظ دور ہے۔

دور کی تعریف:- توقف الشیء علی نفسہ آسان لفظوں میں یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معرف کو معرف میں ذکر کرنا۔ معرف کا حصول تو معرف کے بعد ہوتا ہے لیکن جب معرف کا معرف میں ذکر کیا جائے گا تو شیء (معرف) اپنے حصول سے بھی پہلے حاصل ہو جائے گی اسی کا نام توقف الشیء علی نفسہ اور دور ہے۔

اعتراض:- آپ نے خبر اور قضیہ کی تعریف یہ کی ہے کہ جو صدق اور کذب کا احتمال رکھے اور صدق کا معنی یہ ہے کہ خبر واقعہ کے مطابق ہو معرف خبر کا لفظ ہے اور تعریف میں صدق کا معنی خبر کیا تو خبر جو معرف تھی اس کا ذکر معرف میں آ گیا اور یہ دور ہے اور یہ منطقیوں کے نزدیک باطل ہے۔

جواب (۱):- ہم صدق کا معنی یہ کرتے ہیں کہ وہ واقعہ کے مطابق ہو کیا چیز واقعہ کے مطابق ہو اس کا نام ہم نہیں لیتے اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ خبر واقعہ کے مطابق ہو تو دور والا اعتراض لازم آتا لیکن ہم تعریف میں خبر کا لفظ نہیں لاتے بلکہ یوں کہیں گے کہ صدق وہ ہے جو کہ واقعہ کے مطابق ہو خبر کے لفظ کو اس لئے نہیں لاتے کیونکہ حقیقت میں خبر واقعہ کے مطابق نہیں ہوتی بلکہ خبر میں جو حکم ہوتا ہے وہ واقعہ کے مطابق ہوتا ہے۔

جواب (۲):- خبر جو کہ معرف ہے وہ صفت متکلم کی ہے اور وہ بمعنی الاخبار ہے اور جو خبر کا لفظ تعریف میں ہے یہ صفت کلام کی ہے جو معرف ہے (یعنی اخبار متکلم) وہ معرف نہیں اور جو معرف ہے (خبر صفة الکلام) وہ معرف (اخبار متکلم) نہیں لہذاخذ المعرف فی المعرف یا دور کی خرابی لازم نہیں آتی۔

قوله: موضوعا: لانه وضع وعین لیحکم علیہ

ترجمہ:- اس لئے کہ وہ وضع کیا گیا ہے اور معین کیا گیا ہے تاکہ اس پر حکم لگایا جائے۔

مفسر شارح:- اس قول کی غرض قضیہ کے موضوع کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:- موضوع کا معنی ہے رکھا ہوا۔ موضوع کو بھی موضوع اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کو رکھا گیا ہے، متعین کیا گیا ہے اس بات کیلئے کہ اس پر کوئی حکم لگایا جائے۔

نوٹ:- موضوع کی وجہ تسمیہ میں یزیدی نے وضع (رکھنا) اور عین (متعین کرنا) کے دو لفظ بولے ہیں حالانکہ وجہ تسمیہ بیان

کرنے کیلئے صرف وضع کا لفظ بھی کافی تھا اس میں یزدی نے اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ وضع سے قضیہ ملفوظ کے موضوع کی وجہ تسمیہ بیان ہوتی ہے اور عین سے قضیہ معقولہ کے موضوع کی وجہ تسمیہ، کیونکہ قضیہ معقولہ میں تو لفظ کو رکھا نہیں جاتا بلکہ وہاں لفظ کو موضوع کیلئے متعین کیا جاتا ہے۔

قوله: محمولاً: لانه امر جعل محمولاً لموضوعه

ترجمہ:- اس لئے کہ وہ ایسا امر ہے جس کو محمول بنایا گیا ہے اس کے موضوع کیلئے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض محمول کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:- محمول کے معنی ہیں سچا کیا ہوا۔ محمول کو بھی محمول اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کو موضوع پر سچا کیا جاتا ہے۔

قوله: والبدال علی النسبة: ای اللفظة المذكورة فی القضية الملفوظة التي تدل علی

النسبة الحکمیة تسمى رابطة تسمية الدال باسم المدلول فان الرابطة حقيقة هو النسبة

الحکمیة وفي قوله والبدال علی النسبة إشارة الی ان الرابطة اداة لدالتها علی النسبة التي

هو معنی حرفی غیر مستقل واعلم ان الرابطة قد تذكّر فی القضية وقد تحذف فالقضية

علی الاول تسمى ثلاثیة وعلی الثانی ثنائیة

ترجمہ:- یعنی وہ لفظ جو قضیہ ملفوظ میں مذکور ہوتا ہے وہ جو نسبت حکمیہ پر دلالت کرتا ہے اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے مثل نام

رکھنے دال کے مدلول کے نام کے ساتھ۔ پس بلاشبہ رابطہ حقیقت میں وہی نسبت حکمیہ ہے اور اس کے قول والبدال علی

النسبة میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ رابطہ حرف ہے بوجہ دلالت کرنے اس کے ایسی نسبت پر جو کہ معنی حرفی غیر مستقل

ہے۔ اور جان لیجئے کہ رابطہ کبھی قضیہ میں ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی حذف کیا جاتا ہے پس قضیہ کا اول صورت میں ثلاثیہ اور دوسری

صورت میں ثنائیہ نام رکھا جاتا ہے۔

اغراض شارح:- اس قول کی چار غرضیں ہیں (۱) والبدال علی النسبة سے قضیہ کے ایک جزو رابطہ کی تعریف کی ہے

(۲) تسمى رابطة تسمية الدال الخ سے رابطہ کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے (۳) وفي قوله والبدال علی النسبة الخ سے

یہ بتا رہے ہیں کہ یہ رابطہ اداة (حرف) ہوگا (۴) واعلم ان الرابطة قد تذكّر الخ سے فرض یہ بتانا ہے کہ یہ رابطہ کبھی کبھی

ذوق بھی کر دیا جاتا ہے۔

ول غرض: قضیہ میں موانع اور محمول کے درمیان نسبت ہوا کرتی ہے اس نسبت پر جو لفظ دلالت کرتا ہے اس لفظ کو رابطہ کہتے ہیں

وسری غرض: رابطہ کی وجہ تسمیہ:۔ اصل میں رابطہ تو اس نسبت کا نام ہے جو کہ موضوع اور محمول کے درمیان ہے لفظ تو اس

نسبت پر دلالت کرتا ہے اور وہ نسبت مدلول ہوتی ہے لیکن یہاں جو مدلول کا نام تھا وہ دال کا نام رکھ دیا اس کو تسمیۃ الدال

باسم المدلول کہتے ہیں یہ بیجا مرسل کے چوبیس علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے۔

تیسری غرض:۔ یہ رابطہ ہمیشہ ادا ہوگا کیونکہ وہ نسبت جس پر یہ رابطہ دلالت کرتا ہے وہ غیر مستقل ہوتی ہے اور غیر مستقل چیز پر

جو لفظ دلالت کرتا ہے وہ بھی غیر مستقل ہوتا ہے لہذا رابطہ ہمیشہ ادا ہوگا۔

چوتھی غرض:۔ یہ رابطہ کبھی حذف کیا جاتا ہے اور کبھی ذکر کیا جاتا ہے جب اس رابطہ کو ذکر کیا جائے تو اس وقت قضیہ کے اجزاء

تین ہوتے ہیں (۱) موضوع (۲) محمول (۳) رابطہ اس وقت قضیہ کو ثلاثیہ کہتے ہیں۔ اور جب اس رابطہ کو حذف کیا جائے تو اس

وقت قضیہ کے اجزاء دو ہوتے ہیں اس وقت قضیہ کو قضیہ ثنائیہ کہتے ہیں۔

قوله: وقد استعیر لها هو: اعلم ان الرابطة تنقسم الى زمانية تدل على اقتران النسبة

الحکمیة باحد الازمنة الثلاثة و غیر زمانیة بخلاف ذلك و ذکر الفارابی ان الحکمة

الفلسفیة لما نقلت من اللغة اليونانیة الى العربیة وجد القوم ان الرابطة الزمانیة فی لغة العرب

هی افعال الناقصة ولكن لم یجدوا فی تلك اللغة رابطة غیر زمانیة تقوم مقام هست فی

الفارسیة واستن فی اليونانیة فاستعاروا للرابطة الغير الزمانیة لفظة هو وھی ونحوهما مع

كونهما فی الاصل اسماء لا ادوات فهذا ما اشار الیه المصنف بقوله وقد استعیر لها هو وقد

یذكر للرابطة الغير الزمانیة اسماء مشتقة من الافعال الناقصة نحو کائن و موجود فی قولنا

زید کائن قائما او امیرس موجود شاعرا

ترجمہ:۔ تو جان لے کہ رابطہ تقسیم ہوتا ہے زمانیہ کی طرف جو کہ نسبت حکمیہ کے تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن

ہونے پر دلالت کرتا ہے اور (تقسیم ہوتا ہے) غیر زمانیہ کی طرف جو زمانیہ کے برخلاف ہے۔

اور فارابی نے ذکر کیا ہے کہ حکمت فلسفہ جب یونانی زبان سے عربی زبان کی طرف نقل کی گئی تو قوم نے پایا کہ رابطہ زمانیہ عربی زبان میں وہ افعال ناقصہ ہیں لیکن انہوں نے اس عربی زبان میں رابطہ غیر زمانیہ کو نہ پایا جو فارسی زبان کے لفظ ہست اور یونانی زبان کے لفظ استن کے قائم مقام ہو تو انہوں نے رابطہ غیر زمانیہ کیلئے لفظ ہو اور ہی اور ان کی مثل کو مستعار لے لیا باوجودیکہ یہ دونوں اسماء ہیں نہ کہ ادوات (حروف) پس یہی وہ بات ہے جس کی طرف معتف نے اپنے قول وقد استعیر لہا ہو کے ساتھ اشارہ کیا ہے اور کبھی رابطہ غیر زمانیہ کے لئے وہ اسماء ذکر کئے جاتے ہیں جو افعال ناقصہ سے مشتق ہیں جیسے کائن اور موجود ہمارے قول زید کائن قائم اور امیرس موجود شاعر امیں۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض :- ابھی ماقبل میں آپ نے بیان کیا ہے کہ رابطہ ہمیشہ اداۃ ہوتا ہے زید ہو قائم یہ قضیہ ہے لیکن اس میں رابطہ ہو ہے اور یہ اداۃ نہیں بلکہ اسم ہے۔

جواب سے پہلے ایک فائدہ سمجھیں۔

فائدہ :- رابطہ کی دو قسمیں ہیں رابطہ زمانی اور رابطہ غیر زمانی۔

رابطہ زمانی :- جو رابطہ کے ساتھ ساتھ زمانہ پر بھی دلالت کرے جیسے زید کان قائم (زید کھڑا تھا) یہاں کان رابطہ بھی ہے اور زمانہ ماضی پر دلالت کرنے والا بھی ہے۔

رابطہ غیر زمانی :- اس کو کہتے ہیں جو کہ فقط رابطہ کا کام دے زمانہ پر دلالت نہ کرے جیسے زید ہو قائم اس میں ہو رابطہ ہے لیکن کسی زمانہ پر دلالت نہیں کرتا۔

جواب :- اصل میں یہ علوم (منطق و فلسفہ وغیرہ) لغت یونانی میں تھے جب ان علوم کو لغت یونانی سے لغت عربی کی طرف نقل کیا گیا تو اس وقت عربی میں رابطہ زمانی کیلئے تو افعال ناقصہ کو پایا گیا اور ان کو رابطہ زمانی بنا دیا لیکن رابطہ غیر زمانی کیلئے ان کو کوئی ایسا لفظ نہیں ملا جو کہ لغت یونانی کے رابطہ غیر زمانی استن (بمعنی ہے) اور فارسی کے رابطہ غیر زمانی ہست کا عربی میں قائم مقام ہو اس لئے انہوں نے مجبور ہو کر ہو اور ہی یعنی اسماء ضار کو رابطہ غیر زمانی کیلئے عاریۃ لے لیا یہ ٹھیک ہے کہ ہو اور ہی یہ اسماء ہیں لیکن منطقیوں نے مجبور ہو کر ان کو رابطہ غیر زمانیہ کیلئے لیا ہے۔ افعال ناقصہ کے اسماء مشتقہ کو بھی کبھی کبھی رابطہ غیر زمانیہ کے لئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے زید کائن قائم، امیرس موجود شاعر کہا جاتا ہے لیکن مستقل طور پر رابطہ غیر زمانیہ کیلئے ہو

اور ہی کے علاوہ کوئی اور لفظ نہیں ہے۔

قولہ: والاشروطیة: ای وان لم یکن الحکم بثبوت شیء لشیء او نفیہ عنہ فالقضية شرطیة سواء کان الحکم فیہا بثبوت نسبة علی تقدیر نسبة اخری او نفی ذلك الثبوت او بالمنافاة بین النسبتین او سلب تلك المنافاة فالاولی شرطیة متصلہ والثانیة شرطیة منفصلہ واعلم ان حصر القضية فی الحملیة والشرطیة علی ما قرره المصنّف عقلي دائر بین النفی والاثبات واما حصر الشرطیة فی المتصلہ والمنفصلہ فاستقرائی

ترجمہ:- یعنی اگر قضیہ میں ثبوت شیء لشیء یا نفی شیء عن اشیء کیساتھ حکم نہ ہو تو وہ قضیہ شرطیہ ہے برابر ہے کہ قضیہ میں حکم ایک نسبت کے ثبوت کے ساتھ ہو دوسری نسبت کی تقدیر پر یا ایسے ثبوت کی نفی کے ساتھ ہو یا حکم دو نسبتوں کے درمیان منافات کے ساتھ ہو یا ایسی منافات کے سلب کے ساتھ ہو پس پہلا قضیہ شرطیہ متصلہ اور دوسرا شرطیہ منفصلہ ہے اور جان لے کہ قضیہ کا حصر کرنا حملیہ اور شرطیہ میں مصنف کی تقریر پر حصر عقلی ہے جو نفی اور اثبات کے درمیان دائر ہوتا ہے اور بہر حال شرطیہ کا حصر متصلہ اور منفصلہ میں پس وہ استقرائی ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض یہ بتانا ہے کہ یہ الاستثنائیہ نہیں بلکہ یہ الامرکہ ہے نیز قضیہ شرطیہ کی تعریف اور اس کی اقسام کو ذکر کرنا ہے۔

تشریح:- متن کی عبارت میں الاستثنائیہ نہیں بلکہ یہ الامرکہ ہے اصل عبارت یہ ہے کہ اگر ثبوت ایک شیء کا دوسری شیء کیلئے نہ ہو بلکہ ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کی تقدیر پر موقوف ہو یا ایک نسبت کی نفی دوسری نسبت کی تقدیر پر موقوف ہو تو اس کے شرطیہ متصلہ کہتے ہیں اگر ثبوت موقوف ہو تو قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ اور اگر نفی موقوف ہو تو سالبہ اور اگر دو نسبتوں کے درمیان منافات کو ثابت کیا جائے تو شرطیہ منفصلہ موجبہ اور اگر منافات کی نفی کی جائے تو منفصلہ سالبہ ہے۔

فائدہ:- قضیہ کا دو قسموں میں حصر کرنا کہ قضیہ یا حملیہ ہو گا یا شرطیہ یہ حصر عقلی ہے حصر عقلی اس کو کہتے ہیں کہ ان مذکورہ احتمالات کے علاوہ اور کوئی احتمال نہیں نکل سکتا اور قضیہ شرطیہ کی اقسام (متصلہ و منفصلہ) کا حصر استقرائی ہے عقلی نہیں استقرائی کا معنی یہ ہے کہ یہ حصر نتیجہ اور تلاش کر کے منطقیوں نے نکالا ہے ہو سکتا ہے کہ کوئی اور قسم بھی نکل آئے کہ جس میں نہ اتصال حکم ہو اور نہ انفصال حکم ہو۔

قوله: مقدما: لتقدمه فی الذکر ترجمہ:- اس کے ذکر میں مقدم ہونے کی وجہ سے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ کی پہلی جزو مقدم کی وجہ تسمیہ بتانا ہے۔

تشریح:- قضیہ شرطیہ کے جزو اول کو مقدم کہتے ہیں اس لئے کہ یہ ذکر میں پہلے ہوتا ہے۔ یہ قضیہ شرطیہ ملحوظہ کے پہلے جزو کی وجہ تسمیہ ہے ایسے ہی قضیہ معقولہ میں الفاظ میں تو وہ نہیں لیکن تصور میں پہلے جزو کو مقدم کیا جائے گا ایسے ہی قضیہ معقولہ کے دوسرے جزو (ثالی) کو تصور میں مؤخر کیا جائے گا۔

قوله: تالیا: لتلوہ عن الجزء الاول ترجمہ:- اس کے جزو اول سے پیچھے آنے کی وجہ سے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ کے دوسرے جزو ثالی کی وجہ تسمیہ بتانا ہے۔

تشریح:- تالیہ شرطیہ کے دوسرے جزو کو تالی کہتے ہیں کیونکہ یہ تلو سے نکلا ہے اس کے معنی پیچھے ہونے کے آتے ہیں اور تالی کو بھی تالی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی ذلر میں پیچھے ہوتا ہے۔

متن: والموضوع ان كان شخصا معينا سميت القضية شخصية ومخصوصة وان كان نفس الحقيقة فطبيعية والا فان بين كمية افرادہ کلا او بعضا فمحصورة كلية او جزئية وما به البيان سور والا فمهملة وتلازم الجزئية

ترجمہ متن:- اور موضوع اگر شخص معین ہو تو قضیہ کا شخصی اور مخصوصہ نام رکھا جاتا ہے اور اگر نفس حقیقت ہو پس طبیعی ہے ورنہ پس اگر اس کے افراد کی کیت کو کلا یا بعضا بیان کیا جائے تو محصورہ کلیہ یا جزئیہ ہے اور وہ چیز جس کے ساتھ اس کا بیان ہو وہ سور ہے ورنہ پس مہملہ ہے اور مہملہ جزئیہ کے ساتھ متلازم ہے۔

مختصر تشریح متن:- اس کی تشریح شرح میں آ جائیگی۔

☆☆

قوله: . والموضوع: هذا تقسيم للقضية الحملية باعتبار الموضوع ولذا لوحظ في تسمية الاقسام حال الموضوع فيسمى ما موضوعه شخص شخصية وعلى هذا القياس ومحصل التقسيم ان الموضوع اما جزئي حقيقي كقولنا هذا انسان او كلي وعلى الثاني فاما ان يكون الحكم على نفس حقيقة هذا الكلي وطبيعته من حيث هي او على افراده وعلى الثاني فاما ان يبين كمية افراد المحكوم عليه بان يبين ان الحكم على كلها او على بعضها او لا يبين ذلك بل يهمل فالاول شخصية والثاني طبيعية والثالث محصورة والرابع مہملة ثم المحصورة ان بين فيها ان الحكم على كل افراد الموضوع فكلية وان بين ان الحكم على بعض افراده فجزئية و كل منهما اما موجبة او سالبة ولا بد في كل من تلك المحصورات الاربع من امر يبين كمية افراد الموضوع يسمى ذلك الامر بالسور اخذ من سور البلد اذ كما ان سور البلد محيط به كذلك هذا الامر محيط بما حكم عليه من افراد الموضوع فسور الموجبة الكلية هو كل ولام الاستفراق وما يفيد معناه من اي لغة كانت وسور الموجبة الجزئية بعض وواحد وما يفيد معناه وسور السالبة الكلية لا شئ ولا واحد ونظائرهما وسور السالبة الجزئية هو ليس بعض وبعض ليس و ما يرادفها

ترجمہ:- یہ قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے تقسیم ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کے اقسام کے نام رکھنے میں موضوع کے حال کا لحاظ کیا گیا ہے پس اس قضیہ کا جس کا موضوع شخص ہو شخصہ نام رکھا جاتا ہے اور باقی کو اسی پر قیاس کر لو۔ اور تقسیم کا حاصل یہ ہے۔ موضوع یا تو جزئی حقیقی ہو گا جیسے ہمارا قول ہذا انسان یا کلی ہو گا پس یا تو حکم اس کلی کی نفس حقیقت اور طبیعت من حیث ہی می پر ہو گا یا اس کے افراد پر ہو گا اور دوسری صورت پر پس یا تو بیان کیا جائے گا محکوم علیہ کے افراد کی مقدار کو بایں طور کہ بیان کیا جائے گا کہ حکم کل افراد پر ہے یا بعض پر یا بیان نہیں کیا جائے گا بلکہ مہمل چھوڑ دیا جائے گا پس پہلا قضیہ شخصہ ہے اور دوسرا طبیعی ہے اور تیسرا محصورہ ہے اور چوتھا مہملہ ہے۔

پھر محصورہ اگر اس میں بیان کیا جائے کہ حکم موضوع کے کل افراد پر ہے تو وہ کلیہ ہے اور اگر بیان کیا جائے کہ حکم بعض

افراد پر ہے تو وہ جزئیہ ہے اور ہر ایک ان میں سے موجب ہوگا یا سالبہ۔ اور ضروری ہے ان چار محصورات میں سے ہر ایک میں ایک ایسا امر جو موضوع کے افراد کی مقدار کو بیان کرے اس امر کا نام سور رکھا جاتا ہے اور وہ لیا گیا ہے سور البلد سے اس لئے کہ جیسے شہر کی دیوار احاطہ کرنے والی ہوتی ہے شہر کو اسی طرح یہ امر احاطہ کرنے والا ہوتا ہے موضوع کے ان افراد کو جن پر حکم لگایا گیا ہے پس موجب کلیہ کا سور لفظ کسل اور لام استغراق ہے اور وہ جو ان کے معنی کا فائدہ دیتا ہو جس زبان سے بھی ہو اور موجب جزئیہ کا سور لفظ بعض اور واحد ہے اور جو ان کے معنی کا فائدہ دیتا ہو اور سالبہ کلیہ کا سور لا ہنی اور لا واحد ہے اور جو لفظ ان کی مثل ہو اور سالبہ جزئیہ کا سور لیس بعض اور لیس کسل ہیں اور وہ لفظ جو ان کے ہم معنی ہو۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- اس قول میں قضیہ کی باعتبار موضوع کے اقسام بیان کی گئی ہیں قضیہ کے ان اقسام کے نام اور معنی میں قضیہ کے موضوع کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً قضیہ کا موضوع اگر جزئی اور شخص معین ہو تو اس کو قضیہ شخصہ اور اگر نفس طبیعت ہو تو اس کو طبیعیہ کہتے ہیں وغیرہ

باعتبار موضوع کے قضیہ کی پانچ قسمیں ہیں (۱) قضیہ (۲) طبیعیہ (۳) محصورہ کلیہ (۴) محصورہ جزئیہ (۵) مہمل

وجہ حصر:- جو بھی قضیہ ہوگا اس کا موضوع کلی ہوگا یا جزئی اگر موضوع جزئی ہے تو اس کو قضیہ شخصہ کہیں گے اور اگر موضوع کلی ہے تو پھر دیکھیں گے کہ حکم کلی کی طبیعت پر ہے یا افراد پر اگر حکم کلی کی طبیعت پر ہو اس کو قضیہ طبیعیہ کہیں گے جیسے انسان نوع (اس میں نوع والا حکم انسان کی طبیعت پر ہے افراد انسانی نہیں) اور اگر حکم افراد پر ہوگا تو پھر دیکھیں گے کہ افراد کی تعداد بیان کی گئی ہے یا نہیں اگر افراد کی چندگی نہیں بیان کی گئی تو اس کو قضیہ مہمل کہیں گے جیسے انسان حیوان اور اگر افراد کی چندگی بیان کی گئی ہو تو اس کو قضیہ محصورہ کہیں گے پھر محصورہ میں اگر حکم موضوع کے تمام افراد پر ہوگا تو اس کو محصورہ کلیہ کہیں گے جیسے کسل انسان حیوان اور اگر حکم بعض افراد موضوع پر ہوگا تو اس کو محصورہ جزئیہ کہیں گے جیسے بعض انسان حیوان ان پانچ قسموں میں سے ہر ایک موجب ہوگا یا سالبہ ہوگا اس طرح یہ کل قسمیں موضوع کے اعتبار سے دس بن جائیں گی پانچ موجبات کی اور پانچ سوالب کی۔

ولا بد فی کل من تلک المحصورات الخ:- اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قضیہ محصورہ میں جو افراد کی تعداد بیان کی جائے گی ان افراد کی تعداد بیان کرنے کے لئے ضرور کوئی نہ کوئی لفظ ہوگا وہ لفظ جو افراد کی تعداد بیان کرے اس کو

سور کہیں گے۔ سوزیہ سور البلد ہے مشتق ہے سور البلدہ شہر کی اس دیوار کو کہتے ہیں جو پرانے زمانے میں شہر کے گرد حفاظت کیلئے بنائی جاتی تھی اور وہ دیوار تمام شہر کو گھیر لیتی تھی اسی طرح قضیہ کا جو سور ہوتا ہے یہ بھی اس حکم کو گھیر لیتا ہے جو حکم کہ موضوع کے افراد پر لگایا گیا ہے۔

محصورات اربعہ کے سور:- (۱) موجب کلیہ کا سور کل اور لام استغراق کا ہے اور جو لفظ بھی ان سوروں کا ہم معنی ہو خواہ کسی بھی زبان کا لفظ ہو جیسے اردو زبان میں موجب کلیہ کا سور لفظ ہر ہے (۲) سالبہ کلیہ کا سور لاشی اور لا واحد ہیں اور نکرہ تحت النھی یہ بھی سالبہ کلیہ کا سور ہے (۳) موجب جزئیہ کا سور بعض اور واحد کا لفظ ہے اور نکرہ جو اثبات میں واقع ہو۔ (۴) سالبہ جزئیہ کا سور بعض لیس، لیس بعض اور لیس کل ہے۔

قوله: وتلازم الجزئیة: اعلم ان القضايا المعترية فی العلوم هی المحصورات الاربع لا غیر وذلك لان المهملة والجزئیة متلازمان اذ كلما صدق الحكم علی افراد الموضوع فی الجملة صدق علی بعض افرادہ وبالعکس فالمهملة مندرجہ تحت الجزئیة والشخصیة لا یبحث عنها بخصوصها لانه لا کمال فی معرفة الجزئیات لتغیرها وعدم ثباتها بل انما یبحث عنها فی ضمن المحصورات التي یحکم فیها علی الاشخاص اجمالا والطبیعیة لا یبحث عنها فی العلوم اصلا فان الطباع کلیة من حیث نفس مفہومها کما هو موضوع الطبیعیة لا من حیث تحققها فی ضمن الاشخاص غیر موجودہ فی الخارج فلا کمال فی معرفة احوالها فانحصر القضايا المعترية فی المحصورات الاربع

ترجمہ:- جان لے کہ علوم میں معتبر قضیے یہی محصورات اربعہ ہیں نہ کہ ان کے علاوہ اور یہ اس لئے کہ مہملہ اور جزئیہ ایک دوسرے کو لازم ہیں اس لئے کہ جب بھی حکم فی الجملہ موضوع کے افراد پر سچا آئے گا تو اس کے بعض افراد پر سچا آئے گا اور ایسے ہی برعکس ہے پس مہملہ جزئیہ کے ماتحت داخل ہے اور شخصیہ سے نہیں بحث کی جاتی خصوصیت کے ساتھ کیونکہ بلاشبہ جزئیات کی معرفت میں کوئی کمال نہیں ان (جزئیات) کے تبدیل ہونے اور ثابت نہ رہنے کی وجہ سے بلکہ سوا اس کے نہیں کہ شخصیہ سے بحث کی جاتی ہے ان محصورات کے ضمن میں کہ جن میں اشخاص پر اجمالا حکم لگایا جاتا ہے اور قضیہ طبعیہ سے علوم میں بالکل بحث نہیں کی جاتی پس بلاشبہ طابع کلیہ اپنے نفس مفہوم کی حیثیت سے ایسے ہیں جیسے وہ قضیہ طبعیہ کا موضوع ہیں بغیر اپنے تحقق کی

حیثیت کے اشخاص کے ضمن میں خارج میں موجود نہیں پس نہیں ہے کوئی کمال ان کے احوال کی معرفت میں پس منحصر ہو گئے معتبر قضیے محصورات اربعہ میں۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض اس سوال کا جواب دینا ہے کہ مناطقہ صرف محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ) سے ہی کیوں بحث کرتے ہیں باقی چھ اقسام قضایا سے کیوں بحث نہیں کرتے؟

تشریح :- محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ) سے مناطقہ اپنی کتابوں میں بحث کرتے ہیں ان کے علاوہ قضیہ موجبہ اور قضیہ سالبہ، طبعیہ موجبہ اور سالبہ، مہملہ موجبہ اور سالبہ ان چھ سے بحث نہیں کرتے یزدی نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ قضیہ مہملہ سے تو منطقی اس لئے بحث نہیں کرتے کیونکہ یہ جزئیہ محصورہ میں داخل ہے وہ اس طرح کہ جزئیہ محصورہ اور مہملہ ایک دوسرے کو لازم ہیں جہاں مہملہ ہوگا وہاں جزئیہ محصورہ ضرور ہوگا اور جہاں جزئیہ محصورہ ہوگا وہاں مہملہ ہوگا، مہملہ میں حکم افراد پر ہوتا ہے افراد کی چندگی بیان کرنا ضروری نہیں اور جزئیہ میں بھی حکم بعض افراد پر ہوتا ہے جب حکم فی الجملہ افراد پر ہوگا تو مہملہ ہوگا اور وہاں جزئیہ بھی ہوگا کیونکہ بعض پر بھی تو وہاں حکم لگ رہا ہے اور جہاں حکم بعض افراد پر ہوگا تو وہاں جزئیہ ہوگا اور مہملہ بھی ہوگا کیونکہ جب بعض افراد پر حکم لگ رہا ہے تو فی الجملہ افراد پر بھی تو لگ رہا ہے اس لئے مہملہ بھی پایا گیا چونکہ قضیہ مہملہ جزئیہ کو لازم تھا اس لئے اس کو جزئیہ کے نیچے داخل کیا اور اس کو اس لئے ذکر نہیں کیا اور قضیہ شخصیہ کو اس لئے ذکر نہیں کرتے کیونکہ اس میں حکم جزئی پر ہوتا ہے اور جزئی میں تغیر و تبدل آتا رہتا ہے اس لئے منطقی جزئیات سے بحث نہیں کرتے بلکہ کلیات سے بحث کرتے ہیں۔ نیز قضیہ شخصیہ سے مستقل علیحدہ بحث نہیں کرتے کیونکہ کلیہ کے ضمن میں اس سے طبعاً بحث ہو جاتی ہے کیونکہ حکم تو کلیہ میں اشخاص پر ہی ہوتا ہے۔ طبعیہ سے اس لئے بحث نہیں کرتے کیونکہ اس میں حکم تو کلی کی طبیعت پر ہوتا ہے منطقی تو خارجی جہان میں موجود چیزوں سے بحث کرتے ہیں اگرچہ کلی طبعی کا وجود ایک قول کے مطابق خارجی ہے لیکن وہ بھی علیحدہ نہیں بلکہ افراد کے ضمن میں ہے۔

متن : ولا بد فی الموجبة من وجود الموضوع اما محققا فهي

الخارجية او مقدرا فالحقيقية او ذهنا فالذهنية

ترجمہ متن :- اور موجبہ میں وجود موضوع ضروری ہے یا محققاً پس وہ خارجیہ ہے یا مقدراً پس حقیقیہ ہے یا ذہنیہ پس وہ ذہنیہ ہے

قوله: ولا بد فی الموجبة: ای فی صدقها من وجود الموضوع وذلك لان الحكم

فی الموجبة ثبوت شیء لشیء وثبوت شیء لشیء فرع ثبوت المثبت له اعنی الموضوع فانما

یصدق هذا الحكم اذا كان الموضوع محققا موجودا اما فی الخارج ان كان الحكم بثبوت

المحمول له هناك او فی الذهن كذلك ثم القضايا الحملية المعبرة باعتبار وجود

موضوعها لها ثلاثة اقسام لان الحكم فيها اما علی الموضوع الموجود فی الخارج محققا

نحو كل انسان حیوان بمعنی كل انسان موجود فی الخارج حیوان فی الخارج واما علی

الموضوع الموجود فی الخارج مقدرا نحو كل انسان حیوان بمعنی ان كل ما لو وجد فی

الخارج وكان انسانا فهو علی تقدیر وجوده حیوان وهذا الموجود المقدر انما اعتبره فی

الافراد الممكنة لا الممتعة كافراد اللاشیء وشريك الباری واما علی الموضوع الموجود

فی الذهن كقولك شريك الباری ممتنع بمعنی ان كل ما لو وجد فی العقل ويفرضه العقل

شريك الباری فهو موصوف فی الذهن بالامتناع وهذا انما اعتبره فی الموضوعات التي

لیست لها افراد ممكنة التحقق فی الخارج

ترجمہ :- یعنی قضیہ موجبہ کے سچے آنے میں موضوع کا وجود ضروری ہے اور یہ بات اس لئے ہے کہ قضیہ موجبہ میں حکم ایک شیء کا

دوسری شیء کیلئے ثبوت ہوتا ہے اور ثبوت شیء لشیء فرع ہے ثبوت مثبت لہ (یعنی جس کیلئے ثابت کیا جائے) کی مراد لیتا ہوا۔ میں

موضوع کو۔ پس سو اس کے نہیں کہ یہ حکم اس وقت سچا آئے گا جب کہ موضوع خارج میں محقق و موجود ہو اور حکم اس میں

کے ثبوت کے ساتھ ہو وہاں (خارج میں) یا موضوع ذہن میں ہو اسی طرح۔

پھر وہ تضایا حملیہ جو معتبر ہیں اپنے وجود موضوع کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں کیونکہ حکم ان میں یا تو ایسے موضوع پر ہوگا جو خارج میں حقیقتہً موجود ہے جیسے کسل انسان حیوان اس معنی کے ساتھ کہ ہر انسان جو خارج میں موجود ہے وہ خارج میں حیوان ہے اور یا حکم ایسے موضوع پر ہوگا جو خارج میں تقدیراً موجود ہے جیسے کسل انسان حیوان اس معنی کے ساتھ کہ ہر وہ چیز کہ اگر خارج میں پائی جاتی تو وہ انسان ہوتی پس وہ خارج میں موجود ہونے کی تقدیر پر حیوان ہے اور اس وجود مقدر کا اعتبار ان مناطقہ نے صرف افراد ممکنہ ہی میں کیا ہے نہ کہ افراد ممکنہ میں مثل لاشیٰ اور شریک باری تعالیٰ کے افراد کے۔ اور یا حکم ایسے موضوع پر ہوگا جو ذہن میں موجود ہے جیسے تیرا قول شریک الباری تعالیٰ ممتنع اس معنی کے ساتھ کہ ہر وہ شیء کہ اگر عقل میں پائی جائے اور عقل اس کو شریک باری تعالیٰ فرض کر لے پس وہ موصوف ہے ذہن میں صفت امتناع کے ساتھ اور سو اس کے نہیں کہ اس کا اعتبار کیا ہے انہوں نے ان موضوعات میں جن کے ایسے افراد نہیں ہیں جن کا خارج میں پایا جانا ممکن ہو۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تو صیح متن ہے۔ متن میں علامہ تفتازانی نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے شارح اس کی وضاحت کر رہے ہیں۔

تشریح:۔ متن میں علامہ تفتازانی نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ دنیا میں جو بھی قضیہ موجب ہوگا اس میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ قضیہ موجب میں محمول کو موضوع کیلئے ثابت کیا جاتا ہے اور کسی شیء کا ثابت کرنا یہ فرع ہوتا ہے مثبت لہ (جس کیلئے ثابت کیا جائے) کے وجود کی یعنی پہلے مثبت لہ موجود ہوتا ہے پھر اس کیلئے کسی چیز کو ثابت کیا جاتا ہے یہاں بھی موضوع مثبت لہ ہے اور محمول کو اس کیلئے ثابت کیا جاتا ہے اس لئے موضوع (مثبت لہ) کا موجود ہونا پہلے ضروری ہے۔ پھر موضوع کے موجود ہونے کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) موضوع خارجی جہاں میں موجود ہو حقیقتہً اور اس کیلئے محمول کو ثابت کیا گیا ہو جیسے کسل انسان حیوان یہاں انسان کے افراد زید، عمرو، بکر خارج میں حقیقتہً موجود ہیں اور ان کیلئے حیوانیت کو ثابت کیا گیا ہے۔ جب موضوع خارج میں حقیقتہً موجود ہو تو اس کو قضیہ خارجیہ کہتے ہیں۔

(۲) دوسری صورت موضوع کے موجود ہونے کی یہ ہے کہ حقیقتہً تو موضوع خارج میں موجود نہ ہو لیکن خارج میں موضوع کے وجود کو فرض کیا گیا ہو جیسے کسل عنقاء طائر یہاں موضوع عنقاء حقیقتہً خارج میں موجود نہیں لیکن اس کے وجود کو خارج میں فرض کیا گیا ہے کہ اگر کوئی فرد عنقاء کا اس خارجی جہاں میں پایا گیا اور وہ عنقاء ہو تو وہ طائر ہوگا اس کی دوسری مثال جو ماتن نے دی ہے وہ کسل انسان حیوان ہے کہ یہاں حیوانیت کو انسان کے ان افراد کیلئے بھی ثابت کیا گیا ہے جو ابھی خارج میں موجود نہیں

بلکہ بعد میں پیدا ہونے والے ہیں ان مفروض الوجود (جنکا وجود فرض کیا گیا ہے) افراد کیلئے حیوانیت کو ثابت کیا گیا ہے۔ جب موضوع کو خارج میں فرض کیا گیا ہو تو اس کو قضیہ حقیقیہ کہتے ہیں۔

(۳) تیسری صورت موضوع کے موجود ہونے کی یہ ہے کہ موضوع حقیقہ خارج میں نہ ہو اور نہ تقدیراً خارج میں ہو بلکہ ذہن میں فرض کیا گیا ہو جیسے شریک الباری کا کوئی فرد نہ حقیقہ خارج میں موجود ہے اور نہ تقدیراً بلکہ ذہن میں اس کو فرض کیا گیا ہے کہ اگر بالفرض عقل میں شریک الباری ہو تو امتناع والا حکم اس کیلئے ثابت ہوگا خارج میں یہ نہ حقیقہ موجود ہے اور نہ تقدیراً۔ یہ تقسیم تینوں قسموں کی طرف قضیہ کی باعتبار وجود موضوع کے ہے۔

فائدہ:- کیونکہ خارج اخص مطلق ہے اور ذہن اعم مطلق ہے اس قول کے تحت جو چیز بھی خارج میں ہوگی وہ ذہن میں ہوگی اور جو ذہن میں ہو ضروری نہیں کہ وہ خارج میں بھی ہو جیسے شریک الباری کو ذہن میں فرض کر لو لیکن یہ خارج میں تو نہیں۔

متن: وقد يجعل حرف السلب جزء من جزء فیسمی معدولة

والا فمحصلة

ترجمہ متن:- اور کبھی حرف سلب کو اس کی دو جزوؤں میں سے کسی ایک کا جزو بنا دیا جاتا ہے پس اس کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے ورنہ پس وہ محصلہ ہے۔

مختصر تشریح متن:- اس عبارت سے علامہ تفتازانی "قضیہ کی ایک دوسری تقسیم باعتبار حرف سلب کے ذکر کر رہے ہیں۔ حرف سلب لا اور لیس اور ہر وہ حرف ہے جسکے معنی میں حرف نفی موجود ہو جیسے لم اور لن وغیرہ۔ مزید تشریح شرح میں ملاحظہ کریں۔

☆☆

قوله: حرف السلب: كلا و ليس وغيرهما مما يشار كهما في معنى السلب

ترجمہ:- حرف سلب جیسے لا اور لیس اور ان دونوں کے علاوہ جو ان کے ساتھ معنی سلب میں شریک ہوں۔

قوله من جزء: اي من الموضوع فقط او من المحمول فقط او من كليهما فالقضية على الاول

تسمى معدولة الموضوع وعلى الثاني معدولة المحمول وعلى الثالث معدولة الطرفين

ترجمہ:- یعنی صرف موضوع کا جزو یا صرف محمول کا جزو یا دونوں کا جزو پس قضیہ اول صورت پر نام رکھا جاتا ہے معدولہ

الموضوع اور دوسری صورت پر نام رکھا جاتا ہے معدولہ المحمول اور تیسری صورت پر معدولہ الطرفين۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں قضیہ کی باعتبار حرف سلب کے تین قسمیں بیان کی ہیں۔

قضیہ کی دو جزئیں ہوتی ہیں موضوع اور محمول۔ کبھی حرف سلب کو موضوع یا محمول یا دونوں کا جزو بنا دیتے ہیں۔ جس قضیہ میں حرف سلب جزو بنا ہوتا ہے اس کو قضیہ معدولہ کہتے ہیں وجہ تسمیہ دوسرے قولہ میں آرہی ہے۔ پھر اگر موضوع کا جزو بنائیں جیسے اللاحی جماد اس کو قضیہ معدولۃ الموضوع کہتے ہیں اور اگر حرف سلب کو محمول کا جزو بنائیں جیسے الاحی لاجماد اس کو قضیہ معدولۃ المحمول کہتے ہیں اور اگر حرف سلب کو موضوع اور محمول دونوں کی جزو بنائیں جیسے اللاحی لاجماد اس کو قضیہ معدولۃ الطرفين کہتے ہیں۔

ضابطہ:۔ قضیہ میں ایک حرف سلب ہو یا دو ہوں اگر وہ موضوع یا محمول کا جزو بنے ہوئے ہوں تو وہ قضیہ موجبہ ہوتا ہے جب حرف سلب موضوع یا محمول کا جزو بن جاتا ہے تو اس وقت اس کا نفی والا معنی ختم ہو جاتا ہے۔

قولہ معدولۃ: لان حرف السلب موضوع لسلب النسبة فاذا استعمل لا فی هذا المعنی کان معدولا عن معناه الاصلی فسمیت القضية التي هذا الحرف جزء من جزئها معدولة تسمية للكل باسم الجزء والقضية التي لا يكون حرف السلب جزء من طرفيها تسمى محصلة

ترجمہ:۔ اس لئے کہ حرف سلب وضع کیا گیا ہے نسبت کی نفی کیلئے پس جب اس معنی کے علاوہ میں استعمال ہوگا تو معدول ہوگا اپنے معنی اصلی سے پس نام رکھا جائے گا اس قضیہ کا کہ یہ حرف اس کے ایک جزو کا جزو ہے معدولہ مثل نام رکھنے کل کے جزو کے نام کے ساتھ۔ اور وہ قضیہ جس میں حرف سلب اس کی دو طرفوں میں سے کسی کی جزو نہ ہو اس (قضیہ) کا نام محصلہ رکھا جاتا ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض قضیہ معدولہ کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:۔ حرف سلب کی اصل وضع تو اس لئے کی گئی ہے تاکہ یہ محمول کی موضوع سے نفی کرے جب یہ معنی حرف سلب کا اس کے جزو بننے کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے تو اس وقت اس حرف سلب کو معدول کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اپنے معنی سے پھر جاتا ہے اصل میں معدول اسی حرف سلب کو کہتے ہیں جو کہ قضیہ کی جزو ہوتا ہے پھر مجاز اس قضیہ کو کہ جس میں حرف سلب جزو بنا ہوا ہوتا ہے معدولہ کہہ دیتے ہیں یہ مجاز مرسل کے علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے اس کو تسمیۃ الكل باسم الجزء کہتے ہیں اگر قضیہ میں حرف سلب نہ ہو

یعنی زید قائم یا ہو تو سہمی لیکن جزو نہ بنا ہو تو اس قضیہ کو محصلہ کہتے ہیں چاہے وہ موجب ہو یا سالبہ۔

بعض حضرات نے فرق کیا ہے کہ اگر موجب ہو تو اس کو محصلہ اور اگر سالبہ ہو تو اس کو بسیط کہتے ہیں اس لئے کہ بسیط کے

معنی مفرد کے ہیں اور اس میں بھی حرف سلب ایک ہی ہوتا ہے۔

متن: وقد یصرح بکیفیة النسبة فموجہة وما بہ البیان جہة والا

فمطلقة فان كان الحكم فیہا بضرورة النسبة ما دام ذات الموضوع

موجودة فضرورية مطلقة او مادام وصفہ فمشرؤطة عامة او فی وقت

معین فوقتیة مطلقة او غیر معین فمنتشرة مطلقة او بدوامها مادام

الذات فدائمة مطلقة او مادام الوصف فعرفیة عامة او بفعاليتها فمطلقة

عامة او بعدم ضرورة خلافها فممکنة عامة فهذه بسانط

ترجمہ متن :- اور کبھی نسبت کی کیفیت کی تصریح کر دی جاتی ہے پس اس کا نام موجبہ ہے اور وہ چیز جس کے ساتھ کیفیت کو بیان

کیا جائے وہ جہت ہے ورنہ پس مطلقہ ہے پس اگر حکم اس میں نسبت کے ضروری ہونے کا ہوا ذات موضوع کی موجودگی تک تو وہ

ضروریہ مطلقہ ہے یا وصف موضوع کی موجودگی تک تو وہ مشروطہ عامہ ہے یا وقت معین میں تو وہ وقتیہ مطلقہ ہے یا وقت غیر معین

میں تو وہ منتشرہ مطلقہ ہے یا قضیہ میں حکم دوام نسبت کا ہوا ذات کے دوام تک تو وہ دائمہ مطلقہ ہے یا دوام وصف تک تو وہ عرفیہ عامہ

ہے یا اس قضیہ میں حکم فعلیت نسبت کا ہو تو وہ مطلقہ عامہ ہے یا جانب مخالف کے ضروری نہ ہونے کا حکم ہو تو وہ ممکنہ عامہ ہے پس

یہ بسانط ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ: بکیفیة النسبة: نسبة المحمول الى الموضوع سواء كانت ايجابية او سلبية

تكون لامحالة مكيفة في نفس الامر والواقع بکیفیة مثل الضرورة او الدوام او الامكان او

الامتناع وغير ذلك فتلك الكيفية الواقعة في نفس الامر تسمى مادة القضية ثم قد یصرح

في القضية بان تلك النسبة مكيفة في نفس الامر بکیفیة كذا فالقضية حينئذ تسمى

موجہ و قد لا یصرح بذلك فتسمى القضية مطلقة واللفظ الدال علیہا فی القضية المملووظة
والصورة العقلية الدالة علیہا فی القضية المعقولة تسمى جهة القضية فان طابقت الجهة
المادة صدقت القضية كقولنا الانسان حيوان بالضرورة والا كذبت كقولنا كل انسان
حجر بالضرورة

ترجمہ:- یعنی (نسبت سے مراد) محمول کی نسبت موضوع کی طرف برابر ہے کہ وہ نسبت ایجابی ہو یا سلبی یقیناً وہ مکلف ہوگی
واقع اور نفس الامر میں کسی کیفیت کے ساتھ جیسے کیفیت ضرورت یا کیفیت دوام یا کیفیت امکان یا کیفیت امتناع یا انکے علاوہ ہر
یہی کیفیت جو نفس الامر میں واقع ہے اس کا نام مادہ قضیہ رکھا جاتا ہے پھر قضیہ میں کبھی اس بات کی تصریح کر دی جاتی ہے کہ وہ
نسبت نفس الامر میں فلاں کیفیت کے ساتھ مکلف ہے پس قضیہ کا اس وقت موجبہ نام رکھا جاتا ہے اور کبھی اس بات کی تصریح
نہیں کی جاتی تو قضیہ کا نام مطلقہ رکھا جاتا ہے اور جو لفظ اس کیفیت پر دال ہو قضیہ ملفوظہ میں اور جو صورت عقلیہ دال ہو اور
کیفیت پر قضیہ معقولہ میں اس کا نام جہت قضیہ رکھا جاتا ہے پس اگر جہت مادہ کے مطابق ہے تو قضیہ صادق ہے جیسے ہمارا
قول کل انسان حیوان بالضرورة ورنہ قضیہ جھوٹا ہے جیسے ہمارا قول کل انسان حجر بالضرورة۔

غرض شارح۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- کائنات میں جو بھی قضیہ ہوگا اس میں دو نسبت ایجابی یا سلبی ہوگی وہ چار صفتوں میں سے ہی ایک صفت کے ساتھ
موصوف ہوگی (۱) ضرورت (۲) دوام (۳) نعیت (۴) امکان (اگرچہ پانچوں عقلی احتمال امتناع اور بھی سے ہیں چونکہ اس
خارج میں وجود نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا اعتبار نہیں کرتے) خارجی جہان میں جب اس نسبت کا ثبوت یا سبب ضروری ہو تو
کو مادہ قضیہ کہتے ہیں جیسا کہ کل انسان حیوان بالضرورة یہاں انسان کیلئے جہان خارجی میں حیوان ہونا ضروری
جب اسی خارجی جہان کی اس کیفیت کو کسی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو اس لفظ کو جہت قضیہ کہتے ہیں جیسے انسان کیلئے حیوانیہ
ثبوت ضروری تھا تو ہم نے اس ضرورت کو لفظ بالضرورة کے ساتھ تعبیر کیا اور کل انسان حیوان بالضرورة کہا اس
ضرورت کے لفظ کو جہت قضیہ کہتے ہیں جبکہ یہ قضیہ ملفوظہ ہو اور جب اسی قضیہ کل انسان حیوان بالضرورة کا تصور
میں کیا جائے تو وہ صورت ہو کہ اس ضرورت پر دال ہوگی اس صورت عقلی کو قضیہ معقولہ کی جہت کہیں گے اور جس قضیہ میں جہت
مذکورہ ہوتی ہے اس کو قضیہ موجبہ اور باعینہ کہتے ہیں۔ موجبہ تو اس لئے کہ جہت مذکور ہے اور باعینہ اس لئے کہ اب قضیہ

اجزاء چار ہو گئے (۱) موضوع (۲) محمول (۳) نسبت (۴) جہت۔ اگر یہ کیفیت جس کو لفظوں میں ذکر کیا گیا ہے نفس الامر (خارجی جہان) میں مادہ قضیہ کے مطابق ہو تو اس قضیہ کو صادق کہتے ہیں جیسے کل انسان حیوان بالضرورة اور اگر نفس الامر کے خلاف ہو تو اس کو قضیہ کاذب کہتے ہیں جیسے کل انسان حجر بالضرورة۔

قوله: فان كان الحكم فيها بضرورة النسبة الخ قد يكون الحكم في القضية الموجهة بان النسبة الثبوتية او السلبية ضرورية اي ممتنعة الانفكاك عن الموضوع على احد اربعة اوجه الاول انها ضرورية مادام ذات الموضوع موجودة نحو كل انسان حيوان بالضرورة ولا شيء من الحجر بانسان بالضرورة فيسمى القضية حينئذ ضرورية مطلقة لاشتمالها على الضرورة وعدم تقييد الضرورة بالوصف العنواني او الوقت الثاني انها ضرورية مادام الوصف العنواني ثابتا لذات الموضوع نحو كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتبها ولا شيء منه بساكن الاصابع بالضرورة مادام كاتبها فتسمى ح مشروطة عامة لاشتراط الضرورة بالوصف العنواني ولكون هذه القضية اعم من المشروطة الخاصة كما يستجنى الثالث انها ضرورية في وقت معين نحو كل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس ولا شيء من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربيع فتسمى ح وقتية مطلقة لتقييد الضرورة بالوقت وعدم تقييد القضية بالادوام الرابع انها ضرورية في وقت من الاوقات كقولنا كل انسان متنفس بالضرورة وقتا ما ولا شيء من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتا ما فتسمى مطلقة لكون وقت الضرورة فيها منتشرة اي غير معين وعدم تقييد القضية بالادوام

ترجمہ:- یعنی کبھی قضیہ موجد میں حکم ہوتا ہے بایں طور کہ نسبت ثبوتیہ یا سلبیہ ضروری ہے یعنی محمول کا انفکاک موضوع سے ممنوع ہے یہ چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت پر ہوگا پہلی صورت یہ ہے کہ وہ نسبت ضروری ہے جب تک کہ ذات موضوع موجود ہے جیسے کل انسان حیوان بالضرورة الخ پس اس وقت قضیہ کا نام ضروریہ مطلقہ ہے اس قضیہ کے ضرورت پر مشتمل

ہونے کی وجہ سے اور ضرورت کے وصف عنوانی یا وقت کے ساتھ مقید نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ نسبت ضروری ہے جب تک وصف عنوانی ذات موضوع کیلئے ثابت ہے جیسے کل کتاب متحرک الخ پس اس وقت قضیہ کا نام شرط عامہ رکھا جاتا ہے ضرورت کے وصف عنوانی کے ساتھ شرط ہونے کی وجہ سے اور قضیہ کے شرط خاصہ سے اعم ہونے کی وجہ سے جیسا کہ عنقریب آئے گا تیسری صورت یہ ہے کہ نسبت وقت معین میں ضروری ہے جیسے کل قمر منخسف الخ پس اس وقت قضیہ کا نام وقتیہ مطلقہ رکھا جاتا ہے ضرورت کو وقت کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ سے اور قضیہ کو لا دوام کے ساتھ مقید نہ کرنے کی وجہ سے چوتھی صورت یہ ہے کہ نسبت ضروری ہے اوقات میں سے کسی وقت میں جیسے ہمارا قول کل انسان متنفس الخ پس اس وقت قضیہ کا نام منتشرہ مطلقہ رکھا جاتا ہے وقت ضرورت کے اس میں منتشر یعنی غیر معین ہونے کی وجہ سے اور قضیہ کو لا دوام کی قید سے مقید نہ کرنے کی وجہ سے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- سابقہ قولہ میں گزر چکا ہے کہ جہت چار قسم کی ہوتی ہے اس قول میں یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے کیفیت کی پہلی قسم ضرورت چار قسم کی ہوتی ہے۔

﴿۱﴾ ضرورت کی پہلی قسم:- یہ ہے کہ محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کیلئے ضروری ہو جب تک کہ ذات موضوع موجود ہو موجبہ کی مثال جیسے کل انسان حیوان بالضرورة اس میں حیوانیت کا ثبوت ہے انسان کیسے جب تک کہ انسان کے افراد یعنی ذات موضوع موجود ہے، سالبہ کی مثال لاشی من الحجر بانسان بالضرورة اس کو ضروریہ مطلقہ کہتے ہیں۔ اور ضرورت ذاتی بھی کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ ضروریہ مطلقہ:- اس کو ضروریہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں جہت ضرورت کی ہوتی ہے اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ وصف عنوانی کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتا بلکہ مطلق ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ ضرورت کی دوسری قسم:- محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کیلئے ضروری ہو جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو وصف عنوانی اس لفظ کو کہتے ہیں جس سے ذات موضوع کو تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کل کتاب متحرک الاصابع مادام کتابا بالادوام اس میں تحرک اصابع کا ثبوت ذات کتاب کیلئے اس وقت تک ہے جب تک کہ کتابت والی وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہے اس قضیہ کو شرط عامہ کہتے ہیں اور دوام ذاتی بھی کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ مشروطہ عامہ :- اس کو مشروطہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں وصف عنوانی کی شرط ہوتی ہے اور عامہ اس لئے کہ یہ مرکبات میں سے مشروطہ خاصہ سے اعم ہوتا ہے جس کا تذکرہ ان شاء اللہ تعالیٰ مرکبات کی بحث میں آئے گا۔

﴿۳﴾ ضرورت کی تیسری قسم :- محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کیلئے ضروری ہو ایک وقت معین میں جیسے کل قمر منخسف بالضرورة وقت حیلولة الارض بینہ وبين الشمس (ہر چاند کو گرہن لگنے والا ہے بوقت حائل ہونے زمین کے سورج اور چاند کے درمیان) اس میں انخساف کو قمر کیلئے ثابت کیا گیا مگر ایک معین وقت میں یعنی جب زمین سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو اس کو وقتیہ مطلقہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ وقتیہ مطلقہ :- اس کو وقتیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حکم ایک وقت معین میں ہوتا ہے اور مطلقہ اس لئے کہ اس میں لا دوام یا لا ضرورۃ کی قید نہیں ہوتی جو کہ مرکب یعنی وقتیہ وغیرہ میں ہوا کرتی ہے۔

﴿۴﴾ ضرورت کی چوتھی قسم :- محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کیلئے ضروری ہو کسی وقت غیر معین میں لیکن وہ وقت غیر معین کسی ایک زمانے کا ہو خواہ حال کا ہو یا مستقبل کا یا ماضی کا۔ جیسے کل انسان متنفس بالضرورة وقتاً ما (ہر انسان سانس لینے والا ہے کسی نہ کسی وقت میں) اس میں تنفس کو انسان کیلئے ثابت کیا گیا ہے کسی غیر معین وقت میں لیکن کسی ایک زمانے میں، اس کو منتشرہ مطلقہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ منتشرہ مطلقہ :- اس میں ضرورت کا وقت منتشر (غیر معین) ہوتا ہے اس لئے اس کو منتشرہ کہتے ہیں اور یہ لا دوام یا لا ضرورۃ کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتا اس لئے اس کو مطلقہ کہتے ہیں۔

قولہ: فدائمة مطلقہ: والفرق بین الضرورة والدوام ان الضرورة هی استحالة انفکاک شیء عن شیء والدوام عدم انفکاکہ عنہ وان لم یکن مستحیلاً کدوام الحركة للفلک ثم الدوام اعنی عدم انفکاک النسبة الايجابية او السلبية عن الموضوع اما ذاتی او وصفی فان کان الحکم فی الموجهة بالدوام الذاتی ای بعدم انفکاک النسبة عن الموضوع مادام ذات الموضوع موجودة سمیت القضية دائمة لاشتمالها علی الدوام ومطلقة لعدم تقييد الدوام بالوصف العنوانی وان کان الحکم بالدوام الوصفی ای بعدم انفکاک النسبة عن

ذات الموضوع مادام الوصف العنوانی ثابتا لتلك الذات سمیت عرفیة لان اهل العرف يفهمون هذا المعنى من القضية السالبة بل من الموجبة ايضا عند الاطلاق فاذا قيل كل كاتب متحرك الاصابع فهموا ان هذا الحكم ثابتا له مادام كاتباً وعامة لكونها اعم من العرفیة الخاصة التي سیحی ذكرها

ترجمہ:- ضرورت اور دوام کے درمیان فرق یہ ہے کہ ضرورت وہ محال ہوتا ہے ایک شی کے انفکاک کا دوسری شی سے اور دوام جدا نہ ہونا ہے ایک شی کا دوسری شی سے اگرچہ وہ (عدم انفکاک) محال نہ ہو۔ جیسے آسمان کیلئے حرکت کا دائمی ہونا پھر دوام میں مراد لیتا ہوں (دوام سے) نسبت ایجابی یا سلبی کے موضوع سے جدا نہ ہونے کو، ذاتی ہو گا یا وصفی پس اگر حکم قضیہ موجبہ میں دوام ذاتی یعنی نسبت کے موضوع سے جدا نہ ہونے کے ساتھ ہے اس وقت تک جب تک ذات موضوع موجود ہے تو قضیہ کا نام دائم رکھا جائے گا اس سے دوام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور مطلقہ رکھا جائے گا دوام کو وصف عنوانی کے ساتھ مقید نہ کرنے کی وجہ سے اور اگر حکم دوام وصفی یعنی نسبت کے ذات موضوع سے اس وقت تک جدا نہ ہونے کے ساتھ ہو جب تک وصف عنوانی اس ذات کیلئے ثابت ہے تو قضیہ کا نام عرفیہ رکھا جاتا ہے اس لئے کہ اہل عرف اس معنی کو قضیہ سالبہ سے بلکہ بوقت اطلاق قضیہ موجبہ سے بھی سمجھتے ہیں پس جب یہ کہا جائے گا کہ کل کتاب متحرک الاصابع تو وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ حکم اس کیلئے ثابت ہے جب تک کہ وہ کتاب ہے اور وہ نام رکھا جاتا ہے اس کے اعم ہونے کی وجہ سے اس عرفیہ خاصہ سے جس کا ذکر عنقریب آجائے گا۔ غرض شارح، اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

تشریح:- اس میں دوسری کیفیت دوام کی تسمیہ بیان کی ہیں۔ دوام کی عقلی طور پر دو ہی صورتیں ہیں۔
(۱) ذاتی (۲) دوام وصفی۔

فائدہ:- ضرورت اور دوام کا فرق:- ضرورت میں شی کا جدا ہونا ممتنع ہوتا ہے اور دوام میں جدا ہونا ممکن ہوتا ہے اگرچہ جدا نہ ہو جیسے انسانیت یہ حیوان کیلئے ضروری ہے اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتی اور جدا ہو بھی نہیں سکتی، جدا ہونا ممتنع ہے اور حرکت فلک کیلئے (قدیم مناطقہ کے مذہب کے مطابق) دائمی تو ہے کہ اس سے کبھی جدا نہیں ہوتی لیکن جدا ہونا ممکن ہے۔

﴿۱﴾ دوام کی پہلی قسم:- محمول کا ثبوت یا محمول کی نفی ذات موضوع سے دائماً ہو جب تک کہ ذات موضوع موجود ہو جیسے کل فلک متحرک بالدوام، اس کو دائمہ مطلقہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ دائمہ مطلقہ:- اس کو دائمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حکم دائمی ہوتا ہے اور مطلقہ اس لئے کہ یہ وصف عنوانی کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔

﴿۲﴾ دوام کی دوسری قسم:- محمول کا ثبوت یا نفی ذات موضوع سے دائما ہو جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو جیسے کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام ما دام کاتباً۔ نفی کی مثال لاشی من الکاتب ساکن الاصبغ بالدوام ما دام کاتباً، اس کو عرفیہ عامہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ عرفیہ عامہ:- اس کو عرفیہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب قضیہ سالبہ مطلقاً بولا جائے تو عرف میں عرفیہ عامہ والا معنی سمجھا جاتا ہے کہ یہ حکم دائمی ہے جب تک موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہے۔ اور عامہ اس لئے کہ یہ عرفیہ خاصہ سے جو کہ مرکبات میں آ رہا ہے اعم ہے۔

قولہ: او بفعليتها: ای تحقق النسبة بالفعل فالمطلقة العامة هي التي حکم فيها بكون النسبة متحققه بالفعل ای فی احد الازمنة الثلاثة وتسميتها بالمطلقة لان هذا هو المفهوم من القضية عند اطلاقها وعدم تقيدها بالضرورة او الدوام او غير ذلك من الجهات و بالعامه لكونها اعم من الوجودية اللادائمة واللا ضرورية على ما سيجئ

ترجمہ:- یعنی نسبت بالفعل متحقق ہوگی پس مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا جائے نسبت کے بالفعل یعنی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں متحقق ہونے کا۔ اور اس کا مطلقہ نام رکھنا اس لئے ہے کہ یہ وہی قضیہ کا مفہوم ہے جو اس کے مطلق ہونے اور ضرورت یا دوام یا اس کے علاوہ جہات کے ساتھ مقید نہ ہونے کے وقت ہے۔ اور عامہ نام رکھنا بوجہ اس کے اعم ہونے ہے وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لا ضروریہ سے جیسا کہ عنقریب آ جائے گا۔

غرض شارح: اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:- اس قول میں کیفیت کی تیسری قسم فعلیت کا بیان ہے۔ فعلیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت یا نفی ہو تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانے میں (یعنی غیر معین زمانے میں)

اگر محمول کا ثبوت یا نفی ذات موضوع سے تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانے میں ہو تو اس کو مطلقہ عامہ کہتے ہیں

ثبوت کی مثال جیسے کل انسان ضاحک بالفعل۔ نفی کی مثال جیسے لاشی من الانسان بضاحک بالفعل۔

وجہ تسمیہ مطلقہ عامہ:۔ اس کو مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب کوئی قضیہ مطلق بولا جائے تو اس سے یہی معنی سمجھا جاتا ہے جو مطلقہ عامہ کا ہے نیز یہ مطلقہ عامہ کسی قید کے ساتھ مقید بھی نہیں ہے۔ اور عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ وجودیہ لا دائمہ اور وجودیہ لا ضروریہ سے جو کہ مرکبات میں آ رہے ہیں اعم ہے۔

قولہ: او بعدم ضرورة آہ: اذا حکم فی القضية بان خلاف النسبة المذكورة فیها

لیس ضروریا نحو قولنا زید کاتب بالامکان العام بمعنی ان الكتابة غیر مستحیلة له یعنی

ان سلبها عنه لیس ضروریا سمیت القضية ح ممکنة لاشتمالها علی الامکان وهو سلب

الضرورة و عامۃ لکونها اعم من الممكنة الخاصة

ترجمہ:۔ جب قضیہ میں حکم لگایا جائے یاں طور کہ قضیہ میں مذکورہ نسبت کا خلاف ضروری نہیں ہے جیسے ہمارا قول زید کاتب

بالامکان العام یعنی کتابت اس کیلئے محال نہیں یاں معنی کہ اس کا سلب اس سے ضروری نہیں اس وقت قضیہ کا نام ممکنہ رکھا

جاتا ہے اس کے امکان پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور وہ (امکان) ضرورت کو سلب کرنا ہے اور عامہ نام رکھا جاتا ہے اس کے

مکنہ خاصہ سے اعم ہونے کی وجہ سے۔

غرض شارح:۔ اس قول میں قضا یا سبطہ میں سے آٹھویں قسم قضیہ ممکنہ عامہ کو بیان کرتے ہیں۔

تشریح:۔ اس قول میں کیفیت کی چوتھی قسم امکان عام کا بیان ہے۔ امکان عام اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں جانب مخالف سے

ضرورت کی نفی ہو۔ قضیہ میں اگر نسبت ثبوتی ہو تو اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی جانب مخالف یعنی سلب ضروری نہیں

اور اگر قضیہ میں صراحتاً نسبت سلبی ہو تو اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی جانب مخالف یعنی ثبوت ضروری نہیں۔ جیسے زید

قائم بالامکان العام یہاں نسبت کا ثبوت ہے کہ قیام کا ثبوت زید کیلئے ممکن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جانب مخالف

یعنی عدم قیام زید کیلئے ضروری نہیں کیونکہ اگر عدم قیام ضروری ہوتا تو پھر قیام کا ثبوت ممکن نہ ہوتا جیسے شریک الباری کا عدم

ضروری ہے تو اس کا ثبوت ممکن نہیں۔ اسی طرح سالبہ ممکنہ کو قیاس کرو۔

نوٹ:۔ ان آٹھوں قضا یا کی بالتفصیل موجدہ اور سالبہ اور کلیہ اور جزئیہ کی مثالیں اگلے صفحے پر نقشے میں ملاحظہ فرمائیں

☆ نقشہ قضایا موجهہ بسائط بمع امثله ☆

تمبر	نام قضیہ	کیفیت	مثال قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ
۲	ضروریہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	بعض الحیوان انسان بالضرورۃ
۳	ضروریہ مطلقہ	سالہ کلیہ	لا شی من الانسان بحجر بالضرورۃ
۴	ضروریہ مطلقہ	سالہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بحجر بالضرورۃ
۵	مشروطہ عامہ	موجبہ کلیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب
۶	مشروطہ عامہ	موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب
۷	مشروطہ عامہ	سالہ کلیہ	لا شی من الکاتب ساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب
۸	مشروطہ عامہ	سالہ جزئیہ	بعض نکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب
۹	وقتیہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولة الارض بحدہ و بین الشمس
۱۰	وقتیہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	x
۱۱	وقتیہ مطلقہ	سالہ کلیہ	لا شی من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع
۱۲	وقتیہ مطلقہ	سالہ جزئیہ	x
۱۳	منتشرہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل انسان متنفس بالضرورۃ وقتا ما
۱۴	منتشرہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	x
۱۵	منتشرہ مطلقہ	سالہ کلیہ	لا شی من الانسان بمتنفس بالضرورۃ وقتا ما
۱۶	منتشرہ مطلقہ	سالہ جزئیہ	x
۱۷	دائرہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل فلک متحرک بالدوام
۱۸	دائرہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	بعض الفلک متحرک بالدوام

لا شیء من الفلک بساکن بالدوام	سالبة کلیة	دائمة مطلقہ	۱۹
بعض الفلک لیس بساکن بالدوام	سالبة جزئیة	دائمة مطلقہ	۲۰
کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتب	موجبة کلیة	عرفیة عامہ	۲۱
بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتب	موجبة جزئیة	عرفیة عامہ	۲۲
لا شیء من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتب	سالبة کلیة	عرفیة عامہ	۲۳
بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتب	سالبة جزئیة	عرفیة عامہ	۲۴
کل انسان متنفس بالفعل	موجبة کلیة	مطلقہ عامہ	۲۵
بعض الانسان متنفس بالفعل	موجبة جزئیة	مطلقہ عامہ	۲۶
لا شیء من الانسان بضاحک بالفعل	سالبة کلیة	مطلقہ عامہ	۲۷
بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل	سالبة جزئیة	مطلقہ عامہ	۲۸
کل انسان کاتب بالامکان العام	موجبة کلیة	ممكنة عامہ	۲۹
بعض الانسان کاتب بالامکان العام	موجبة جزئیة	ممكنة عامہ	۳۰
لا شیء من الانسان بکاتب بالامکان العام	سالبة کلیة	ممكنة عامہ	۳۱
بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان العام	سالبة جزئیة	ممكنة عامہ	۳۲

قوله: فهذه بسائط: ای القضايا الثمانية المذكورة من جملة الموجهات بسائط اعلم ان القضايا الموجهة اما بسيطة وهي ما يكون حقيقتها اما ايجابا فقط او سلبا فقط كما مر في الموجهات الثمانية واما مركبة وهي التي تكون حقيقتها مركبة من ايجاب وسلب بشرط ان لا يكون الجزء الثاني فيها مذكورا بعبارة مستقلة سواء كان في اللفظ تركيب كقولنا كل انسان ضاحك بالفعل لا دائما فقولنا لا دائما اشارة الى حكم سلبى اى لاشىء من الانسان بضاحك بالفعل او لم يكن في اللفظ تركيب كقولنا كل انسان كاتب بالامکان الخاص

فانه فی المعنی قضیتان ممکنتان عامتان ای کل انسان کاتب بالامکان العام ولا شیء من الانسان بکاتب بالامکان العام والعبارة فی الایجاب والسلب حینئذ بالجزء الاول الذی هو اصل القضية واعلم ان القضية المركبة انما تحصل بتقید قضية بسيطة بقید مثل اللادوام واللاضرورة

ترجمہ:- یعنی جملہ موجبات میں سے مذکورہ آٹھ قضیے بساط ہیں تو جان لے کہ قضایا موجبہ یا بسیطہ ہونگے اور وہ موجبہ بسیطہ وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت یا تو صرف ایجاب ہوگی یا صرف سلب ہوگی جیسا کہ آٹھ موجبات گزر چکے ہیں یا مرکبہ ہونگے اور موجبہ مرکبہ وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب سے اس شرط کے ساتھ مرکب ہوگی کہ جزو ثانی اس میں مستقل عبارت کیساتھ مذکور نہ ہو برابر ہے کہ لفظ میں ترکیب ہو جیسے ہمارا قول کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما پس ہمارا قول لا دائما یہ ہم سنی یعنی لا شیء من الانسان بضاحک بالفعل کی طرف اشارہ ہے یا لفظ میں ترکیب نہ ہو جیسے ہمارا قول کل انسان کاتب بالامکان الخاص پس بلاشبہ یہ معنی میں دو قضیہ ممکنہ عامہ ہیں یعنی کل انسان کاتب الخ اور اعتبار ایجاب اور سلب میں اس وقت جزو اول کا ہوتا ہے حواصل قضیہ ہے۔ اور تو یہ بھی جان لے کہ قضیہ مرکبہ سوا اس کے نہیں قضیہ بسیطہ کو لادوام اور لا ضرورہ جیسی قید کے ساتھ مقید کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

غرض شارح:- ماقبل میں قضایا بسیطہ کا بیان تھا اب قضایا مرکبہ کو بیان کرتے ہیں۔

تشریح:- اس سے ماقبل میں قضایا بسیطہ کا بیان تھا قضایا بسیطہ ان کو کہتے تھے جن میں فقط ایجاب یا فقط سلب ہو اب اس قول سے قضایا مرکبہ کو بیان کرتے ہیں۔ قضیہ مرکبہ کہتے ہیں کہ دو قضیے بسیطوں کو ملا دیا جائے۔ مثلاً کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة ما دام کاتب۔ دوسرا قضیہ بسیطہ لا شیء من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل۔ لیکن اس کی تفصیل سے پہلے قضایا مرکبہ کے بارے میں چند ضروری باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

فائدہ نمبر (۱):- پہلا فائدہ تو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ منطقی قضایا مرکبہ کو کیوں ذکر کرتے ہیں؟ سوا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت کسی قضیہ بسیطہ کو ذکر کیا جائے مثلاً شرط عامہ کو ذکر کیا جائے کہ کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة ما دام کاتب تو اس سے عقلمند تو یہ سمجھتا ہے کہ ثبوت تحرک الاصابع کا ذات کاتب کیلئے اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ وہ صفت کتابت کے ساتھ موصوف ہے لیکن جو بے عقل آدمی ہو گا وہ یہ نہیں سمجھے گا۔ بلکہ وہ یہ سمجھے گا کہ شاید تحرک الاصابع کا ثبوت ذات

کاتب کیلئے ہمیشہ ضروری ہے چنانچہ مخاطب کے اس وہم کو دور کرنے کیلئے منطقی ایک دوسرا قضیہ بسیطہ بھی ساتھ ذکر کرتے ہیں وہ قضیہ یہ ہے کہ لا شی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل یعنی کسی نہ کسی زمانے میں تحرک اصابع کی ذات کاتب سے نفی بھی ہے اس سے مخاطب کا وہم دور ہو جاتا ہے اس لئے منطقی قضا یا مرکبہ کو بیان کرتے ہیں۔

فائدہ نمبر (۲):۔ قضا یا مرکبہ میں ہمیشہ دو قضیے ہوں گے ایک ان میں سے صراحتہ عبارت میں موجود ہوگا اور دوسرے کی طرف اشارہ ہوگا کیونکہ وہ دوسرا قضیہ اسی پہلے قضیہ سے بنایا جاتا ہے اگر صراحتہ دونوں قضیے عبارت میں مذکور ہوں تو اس کو اصطلاح میں قضیہ مرکبہ نہیں کہا جائے گا۔

فائدہ نمبر (۳):۔ قضیہ مرکبہ میں ایک قضیہ موجبہ ہوگا اور ایک سالبہ۔ لیکن قضیہ کا نام رکھنے میں ہم پہلے قضیہ کا اعتبار کریں گے اگر پہلا قضیہ موجبہ ہے تو سارا قضیہ موجبہ کہلائے گا اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہے تو سارا قضیہ سالبہ کہلائے گا۔

فائدہ نمبر (۴):۔ دوسرا قضیہ اسی پہلے قضیہ کے موضوع اور محمول سے تیار ہوگا البتہ پہلا قضیہ اگر موجبہ تھا تو موجبہ کا سور ہٹا کر سالبہ کا سور داخل کر دیں گے اور اگر پہلا قضیہ سالبہ تھا تو سالبہ کا سور ہٹا کر موجبہ کا سور داخل کر دیں گے۔

فائدہ نمبر (۵):۔ دوسرے قضیے کی طرف اشارہ لا دائما، لا بالضرورة اور امکان خاص کے ذریعے ہوگا۔ لا دائما یا لا بالدوام سے اشارہ قضیہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوگا۔ لا بالضرورة سے اشارہ قضیہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوگا۔ امکان خاص میں بھی اشارہ قضیہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوگا۔ جب قضیہ مرکبہ میں اشارہ دوسرے قضیے کی طرف لا دائما اور لا ضرورہ کے ساتھ ہوگا تو وہ قضیہ لفظوں میں بھی مرکب ہوگا کیونکہ لا دائما اور لا بالضرورة یہ اصل قضیہ پورا ہونے کے بعد مستقلاً ایک اور قضیے کی طرف اشارہ کیلئے ذکر کئے جاتے ہیں۔ البتہ امکان خاص والا اشارہ جس قضیہ مرکبہ میں ہوگا وہاں لفظوں میں ترکیب نہیں ہوگی کیونکہ پہلا قضیہ پورا ہونے کے بعد امکان خاص کا لفظ ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ امکان خاص ہی سے پہلا قضیہ ممکنہ بھی تمام ہوتا ہے اور یہی امکان خاص دوسرے قضیہ ممکنہ عامہ کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جیسے کل انسان کاتب بالامکان الخاص۔ اس سے دو قضیے ممکنہ عامہ نکلیں گے ایک تو یہی قضیہ مذکورہ اور دوسرا جو کہ ایجاب و سلب میں اس کے مخالف ہوگا۔ پہلا

ممكنه عامه كل انسان كاتب بالامكان العام۔ دوسرا قضیہ لا شی من الانسان بکاتب بالامكان العام

فائدہ نمبر (۶):۔ جب قضیہ مرکبہ میں ایک قضیہ موجبہ اور دوسرا سالبہ ہوتا ہے تو قضیہ کے نام رکھنے میں پہلے جزو قضیہ کا اعتبار کریں گے جیسا کہ جملہ کے فعلیہ اور اسمیہ ہونے میں پہلے جزو کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر پہلا قضیہ موجبہ ہے تو پورے قضیہ

مرکہ کو موجبہ کہیں گے اگر پہلا قضیہ سالبہ ہے تو پورے قضیہ مرکہ کو سالبہ کہیں گے۔

متن: وقد تقيد العامتان والوقتيتان المطلقتان باللا دوام الذاتی فتسمى المشروطة الخاصة والعرفية الخاصة والوقتية والمنشورة وقد تقيد المطلقة العامة باللا ضرورة الذاتية فتسمى الوجودية اللا ضرورية او باللا دوام الذاتی فتسمى الوجودية اللادائمة وقد تقيد الميكنة العامة باللا ضرورة من الجانب الموافق ايضا فتسمى الميكنة الخاصة وهذه مركبات لان اللادوام اشارة الى مطلقة عامة واللا ضرورة الى ميكنة عامة مخالفتی کیفیة وموافقتی الكمیة لما قيد بهما

ترجمہ متن:۔ اور کبھی مقید کئے جاتے ہیں عامتان (مشروطہ عامہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ اور منشورہ۔ اور کبھی مطلقہ عامہ مقید کیا جاتا ہے لا دوام ذاتی کے ساتھ پس نام رکھا جاتا ہے ان کا مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ اور منشورہ۔ اور کبھی مطلقہ عامہ مقید کیا جاتا ہے لا ضرورہ ذاتی کے ساتھ اس کا نام رکھا جاتا ہے وجودیہ لا ضروریہ یا مقید کیا جاتا ہے لا دوام ذاتی کے ساتھ اس کا نام وجودیہ لا دائمہ رکھا جاتا ہے اور کبھی ممکنہ عامہ مقید کیا جاتا ہے لا ضرورہ کے ساتھ جانب موافق سے بھی پس اس کا نام ممکنہ خاصہ رکھا جاتا ہے پس یہ مرکبات ہیں کیونکہ لا دوام اشارہ ہے مطلقہ عامہ کی طرف اور لا ضرورہ ممکنہ عامہ کی طرف جو کیفیت میں اس قضیہ کے مخالف ہوتے ہیں جس کو ان دونوں کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے، اور کیت میں موافق ہوتے ہیں۔

مختصر تشریح متن:۔ متن کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے قضا یا مرکبات کے شرائط سمجھ لئے تو اب یہاں سے ان قضا یا مرکبات کی تفصیل بیان کر رہے ہیں یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ قضا یا مرکہ وہ ہمیشہ دو قضیہ بسیطے ہوتے ہیں۔ ایک قضیہ بسیطہ کو دوسرے قضیہ بسیطہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو ایک قضیہ مرکہ تیار ہوتا ہے مثلاً ضروریہ مطلقہ ایک بسیطہ ہے اس کو مشروطہ عامہ کے ساتھ ملائیں تو ایک قضیہ تیار ہوگا۔ دائمہ مطلقہ کو ملائیں تو دوسرا قضیہ اسی طرح آٹھوں قضیوں میں سے ہر ایک قضیہ کے ساتھ آٹھ بسیطوں کو ملایا جائے تو عقلی احتمالات مرکبات کے چونسٹھ نکلتے ہیں۔ لیکن منطقی صرف سات قضا یا مرکہ کو ذکر کرتے ہیں۔ منطقی تمام بسیطوں کو آپس میں نہیں ملاتے بلکہ صرف دو بسیطوں مطلقہ عامہ (جس کی طرف لا دائما سے اشارہ ہوتا ہے) اور ممکنہ عامہ

(جس کی طرف لا ضرورۃ سے اشارہ ہوتا ہے) کو بیٹوں کے ساتھ ملاتے ہیں پھر ان دونوں کو بھی تمام بیٹوں کے ساتھ نہیں ملاتے بلکہ لا داعیہ ذاتی کو پانچ قضیوں کے ساتھ ملاتے ہیں۔ لا دوام ذاتی (مطلقہ عامہ) کو مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کے ساتھ ملاتے ہیں نیز لا دوام ذاتی (مطلقہ عامہ) کو مطلقہ عامہ کے ساتھ بھی ملاتے ہیں۔ اس طرح یہ پانچ قضایا مرکب تیار ہوتے ہیں جب مطلقہ عامہ کو مشروطہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس وقت جو قضیہ مرکب تیار ہوتا ہے اس کو مشروطہ خاصہ کہتے ہیں۔ عرفیہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو عرفیہ خاصہ کہتے ہیں۔ وقتیہ مطلقہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو وقتیہ کہتے ہیں۔ منتشرہ مطلقہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو منتشرہ کہتے ہیں۔ مطلقہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو وجودیہ لا دائمہ کہتے ہیں۔ لا ضرورۃ ذاتی (ممکنہ عامہ) کو صرف دو قضیوں کے ساتھ ملاتے ہیں اور اس سے دو قضیے مرکب تیار ہوتے ہیں ممکنہ عامہ کو ممکنہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس سے جو قضیہ مرکب تیار ہوتا ہے اس کو ممکنہ خاصہ کہتے ہیں اس کی تعریف یہ ہے کہ اس کی جانب مخالف اور موافق دونوں سے ضرورت کی نفی ہوتی ہے۔ اور ممکنہ عامہ کو مطلقہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں اس سے جو قضیہ تیار ہوتا ہے اس کو وجودیہ لا ضروریہ کہتے ہیں۔

فائدہ:- مطلقہ عامہ کی تعریف ہم نے ماقبل میں یہ کی تھی کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانہ میں ہو جب تک کہ ذات موضوع موجود ہو اگر یہاں یہ قید لگادی جائے کہ نسبت کا ثبوت موضوع کی ذات کیلئے ہو تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانے میں جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہو تو اس وقت اس کو حیدرہ مطلقہ (یا لا دوام وصفی) کہتے ہیں۔ اسی طرح ممکنہ عامہ کی تعریف ماقبل میں یہ کی تھی کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ممکن ہے جب تک کہ ذات موضوع موجود ہے یہاں بھی اگر وصف عنوانی کی قید لگادی جائے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ممکن ہے جب تک کہ ذات موضوع موصوف ہو وصف عنوانی کے ساتھ۔ تو اس وقت اسی قضیہ ممکنہ عامہ کو حیدرہ ممکنہ (یا لا ضرورۃ وصفی) کہتے ہیں حاصل اس فائدہ کا یہ ہے کہ لا ضرورۃ ذاتی سے اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوتا ہے اور لا ضرورۃ وصفی سے اشارہ حیدرہ ممکنہ کی طرف ہوگا۔ لا دوام ذاتی سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوتا ہے اور لا دوام وصفی سے اشارہ حیدرہ مطلقہ کی طرف ہوگا جیسے مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ بیٹوں کے ساتھ ملتے ہیں اسی طرح حیدرہ مطلقہ اور حیدرہ ممکنہ بھی بیٹوں کے ساتھ ملتے ہیں اس کی تفصیل قولہ او باللا دوام الذاتی میں آئیگی۔

نوٹ:- یہاں تک تمام تفصیل مرکبات کی مذکور ہو چکی ہے اب شرح میں تفصیل نہیں ہوگی صرف اہم بات کو ذکر کیا جائے گا۔

☆☆

قوله: وقد تقيد العامتان: ای المشروطة العامة والعرفية العامة

غرض شارح:- اس قول اور آنے والے قول کی غرض تشریح متن ہے۔

ترجمہ و تشریح:- عامتان سے مراد مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ ہیں۔

قوله: والوقتيتان: ای الوقتية المطلقة والمنتشرة المطلقة

ترجمہ:- وقتیتان سے مراد وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ ہیں۔

قوله: باللا دوام الذاتی: ومعنى اللادوام الذاتی هو ان هذه النسبة المذكورة فی القضية

یست دائمة مادام ذات الموضوع موجودة فيكون نقيضها واقعا البتة فی زمان من الارمنة

يكون اشارة الى قضية مطلقة عامة مخالفة للاصل فی کیف و موافقة فی الكم فافهم

ترجمہ:- اور معنی لا دوام ذاتی کا یہ ہے کہ نسبت جو قضیہ میں مذکور ہے اس وقت تک دائمی نہ ہو جب تک کہ ذات موضوع ہے

پس اس کی نقیض تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ضرور واقع ہوگی پس یہ اشارہ ہوگا قضیہ مطلقہ عامہ کی طرف جو کیف میں

اصل کے مخالف اور کم میں موافق ہے پس سمجھ لے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- اس میں یہ بتا رہے ہیں کہ لا دوام ذاتی سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف کیسے ہوتا ہے؟ اس کی حکمت یہ ہے کہ لا دوام

جس قضیہ مرکبہ میں ہوگا تو وہ یہ بتائے گا کہ نسبت جو کہ اس قضیہ میں موجود ہے یہ ہمیشہ نہیں جب یہ نسبت ہمیشہ نہیں تو اس کی

نقیض یہ نکلے گی کہ کسی نہ کسی زمانے میں ہے اور یہی مطلقہ عامہ ہے اسی لئے کہا کہ لا دوام سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوتا ہے

قوله: المشروطة الخاصة: هي المشروطة العامة المقيدة باللا دوام الذاتی نحو كل

کتاب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کتابا لا دائما ای لا شیء من الکتاب بمتحرك

الاصابع بالفعل

غرض شارح:- اس قول کی غرض مشروطہ خاصہ کی تعریف اور مثال بیان کرنی ہے۔

ترجمہ و تشریح:۔ شرط خاصہ یہ شرط عامہ ہی ہوتا ہے جس میں قید لادوام ذاتی کی ہوتی ہے۔ جیسے کل کتاب الخ

قولہ: والعرفیة الخاصة: هی العرفیة العامة المقیدة بالادوام الذاتی کقولنا بالادوام لاشی

من الکتاب بساکن الاصابع مادام کاتباً لادائماً ای کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض عرفیہ خاصہ کی تعریف اور مثال بیان کرنی ہے۔

ترجمہ و تشریح:۔ عرفیہ خاصہ یہ عرفیہ عامہ ہی ہوتا ہے جو کہ لادوام ذاتی کی قیدت مقید ہوتا ہے۔ جیسے لاشی من الکتاب

قولہ: والوقتیة والمنشرة: لما قیدت الوقیة المطلقة والمنشرة المطلقة بالادوام

الذاتی حذف من اسمیہما لفظ الاطلاق فسمیت الاولی وقتیة والثانیة منشرة فالوقتیة هی

الوقتیة المطلقة المقیدة بالادوام الذاتی نحو کل قمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة

لادائماً ای لاشی من القمر بمنخسف بالفعل والمنشرة هی المنشرة المطلقة المقیدة

بالادوام الذاتی نحو قولنا لاشی من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتاً لادائماً ای کل

انسان متنفس بالفعل

ترجمہ: جب وقتیہ مطلقہ اور منشورہ مطلقہ کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا تو ان دونوں کے نام سے لفظ اطلاق کو حذف کر دیا گیا

پس پہلے کا نام وقتیہ اور دوسرے کا نام منشورہ رکھا گیا پس وقتیہ وہ ایسا وقتیہ مطلقہ ہے جو لادوام ذاتی کی قید سے مقید ہو جیسے کل

قمر منخسف الخ اور منشورہ وہ ایسا منشورہ مطلقہ ہے جو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے ہمارا قول لاشی من الانسان الخ

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض وقتیہ اور منشورہ کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔ وقتیہ اور منشورہ وہ وقتیہ مطلقہ اور منشورہ مطلقہ ہی ہوتے ہیں جن کو لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے جب

ان کو لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کرتے ہیں تو اس وقت یہ مطلق نہیں رہتے مقید بن جاتے ہیں اس لئے ان کے نام مطلق

اطلاق والی قید لرا دیتے ہیں پھر ان کا نام صرف وقتیہ اور منشورہ ہوتا ہے۔ ان کی مثالیں نقشہ میں تفصیل کے ساتھ آ رہی ہیں۔

قوله: باللاضرورة الذاتية: معنى اللاضرورة الذاتية ان هذه النسبة المذكورة فى القضية ليست ضرورية مادام ذات الموضوع موجودة فيكون هذا حكما بامكان نقيضها لان الامكان هو سلب الضرورة عن الطرف المقابل كما مر فيكون مفاد اللاضرورة الذاتية ممكنة عامة مخالفة للاصل فى الكيف

ترجمہ:- لا ضرورت ذاتیہ کا معنی یہ ہے کہ نسبت جو قضیہ میں مذکور ہے اس وقت تک ضروری نہ ہو جب تک ذات موضوع موجود ہے پس یہ حکم ہو جائے گا اس کی نقیض کے امکان کے ساتھ کیونکہ امکان و ضرورت کو آپ کے لئے میں جانب سے جیسا کہ گزر چکا ہے پس لا ضرورت ذاتیہ کا معنی ملتا عامہ ہوگا جو کیف میں اصل کے مخالف ہے۔

غرض شارح:- اس قوں کی غرض یہ بتانا ہے کہ لا ضرورت ذاتیہ نام نہ صرف مدنی ہے۔

تشریح:- لا ضرورت ذاتیہ سے اشارہ نمبر ۱۰۰ کے طرف سے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس قضیہ میں اشارہ نمبر ۱۰۰ کی قیاس موجود ہوتی ہے وہ یہ بات بتاتی ہے کہ جو نسبت اس قضیہ میں موجود ہے یہ ضروری نہیں جب اس نسبت کا ثبوت ضروری نہیں ہو سکتا ہوگا کیونکہ امکان کا معنی ماقبل میں یہی پڑھا ہے کہ اس میں جانب مخالف کی ضرورت کا نہ ہونا بتایا جاتا ہے جب اصل نسبت کی نقیض امکان پیدا ہو گیا تو اس کا نام نمبر ۱۰۰ ہے۔

قوله: الوجودية اللاضرورية: لان معنى المطلقة العامة هو فعلية النسبة ووجودها فى وقت من الاوقات ولاشتمالها على اللاضرورة فالوجودية اللاضرورية هى المطلقة العامة المقيلة باللاضرورة الذاتية نحو كل انسان متنفس بالفعل لا بالضرورة اى لاشئ من الانسان بمتنفس بالامكان العام فهى مركبة من المطلقة العامة والممكنة العامة احدهما موجبة والاخرى سالبة

ترجمہ:- اس لئے کہ مطلقہ عامہ وہ نام ہے نسبت کی فعلیت اور اس کے پائے جانے کا اوقات میں سے کسی وقت میں اور اس (نسبت) کے لا ضرورت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے پس وجود یہ لا ضرورت یہ وہ مطلقہ عامہ ہے جو لا ضرورت ذاتیہ کے ساتھ متعین ہو جیسے کل انسان اس لئے پس وہ مرکب ہے مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے کہ ان میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض وجودیہ لا ضروریہ کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔ وجودیہ لا ضروریہ وہی مطلقہ عامہ ہوتا ہے لیکن اس کو لا ضروریہ ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کر دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ
انسان متنفس الخ

قولہ: او باللادوام الذاتی: انما قید اللادوام بالذاتی لان تقييد العامین باللادوام الوصفی غیر صحیح ضروریہ تنافی اللادوام بحسب الوصف مع اللوام بحسب الوصف نعم يمكن تقييد الوقتین المطلقین باللادوام الوصفی ایضا لكن هذا التركيب غير معتبر عندهم واعلم انه كما يصح تقييد هذه القضايا الاربع باللادوام الذاتی كذلك يصح تقييدها باللا ضروریة الذاتیة وكذلك يصح تقييدها سوى المشروطة العامة من تلك الجملة باللا ضروریة الوصفیة فالاحتمالات الحاصلة من ملاحظة كل من تلك القضايا الاربع مع كل من تلك القيود الاربعه ستة عشر ثلاثة منها غير صحیحة واربعة منها صحیحة معتبره والتسعة الباقیة صحیحة غیر معتبره واعلم ایضاً انه كما يمكن تقييد المطلقة العامة باللادوام واللا ضروریة الذاتیة كذلك يمكن تقييدها باللادوام واللا ضروریة الوصفیة وھذان ایضا من الاحتمالات الصحیحة الغير المعتره و كما يصح تقييد الممكنة العامة باللا ضروریة الذاتیة يصح تقييدها باللا ضروریة الوصفیة وكذا باللادوام الذاتی والوصفی لكن هذا المحتملات الثلاثة ایضا غیر معتبره عندهم وينبغی ان يعلم ان التركيب لا ينحصر فيما اشرنا اليه بل سیجیء الاشارة الى بعض آخر ويمكن تركيبات كثيرة اخرى لم يتعرضوا لها لكن المتفطن بعد التنبيه بما ذكرناه يتمكن من استخراج ای قدر شاء

ترجمہ:۔ سو اس کے نہیں مقید کیا گیا ہے لا دوام کو ذاتی کے ساتھ اس لئے کہ عامین (شروطہ عامہ، مفیدہ عامہ) کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کرنا صحیح نہیں ہے بوجہ ضروری ہونے لا دوام وصفی کی منافیات کے دوام وصفی کے ساتھ ہاں (البتہ) لیکن ہے وہی وہی مطلقہ کو مقید کرنا لا دوام وصفی کے ساتھ بھی لیکن یہ ترکیب ان کے ہاں غیر معتبر ہے اور جان لیجئے کہ جس طرح ان قضایا اور بعض

کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اسی طرح ان کو لا ضرورت ذاتیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اور اسی طرح مشروط عامہ کے علاوہ ان تمام کو لا ضرورت وصفیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے پس جو احتمالات ان قضایا اور بعد کو ان قیود اور بعد کے ساتھ لحاظ کرنے سے حاصل ہوئے سولہ ہیں ان میں سے تین غیر صحیح ہیں، اور چار ان میں سے صحیح معتبر ہیں اور باقی نو صحیح غیر معتبر ہیں اور تو یہ بھی جان لے کہ جس طرح مطلقہ عامہ کو لا دوام اور لا ضرورت ذاتی کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے اسی طرح اس کو لا دوام اور لا ضرورت وصفی کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے اور یہ دونوں بھی احتمالات صحیحہ غیر معتبرہ میں سے ہیں۔ اور جس طرح ممکنہ عامہ کو لا ضرورت ذاتیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اسی طرح اس کو لا ضرورت وصفیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اور ایسے ہی ہے لا دوام ذاتی اور وصفی کے ساتھ لیکن یہ تین احتمالات بھی ان کے ہاں غیر معتبر ہیں اور مناسب یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ ترکیب نہیں ہے منحصر ان میں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا بلکہ دوسرے بعض کی طرف اشارہ عنقریب آ جائے گا۔ اور ممکن ہیں دوسری بہت ساری ترکیبات جن کے وہ درپے ہی نہیں ہوئے لیکن سمجھ دار آدمی ان صورتوں (احتمالات) پر متنبہ ہو جانے کے بعد جن کو ہم نے ذکر کیا ہے استخراج کر سکتا ہے جس قدر چاہے۔

غرض شارح: اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ لا دوام ذاتی مطلقہ عامہ کی طرف، لا دوام وصفی حینیہ مطلقہ کی طرف، لا ضرورت ذاتی ممکنہ عامہ کی طرف، لا ضرورت وصفی حینیہ ممکنہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان چاروں قسموں کے قضیوں کو آٹھ بیٹوں کے ساتھ ملایا جائے تو عقلی احتمالات مرکبات کے بتیس نکلتے ہیں جن کی تفصیل نقشہ میں موجود ہے ان بتیس احتمالات میں سے سات احتمالات صحیح اور معتبر عند المناطقہ ہیں

نوٹ:۔ ان تمام احتمالات کا تفصیلی نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں

☆ نقشہ تقییدات موجہات مرکبات ☆

نمبر	نام بساط	تقیید لاضرورۃ ذاتی	تقیید لاضرورۃ وصفی	تقیید لادوام ذاتی	تقیید لادوام وصفی
۱	ضروریہ مطلقہ	غیر صحیح	غیر صحیح	غیر صحیح	غیر صحیح
۲	دائمہ مطلقہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	غیر صحیح	صحیح، غیر معتبر
۳	مشروط عامہ	صحیح، غیر معتبر	غیر صحیح	صحیح معتبر	غیر صحیح
۴	عرفیہ عامہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	غیر صحیح
۵	وقتیہ مطلقہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر
۶	منتشرہ مطلقہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر
۷	طلاق عامہ	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر
۸	ممکنہ عامہ	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر

کس احتمالات

صحیح معتبر (۱) غیر صحیح (۲) صحیح غیر معتبر (۳)

صحیح معتبر احتمالات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شرط عامہ کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو شرط خاصہ کہتے ہیں۔

(۲) وقتیہ مطلقہ کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو وقتیہ کہتے ہیں۔

(۳) منتشرہ مطلقہ کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو منتشرہ کہتے ہیں۔

(۴) عرفیہ عامہ مقید ہو لادوام ذاتی کے ساتھ اس کو عرفیہ خاصہ کہتے ہیں۔

(۵) مطلقہ عامہ کو لاضرارۃ ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو جو دیہ لاضروریہ کہتے ہیں۔

(۶) مطلقہ عامہ کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو جو دیہ لادائمہ کہتے ہیں۔

(۷) ممکنہ عامہ کو لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو ممکنہ خاصہ کہتے ہیں۔

یہ سات احتمالات صحیح ہیں اور عند الساطع معتبر بھی ہیں صحیح اس لئے ہیں کہ ان سے جو تفسیر مرکبہ تیار ہوتا ہے اس کے مفہوم

آپس میں کوئی تضاد نہیں

سترہ (۱۷) عدد احتمالات صحیح تو ہیں لیکن مناطقہ کے نزدیک معتبر نہیں صحیح تو اس لئے ہیں کہ ان کے مفہوم میں تضاد نہیں

ر غیر معتبر اس لئے ہیں کہ منطق کی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں ہوتا۔

آٹھ (۸) احتمالات غیر صحیح ہیں ان کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں دو قضیوں کے مفہوموں میں تضاد ہوتا ہے

ن کے غیر صحیح ہونے کی تفصیل سمجھنے سے پہلے ایک دو باتیں ذہن نشین کر لیں کہ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں دوام بھی ہوتا ہے

ور جہاں ضرورت ذاتی ہوتی ہے وہاں دوام وصفی بھی اس ضرورت کے وقت میں ہوتا ہے۔ اب ان آٹھ قضیوں کے غیر صحیح

ہونے کی تفصیل سمجھیں۔ ضرور یہ مطلقہ کے ساتھ لا ضرورہ ذاتی اور وصفی، لا دوام ذاتی اور وصفی کو طایا جائے یہ چاروں احتمال غیر

صحیح ہیں ہر ایک کی تفصیل (۱) ضرور یہ مطلقہ کے ساتھ لا ضرورہ ذاتی والا احتمال غیر صحیح اس لئے ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں

تضاد ہے کیونکہ ضرور یہ مطلقہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ضروری ہے۔ اور لا ضرورہ ذاتی کا مفہوم یہ

ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ضروری نہیں۔ ان دونوں مفہوموں میں تضاد ہے۔ اس لئے یہ درست

نہیں (۲) ضرور یہ مطلقہ کے ساتھ لا ضرورہ وصفی والا احتمال اس سے غیر صحیح ہے کیونکہ ضرور یہ مطلقہ کا مضمون تو یہ ہے کہ نسبت کا

ثبوت ذات موضوع کیلئے ضروری ہے۔ اور اس سے یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ جب ذات موضوع کیلئے نسبت کا ثبوت

ضروری ہے تو وصف عنوانی میں ثبوت ضروری ہوگا جبکہ لا ضرورہ وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی کی حالت میں

ضروری نہیں ہے۔ ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے۔ (۳) ضرور یہ مطلقہ کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید رہنا اس لئے غیر صحیح

ہے کیونکہ ضرور یہ مطلقہ کا مفہوم تو یہ ہے کہ ذات موضوع کیلئے ثبوت ضروری ہے اور جو ضروری ہوتا ہے وہ دائمی بھی ہوتا ہے اور

لا دوام ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ ثبوت دائمی نہیں ذات موضوع کیلئے ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے (۴) ضرور یہ مطلقہ کو

لا دوام وصفی کے ساتھ بھی مقید کرنا غیر صحیح ہے اس لئے کہ ضرور یہ مطلقہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے

ضروری ہے۔ اور اس سے خود بخود سمجھ میں آتا ہے کہ جب ذات موضوع کیلئے ضروری ہے تو وصف عنوانی موضوع میں بھی ہمیشہ

ہوگا۔ اور لا دوام وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ وصف عنوانی کی حالت میں ثبوت ہمیشہ نہیں ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے

(۵) احتمال کہ شرط عامہ کو لا ضرورہ وصفی کے ساتھ مقید کیا جائے یہ غیر صحیح ہے کیونکہ شرط عامہ کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا

ثبوت وصف عنوانی موضوع میں ضروری ہے اور لا ضرورہ وصفی کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ وصف عنوانی موضوع میں نسبت کا ثبوت

ضروری نہیں ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے (۶) احتمال غیر صحیح کہ شرط عامہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کیا جائے اس

کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شرط عامہ کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی موضوع کی حالت میں ذات موضوع کیلئے ضروری ہے۔ اس سے یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ جب وصف عنوانی موضوع کی حالت میں نسبت کا ثبوت ضروری ہے تو دائمی بھی ہوگا جبکہ لا دوام وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی موضوع میں ہمیشہ نہیں۔ ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے (۷) احتمال غیر صحیح کہ دائمہ مطلقہ کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے یہ غیر صحیح اس لئے ہے کہ دائمہ مطلقہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ہمیشہ ہے اور لا دوام ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ہمیشہ نہیں۔ ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے (۸) احتمال کہ عرفیہ عامہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کیا جائے۔ اس کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرفیہ عامہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات کیلئے وصف عنوانی موضوع کی حالت میں ہمیشہ ہے جبکہ لا دوام وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے وصف عنوانی موضوع کی حالت میں ہمیشہ نہیں۔ ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے۔ یہ آٹھ عدد احتمالات اس لئے غیر صحیح تھے کہ ان کے مفہوم میں تضاد تھا۔

شارح فرماتے ہیں کہ ان تیس احتمالات کے علاوہ یہاں اور بھی بہت سارے احتمالات نقل کیے جاسکتے ہیں لیکن یہاں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں؛ میں آبی کیلئے ان کو معلوم کرنا آسان ہے لیکن ان احتمالات کا بھی عندالناظر اعتبار نہیں یا ان کا بھی تکیہ نہیں جتا اس لئے ان لوہیاں؛ کر نہیں کیا مٹا آٹھ بساط ہیں ہر ایک کو ہر ایک کے ساتھ ملائیں تو پونہ سٹھ احتمالات بنتے ہیں دنیہ و دنیہ ۵۔

قوله. الوجودیۃ اللادائمۃ: ہی المطلقة العامة المقيدة باللا دوام الذاتی نحو لا شی من الانسان بمتنفس بالفعل لاد انما ای کل انسان متنفس بالفعل فہی مرکبة من مطلقین عامتین احدهما موجبة والاخری سالبة

ترجمہ:- وہ ایسا مطلقہ عامہ ہے جو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے لا شی من الانسان الخ پس وہ مرکب ہے ان دو مطلقہ عامہ سے جن میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض وجودیہ لا دائمہ کی تعریف بتانی ہے۔

تشریح:- وجودیہ لا دائمہ قضاہ مطلقہ عامہ ہی ہوتا ہے جو کہ لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ جیسے لا شی من الانسان بمتنفس بالفعل الخ

قوله: ایضا: كما انه حکم فی الممكنة العامة باللاضرورة عن الجانب المخالف فقد

یحکم بلا ضرورة الجانب الموافق ایضا فتصیر القضية مركبة من ممکنین عامتین ضرورة

ان سلب ضرورة الجانب المخالف هو امکان الطرف الموافق وسلب ضرورة الطرف

الموافق هو امکان الطرف المقابل فیکون الحكم فی القضية باامکان الطرف الموافق

وامکان الطرف المقابل نحو کل انسان کاتب بالامکان الخاص فان معناه کل انسان کاتب

بالامکان العام ولاشی من الانسان بکاتب بالامکان العام

ترجمہ:- جس طرح ممکنہ عامہ میں جانب مخالف سے لا ضرورت کے ساتھ حکم لگایا جاتا تھا پس کبھی جانب موافق سے بھی

لا ضرورت کے ساتھ حکم لگایا جاتا ہے پس قضیہ دو ممکنہ عامہ سے مرکب ہو جاتا ہے بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ جانب

مخالف سے ضرورت کی نفی دو جانب موافق کا امکان ہے۔ اور جانب موافق کی ضرورت کا سلب وہ جانب مخالف کا ممکن ہونا ہے

پس قضیہ میں حکم جانب موافق کے امکان اور جانب مخالف کے امکان کے ساتھ ہوگا جیسے کل انسان کاتب الخ پس بلاشبہ

اس کا معنی کل انسان کاتب الخ ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض ممکنہ خاصہ کی تعریف بتانی ہے۔

تشریح:- ممکنہ خاصہ کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ممکنہ خاصہ دو ممکنہ عامہ سے ملکر بنتا ہے لیکن دونوں کو ایک ہی لفظ یعنی امکان خاص

کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ ممکنہ عامہ میں جانب مخالف سے ضرورت کی نفی ہوتی تھی لیکن ممکنہ خاصہ میں جانب مخالف اور موافق

دونوں سے ضرورت کی نفی ہوگی اور دونوں جانبوں کا امکان بھی ہوگا۔ جیسے کل انسان کاتب بالامکان الخاص کا مطلب

یہ ہوگا کہ کتابت انسان کیلئے ضروری نہیں بلکہ ممکن ہے اور عدم کتابت بھی انسان کیلئے ضروری نہیں بلکہ ممکن ہے۔

قوله: وهذه مرکبات: ای هذه القضايا السبع المذكورة وهي المشروطة الخاصة

والعرفية الخاصة والوقتیة والمنتشرة والوجودية اللاضرورية والوجودية اللادائمة

والممكنة الخاصة

ترجمہ:- یعنی یہ سات قضایا مرکبات ہیں اور وہ ہیں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ اور وقتیہ اور منتشرہ اور وجودیہ لا ضروریہ

اور وجودیہ لادائمہ اور ممکنہ خاصہ۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قضایا مرکبات کی تعداد بمع اسماء بیان کرنی ہے۔

تشریح:- اس قول میں قضایا مرکبات کی تعداد بمع نام بیان کر دئے ہیں۔ قضایا مرکبہ کل سات ہیں اور ان کے نام یہ ہیں

(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ (۳) وقتیہ (۴) منتشرہ (۵) وجودیہ لا ضروریہ (۶) وجودیہ لادائمہ (۷) ممکنہ خاصہ۔

تمام قضایا کی مثالیں مندرجہ ذیل نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

☆ نقشہ قضایا موجهہ مرکبات بمع امثله ☆

نمبر	نام قضیہ موجهہ	جز و اول	جز و ثانی	مثال قضیہ مرکبہ موجهہ	جز و ثانی کی تکمیل
۱	مشروطہ خاصہ	مشروطہ	مطلقہ عامہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتب لا دائما	لا شی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل
۲	مشروطہ عامہ	مشروطہ	مطلقہ عامہ	لا شی من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتب لا دائما	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل
۳	عرفیہ خاصہ موجهہ	عرفیہ عامہ	مطلقہ عامہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتب لا دائما	لا شی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل
۴	عرفیہ خاصہ سالبہ	عرفیہ عامہ	مطلقہ عامہ	لا شی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتب لا دائما	کل کاتب ساکن الاصابع بمعص
۵	وقتیہ موجهہ	وقتیہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	کما قدم منخسف بالضرورة وقت حیدونہ الارض بینہ و بین الشمس لا دائما	لا شی من القمر منخسف بالفعل
۶	وقتیہ سالبہ	وقتیہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	لا شی من القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائما	کل قمر منخسف بالفعل
۷	منتشرہ موجهہ	منتشرہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	کل انسان منخسف بالضرورة وقت القائم لا دائما	لا شی من الانسان بمنخسف بالفعل

۸	منتشرہ سالبہ	منتشرہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	لا شیء من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتا مالا دائما	کل انسان متنفس بالفعل
۹	وجودیہ لا دائمہ موجبہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	کل انسان متنفس بالفعل لا دائما	لا شیء من الانسان بمتنفس بالفعل
۱۰	وجودیہ لا دائمہ سالبہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	لا شیء من الانسان بمتنفس بالفعل لا دائما	کل انسان متنفس بالفعل
۱۱	وجودیہ لا ضروریہ موجبہ	مطلقہ عامہ	ممكنہ عامہ	کل انسان متنفس بالفعل لا بالضرورة	لا شیء من الانسان بمتنفس بالامکان العام
۱۲	وجودیہ لا ضروریہ سالبہ	مطلقہ عامہ	ممكنہ عامہ	لا شیء من الانسان بمتنفس بالفعل لا بالضرورة	لا شیء من الانسان بمتنفس بالامکان العام
۱۳	مكنہ خاصہ موجبہ	مكنہ عامہ	مكنہ عامہ	زيد كاتب بالامکان الخاص	زيد ليس كاتب بالامکان العام
۱۴	مكنہ عامہ سالبہ	مكنہ عامہ	مكنہ عامہ	زيد ليس كاتب بالامکان الخاص	زيد كاتب بالامکان العام

قوله محذوف من النكيبه: اي في الايجاب والسلب وقد مر بيان ذلك في بيان معنى اللاحق واللا ضرورية واما الموافقة في الكمية اي الكلية والجزئية فلان الموافقة في القضية المركبة واحد قد حكم عليه بحكمين مختلفين بالايجاب والسلب كان في الجزء الاول على كل افراد كان في الجزء الثاني ايضا على كلها وان كان على بعض الافراد في الاول فكذا في الثاني

ترجمہ:- یعنی (مخالف ہوں) ایجاب اور سلب میں اور اس کا بیان لا دوام اور لا ضرورت کے معنی کے بیان میں گزر چکا ہے اور بہر حال کیفیت یعنی کلیہ اور جزئیہ ہونے میں موافقت پس وہ اس لئے ہے کہ موضوع قضیہ مرکبہ میں امر واحد ہے جس پر دو حکم لگائے گئے ہیں جو ایجاب اور سلب کے ساتھ مختلف ہیں پس اگر جزو اول میں حکم کل افراد پر ہو تو جزو ثانی میں بھی کل افراد پر ہوگا

اور اگر اول میں بعض افراد پر ہو پس ثانی میں بھی ایسے ہی ہوگا۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح :- اس میں یہ بتایا ہے کہ لا دوام سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف اور لا ضرورۃ اور امکان خاص سے اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوگا جس قضیے کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کریں گے وہ قضیہ کیف (ایجاب و سلب) میں تو پہلے قضیہ کا مخالف ہوگا یعنی اگر پہلا موجب ہوگا تو یہ اشارہ والا قضیہ سالبہ ہوگا اور اگر پہلا سالبہ ہوگا تو یہ اشارہ والا قضیہ موجبہ ہوگا پس البتہ اشارہ سے جو قضیہ سمجھا جائے گا وہ کیت (کلیت و جزئیت) میں پہلے قضیے کے مطابق و موافق ہوگا اس کی حکمت یہ ہے کہ پہلے قضیے کا جو موضوع ہوگا وہی موضوع اس اشارہ سے سمجھے جانے والے قضیے کا بھی ہوگا اگر پہلے قضیے میں حکم کل افراد پر ہوگا تو اس میں بھی کل پر ہوگا اور پہلے قضیے میں اگر حکم بعض افراد پر ہوگا تو اس میں بھی بعض افراد پر ہوگا۔ اس لئے کیت میں یہ پہلے قضیے کے موافق ہوگا۔

قولہ: لهما قید بہما: ای القضية التي قیدت بہما ای باللا دوام واللا ضرورۃ یعنی اصل القضية ترجمہ :- یعنی قضیہ جو مقید کیا گیا ہو ان دونوں کے ساتھ یعنی لا دوام اور لا ضرورۃ کے ساتھ یعنی اصل قضیہ۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض بہما میں ہما ضمیر کا مرجع بتانا ہے اور یہ بتانا ہے کہ ہما سے کیا مراد ہے۔

تشریح :- لهما قید بہما میں ہما سے مراد وہ قضیہ ہے جس کو ان دونوں یعنی لا دوام اور لا ضرورۃ کے ساتھ مقید کیا جائے گا یعنی اصل قضیہ مراد ہے اور ہما ضمیر کا مرجع لا دوام اور لا ضرورۃ ذاتی ہیں۔

متن: فصل: الشرطیة متصلہ ان حکم فیہا بثبوت نسبة علی تقدیر
 اخری او نفیہا لزومیة ان کان ذلک بعلاقة والا فاتفاقیة ومتصلہ ان حکم
 فیہا بتنافی النسبتین او لا تنافیهما صدقا وکذبا معا وہی الحقیقیة او
 صدقا فقط فمانعة الجمع او کذبا فقط فمانعه الخلو وکل منہما عنادیة ان
 کان التنافی لذاتی الجزئین والا فاتفاقیة ثم الحکم فی الشرطیة ان کان
 علی جمیع تقادیر المقدم فکلیة او بعضہا مطلقا جزئیة او معینا فشخصیة
 والافہملة و طرفا الشرطیة فی الاصل قضیتان حملیتان او متصلتان
 او منفصلتان او مختلفتان الا انہما خرجتا بزیادة الاتصال والانفصال
 عن التمام

ترجمہ:- فصل: قضیہ شرطیہ متصلہ ہے اگر اس میں ایک نسبت کی تقدیر پر دوسری نسبت کے ثبوت کا یا اس کی نفی کا حکم لگایا جائے
 لزومیہ ہے اگر یہ غلطی کی وجہ سے ہو ورنہ پس وہ اتفاقیہ ہے اور منفصلہ ہے اگر اس میں دو نسبتوں کی منافات یا عدم منافات کا حکم
 لگایا جائے صدقا اور کذبا اکٹھے اور وہ حقیقیہ ہے یا فقط صدقا (منافات کا حکم لگایا جائے) پس مانعہ الجمع ہے یا فقط کذبا (منافات کا
 حکم لگایا جائے) پس مانعہ الخلو ہے اور ہر ایک ان دونوں میں سے عنادیہ ہے اگر منافات دونوں جزوؤں کی ذات کی وجہ سے ہو
 ورنہ پس وہ اتفاقیہ ہے پھر حکم شرطیہ میں اگر مقدم کی تمام تقادیر پر ہو تو وہ کلیہ ہے یا بعض پر ہو مطلقا تو جزئیہ ہے یا ممکن (تقدیر پر
 ہو) تو شخصیہ ہے ورنہ پس مہملہ ہے اور شرطیہ کی دو طرفیں اصل میں دو قضیے ہیں دونوں حملیہ ہوں یا متصلہ یا منفصلہ یا مختلف ہوں
 مگر اس صورت میں وہ اتصال اور انفصال کی زیادتی کے ساتھ تمامیت سے نکل جائیں گے۔

مختصر شرح متن:- قضا یا حملیہ اور موجبات کی بحث ختم کرنے کے بعد اب قضا یا شرطیہ کی بحث کرتے ہیں۔ قضیہ شرطیہ دو قسم
 پر ہے متصلہ منفصلہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے موجبہ اور سالبہ۔ شرطیہ متصلہ کی پھر دو قسمیں ہیں۔ لزومیہ،
 اتفاقیہ۔ شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں۔ حقیقیہ۔ مانعہ الجمع، مانعہ الخلو۔ پھر ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں
 ہیں۔ عنادیہ اور غیر عنادیہ۔ مزید تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

قوله: علی تقدیر اخری: سواء كانت النسبتان ثبوتيتين او سلبيتين او مختلفتين
 فقولنا كلما لم يكن زيد حيوانا لم يكن انسانا متصلة موجبة فالمتصلة ما حکم فيها باتصال
 النسبتين والسالبة ما حکم فيها بسلب اتصاليهما نحو ليس البتة كلما كانت الشمس طالعة
 كان الليل موجودا وكذلك اللزومية الموجبة ما حکم فيها بالاتصال بعلاقة والسالبة
 ما حکم فيها بانه ليس هناك اتصال بعلاقة سواء لم يكن هناك اتصال او كان لكن
 لا بعلاقة واما الاتفاقية فهي ما حکم فيها بمجرد الاتصال او نفيه من غير ان يكون ذلك
 مستندا الى العلاقة نحو كلما كان الانسان ناطقا فالحمير ناطق وليس كلما كان الانسان
 ناطقا كان الفرس ناطقا فتدبر

ترجمہ:- برابر ہے کہ دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں یا سلبی ہوں یا مختلف ہوں پس ہمارا جواب: كلما لم يكن زيد حيوانا لم يكن
 انسانا قضيہ متصلہ موجبہ ہے پس متصلہ (موجبہ) وہ قضيہ ہے جس میں دو نسبتوں نے اس کو یہ تسمیہ دیا ہو اور متصلہ سالبہ وہ
 قضيہ ہے جس میں ان نسبتوں کے متصل نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جیسے ليس البتة كلما كانت الشمس طالعة كان الليل
 موجودا اور اسی طرح لزومیہ موجبہ وہ قضيہ ہے جس میں کسی علاقہ کے ساتھ متصل ہونے کا حکم لگایا گیا ہو اور لزومیہ سالبہ وہ قضيہ
 ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو بایں طور کہ یہاں کسی علاقہ کے ساتھ اتصال نہیں ہے برابر ہے کہ وہاں خود اتصال نہ ہو یا اتصال تو ہو
 مگر بغیر علاقہ کے ہو اور بہر حال اتفاقیہ وہ وہ قضيہ ہے جس میں محض اتصال کے ساتھ یا اس اتصال کی نفی کے ساتھ حکم لگایا گیا ہو
 بغیر اس کے کہ وہ منسوب ہو علاقہ کی طرف جیسے كلما كان الانسان ناطقا الخ۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن یعنی قضيہ شرطیہ متصلہ کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:- اس تعریف کے سمجھنے سے پہلے بطور ضابطہ کے یہ بات سمجھیں کہ قضا یا شرطیہ کی بحث میں جو تعریفات بیان ہوں گی
 مستندہ: مستندہ لزومیہ، مناد یہ وغیرہ کی یہ تعریفات صرف موجبات پر ہی آئیں گی ان کے سوالب کو متصلہ، مفصلہ، لزومیہ
 مناد یہ، مجازا نہیں ہے ان پر یہ تعریفات ہی نہیں آئیں گی۔

تعریف شرطیہ متصلہ:- جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف ہو جیسے ان كانت الشمس طالعة

فالنہار موجود یہاں وجودنہار کی نسبت کا ثبوت طلوع شمس کی نسبت پر موقوف ہے یہ تعریف شرطیہ متصلہ موجبہ کی ہے ایک نسبت کا ثبوت جو دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف ہوگا پھر وہ دونوں نسبتیں ثبوتی بھی ہو سکتی ہیں سلبی بھی اور مختلف بھی۔

اس میں کل چار صورتیں نکلیں گی

(۱) دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود

(۲) دونوں نسبتیں سلبی ہوں جیسے ان لم یکن الشمس طالعة لم یکن النہار موجودا

(۳) پہلی نسبت (مقدم) ثبوتی ہو اور دوسری نسبت (تالی) سلبی ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة فلم یکن اللیل

موجودا

(۴) پہلی نسبت سلبی ہو اور دوسری نسبت ثبوتی ہو جیسے ان لم تکن الشمس طالعة فکان اللیل موجودا۔

قضیہ شرطیہ متصلہ سالبہ :- اس کو کہتے ہیں جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف نہ ہو جیسے لیس

البتة كلما كانت الشمس طالعة كان اللیل موجودا۔ یہاں وجود لیل کی نسبت کا ثبوت طلوع شمس کی نسبت پر

موقوف نہیں۔ یہاں بھی وہی صورتیں ہونگی کہ دونوں قضیوں کی نسبت بذات خود ایجابی بھی ہو سکتی ہے سلبی بھی اور مختلف بھی۔

اس میں بھی وہی چار صورتیں نکلیں گی

(۱) دونوں ثبوتی نسبتوں میں اتصال کی نفی ہو جیسے لیس البتة كلما كانت الشمس طالعة كان اللیل موجودا

(۲) دونوں سلبی نسبتوں میں اتصال کی نفی ہو جیسے لیس البتة كلما لم یکن الشمس طالعة لم یکن اللیل موجودا

(۳) پہلی نسبت ثبوتی ہو اور دوسری سلبی ہو جیسے لیس البتة كلما کانت الشمس طالعة لم یکن النہار موجودا

(۴) پہلی نسبت سلبی ہو اور دوسری نسبت ثبوتی ہو جیسے لیس البتة كلما لم یکن الشمس طالعة كان النہار موجودا

شرطیہ متصلہ کی پھر دو قسمیں ہیں لزومیہ اور اتفاقیہ۔

لزومیہ کی تعریف :- لزومیہ اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں دو نسبتوں میں اتصال کسی علاقے (تعلق) کی وجہ سے ہو۔ جیسے ان

کانت الشمس طالعة فالنہار موجود۔ یہاں وجودنہار کی نسبت کا اتصال طلوع شمس کی نسبت کے علاقے کی وجہ سے

ہے اور وہ علاقہ یہ ہے کہ طلوع شمس علت ہے وجودنہار کیلئے۔ یہ لزومیہ موجبہ کی تعریف ہے۔ سالبہ کی تعریف اس ہالٹ ہولی کہ

دونہاروں میں اتصال نہ ہو کسی علاقے کی وجہ سے۔ جیسے لیس البتة كلما کانت الشمس طالعة فاللیل موجود۔ اس

لزومیہ سالبہ میں دو صورتیں نکلیں گی ایک صورت یہ ہے کہ مرے سے اتصال ہی نہ ہو جیسے ابھی مثال گزری۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ اتصال تو ہو لیکن کسی علاقے کی وجہ سے نہ ہو جیسے لیس البتہ کلما کان الانسان ناطقا کان الحمار ناھقا یہاں ناھقیت حمار اور ناھقیت انسان میں اتصال تو ہے لیکن علاقہ نہیں۔ کیونکہ ناھقیت انسان ناھقیت حمار کیلئے علت نہیں۔

اتفاقہ کی تعریف:- دو نسبتوں میں اتصال بقیہ کسی علاقے کے ہو اس کی مثال وہی ہے جو لزومیہ سالبہ کی مثال ہے جیسے کلما کان الانسان ناطقا کان الحمار ناھقا لزومیہ سالبہ اور اتفاقہ موجبہ کی تعریف میں فرق نہیں البتہ فرق اتنا ہے کہ لزومیہ سالبہ میں سور سالبہ کا ہوتا ہے اور اتفاقہ موجبہ میں سور موجبہ کا۔

اتفاقہ سالبہ اس قصبے کو کہتے ہیں جس میں دو نسبتوں کے درمیان اتصال نہ ہو بقیہ کسی علاقے کے۔ جیسے لیس البتہ کلما کان الانسان ناطقا کان الفرس ناھقا یہاں اتصال نہیں کیونکہ کبھی کبھی انسان ناطق ہوتا ہے اور فرس ناھق نہیں ہوتا اور علاقہ بھی نہیں کیونکہ ناھقیت انسان ناھقیت فرس کیلئے علت نہیں۔

قولہ: بعلاقة: وہی امر بسببہ يستصحب المقدم التالي كعلية طلوع الشمس لوجود النهار فی قولنا کلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود

ترجمہ: اور وہ علاقہ ایسا امر ہے جس کی وجہ سے مقدم تالی کا مصاحب ہو جائے جیسے طلوع شمس کا علاقہ وجود نہار کیلئے ہمارے قول کلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود میں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض علاقے کی تعریف بیان کرنی ہے۔

تشریح:- قضیہ لزومیہ میں جو علاقہ ہوتا ہے وہ کیا چیز ہے؟ اس قول میں اس کی تعریف کرتے ہیں کہ علاقہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب سے مقدم تالی کا ساتھی بن جاتا ہے منطقیوں نے تلاش کر کے چار قسم کے علاقے نکالے ہیں۔

(۱) مقدم علت ہوتالی معلول ہو جیسے ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود اس میں طلوع شمس وجود نہار کی علت ہے اور وجود نہار معلول ہے۔

(۲) مقدم معلول ہوتالی علت ہو جیسے ان كان النهار موجودا فالشمس طالعة اس میں طلوع شمس وجود نہار کی علت ہے اور وجود نہار مقدم معلول ہے۔

(۳) مقدم اور تالی دونوں معلول ہوں ایک تیسری چیز (علت) کے جیسا کہ کلما كان النهار موجودا فالعالم مضي

ان دونوں (وجود نہا اور طلوع شمس) کی علت ایک تیسری چیز طلوع شمس ہے۔

(۴) چوتھا احتمال یہ ہے کہ مقدم اور تالی میں تضایف کا علاقہ ہو یعنی ایک شی دوسری کے بغیر نہ سمجھی جائے جیسے ان کا زیادہ ابا

لعمرو فعمرو ابنہ

قولہ: بتنافی النسبتین: سواء كانت النسبتان ثبوتیتین او سلبیتین او مختلفتین فان

كان الحكم فيهما بتنافيها فهي منفصلة موجبة وان كان بسلب تنافيهما فهي منفصلة سالبة

ترجمہ: برابر ہے کہ دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں یا سلبی ہوں یا مختلف ہوں پس اگر حکم اس میں ان نسبتوں کے مابین منافات کے

ساتھ ہو تو وہ منفصلہ موجبہ ہے اور اگر حکم ان کے مابین منافات نہ ہونے کے ساتھ ہو تو وہ منفصلہ سالبہ ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تعریف بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں شارح قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تعریف کرتے ہیں۔

شرطیہ منفصلہ کی تعریف:۔ شرطیہ منفصلہ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دو نسبتوں کے درمیان منافات (مخالفت) کو

ثابت کیا گیا ہو پھر وہ دونوں قضیے بذات خود چاہے موجب ہوں یا سالبہ یہاں بھی وہی چار صورتیں نکلیں گی

(۱) دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں جیسے اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا

(۲) دونوں سلبی ہوں جیسے اما ان یکون هذا العدد لازوجا او لا فردا

(۳) پہلی ثبوتی دوسری سلبی ہو جیسے اما ان یکون هذا العدد منقسم بمتساویین او لا زوجا

(۴) پہلی سلبی دوسری ثبوتی ہو جیسے اما ان یکون هذا العدد لازوجا او منقسما بمتساویین

قضیہ شرطیہ منفصلہ سالبہ:۔ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دونوں نسبتوں کے درمیان منافات (مخالفت) کی نفی کی گئی ہو

جیسے لیس البتہ اما ان یکون هذا العدد زوجا او منقسما بمتساویین اس میں بھی عقلی طور پر وہی چار صورتیں نکلتی ہیں

مثالیں بالکل واضح ہیں استخراج بنفسک۔

قوله: وهي الحقيقية: فالمنفصلة الحقيقية ما حكم فيها بتنافي النسبتين في الصدق والكذب نحو قولنا اما ان يكون هذا العدد زوجا واما ان يكون هذا العدد فردا او حكم فيها بسلب تنافي النسبتين في الصدق والكذب نحو قولنا ليس البتة اما ان يكون هذا العدد زوجا او منقسما بمتساويين والمنفصلة المانعة الجمع ما حكم فيها بتنافي النسبتين او لاتنافيهما في الصدق فقط نحو هذا الشيء اما ان يكون شجرا واما ان يكون حجرا والمنفصلة المانعة الخلو ما حكم فيها بتنافي النسبتين او لا تنافيهما في الكذب فقط نحو اما ان يكون زيد في البحر واما ان لا يغرق

ترجمہ: منفصلہ حقیقیہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو صدق و کذب میں نسبتوں کی منافات کے ساتھ جیسے ہمارا قول اما ان یکون هذا العدد زوجا الخ یا حکم لگایا گیا ہو اس میں نسبتوں کی صدق و کذب میں منافات نہ ہونے کے ساتھ جیسے ہمارا قول ليس البتة اما ان يكون هذا العدد الخ اور منفصلہ مانعہ الجمع وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو دو نسبتوں کی منافات یا عدم منافات کے ساتھ فقط صدق میں جیسے هذا الشيء اما ان يكون شجرا واما ان يكون حجرا اور منفصلہ مانعہ الخلو وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو دو نسبتوں کے منافی ہونے یا نہ ہونے کے ساتھ صرف کذب میں جیسے اما ان يكون زيد في البحر واما ان لا يغرق۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض قضیہ منفصلہ کی اقسام بتانی ہیں اور ہر ایک کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔ یہ بات ما قبل میں بھی گزر چکی ہے کہ قضایا شرطیہ کے اندر جتنی بھی تعریفات ہوں گی وہ موجبات پر ہی چلی آئیگی سوال پر چلی نہیں آئیگی لیکن سوال کو مجازا متصل، منفصلہ اور اتفاقیہ وغیرہ کہا جاتا ہے اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب قضیہ شرطیہ منفصلہ کے اقسام تجزیہ

شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (۱) شرطیہ منفصلہ حقیقیہ (۲) شرطیہ منفصلہ مانعہ الجمع (۳) شرطیہ منفصلہ مانعہ الخلو۔

شرطیہ منفصلہ حقیقیہ:۔ اس قضیہ شرطیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں دو نسبتوں کے درمیان مخالفت کو ثابت کیا گیا ہو صدق اور کذب دونوں میں صدق اور کذب میں مخالفت کے ثابت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نہ دونوں نسبتیں انہی چلی آئیں اور نہ

دونوں اکٹھی اٹھ سکیں جیسے هذا العدد اما ان يكون زوجا او فردا یہ دونوں نسبتیں زوجیت اور فردیت ایک عدد میں جمع ہی نہیں ہو سکتیں کہ کوئی عدد زوج بھی ہو اور فرد بھی، اور اٹھ بھی نہیں سکتیں کہ کوئی عدد نہ زوج ہو اور نہ فرد ہو۔ یہ تعریف حقیقیہ موجبہ کی ہے سالبہ کی تعریف بالکل اس کا عکس ہوگی سالبہ حقیقیہ اس کو کہتے ہیں جس میں دو نسبتوں میں صدق و کذب میں مخالفت کی نفی کی گئی ہو صدق و کذب میں مخالفت کی نفی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نسبتیں اکٹھی سچی بھی ہو سکیں اور اکٹھی جھوٹی بھی ہو سکیں جیسے ليس البتة اما ان يكون هذا العدد زوجا او منقسما بمتساویین یہاں دونوں نسبتیں زوجیت اور انقسام بمتساویین جمع بھی ہو سکتی ہیں کہ عدد زوج بھی ہو اور منقسم بمتساویین بھی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں نسبتیں اٹھ جائیں کہ ایک عدد ایسا ہو جو نہ جفت ہو اور نہ منقسم بمتساویین ہو بلکہ وہ عدد طاق ہو۔

شرطیہ منفصلہ مانعہ الجمع:۔ اس قضیہ شرطیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں دو نسبتوں کے درمیان مخالفت فقط صدق میں ثابت کی گئی ہو یعنی دونوں نسبتیں اکٹھی سچی نہ آ سکتی ہوں البتہ دونوں کا اٹھ جانا جائز ہو جیسے اما ان يكون هذا الشيء شجرا او حجرا شجر اور حجر ان دونوں کا جمع ہونا تو محال ہے یعنی دونوں اکٹھی ایک جگہ سچی نہیں آ سکتیں لیکن ان کا اٹھ جانا جائز ہے کہ دونوں نہ ہوں بلکہ ایک تیسری چیز مثلا انسان ہو۔

سالبہ مانعہ الجمع کی تعریف:۔ یہ ہے کہ دو نسبتوں میں صدق میں مخالفت کی نفی کی گئی ہو یعنی دونوں نسبتوں کا سچا آنا جائز ہو لیکن اٹھ جانا جائز نہ ہو جیسے اما ان يكون هذا الانسان حیوانا او اسود یہاں ان دونوں نسبتوں حیوان اور اسود کا جمع ہونا تو جائز ہے کہ حبشی آدمی میں حیوان بھی پایا جائے گا اور اسود بھی لیکن ان دونوں کا اٹھ جانا درست نہیں کہ وہ آدمی حیوان بھی نہ ہو اور اسود بھی نہ ہو۔

شرطیہ منفصلہ مانعہ الخلو: اس قضیہ شرطیہ کو کہتے ہیں جس میں دو نسبتوں میں مخالفت صرف کذب میں ہو یعنی دونوں نسبتوں کا اٹھ جانا محال ہو البتہ دونوں کا سچا آنا جائز ہو جیسے اما ان يكون زید فی البحر او لا یغرق ان دونوں نسبتوں کا اٹھ جانا (کہ زید دریا میں نہ ہو اور غرق ہو) محال ہے لیکن ان کا اجتماع جائز ہے کہ زید دریا میں ہو اور غرق نہ ہو بلکہ کشتی پر سوار ہو یا تیر رہا ہو۔

سالبہ مانعہ الخلو:۔ وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہوتا ہے جس میں کذب یا مخالفت کی نفی کی گئی ہو یعنی دونوں نسبتوں کا اٹھ جانا جائز ہو جمع ہونا جائز نہ ہو جیسے ليس البتة اما ان يكون هذا الشيء حجرا او شجرا ان دونوں کا اٹھ جانا تو جائز ہے کہ وہ شیئی نہ حجر ہو نہ شجر بلکہ انسان ہو لیکن جمع ہونا جائز نہیں کہ ایک ہی شیئی شجر بھی ہو اور حجر بھی ہو۔

قوله: او صدقا فقط: ای لا فی الکذب او مع قطع النظر عن الکذب حتی جاز ان

يجتمع النسبتان فی الکذب وان لا يجتمعا ويقال للمعنى الاول مانعة الجمع بالمعنى

الاخص والثانى مانعة الجمع بالمعنى الاعم

ترجمہ: یعنی (منافات کا حکم) کذب میں نہیں یا کذب سے قطع نظر کر کے حتی کہ جائز ہے یہ کہ دونوں نسبتیں کذب میں جمع ہو جائیں اور یہ کہ جمع نہ ہوں اور اول معنی کو مانعہ الجمع بالمعنى الاخص کہا جاتا ہے اور ثانی معنی کو مانعہ الجمع بالمعنى الاعم کہا جاتا ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تفسیر منفصلہ مانعہ الجمع کی ایک دوسری تعریف بتانی ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں تفسیر منفصلہ مانعہ الجمع کی ایک دوسری تعریف کی ہے ایک تعریف تو مانعہ الجمع کی یہ گزری ہے کہ اس

میں دونوں نسبتوں کا صدق محال ہو اب یہاں اور تعریف بتا رہے ہیں اور اس تعریف میں پہلی تعریف سے کچھ قیود کو اٹھایا جائیگا یا

بڑھایا جائیگا تفسیر مانعہ الجمع میں اگر دوسری جانب کو صراحت ذکر کیا جائے جیسے یوں کہا جائے کہ دو نسبتوں کی صرف صدق میں

مخالفت ہو اور دوسری جانب یعنی کذب میں مخالفت نہ ہو تو یہ دوسری تعریف ہے منفصلہ مانعہ الجمع کی یہ تعریف اخص ہے اور یہ

تعریف منفصلہ حقیقہ کے مقابل ہے کیونکہ اس میں تو صدق اور کذب دونوں میں مخالفت ہوتی ہے اور اگر دوسری جانب کو

صراحت ذکر نہ کیا جائے تو یہ تعریف مانعہ الجمع کی اعم ہے جیسے کہا جائے کہ مانعہ الجمع وہ تفسیر شرطیہ منفصلہ ہے کہ جس کے صدق

میں دو نسبتوں میں مخالفت ہو دوسری جانب کا معلوم نہیں کہ مخالفت ہے یا نہیں یہ تعریف منفصلہ حقیقہ پر بھی آئیگی اگر دوسری

جانب میں بھی مخالفت ہو اس لئے اس تعریف کو اعم کہیں گے جس تعریف میں صراحت دوسری جانب کو ذکر کیا جائے اسکو تفسیر مانعہ

الجمع بالمعنى الاخص اور جس میں دوسری جانب کو صراحت ذکر نہ کیا جائے اس کو مانعہ الجمع بالمعنى الاعم کہتے ہیں

قوله: او كذبا فقط: ای لا فی الصدق او مع قطع النظر عنه والاول مانعه الخلو بالمعنى

الاخص والثانى بالمعنى الاعم

ترجمہ: یعنی (منافات کا حکم) صدق میں نہیں یا صدق سے قطع نظر کر کے اول مانعہ الخلو بالمعنى الاخص ہے اور ثانی مانعہ الخلو

بالمعنى الاعم ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض بھی مانعہ الخلو کی ایک دوسری تعریف بتانی ہے۔

تشریح:- اگر یہاں بھی دوسری جانب کو صراحت ذکر کیا جائے تو یہ مانعہ اخلو بالمعنی الاخص ہوگا جو کہ منفصلہ حقیقیہ کا مقابل ہوگا جیسے کہا جائے مانعہ اخلو وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ جس میں دونوں نسبتوں میں صرف کذب میں مخالفت ہو دوسری جانب صراحت مذکور ہو کہ صدق میں مخالفت نہ ہو یہ منفصلہ حقیقیہ کا مقابل ہے کیونکہ ہمیں صدق و کذب دونوں میں مخالفت ہوتی ہے اور اگر دوسری جانب کو صراحت ذکر نہ کیا جائے تو اس کو مانعہ اخلو بالمعنی الاعم کہیں گے جیسے یوں کہا جائے کہ مانعہ اخلو وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ جس کے اندر کذب میں مخالفت ہو دوسری جانب کا معلوم نہیں مخالفت ہے یا نہیں اگر دوسری جانب میں بھی مخالفت ہو تو پھر منفصلہ حقیقیہ پر سچا آئیگا اس لئے اس کو مانعہ اخلو بالمعنی الاعم کہتے ہیں۔

قوله: لذاتی الجزئین: ای ان كان المنافاة بين الطرفين ای المقدم والتالی منافاة ناشية عن ذاتيهما فی ای مادة تحققا كالمنافاة بين الزوجية والفردية لا من خصوص المادة كالمنافاة بين السواد والكتابة فی انسان يكون اسود وغير كاتب او يكون كاتباً وغير اسود فالمنافاة بين طرفی هذه المنفصلة واقعة لا لذاتيهما بل بحسب خصوص المادة اذ قد يجتمع السواد والكتابة فی الصدق او فی الكذب لی مادة اخرى فهذه منفصلة حقیقیة اتفافية وتلك منفصلة عنادية

ترجمہ:- یعنی اگر طرفین یعنی مقدم اور تالی کے درمیان ایسی منافات ہے جو ان کی ذات سے پیدا ہونے والی ہے جس مادہ میں بھی وہ طرفین متحقق ہوں جیسے منافات زوجیت اور فردیت کے درمیان نہ کہ کسی خاص مادہ کی منافات جیسے منافات سواد اور کتابت کے درمیان ایسے انسان میں جو اسود ہو اور کاتب نہ ہو یا کاتب ہو اور اسود نہ ہو پس منافات اس منفصلہ کی دونوں طرفوں کے درمیان واقع ہونے والی ہے نہیں ہے انکی ذات کی وجہ سے بلکہ خاص مادہ کے لحاظ سے ہے کیونکہ کبھی سواد اور کتابت صدق یا کذب میں دوسرے مادہ کے اندر جمع ہو سکتی ہے پس یہ منفصلہ حقیقیہ اتفافیہ ہے اور وہ (پہلی قسم) منفصلہ عنادیہ ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قضیہ منفصلہ کی دو قسمیں بیان کرنی ہیں۔

تشریح:- قضیہ منفصلہ کی دو قسمیں ہیں عنادیہ اور اتفافیہ قضیہ منفصلہ کی تینوں اقسام میں سے ہر ایک عنادیہ اور اتفافیہ ہوگی قضیہ متصلہ کی بھی دو قسمیں تھیں لزومیہ اور اتفافیہ متصلہ میں اگر اتصال کسی علاقہ کی وجہ سے ہوتا تھا تو وہ لزومیہ تھا اور منفصلہ میں

مخالفت دو نسبتوں میں اگر باعتبار ذات کے ہو تو اس کو عناد یہ کہتے ہیں یہاں نام رکھنے میں فرق اس لئے کیا ہے کہ ہر ایک کی تعریف علیحدہ علیحدہ ہے اتفاقہ میں دونوں کی تعریف ملتی تھی اس لئے متصلہ اور منفصلہ دونوں کو اتفاقہ کہا اتفاقہ متصلہ میں اتصال دونوں نسبتوں کا اتفاق ہو جاتا تھا اسی طرح اتفاقہ منفصلہ میں دونوں نسبتوں میں مخالفت اتفاقا ہو جاتی ہے۔
اب عناد یہ اور اتفاقہ کی تعریف سمجھیں۔

قضیہ عناد یہ کی تعریف :- اس قضیہ منفصلہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دو نسبتوں کے درمیان مخالفت ذاتی ہو۔ ذات کے اعتبار سے بھی وہ دونوں نسبتیں کسی مادہ میں جمع نہ ہو سکیں جیسے هذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا۔ یہ موجبہ کی تعریف ہے سالبہ کی تعریف اس کے بالکل برعکس ہے۔

سالبہ عناد یہ کی تعریف :- وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں دو نسبتوں میں مخالفت ذاتی نہ ہو اس کی مثال جیسے زید مثلا کاتب ہے اور کالا نہیں تو قضیہ بولا جائے کہ زید اما ان یکون کاتبا او اسود (زید یا کاتب ہے یا کالا ہے)

قضیہ اتفاقہ کی تعریف :- وہ قضیہ متصلہ ہے کہ جس میں دو نسبتوں میں مخالفت کسی مادے (مثال) میں ہوگی ورنہ ان دونوں میں ذات کے اعتبار سے کوئی مخالفت نہ ہوگی جیسے ہم نے ایک انسان کالے کو فرض کر لیا کہ یہ کالا ہے اور کاتب نہیں۔ اب اس پر یہ مثال سچی آتی ہے کہ اما ان یکون هذا الانسان اسود او کاتبا۔ یہ انسان یا اسود ہے یا کاتب یہ دونوں نسبتیں اس انسان پر سچی نہیں آرہیں ورنہ ان میں مخالفت ذاتی نہیں کیونکہ اگر مخالفت ذاتی ہوتی تو یہ دونوں نسبتیں کبھی بھی جمع نہ ہوتیں حالانکہ یہ دونوں نسبتیں جمع بھی ہو جاتی ہیں کہ انسان اسود بھی ہو اور کاتب بھی جیسے جشی نشی۔ یہ اتفاقہ موجبہ کی تعریف تھی سالبہ کی تعریف یہ ہوگی جس میں دو نسبتوں میں مخالفت کی نفی اتفاق ہو۔

چونکہ منفصلہ کی تینوں قسمیں ان دو کی طرف تقسیم ہوتی ہیں اس لئے اب تفصیل سے ہر ایک کی تقسیم بمع امثلہ سمجھئے۔

منفصلہ حقیقیہ عناد یہ کی مثال :- اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا یہاں زوجیت عدد اور فردیت میں مخالفت بیان کی گئی ہے اور یہ مخالفت ذاتی ہے کیونکہ زوجیت عدد واحد اور فردیت عدد واحد کسی بھی مثال میں جمع نہیں ہو سکتے۔

منفصلہ حقیقیہ اتفاقہ کی مثال :- وہی انسان جس کو اسود لاکاتب فرض کیا گیا ہو اس پر یہ مثال سچی آتی ہے اما ان یکون هذا الانسان اسود او کاتبا۔ یہ انسان یا اسود ہے یا کاتب اس مثال مذکور میں اتفاقی طور پر ایسا ہو گیا ہے کہ اسود اور کاتب دونوں سچے نہیں آتے ورنہ ان کی ذات میں کوئی مخالفت نہیں یہ جمع بھی ہو سکتے ہیں کما مر الفا۔

منفصلہ مانعہ الجمع عناد یہ کی مثال :- اما ان يكون هذا الشيء شجرا او حجرا یہاں شجریت اور حجریت میں مخالفت ثابت کی گئی ہے اور یہ مخالفت ذاتی ہے مانعہ الجمع میں مخالفت دو نسبتوں میں صرف صدق میں ہوتی ہے کذب میں نہیں۔ دونوں نسبتیں جھوٹی ہو سکتی ہیں۔

منفصلہ مانعہ الجمع اتفاقیہ کی مثال :- وہی انسان اسود لا کاتب اس پر یہ مثال سچی آتی ہے کہ اما ان يكون هذا الانسان لا اسود او کاتب یہ انسان یا تو لا اسود ہے یا کاتب ہے۔ یہ دونوں نسبتیں لا اسود اور کاتب اس انسان پر سچی تو نہیں آتیں کیونکہ وہ تو اسود اور لا کاتب ہے لیکن متحد ہو سکتی ہیں کہ اسود لا کاتب ہو جیسے وہ ہے۔

منفصلہ مانعہ اخلو عناد یہ کی مثال :- اما ان يكون زيد في البحر او لا يغرق (زيد یا تو دریا میں ہے یا غرق نہیں ہو رہا) مانعہ اخلو میں دونوں نسبتوں کا جمع ہونا جائز ہوتا ہے اور اٹھ جانا محال ہوتا ہے زید دریا میں ہو اور غرق نہ ہو یہ جمع ہو سکتے ہیں کہ وہ تیر رہا ہو۔ اٹھ نہیں سکتے کہ وہ دریا میں نہ ہو اور غرق ہو جائے ان دونوں میں مخالفت ذاتی ہے۔

منفصلہ مانعہ اخلو اتفاقیہ کی مثال :- وہی انسان اسود لا کاتب اس پر یہ مثال سچی آتی ہے کہ اما ان يكون هذا الانسان اسود او لا کاتب ان دونوں نسبتوں کا جمع ہونا جائز ہے کہ وہ اسود بھی ہو اور لا کاتب بھی ہو جیسا کہ وہ ہے لیکن دونوں اٹھ نہیں سکتیں کہ وہ اسود نہ ہو بلکہ لا اسود ہو اور لا کاتب نہ ہو بلکہ کاتب ہو ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو اسود لا کاتب ہے یہاں منفصلہ مانعہ اخلو میں اسود لا کاتب کا اٹھ جانا یعنی لا اسود کاتب ہونا یہ محال اس مادہ میں ہو رہا ہے جس کو ہم نے فرض کیا ہے ورنہ حقیقت میں ذاتی طور پر ان کا اٹھنا محال نہیں بلکہ دونوں اٹھ سکتے ہیں جیسے رومی آدمی کاتب ہو تو اس پر لا اسود اور کاتب دونوں سچے آتے ہیں اسی طرح مانعہ الجمع لا اسود اور کاتب کا جمع نہ ہونا اس مادہ میں ہے ورنہ ذاتی طور پر یہ آپس میں مخالف دونوں جمع ہو سکتے ہیں کہ انسان لا اسود ہو اور کاتب ہو جیسے رومی کاتب۔

فائدہ :- قضیہ متصل کی تین قسمیں ہیں لیکن یہاں صرف دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) لزومیہ جس میں لزوم کی صراحت کی گئی ہو (۲) اتفاقیہ جس میں اتفاق کی قید صراحتاً موجود ہو۔ (۳) مطلقہ جس میں نہ لزوم کی صراحت ہو اور نہ اتفاق کی جیسے ان کسانت الشمس طالعة فالنهار موجود اس کو متصلہ مطلقہ کہتے ہیں۔

اس طرح منفصلہ کی پہلے چھ قسمیں بنتی تھیں لیکن اب ایک قسم منفصلہ مطلقہ بڑھ جائے گی جو کہ تین قسموں کے ساتھ ملے گی تو اب نو قسم منفصلہ کی ہوں گی (۱) منفصلہ حقیقیہ لزومیہ (۲) منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ (۳) منفصلہ حقیقیہ مطلقہ (۴) منفصلہ

مانعہ الجمع لزومیہ (۵) منفصلہ مانعہ الجمع اتفائیہ (۶) منفصلہ مانعہ الجمع مطلقہ (۷) منفصلہ مانعہ الخلو لزومیہ (۸) منفصلہ مانعہ الخلو اتفائیہ (۹) منفصلہ مانعہ الخلو مطلقہ۔ کتاب میں تو شرطیہ کی آٹھ قسمیں مذکور ہیں لیکن اصل میں بارہ قسم ہیں تین متصلہ کی اور نو منفصلہ کی فافہم هذا دقیق۔

قوله: ثم الحكم آه كما ان الحملية تنقسم الى محصورة ومهملة وشخصية وطبعية كذلك الشرطية ايضا سواء كانت متصلة او منفصلة تنقسم الى المحصورة الكلية والجزئية والمهملة والشخصية ولا يعقل الطبيعية ههنا

ترجمہ:- جس طرح حملیہ تقسیم ہوتا ہے محصورہ، مہملہ، شخصیہ اور طبیعیہ کی طرف اسی طرح شرطیہ بھی خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ تقسیم ہوتا ہے محصورہ کلیہ وجزئیہ اور مہملہ اور شخصیہ کی طرف اور طبیعیہ یہاں متصور نہیں ہو سکتا۔
غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح: اس قول میں یہ بات بتا رہے ہیں کہ جیسے قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے پانچ قسمیں بنتی تھیں (۱) شخصیہ (۲) طبیعیہ (۳) مہملہ (۴) محصورہ کلیہ (۵) محصورہ جزئیہ۔ اسی طرح قضیہ شرطیہ کی بھی یہ قسمیں ہوں گی (۱) شخصیہ (۲) مہملہ (۳) محصورہ کلیہ (۴) محصورہ جزئیہ خواہ شرطیہ متصلہ ہو یا شرطیہ منفصلہ۔ ہاں البتہ قضیہ شرطیہ طبیعیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ طبیعیہ میں حکم کلی کی طبیعت پر ہے اور قضایا شرطیہ میں حکم طبیعت پر ہوتا ہی نہیں بلکہ حکم مقدم کے احوال پر ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں قضیہ طبیعیہ نہیں ہو سکتا

قوله: تقادیر المقدم: كقولنا كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود

ترجمہ:- جیسے ہمارا قول كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض بھی تشریح متن ہے۔

تشریح:- قضیہ شرطیہ میں حکم خواہ وہ متصلہ ہو یا منفصلہ تمام حالات مقدم پر ہوتا ہے یعنی مقدم کے وہ حالات جن کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہو ان پر حکم ہوتا ہے۔ اگر مقدم کے تمام حالات پر حکم اتصال یا انفصال کا ہو تو اس کو قضیہ شرطیہ کلیہ کہتے ہیں مثال
كلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجودا۔

قوله: فكلية: وسورها في المتصلة الموجبة كلما ومهما ومتى وما في معناها وفي المنفصلة دائما وابدأ ونحوهما هذا في الموجبة واما السالبة مطلقا فسورها ليس البتة

ترجمہ:- اس کلیہ کا سور متصل موجبہ میں کلما اور مهما اور متى اور ہر وہ لفظ ہے جو ان کے معنی میں ہو اور منفصلہ میں دائما اور ابدأ اور ان کی مثل جو لفظ ہو یہ تو موجبہ میں ہے بہر حال سالبہ میں مطلقا سور ليس البتہ ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ محصورہ کلیہ کا سور بتانا ہے۔

تشریح:- قضیہ شرطیہ محصورہ متصل موجبہ کا سور کلما، متى، مهما ہے اور منفصلہ موجبہ کا سور دائما، ابدأ ہے اور شرطیہ سالبہ کا سور خواہ متصل ہو یا منفصلہ ليس البتہ ہے۔

قوله: او بعضها مطلقا: ای بعضا غیر معین کقولک قد یكون اذا كان الشئ حیوانا کان انسانا ترجمہ:- یعنی (حکم) بعض غیر معین پر ہو جیسے تیرا قول قد یكون اذا كان الشئ حیوانا کان انسانا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- قضیہ شرطیہ میں حکم اتصال یا انفصال کا مقدم کے حالات میں سے بعض حالات پر ہو اور وہ بعض غیر معین ہوں جیسے قد یكون اذا كان الشئ انسانا کان حیوانا۔

قوله: فجزئية: وسورها في الموجبة متصلة كانت او منفصلة قد یكون وفي السالبة

كذلك قد لا یكون

ترجمہ:- اور جزئیہ کا سور موجبہ میں متصل ہو یا منفصلہ قد یكون ہے اور سالبہ میں بھی اسی طرح قد لا یكون ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ محصورہ جزئیہ کا سور بتانا ہے۔

تشریح:- شرطیہ موجبہ جزئیہ کا سور خواہ متصل ہو یا منفصلہ قد یكون ہے اور شرطیہ جزئیہ سالبہ ہو تو قد لا یكون ہے۔

قوله: لشخصية: كقولک ان جنتی الیوم فا کرمتک

ترجمہ:- جینے تیرا قول ان جنتی الخ

غرض شارح:- اس قول کی غرض قضیہ شخصہ کی مثال دینا ہے۔

تشریح:- اگر قضیہ شرطیہ میں حکم اتصال یا انفصال کا مقدم کے احوال میں سے کسی حالت معین پر ہو تو اس کو قضیہ شرطیہ شخصہ کہیں گے جیسے ان جتنی الیوم فا کرمتک۔

قوله: والا ای وان لم یکن الحکم علی جمیع تقادیر المقدم ولا علی بعضها بان

یسکت عن بیان کلیة والبعضیة مطلقا فمہملہ نحو اذا کان الشیء انسانا کان حیوانا

ترجمہ:- یعنی اگر حکم نہ مقدم کی جمیع تقادیر پر ہو اور نہ بعض پر بایں طور کہ مطلقاً سکوت کیا جائے کلیت اور بعضیت کے بیان سے تو قضیہ مہملہ ہے جیسے اذا کان الشیء انسانا کان حیوانا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- اگر حکم تمام حالات مقدم پر نہ ہو اور نہ بعض پر ہو بلکہ حکم حالات مقدم پر ہو لیکن اس کی چندگی بیان نہ کی گئی ہو کہ کل حالات مقدم پر ہے یا بعض پر تو اسکو شرطیہ مہملہ کہتے ہیں جیسے اذا کان الشیء انسانا کان حیوانا۔

قوله: فی الاصل: ای قبل دخول اداة الاتصال والانفصال علیہما

ترجمہ:- یعنی اداة اتصال وانفصال کے ان طرفین پر داخل ہونے سے پہلے۔

غرض شارح:- اس قول اور تناقض کی بحث تک اگلے تمام اقوال کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:- اس قول میں شارح یہ بتاتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ اصل میں یہ دو قضیے ہوتے ہیں ادوات اتصال اور انفصال کے داخل ہونے سے پہلے۔

قوله: حملیتان: کقولنا ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود فان طرفیہا وهما

الشمس طالعة والنهار موجود قضیتان حملیتان

ترجمہ:- جیسے ہمارا قول ان کانت الشمس طالعة الخ پس بلاشبہ اس کی دونوں طرفیں اور وہ ہیں الشمس طالعة اور النهار موجود دو قضیہ حملیہ ہیں۔

تشریح:۔ یا تو وہ دونوں قضیے حملیے ہونگے جیسے ان کا انت الشمس طالعة فالنہار موجود یہ ایک قضیہ شرطیہ متصلہ ہے ادوات شرط کو ہٹاؤ تو دونوں قضیے حملیے ہیں الشمس طالعة اور النہار موجود۔

قولہ: او متصلتان: کقولنا کلما ان كانت الشمس طالعة فالنہار موجود فکلما لم یکن النہار موجودا لم تکن الشمس طالعة فان طرفیہا وھما قولنا ان كانت الشمس طالعة فالنہار موجود وقولنا کلما لم یکن النہار موجودا لم یکن الشمس طالعة قضیتان متصلتان ترجمہ: جیسے ہمارا قول کلما ان كانت الشمس طالعة فالنہار موجود فکلما لم یکن النہار موجودا لم یکن الشمس طالعة پس بلاشبہ اس قضیہ کی دونوں طرفیں اور وہ ہیں ہمارا قول ان كانت الشمس طالعة فالنہار موجود اور ہمارا قول کلما لم یکن النہار موجودا لم یکن الشمس طالعة دونوں قضیے متصلے ہیں۔

تشریح:۔ یا وہ دونوں قضیے متصل ہونگے جن سے ایک متصل تیار ہوگا جیسے ان كانت الشمس طالعة فالنہار موجود فکلما لم یکن النہار موجودا لم یکن الشمس طالعة۔ یہاں ادوات شرط کو ہٹاؤ تو قضیہ کے دونوں طرف (مقدم، تالی) شرطیہ متصل ہیں ان كانت الشمس طالعة فالنہار موجود اور کلما لم یکن النہار موجودا لم یکن الشمس طالعة۔

قولہ: او منفصلتان: کقولنا کلما کان دائما اما ان یكون العدد زوجا او فردا فدائما اما ان یكون العدد منقسما بمتساویین او غیر منقسم بہما ترجمہ:۔ جیسے ہمارا قول کلما کان دائما اما ان یكون العدد زوجا او فردا فدائما اما ان یكون العدد منقسما بمتساویین او غیر منقسم بہما۔

تشریح:۔ یا وہ دونوں قضیے منفصل ہونگے جیسے کلما کان الخ

قولہ: او مختلفتان: بان یكون احد الطرفين حملیة والآخر متصلہ او احدہما حملیة والآخر منفصلہ او احدہما متصلہ والآخر منفصلہ فالاقسام ستہ وعلیک باستخراج

ماتر کناہ من الامثلة

ترجمہ :- بایں طور کہ دو طرفوں میں سے ایک حملیہ ہو اور دوسری متصل ہو یا ان میں سے ایک حملیہ اور دوسری منفصلہ یا ان میں سے ایک متصل اور دوسری منفصلہ پس یہ چھ (۶) اقسام ہوں گی اور لازم ہے تجھ پر ان مثالوں کو نکالنا جن کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

تشریح :- یا وہ دونوں قضیے مختلف ہونگے۔ مختلف ہونے کی چھ صورتیں بنتی ہیں (۱) مقدم حملیہ تالی متصلہ (۲) مقدم حملیہ تالی منفصلہ (۳) مقدم متصلہ تالی منفصلہ (۴) مقدم متصلہ تالی حملیہ (۵) مقدم منفصلہ تالی حملیہ (۶) مقدم منفصلہ تالی متصلہ

گویا تین صورتیں اتفاقی اور چھ اختلافی ملا کر کل نو صورتیں بنتی ہیں۔ لیکن یہ نو صورتیں قضیہ متصلہ میں بنیں گی جبکہ قضیہ منفصلہ میں چونکہ مقدم اور تالی کو پہلے یا بعد میں کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا (جیسا کہ بڑی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ آئے گا) اس لئے قضیہ منفصلہ میں آخری تین صورتوں کا اعتبار نہیں بلکہ کل صورتیں اس میں چھ بنتی ہیں۔ یہ کل پندرہ صورتیں ہوں گی ان سب کی مثالیں با تفصیل نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

☆ امثلہ احتمالات قضیہ شرطیہ متصلہ و منفصلہ ☆

﴿امثلہ متصلات﴾

نمبر	مقدم	تالی	امثلہ
۱	حملیہ	حملیہ	كلما كان الشئ انسانا فهو حيوان
۲	متصلہ	متصلہ	كلما ان كان الشئ انسانا فهو حيوان فكلما لم يكن الشئ حيوانا لم يكن انسانا
۳	منفصلہ	منفصلہ	كلما كان دائما ما ان يكون هذا العدد زوجا او فردا دائما ما ان يكون منقسما بمتساويين او غير منقسم
۴	حملیہ	متصلہ	ان كان طلوع الشمس علة لوجود النهار فكلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود
۵	متصلہ	حملیہ	ان كلن كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود فطلوع الشمس ملزوم لوجود النهار
۶	حملیہ	منفصلہ	ان كان هذا عدد الفرد دائما اما زوج او فرد
۷	منفصلہ	حملیہ	كلما كان هذا اما زوجا او فردا كان هذا عددا

۸	متصل	منفصلہ	ان کان كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود فدائما اما ان يكون الشمس طالعة واما ان لا يكون النهار موجودا
۹	منفصلہ	متصل	كلما كان دائما اما ان يكون الشمس طالعة واما ان لا يكون النهار موجودا فكلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود

﴿امثله منفصلات﴾

نمبر	مقدم	تالی	امثله
۱	حلیہ	حلیہ	اما ان يكون العدد زوجا او فردا
۲	متصل	متصل	دائما اما ان يكون ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود واما ان يكون ان كانت الشمس طالعة لم يكن النهار موجودا
۳	منفصلہ	منفصلہ	دائما اما ان يكون هذا العدد زوجا او فردا واما ان يكون هذا العدد لازوجا او لافردا
۴	حلیہ	متصل	دائما اما ان لا يكون طلوع الشمس علة لوجود النهار واما ان يكون كلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجودا
۵	حلیہ	منفصلہ	اما ان يكون هذا الشيء ليس عددا واما ان يكون اما زوجا او فردا
۶	متصل	منفصلہ	دائما اما ان يكون كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود واما ان يكون الشمس طالعة واما ان لا يكون النهار موجودا

قوله: عن التمام: اي عن ان يصح السكوت عليهما ويحتمل الصدق والكذب مثلا قولنا الشمس طالعة مركب تام خبري محتمل للصدق والكذب ولا نغني بالقضية الا هذه فاذا ادخلت عليه اداة الاتصال مثلا وقلت ان كانت الشمس طالعة لم يصح حينئذ ان يسكت عليه ولم يحتمل الصدق والكذب بل احتجت الي ان تضم اليه قولك فالنهار موجود

ترجمہ: یعنی اس بات سے سکوت کرنا ان پر صحیح ہے، اور صدق اور کذب کا احتمال رکھنے سے، دونوں الشمس سے

مرکب تام خبری ہے اور صدق اور کذب کا احتمال رکھتا ہے اور ہم نہیں مراد لیتے قضیہ سے مگر یہی پس جب تو اس پر مثلا ادوات
اتصال داخل کر دے اور کہے ان کانت الشمس طالعة تو نہیں صحیح ہوگا اس وقت کہ تو اس پر سکوت کرے اور نہیں احتمال
رکھے گا وہ قضیہ صدق اور کذب کا بلکہ تو محتاج ہوگا اس بات کی طرف کہ ملائے اس کی طرف مثلا اپنا یہ قول فالنہار موجود۔
تشریح:۔ اس قولہ میں شارح ایک فائدہ ذکر کر رہے ہیں کہ جب قضیہ شرطیہ متصل اور منفصلہ میں حروف اتصال اور انفصال
داخل ہوتے ہیں تو قضیہ میں حکم باقی نہیں رہتا لیکن جب ان کو حروف اتصال اور انفصال سے خالی کر لیں تو پھر ان میں حکم آ جاتا
ہے جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود میں طلوع ہونے والا یا موجود ہونے والا حکم نہیں سمجھا جا رہا بلکہ طلوع
شمس کی تقدیر پر وجود نهار کا حکم ہے لیکن جب اس کو حروف اتصال سے خالی کر کے صرف الشمس طالعة کہیں تو پھر اس میں
طلوع والا حکم پایا جا رہا ہے گویا حروف شرط داخل ہونے سے مقدم اور تالی (جو اصل میں قضیہ ہوا کرتے ہیں) مفرد کے حکم میں
ہو جاتے ہیں اور حکم مقدم اور تالی کے درمیان ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مذکورہ قضیہ میں ان کانت الشمس طالعة پر سکوت صحیح
نہیں ہوگا کیونکہ بات ابھی پوری نہیں ہوئی بلکہ بات پوری کرنے کیلئے تالی یعنی النہار موجود کا ساتھ ملانا ضروری ہوگا۔

تم بحث القضاء

متن: فصل: التناقض اختلاف القضیتین بحیث یلزم لذاتہ

من صدق کل کذب الاخری او بالعکس ولا بد من الاختلاف فی الكم
والکیف والجهة والاتحاد فیما عداها فالنقیض للضرورة الممكنة
العامه وللدائمة المطلقة العامة وللمشروطة العامة الحینیة الممكنة و
للعرفیة العامة الحینیة المطلقة وللمركبة المفهوم المراد بین نقیضی
الجزئین ولكن فی الجزئیة بالنسبة الی کل فرد

ترجمہ متن :- تناقض وہ اختلاف ہے دو قضیوں کا اس حیثیت سے کہ لازم آئے اختلاف کی ذات کی وجہ سے ایک کے سچے
ہونے سے دوسرے کا جھوٹا ہونا یا برعکس اور ضروری ہے کیت، کیفیت اور جہت میں اختلاف اور اتحاد ان چیزوں میں جو ان کے
ماسوی ہیں پس ضروریہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے اور دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے اور عرفیہ عامہ
کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے اور مرکبہ کیلئے وہ مفہوم ہے جو تردید کیا گیا ہو دونوں جزؤں کی نقیضوں کے درمیان اور لیکن جزئیہ میں ہر
بر فرد کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ ہوگی۔

مختصر تشریح متن :- قضایا کی بحث کو ختم کرنے کے بعد اب یہاں سے تناقض کی بحث کو شروع کرتے ہیں مصنف اس عبارت
میں تناقض کی تعریف اور اس کے احکام بتاتے ہیں۔

تناقض کی تعریف :- تناقض کے لغوی معنی مخالفت کے آتے ہیں۔

منطقیوں کی اصطلاح میں تناقض کی تعریف :- تناقض وہ دو قضیوں کے اختلاف کا نام ہے جو لذاتہ مستلزم ہو اس بات کو
کہ ان میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو لازم کر پکڑے یا ایک کا کذب دوسرے کے صدق کو لازم کر پکڑے۔

قوله: اختلاف القضیتین: قید بالقضیتین دون الشیئین اما لان التناقض لا یکون بین

المفردات علی ما قبل واما لان الکلام فی تناقض القضا یا

ترجمہ:- مقید کیا ہے قضیتین کے ساتھ نہ کہ شیئین کے ساتھ یا تو اس لیے کہ تناقض مفردات کے درمیان نہیں ہوتا جیسا کہ کہا گیا ہے اور یا اسلئے کہ کلام قضایا کے تناقض میں جاری ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔ اس میں تناقض کی تعریف میں اختلاف القضیتین کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے

تشریح:- اس قولہ میں یہ بتا رہے ہیں کہ ہم نے جو تناقض کی تعریف میں اختلاف القضیتین کی قید لگائی ہے اس کا فائدہ کیا ہے؟ تناقض اصطلاح مناطقہ میں دو قضیوں کے اختلاف کو کہا جاتا ہے۔

اختلاف کا مطلب:- ایک موجبہ اور ایک سالبہ ہو جیسے زید قائم، زید لیس بقائم۔ اگر پہلے کو سچا مان لیں تو دوسرا قضیہ جھوٹا ماننا پڑے اور اگر پہلے کو جھوٹا مان لیں تو دوسرا قضیہ سچا ماننا پڑے اختلاف القضیتین کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ تناقض جس سے منطقی بحث کرتے ہیں وہ دو قضیوں میں ہوتا ہے دو مفردوں میں اختلاف اور تناقض ہو تو وہ ہماری بحث سے خارج ہے مثلاً زید اور عمرو یہ دو مفرد ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں دونوں موجود ہیں۔ اختلاف القضیتین کی قید کا ایک مطلب تو یہی ہے کہ یہ بتانا مقصود ہے کہ دو مفردوں میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا یا یہ فائدہ بتانا ہے کہ دو مفردوں میں اختلاف ہو تو سکتا ہے جیسا کہ بعض حضرات مناطقہ کا قول ہے لیکن ہم یہاں مفردات کے تناقض کو بیان نہیں کریں گے کیونکہ ہماری کلام تناقض قضیتین کے بارے میں ہے۔

قوله: بحيث يلزم لذاته آه خرج بهذا القيد الاختلاف الواقع بين الموجبة والسالبة

الجزئيتين فانهما قد تصدقان معا نحو بعض الحيوان انسان وبعضه لیس بانسان فلم يتحقق

التناقض بين الجزئيتين

ترجمہ:- اس قید سے وہ اختلاف نکل جائے گا جو موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان واقع ہو کیونکہ وہ دونوں کبھی اکٹھے نہیں آجاتے ہیں جیسے بعض الحيوان انسان وبعضه لیس بانسان پس دو جزئیوں کے درمیان تناقض متحقق نہیں ہوگا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔ اس میں تناقض کی تعریف میں بحيث يلزم لذاته کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے

تشریح:- اس قول میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تناقض اس کو کہتے ہیں کہ ایک قضيہ کا صدق یا کذب دوسرے کے صدق و کذب کو لازم کر پکڑے۔ اگر دونوں قضيے سچے ہوں یا دونوں جھوٹے ہوں ان میں تناقض نہیں ہوگا مثلاً جیسے ایک قضيہ موجبہ جزئیہ اور ایک سالبہ جزئیہ ہو تو وہ دونوں سچے ہوں گے۔ جیسے بعض حیوان انسان و بعض حیوان لیس بانسان اس سے یہ معلوم ہوا کہ دو جزیوں (قضیوں) میں تناقض نہیں ہوگا۔ بلکہ تناقض کیت (کایت و جزئیت) کے اختلاف کے وقت ہوگا اور محصورات میں ہوگا۔

قولہ: او بالعکس: ای ویلزم من کذب کل من القضیتین صدق الاخری خرج بهذا القید الاختلاف الواقع بین الموجبة والسالبة الكليتين فانهما قد تکذبان معا نحو لا شیء من الحيوان بانسان و کل حیوان انسان فلا يتحقق التناقض بین الكليتين ایضا فقد علم ان القضيتين ان كانتا محصورتين يجب اختلافهما فی الکم كما سیصرح المصنف به ایضا ترجمہ:- یعنی دو قضیوں میں سے ہر ایک کے کذب سے لازم آئے دوسرے قضيے کا صدق اور اس قید سے وہ اختلاف نکل جائے گا جو موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ کے درمیان واقع ہو پس بلاشبہ وہ کبھی دونوں اکٹھے جھوٹے ہو جاتے ہیں جیسے لا شیء من الحيوان بانسان و کل حیوان انسان پس نہیں متحقق ہوگا تناقض دو کلیوں کے درمیان بھی پس تحقیق معلوم ہو گیا کہ دونوں قضيے اگر محصورہ ہوں تو واجب ہے کہ میں ان کا مختلف ہونا جیسا کہ عنقریب مصنف بھی اس کی تصریح فرمائیں گے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔ اس میں تناقض کی تعریف میں وبالعکس کے لفظ کی تشریح کر رہے ہیں۔ تشریح:- تناقض کی تعریف میں ہم نے یہ کہا تھا کہ دو قضیوں میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو لازم کر پکڑے اور ایک کا کذب دوسرے کے صدق کو لازم کر پکڑے۔ اگر ایک قضيے کا کذب دوسرے قضيے کے صدق کو لازم نہ کر پکڑے بلکہ دونوں جھوٹے ہوں تو پھر بھی تناقض نہ ہوگا۔ جیسے ایک موجبہ کلیہ اور دوسرا سالبہ کلیہ ہو تو پھر تناقض نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں جھوٹے ہو جاتے ہیں مثال لا شیء من الحيوان بانسان و کل حیوان انسان اس قید سے یہ معلوم ہوا کہ دو کلیوں میں بھی تناقض نہیں ہوگا بلکہ تناقض کیلئے ضروری ہے کہ دو قضيے کایت اور جزئیت میں مختلف ہوں تو دو محصوروں میں تناقض کیلئے کایت (کایت اور جزئیت) کا اختلاف ضروری ہے۔

قوله: ولا بد من الاختلاف: ای بشرط فی التناقض ان یکون احدی القضیتین موجبة والاخری سالبة ضرورة ان الموجبتین و کذا السالبتین قد تجتمعان فی الصدق و الکذب معا ثم ان کان القضیتان محصورتین یجب اختلافهما فی الکم ایضا کما مر ثم ان کانتا موجبتین یجب اختلافهما فی الجهة فان الضرورتین قد تکذبان معا نحو لا شیء من الانسان بکاتب بالضرورة و کل انسان کاتب بالضرورة و الممکتین قد تصدقان معا کقولنا کل انسان کاتب بالامکان العام و لا شیء من الانسان بکاتب بالامکان العام

ترجمہ :- یعنی تناقض میں شرط لگائی جاتی ہے کہ دو قضیوں میں سے ایک موجب ہو اور دوسرا سالبہ ہو بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ دو موجبہ اور دو سالبہ کبھی صدق اور کذب میں اکٹھے جمع ہو جاتے ہیں پھر اگر دونوں قفسے محصورہ ہوں تو کم میں بھی ان کا مختلف ہونا واجب ہے کما مر۔ پھر اگر دونوں قفسے موجبہ ہوں تو جہت میں ان کا مختلف ہونا واجب ہے پس بلاشبہ دونوں ضروریہ کبھی اکٹھے جمع ہونے ہو جاتے ہیں جیسے لا شیء من الانسان بکاتب بالضرورة و کل انسان کاتب بالضرورة اور دونوں ممکنہ کبھی اکٹھے سچے ہو جاتے ہیں جیسے ہمارا قول کل انسان الخ غرض شایع :- اس قول میں تناقض کی شرائط میں سے ایک شرط کو بیان کرتے ہیں۔

تشریح :- تناقض کیلئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) وہ دو قفسے تین چیزوں میں مختلف ہوں۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں (۱) کیت (۲) کیفیت (۳) جہت۔ (۲) دوسری شرط۔ آٹھ چیزوں میں متحد ہوں اس کا ذکر دوسرے قلم میں آ رہا ہے یہاں اس قول میں پہلی شرط کو بیان کیا جائیگا۔

پہلی شرط میں تین چیزیں ہیں۔

(۱) کیت میں اختلاف ہو :- یعنی دونوں قفسے کیت اور جزئیات میں مختلف ہوں۔ یعنی اگر ایک کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ ہو اگر دونوں کلیہ یا دونوں جزئیہ ہوں گے تو تناقض نہیں ہوگا جیسا کہ پہلے قول کی مثالوں میں گزرا ہے۔

(۲) کیفیت میں اختلاف ہو :- اگر ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو۔ اس لئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو موجبہ اور دو سالبہ صدق میں جمع ہو جاتے ہیں۔ دو موجبہ صدق میں جمع ہو جائیں جیسے کل انسان حیوان یہ سچا ہے اور بعض الانسان

یوان یہ بھی سچا ہے کیونکہ یہاں بعض سے مراد موجودی الخارج ہیں۔ دو سالہ صدق پر اکٹھے ہوں جیسے لاشی من الانسان فرس و بعض الانسان لیس بفرس یہاں بھی بعض الانسان سے مراد موجودی الخارج ہیں۔ دو موجبہ کذب پر جمع ہوں جیسے کل انسان فرس و بعض الانسان فرس یہاں بعض الانسان سے مراد موجودی الخارج ہیں۔ دونوں کذب پر جمع ہوں جیسے لاشی من الانسان بناطق اور بعض الانسان لیس بناطق۔ یہاں بھی بعض الانسان سے مراد موجودی الخارج ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ تناقض کے متحقق ہونے کیلئے کیفیت میں بھی اختلاف ضروری ہے۔

(۳) جہت کا اختلاف:۔ دو قضیوں میں تناقض کیلئے ضروری ہے کہ اگر ایک قضیہ میں جہت ضرورت کی ہو تو دوسرے میں جہت امکان کی ہو اور اگر ایک میں جہت امکان کی ہو تو دوسرے میں جہت ضرورت کی ہونی ضروری ہے۔ اگر دونوں قضیوں میں جہت ضرورت کی ہوگی تو کبھی کبھی دونوں جھوٹے ہو گئے۔ جیسے کل انسان کاتب بالضرورة و لاشی من الانسان کاتب بالضرورة۔ اور اگر دونوں قضیوں میں جہت امکان کی ہوگی تو دونوں سچے ہو گئے۔ جیسے کل انسان کاتب بالامکان العام و لاشی من الانسان کاتب بالامکان العام یہ دونوں قضیے سچے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ دو قضیوں میں تناقض کے ثابت ہونے کیلئے جہت کا مختلف ہونا بھی ضروری ہے یہاں تک تو اس شرط کا بیان تھا کہ جس میں دونوں قضیوں کا اختلاف ضروری تھا۔

قولہ: والاتحاد فیما عداها: ای ویشرط فی التناقض اتحاد القضیتین فیما عدا الامور الثلاثة المذكورة اعنی الکم والکیف والجهة وقد ضبطوا هذا الاتحاد فی ضمن الاتحاد فی الامور الثمانية قال قائلهم قطعة

۔ در تناقض ہشت وحدت شرط دان ☆ وحدت موضوع و محمول و مکان

وحدت شرط و اضافت جز، و کل ☆ قوت و فعل است در آخر زمان

ترجمہ:۔ یعنی اور تناقض میں شرط ہے دونوں قضیوں کا متحد ہونا امور ثلاثہ مذکورہ یعنی کم، کیف اور جہت کے علاوہ میں اور انہوں نے ضبط کیا ہے اس اتحاد کو امور ثمانية کے اتحاد کے ضمن میں کہا ہے ان کے کہنے والے نے۔ در تناقض الخ غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تناقض کی دو شرطوں میں سے دوسری شرط کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ دوسری شرط تناقض کے ثابت ہونے کیلئے یہ ہے کہ وہ دونوں قضیے آٹھ چیزوں میں متحد ہوں۔ وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں

جن کو شاعر نے شعر میں بند کیا ہے۔

درتاقض ہشت وحدت شرط دان ہست وحدت موضوع و محمول و مکان
 وحدت شرط و اضافت و جزء و کل ☆ قوت و فعل است درآ خر زمان
 ان آٹھ شرائط کی امثلہ مطابقی و احترازی مندرجہ ذیل نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں

نقشہ برائے امثلہ وحدات ثمانیہ

نمبر	شرائط	امثلہ مطابقی	امثلہ احترازی
۱	موضوع	زید عالم زید لیس بعالم	زید عالم عمرو لیس بعالم
۲	محمول	زید عالم زید لیس بعالم	زید عالم زید لیس بکاتب
۳	مکان	زید جالس فی المسجد زید لیس بجالس فی المسجد	زید جالس فی المسجد زید لیس بجالس فی الدار
۴	زمان	زید قائم فی اللیل زید لیس بقائم فی اللیل	زید قائم فی اللیل زید لیس بقائم فی النهار
۵	شرط	زید متحرک الاصابع ان کان کاتباً زید لیس بمتحرک الاصابع ان کان لیس بکاتباً	زید متحرک الاصابع ان کان کاتباً زید لیس بمتحرک الاصابع ان کان لیس بکاتباً
۶	اضافت	زید اب لعمر و زید لیس باب لعمر و	زید اب لعمر و زید لیس باب لخالد
۷	جزء و کل	الزنجی اسود ای کلہ الزنجی لیس باسود ای کلہ	الزنجی اسود ای کلہ الزنجی لیس باسود ای بعضہ
۸	قوت و فعل	الخمیر مسکر بالقوة الخمیر لیس بمسکر بالقوة	الخمیر مسکر بالقوة الخمیر لیس بمسکر بالفعل

قوله: والنقيض للضرورة: اعلم ان نقيض كل شئ رفعه فنقيض القضية التي حكم فيها بضرورة الايجاب او السلب هو قضية حكم فيها بسلب تلك الضرورة وسلب كل ضرورة هو عين امكان الطرف المقابل فنقيض ضرورة الايجاب امكان السلب ونقيض ضرورة السلب امكان الايجاب ونقيض ضرورة السلب هو سلب الدوام وقد عرفت انه يلزمه فعلية الطرف المقابل فرفع دوام الايجاب يلزمه فعلية السلب ورفع دوام السلب يلزمه فعلية الايجاب فالممكنة العامة نقيض صريح للضرورة المطلقة والمطلقة العامة لازمة لنقيض الدائمة المطلقة ولما لم يكن لنقيضها الصريح وهو اللادوام مفهوم محصل معتبر بين القضايا المتداولة المتعارفة قالوا نقيض الدائمة هو المطلقة العامة ثم اعلم ان نسبة الحينية الممكنة الى المشروطة العامة كنسبة الممكنة العامة الى الضرورية فان الحينية الممكنة هي التي حكم فيها بسلب الضرورة الوصفية اي الضرورة مادام الوصف عن الجانب المخالف فتكون نقيضا صريحا لما حكم فيها بضرورة الجانب الموافق بحسب الوصف فقولنا بالضرورة كل كاتب متحرك الاصابع ما دام كاتباً نقيضه ليس بعض الكاتب بمتحرك الاصابع حين هو كاتب بالامكان ونسبة الحينية المطلقة وهي قضية حكم فيها بفعلية النسبة حين اتصاف ذات الموضوع بالوصف العنوانى فى العرفية العامة كنسبة المطلقة العامة الى الدائمة وذلك لان الحكم فى العرفية العامة بدوام النسبة مادام ذات الموضوع متصفة بالوصف العنوانى فنقيضها الصريح هو سلب ذلك الدوام ويلزمه وقوع الطرف المقابل فى بعض اوقات الوصف العنوانى وهذا معنى الحينية المطلقة المخالفة للعرفية العامة فى الكيف فنقيض قولنا بالدوام كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتباً قولنا ليس بعض الكاتب بمتحرك الاصابع حين هو كاتب بالفعل والمصنف لم يتعرض

لبیان نقيض الوقتية والمنتشرة المطلقتين من البسائط اذلا يتعلق بذلك غرض فيما من
من مباحث العكوس والا قيسة بخلاف باقى البسائط فتامل

ترجمہ:- تو جان لے کہ ہرشی کی نقیض اس شی کا رفع ہے پس اس قضیے کی نقیض جس میں حکم ایجاب یا سلب کی ضرورت کے ساتھ
ہو وہ قضیہ ہے جس میں حکم اس ضرورت کے سلب کے ساتھ ہو اور ہر ضرورت کا سلب وہ عینہ جانب مخالف کا امکان ہے پس ایجاب
کے ضروری ہونے کی نقیض جانب مخالف سلب کا امکان ہے اور سلب کے ضروری ہونے کی نقیض ایجاب کا ممکن ہونا ہے اور وہ
کی نقیض سلب دوام ہے اور تو پہچان چکا ہے کہ سلب دوام کو لازم ہے جانب مخالف کی فعلیت پس دوام ایجاب کے رفع کو سلب
کی فعلیت لازم ہے اور دوام سلب کے رفع کو ایجاب کی فعلیت لازم ہے پس ممکنہ عامہ صریح نقیض ہے ضروریہ مطلقہ کی اور مطلقہ
عامہ دائمہ مطلقہ کی نقیض کو لازم ہے اور جب کہ نہیں تھا اس کی صریح نقیض کیلئے اور وہ ہے لا دوام کوئی ایسا مفہوم جو حاصل کیا گیا
ہو معتبرہ متداولہ متعارفہ قضایا کے درمیان تو کہا ہے انہوں (مناطق) نے کہ دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے۔ پھر تو جان لے کہ جب
ممكنہ کی نسبت مشروطہ عامہ کی طرف ممکنہ عامہ کی نسبت کی طرح ہے ضروریہ کی طرف پس بلاشبہ حیدرہ ممکنہ وہ قضیہ ہے جس میں
ضرورت و صفیہ کے سلب کا حکم لگایا ہو یعنی ضرورت مادام الوصف کے جانب مخالف سے سلب ہونے کے ساتھ پس وہ نقیض صریح
ہوگا اس قضیہ کی جس میں حکم لگایا گیا ہو باعتبار وصف کے جانب موافق کے ضروری ہونے کیساتھ۔ پس ہمارا قول بالضرورت
کل کتاب الخ اس کی نقیض لیس بعض الکاتب الخ ہے۔ اور حیدرہ مطلقہ کی نسبت اور حیدرہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس میں نسبت
کی فعلیت کے ساتھ حکم ہو ذات موضوع کے وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہونے کے وقت سے (حیدرہ مطلقہ کی نسبت) عرفیہ
عامہ کی طرف ایسے ہے جیسے مطلقہ عامہ کی نسبت دائمہ کی طرف ہے اور یہ اس لئے ہے کہ حکم عرفیہ عامہ میں نسبت کے دائمی ہونے
کے ساتھ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو پس اس کی نقیض صریح وہ اس دوام کا
سلب ہے اور جانب مخالف کا واقع ہونا وصف عنوانی کے بعض اوقات میں یہ اس کو لازم ہے۔ اور یہ مفہوم ہے اس حیدرہ مطلقہ کا جو
کیف میں عرفیہ عامہ کے مخالف ہو پس ہمارے قول بالدوام کل کتاب الخ کی نقیض ہمارا قول لیس بعض الکاتب الخ
ہے۔ اور مصنف "بسائط میں سے وکلیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیض کے بیان کرنے کے درپے نہیں ہوئے کیونکہ ان کے ساتھ
کوئی غرض متعلق نہیں ہوتی ان قیاس اور عکوس کی مباحث میں جو مقرب آ رہی ہیں بخلاف باقی بسائط کے پس تو غور و فکر کر لے
غرض شارح:- اس قول کی غرض قضایا بسائط کی نقیضوں کو بیان کرنا ہے۔

تشریح: قضایا بساطت میں سے منطقی و قتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیضوں کو بیان نہیں کرتے منطقی کہتے ہیں کہ عکس اور قیاس وغیرہ کی ایساٹ کا تعلق چونکہ ان دو قیضوں کی نقیضوں کے ساتھ نہیں اس لئے ان کی نقیضوں کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ مرکبات کی نقیضوں کے سمجھنے کیلئے ان دونوں کی نقیضوں کا سمجھنا بھی ضروری تھا اس لئے آگے آنے والے نقشے میں ان دونوں کی نقیضوں کو بھی بیان کر دیا گیا تاکہ مرکبات کی نقیضوں کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ اب آگے تفصیل سے بقیہ چھ بسیطوں میں سے ہر ایک کی نقیض کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے سمجھنے سے پہلے یہ بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ نقیض کس کو کہتے ہیں نقیض کہتے ہیں شی کے اثہادینے کو مثلاً انسان کی نقیض لا انسان ہوگی ضرورت کی نقیض اس کا اثہادینا یعنی عدم ضرورت ہوگی۔

یہاں پر ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ آئیگی کیونکہ ضروریہ مطلقہ موجبہ میں نسبت کا ثبوت ضروری ہوتا ہے اور سالبہ میں سلب ضروری ہوتا ہے۔ اسکی نقیض صراحتاً یہ ہوگی کہ اس ضرورت کو اثہادیا جائے کہ ثبوت ضروری نہیں (موجبہ میں) اور سلب ضروری نہیں (سالبہ میں) ثبوت ضروری نہیں یہ ممکنہ عامہ سالبہ کا معنی ہے۔ اور سلب ضروری نہیں یہ ممکنہ عامہ موجبہ کا معنی ہے اسلئے ہم نے یہ کہا کہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ آئیگی اس کی پھر چار صورتیں نکلیں گی۔

(۱) اگر ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ ہوگی۔

(۲) اگر ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ ہوگی۔

(۳) ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ ہوگی۔

(۴) ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ آئیگی۔

اسی طرح ہر قضیہ کی نقیض میں یہ چار احتمال نکلیں گے۔ کل قضایا بسیطہ آٹھ ہیں اور ہر ایک میں چار احتمالات جب نکلیں

گے تو کل بتیس (۳۲) احتمالات بنیں گے۔ ان بتیس احتمالات کا تفصیلی نقشہ اس قولہ کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

۲) دائرہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہوگی۔ دائرہ مطلقہ کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ دوام ہمیشہ ہے یا سلب دوام ہمیشہ ہے

اس کی اصل نقیض تو دوام اور سلب دوام کا اٹھانا ہے یعنی دوام ہمیشہ نہیں اور سلب دوام ہمیشہ نہیں۔ جب دوام ہمیشہ نہیں ہوگا تو

اس کو لازم ہے کہ سلب کسی نہ کسی زمانے میں ہوگا اور یہ معنی مطلقہ عامہ سالبہ کا ہے۔ یا جب سلب دوام ہمیشہ ہوگا تو اس کی نقیض

اصل تو یہ ہے کہ سلب دوام ہمیشہ نہ ہو اس کو لازم ہے کہ ثبوت کسی نہ کسی زمانے میں ہو۔ اصل میں دائرہ کی نقیض لا دوام تھی۔

اور لا دوام کسی قضیہ کا معنی نہیں تھا ہاں اس کو لازم تھا کہ سلب کسی نہ کسی زمانے میں یا ثبوت کسی نہ کسی زمانے میں ہو اس لئے دائرہ

کی نقیض مطلقہ عامہ ہے۔ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ یہ صریح نقیض تھی لیکن دائرہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ صریح نقیض نہیں

بلکہ دائرہ مطلقہ کی نفیض کو مطلقہ عامہ لازم ہے۔

﴿۳﴾ شرط عامہ کی نفیض حیدرہ ممکنہ آئیگی شرط عامہ کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کی ضروری ہوتا ہے جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی موضوع کے ساتھ متصف ہو اسکی نفیض یہ ہوگی کہ نسبت کا ثبوت عنوانی تک ذات موضوع کیلئے ضروری نہیں۔ اور یہ معنی حیدرہ ممکنہ موجبہ کا ہے کیونکہ حیدرہ ممکنہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ممکن ہے جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی موضوع کے ساتھ متصف ہو۔ اس لئے شرط عامہ کی نفیض حیدرہ ممکنہ آتی ہے۔

﴿۴﴾ عرفیہ عامہ کی نفیض حیدرہ مطلقہ آئیگی۔ کیونکہ عرفیہ عامہ کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ہمیشہ ہے جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی موضوع کے ساتھ متصف ہو۔ اس کی نفیض اصلی تو یہ ہوگی کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے وصف عنوانی کی حالت میں ہمیشہ نہیں اس معنی کو یہ بات لازم ہے کہ وصف عنوانی کی حالت میں کسی کسی زمانے میں نسبت کا ثبوت ممکن ہے اور یہ معنی حیدرہ مطلقہ کا ہے۔ حیدرہ مطلقہ عرفیہ عامہ کی صریح نفیض نہیں بلکہ عرفیہ عامہ کی نفیض کو لازم ہے۔

﴿۵﴾ مصنف نے تو وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نفیضوں کو بیان نہیں کیا لیکن ہم ان کی نفیضوں کو بھی بیان کر رہے ہیں تاکہ مرکبات کی نفیضوں کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ وقتیہ مطلقہ اس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ایک وقت معین میں ضروری ہے۔ اس کی نفیض یہ ہوگی کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے وقت معین میں ضروری نہ ہو۔ لیکن اس معنی کے ادا کرنے کے لئے منطقیوں کے پاس کوئی قضیہ نہیں تھا اس لئے پھر انہوں نے ممکنہ کی ایک قسم اور نکالی "وقتیہ ممکنہ"۔ وقتیہ ممکنہ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ نسبت کا ثبوت ایک وقت معین میں ممکن ہو مطلقہ عامہ کا مضمون یہ تھا کہ نسبت کا ثبوت ایک وقت معین میں ضروری ہے۔ اس کی نفیض یہ ہوگی کہ ایک وقت معین میں ضروری نہیں اور یہ معنی وقتیہ ممکنہ کا ہے۔

﴿۶﴾ منتشرہ مطلقہ اس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کیلئے ایک وقت غیر معین میں ضروری ہوتا ہے۔ اسکی نفیض یہ ہوگی کہ محمول کا ثبوت موضوع کیلئے ایک وقت غیر معین میں ضروری نہ ہو اس مضمون کے ادا کرنے کیلئے منطقیوں کے پاس کوئی قضیہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے ایک اور قضیہ دائرہ ممکنہ نکالا اس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ جانب مخالف سے ہمیشہ حکم کے ضروری ہونے کی نفی کی جائے اسلئے منتشرہ مطلقہ کی نفیض دائرہ ممکنہ ہوگی۔ یہ دو قضیہ وقتیہ ممکنہ اور دائرہ ممکنہ جو ہم نے وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نفیض کیلئے نکالے ہیں یہ بھی بساط میں داخل تھے لیکن چونکہ یہ مشہور نہیں تھے اسلئے ان کو بساط میں شمار نہیں کیا

تمام احتمالات کی مثالیں تفصیل کے ساتھ مندرجہ ذیل نقشہ میں ملاحظہ کریں

☆ نقشہ نقائص قضایا موجهہ بسائط بمع امثله ☆

نمبر	نام قضیہ	نام نقیض قضیہ	مثال اصل قضیہ	مثال نقیض قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالہ جزئیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ	بعض الانسان ليس بحیوان بالامکان العام
۲	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ سالہ کلیہ	بعض الحيوان انسان بالضرورۃ	لا شی من الحيوان باسان بالامکان العام
۳	ضروریہ مطلقہ سالہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	لا شی من الانسان بحجر بالضرورۃ	بعض الانسان حجر بالامکان العام
۴	ضروریہ مطلقہ سالہ جزئیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان ليس بحجر بالضرورۃ	کل انسان حجر بالامکان العام
۵	شروطہ عامہ موجبہ کلیہ	مندیہ ممکنہ سالہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب	بعض الکاتب ليس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حين هو کاتب
۶	شروطہ عامہ موجبہ جزئیہ	مندیہ ممکنہ سالہ کلیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب	لا شی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالامکان العام حين هو کاتب
۷	شروطہ عامہ سالہ کلیہ	مندیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لا شی من الکاتب ساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حين هو کاتب
۸	شروطہ عامہ سالہ جزئیہ	مندیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	بعض الکاتب ليس ساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتب	کل کاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حين هو کاتب
۹	وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	وقتیہ ممکنہ سالہ جزئیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولة الارض بينه و بين الشمس	بعض القمر ليس بمنخسف بالامکان العام وقت حیلولة الارض بينه و بين الشمس
۱۰	وقتیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	وقتیہ ممکنہ سالہ کلیہ	x	x

۱۱	وقتیہ مطلقہ سالہ کلیہ	وقتیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لا شی من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربیع	بعض القمر منخسف بالامکان العام وقت التربیع
۱۲	وقتیہ مطلقہ سالہ جزئیہ	وقتیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	x	x
۱۳	منتشرہ مطلقہ موجبہ کلیہ	منتشرہ ممکنہ سالہ جزئیہ	کل انسان متفس بالضرورة وقتا ما	بعض الانسان ليس بمتفس بالامکان العام وقتا ما
۱۴	منتشرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	منتشرہ ممکنہ سالہ کلیہ	x	x
۱۵	منتشرہ مطلقہ سالہ کلیہ	منتشرہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لا شی من الانسان بمتفس بالضرورة وقتا ما	بعض الانسان متفس بالامکان العام وقتا ما
۱۶	منتشرہ مطلقہ سالہ جزئیہ	منتشرہ ممکنہ موجبہ کلیہ	x	x
۱۷	دائرہ مطلقہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالہ جزئیہ	کل فلک متحرک بالدوام	بعض الفلک ليس بمتحرک بالفعل
۱۸	دائرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالہ کلیہ	بعض الفلک متحرک بالدوام	لا شی من الفلک بمتحرک بالفعل
۱۹	دائرہ مطلقہ سالہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	لا شی من الفلک بساکن بالدوام	بعض الفلک ساکن بالفعل
۲۰	دائرہ مطلقہ سالہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الفلک ليس بساکن بالدوام	کل فلک ساکن بالفعل
۲۱	عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ	ذینیہ مطلقہ سالہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتب	بعض الکاتب ليس بمتحرک الاصابع بالفعل حين هو کاتب

لا شی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل حین ہو کاتب	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتب	حیثیہ مطلقہ سالہ کلیہ	عرفیہ عامہ موجبہ جزئیہ	۲۲
بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل حین ہو کاتب	لا شی من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتب	حیثیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	عرفیہ عامہ سالہ کلیہ	۲۳
کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل حین ہو کاتب	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتب	حیثیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	عرفیہ عامہ سالہ جزئیہ	۲۴
بعض الانسان لیس بمتنفس بالدوام	کل انسان متنفس بالفعل	دائرہ مطلقہ سالہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	۲۵
لا شی من الانسان بمتنفس بالدوام	بعض الانسان متنفس بالفعل	دائرہ مطلقہ سالہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	۲۶
بعض الانسان ضاحک بالدوام	لا شی من الانسان بضاحک بالفعل	دائرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالہ کلیہ	۲۷
کل انسان ضاحک بالدوام	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل	دائرہ مطلقہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالہ جزئیہ	۲۸
بعض الانسان لیس بکاتب بالضرورة	کل انسان کاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ سالہ جزئیہ	ممكنہ عامہ موجبہ کلیہ	۲۹
لا شی من الانسان بکاتب بالضرورة	بعض الانسان کاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ سالہ کلیہ	ممكنہ عامہ موجبہ جزئیہ	۳۰
بعض الانسان کاتب بالضرورة	لا شی من الانسان بکاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ممكنہ عامہ سالہ کلیہ	۳۱
کل انسان کاتب بالضرورة	بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ممكنہ عامہ سالہ جزئیہ	۳۲

قوله: وللمركبة: قد علمت ان نقيض كل شيء رفعه فاعلم ان رفع المركب انما يكون برفع احد جزئيه لا على التعيين بل على سبيل منع الخلو اذ يجوز ان يكون برفع كلا جزئيه فنقيض القضية المركبة نقيض احد جزئيه على سبيل منع الخلو فنقيض قولنا كل كاتب متحرك الاصاب بالضرورة مادام كاتباً لا دائماً اي لا شيء من الكاتب بمتحرك الاصاب بالفعل قضية منفصلة مانعة الخلو وهي قولنا اما بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصاب بالامكان حين هو كاتب واما بعض الكاتب متحرك الاصاب دائماً وانت بعد اطلاقك عنى حقائق المركبات ونقائض البسائط تتمكن من استخراج تفاصيل نقائض المركبات ترجمه۔ تحقیق کرنے جان لیا ہے کہ ہر شے کی نقیض اس کا رفع ہے پس تو جان لے کہ مرکب کا رفع سو اس کے نہیں کہ دو جزوؤں میں۔ اور نقیض کے بعد میں اشخاص کے طریقے پر کسی ایک کے رفع کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ وہ مرکب کا رفع اس کی دووں جزووں سے ہو۔ اور وہاں تسمیہ مرکب کی نقیض اس کے دو جزووں میں سے کسی ایک کی نقیض ہے منع الخلو کے طریقے پر۔ اور اس کا کمال کاتب اح و نقیض تسمیہ منع الخلو ہے اور وہ ہمارا یہ قول ہے اما بعض الکاتب الخ اور تو مرکبات کے حقائق اور بسائط کی تسمیوں پر مطلع ہونے کے بعد مرکبات کی نقیضوں کی تفصیل نکالنے پر قادر ہو سکتا ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض مرکبات کی نقیضوں کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ بسائط کی نقیضوں کو بیان کرنے کے بعد اب مرکبات کی نقیضوں کو بیان کرتے ہیں۔ جب آپ نے بسائط کی نقیضوں کی تفصیل کے ساتھ بمع امثلہ نقشہ میں سمجھ لیا تو اب مرکبوں کی نقیضوں کا سمجھنا بالکل آسان ہے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ قضیہ مرکب میں ہمیشہ دو قضیے بسیطے ہوتے ہیں۔ اب مرکب کی نقیض کا ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔

قضایا مرکبات کلیات کی نقیض نکالنے کا قاعدہ:۔ مرکب کی نقیض کا قاعدہ یہ ہے کہ قضیہ مرکب میں دو قضیے بسیطے ہونگے ان کی علیحدہ علیحدہ نقیض نکال لیں گے۔ اور پھر ان دونوں نقیضوں کو آپس میں اس طرح سے ملائیں گے کہ شروع میں لفظ اما اور درمیان میں لفظ او داخل کر کے قضیہ منفصلہ مانع الخلو تیار کریں گے اور قضیہ منفصلہ مانع الخلو یہ قضیہ مرکب کی نقیض ہوگا مثال کے طور پر کل کاتب متحرك الاصاب بالضرورة مادام كاتباً لا دائماً یہ قضیہ مرکب شرطہ خاصہ ہے یہ دو بسیطوں

شروط عامہ اور مطلقہ عامہ سے مرکب ہے۔ مشروطہ عامہ موجبہ کی نقیض حیدیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ ہے۔ اور اس میں دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ ہے۔ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی نقیض دائرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ نکلے گی تو وہ مشروطہ خاصہ کی نقیض حیدیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ اور دائرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ نکلے گی جس میں اما اور او کے ذریعے تردید کی گئی ہو جیسے اسی مثال میں مشروطہ خاصہ کس کتاب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کتابا لا دائما ہے۔ اس میں لا دائما سے سالبہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا ای لا شی من الکتاب بمتحرک الاصابع بالفعل مشروطہ عامہ کل کتاب متحرک الاصابع بالضرورۃ اس کی نقیض حیدیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ بعض الکتاب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العاد ہے اور مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی نقیض دائرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ بعض الکتاب متحرک الاصابع دائما۔ اب ان دو نقیضوں میں اما اور او داخل کریں گے تو قضیہ منفصلہ مانعہ اخلو تیار ہوگا اما بعض الکتاب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام او بعض الکتاب متحرک الاصابع دائما یہ نقیض ہوگی مشروطہ خاصہ کی۔

ان تمام احتمالات کی مثالیں تفصیل کے ساتھ اگلے صفحات پر نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ نقشہ میں تضایا مرکبہ کلیہ کی نقیض بیان ہوگی جزیوں کی نقیضوں کا قاعدہ اگلے قول میں آ رہا ہے۔

☆ نقشہ قاضی مرکبات کلیات بیع امثلہ ☆

نمبر	نام قضیہ	مثال قضیہ	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی کی تشکیل	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	مثال قضیہ	نام قضیہ
۱	مرکب مورچہ	شروط نامہ مورچہ کی	لائی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	جڑ و ہائی	لائی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	مثال قضیہ	نام قضیہ
۲	شروط نامہ مورچہ کی	شروط نامہ مورچہ کی	لائی من الکاتب بساکن الاصابع بالفعل و لا اذنام	جڑ و ہائی	لائی من الکاتب بساکن الاصابع بالفعل	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	مثال قضیہ	نام قضیہ
۳	دقیقہ مورچہ کی	دقیقہ مورچہ کی	بعض القلم بمتحرک الاصابع و اما بعض القلم بمتحرک الاصابع و اما بعض القلم بمتحرک الاصابع	جڑ و ہائی	بعض القلم بمتحرک الاصابع و اما بعض القلم بمتحرک الاصابع	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	مثال قضیہ	نام قضیہ
۴	دقیقہ مورچہ کی	دقیقہ مورچہ کی	بعض القلم بمتحرک الاصابع و اما بعض القلم بمتحرک الاصابع	جڑ و ہائی	بعض القلم بمتحرک الاصابع و اما بعض القلم بمتحرک الاصابع	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	جڑ و ہائی	مثال قضیہ	نام قضیہ

۵	متحرکہ موجیکے	کل انسان متغسی بالضرورة واقعا لاذاتما	متحرکہ موجیکے	مطلق عام	بالفعل بمتغسی بالانسان	متحرکہ موجیکے	مطلق عام	بالفعل	لاشئ من الکاتب بمتغسی بالانسان	متحرکہ موجیکے	مطلق عام	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	بمتغسی بالانسان واقعا	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	اما بعض الانسان بالامکان واقعا والانسان متغسی واقعا
۶	متحرکہ سالیگی	لاشئ من الانسان بمتغسی بالضرورة واقعا لاذاتما	متحرکہ سالیگی	مطلق عام	بالفعل	متحرکہ سالیگی	مطلق عام	بالفعل	لاشئ من الکاتب بمتغسی بالانسان	متحرکہ سالیگی	مطلق عام	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	اما بعض الانسان بالامکان متغسی واقعا	
۷	موجیکے	لاشئ من الکاتب بمتغسی بالضرورة واقعا لاذاتما	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	لاشئ من الکاتب بمتغسی بالانسان	موجیکے	مطلق عام	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	اما بعض الکاتب بمتغسی بالانسان واقعا	
۸	موجیکے	لاشئ من الکاتب بمتغسی بالضرورة واقعا لاذاتما	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	لاشئ من الکاتب بمتغسی بالانسان	موجیکے	مطلق عام	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	اما بعض الکاتب بمتغسی بالانسان واقعا	
۹	موجیکے	لاشئ من الانسان بمتغسی بالضرورة واقعا لاذاتما	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	لاشئ من الانسان بمتغسی بالانسان	موجیکے	مطلق عام	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	اما بعض الانسان بالامکان متغسی واقعا	
۱۰	موجیکے	لاشئ من الانسان بمتغسی بالضرورة واقعا لاذاتما	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	لاشئ من الانسان بمتغسی بالانسان	موجیکے	مطلق عام	موجیکے	مطلق عام	بالفعل	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	بعض الانسان متغسی واقعا والانسان متغسی واقعا	اما بعض الانسان بالامکان متغسی واقعا	

امایض الانسان ليس بضاحك دائما وامايمض الانسان ضاحك بالضرورة	بعض الانسان ضاحك بالضرورة	بعض الانسان ليس بضاحك دائما	ضروريه	واكره مطلقه	لاشي من الانسان بضاحك بالامكان الامام	ممكن	مطلقه عام	كل انسان ضاحك بالافعل	وجوبيه	لا ضروريه	وجوبيه
امايض الانسان ضاحك دائما واما بعض الانسان ليس بضاحك بالضرورة	بعض الانسان ليس بضاحك بالضرورة	بعض الانسان ليس بضاحك دائما	مطلقه سالبه	واكره مطلقه	كل انسان ضاحك بالامكان الامام	ممكن	مطلقه عام	لاشي من الانسان بضاحك بالافعل بالضرورة	وجوبيه	لا ضروريه	وجوبيه
امايض الانسان ليس بكايب بالضرورة وامايمض الانسان ليس بكايب بالضرورة	بعض الانسان ليس بكايب بالضرورة	بعض الانسان ليس بكايب بالضرورة	مطلقه سالبه	موجبه جزئيه	لاشي من الانسان بكايب بالامكان الامام	ممكن	مطلقه عام	لاشي من الانسان بكايب بالامكان الامام	وجوبيه	لا ضروريه	وجوبيه
امايض الانسان ليس بكايب بالضرورة	بعض الانسان ليس بكايب بالضرورة	بعض الانسان ليس بكايب بالضرورة	مطلقه سالبه	موجبه جزئيه	كل انسان كاتيب بالامكان الامام	ممكن	مطلقه عام	لاشي من الانسان بكايب بالامكان الامام	وجوبيه	لا ضروريه	وجوبيه

قوله: ولكن في الجزئية بالنسبة الى كل فرد: يعني لا يكفي في اخذ نقيض القضية المركبة الجزئية التردد بين نقيضي جزئياتها وهما الكليتان اذ قد يكذب المركبة الجزئية كقولنا بعض الحيوان انسان بالفعل لا دائما ويكذب كلا نقيضي جزئياتها ايضا وهما قولنا لاشئ من الحيوان بانسان دائما وقولنا كل حيوان انسان دائما وحينئذ فطريق اخذ نقيض المركبة الجزئية ان يوضع افراد الموضوع كلها ضرورة ان نقيض الجزئية هي كلام ثم تردد بين نقيضي الجزئيين بالنسبة الى كل واحد من الافراد فيقال في المثال المذكور كل حيوان اما انسان دائما او ليس بانسان دائما وحينئذ فيصدق النقيض وهو قضية حملية مرددة المحمول فقوله الى كل فرد اي من افراد الموضوع

ترجمہ:- یعنی کافی نہیں ہے قضیہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض لینے میں اس کی دو جزؤں کی نقیضوں کے درمیان تردید، درانحالیکہ وہ دونوں قضیے کلیہ ہوں کیونکہ مرکبہ جزئیہ کبھی جھوٹا ہو جاتا ہے جیسے ہمارا قول بعض الحيوان الخ اور کبھی اس کی جزؤں کی دونوں نقیضیں جھوٹی ہو جاتی ہیں اور وہ (دونوں نقیضیں) ہمارا یہ قول ہیں لا شئ من الحيوان الخ اور ہمارا قول کل حيوان الخ اور اس وقت پس قضیہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض لینے کا طریقہ یہ ہے کہ رکھے جائیں افراد موضوع سارے کے سارے (یعنی قضیہ کلیہ لایا جائے) بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ جزئیہ کی نقیض وہ کلیہ ہے پھر تردید کر دی جائے دونوں جزؤں کی نقیضوں کے درمیان ان افراد میں سے ہر ایک کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ پس کہا جائے گا مثال مذکور میں کل حيوان الخ اور اس وقت پس نقیض سچی آئے گی اور وہ نقیض قضیہ حملیہ ہے جس کے محمول میں تردید ہو پس اس کا قول الى كل فرد (مطلب یہ ہے کہ) یعنی موضوع کے افراد میں سے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قضایا مرکبات جزئیات کی نقیضوں کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- قضایا مرکبات کلیہ کی نقیضوں کا قاعدہ تو ما قبل میں گزرا کہ ہر ایک قضیہ کی علیحدہ علیحدہ نقیض نکال کر اما اور او حروف تردید ان پر داخل کر کے قضیہ منفصلہ مانعہ اخلو تیار کریں گے اگر یہی قاعدہ جزئیوں کی نقیضوں میں بھی جاری کریں تو بسا اوقات اصل قضیہ اور نقیض دونوں جھوٹے نکلتے ہیں۔ جیسے مرکبہ جزئیہ وجودیہ لا دائمہ مثلا بعض الحيوان انسان بالفعل لا دائما۔ لا دائما اس قضیہ کی طرف اشارہ کرے گا بعض الحيوان ليس بانسان بالفعل یہ اصل قضیہ مرکبہ بھی جھوٹا ہے (کیونکہ لا دائما میں مذکور

حیوان سے وہی حیوان مراد ہیں جو اول جزو میں مراد ہیں اور جو حیوان انسان ہے وہی حیوان لا انسان نہیں ہو سکتا) اور اسکی نقیض اگر کلیات والے طریقے سے نکالیں تو وہ یوں ہوگی کہ پہلے جزو کی نقیض لاشی من الحيوان بانسان دائما اور دوسرے جزو کی نقیض کل حیوان انسان دائما اب اما اور اوداخل کریں گے تو یہ قضیہ بنے گا اما لاشی من الحيوان بانسان دائما او کل حیوان انسان دائما (یا تو یہ ہے کہ کوئی بھی حیوان ہمیشہ انسان نہیں ہے یا یہ ہے کہ ہر حیوان ہمیشہ انسان ہے) اصل قضیہ بھی جھوٹا اور نقیض بھی جھوٹی۔ حالانکہ نقیض کا قاعدہ ہے کہ اصل جھوٹا ہو تو نقیض سچی ہو اور اگر نقیض جھوٹی ہو تو اصل سچا ہو۔ اس لئے منطقیوں نے جب یہ دیکھا کہ مرکب جزئیہ کی نقیض مرکب کلیہ کی نقیض کے طریقے سے نکالنے میں غلطی ہوتی ہے تو انھوں نے مرکب جزئیہ کی نقیض کا علیحدہ قاعدہ بنایا۔

جزئیات کی نقیض نکالنے کا قاعدہ:- یہ بات تو آپ کو پہلے سے معلوم ہے کہ مرکب جزئیہ میں ہمیشہ دو قضیے ہوتے ہیں۔ موضوع دونوں قضیوں کا ایک ہوتا ہے۔ ایجاب و سلب کا فرق ہوتا ہے جیسے وجودیہ لا دائمہ موجبہ جزئیہ یہ قضیہ مرکب ہے جیسے بعض الحيوان انسان بالفعل لا دائما۔ ای بعض الحيوان ليس بانسان بالفعل۔ یہاں دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہی ہے (بعض الحيوان) تو اب قاعدہ یہ ہے کہ مرکب جزئیہ کا موضوع لیکر اس پر موجبہ کلیہ کا سور داخل کرو۔ اور پھر مرکب جزئیہ کے دو قضیوں کے دو محمول ہوں اسکی نقیض نکال کر ان کو اس موضوع کل والے کے نیچے اما اور او کے تحت داخل کرو تو یہ نقیض بن جائے گی قضیہ مرکب جزئیہ کی۔ اگر اصل قضیہ مرکب جزئیہ سچا ہوگا تو یہ نقیض جھوٹی ہوگی۔ اور اگر اصل قضیہ مرکب جھوٹا ہوگا تو نقیض سچی ہوگی مثلاً اسی وجودیہ لا دائمہ میں موضوع دونوں قضیوں میں حیوان ہے۔ بعض تو صرف سور ہے اس کو کل کے نیچے داخل کر کے کل حیوان بنائیں گے اور پھر مرکب جزئیہ کے دونوں قضیوں کے محمول کی نقیض نکالیں گے۔ مثلاً بعض الحيوان انسان میں محمول انسان ہے اس کی نقیض لا انسان نکالیں گے اور بعض الحيوان ليس بانسان میں محمول ليس بانسان ہے اس کی نقیض انسان نکالیں گے اور پھر اما اور او ان دو محمولوں کی نقیضوں میں داخل کریں گے اور یوں قضیہ تیار ہوگا کل حیوان اما انسان دائما او ليس بانسان دائما۔ اب اس قضیے کا مضمون سچا ہے کہ ہر حیوان جو کہ انسان ہے وہ ہمیشہ کیلئے انسان ہے اور ہر حیوان جو کہ انسان نہیں وہ ہمیشہ کیلئے انسان نہیں۔ یہ مضمون سچا ہے اصل قضیہ کا مضمون جھوٹا تھا۔ مضمون اصل قضیے کا یہ تھا کہ بعض حیوان افراد انسان ہیں کسی نہ کسی زمانے میں یہ مضمون جھوٹا ہے اس لئے کہ حیوان کے جو افراد انسان ہیں وہ ہمیشہ ہیں کسی نہ کسی زمانے میں تو نہیں۔ اب ہماری نکالی ہوئی نقیض کا مطلب درست ہوگا۔

پھر یہ جزئیات موجبہ بھی ہو سکتے ہیں اور سالبہ بھی ہیں اور قضایا مرکبات کل سات ہیں تو کل احتمال چودہ نہیں گے ہر ایک

کی مثال تفصیل کے ساتھ اگلے صفحات پر نقشہ میں ملاحظہ کریں

کل انسان اما لیس بمغنی بالامکان العام وقتا ما و مغنی وانما	کل انسان مغنی وانما	لاثن من الانسان بمغنی بالامکان العام وقتا ما	وانظر مطلق موجب کلمة	متشبه و مک سالب کلمة	بعض الانسان لیس بمغنی بالفعل	مطلق عام سالب جزئی	متشبه مطلق موجب جزئی	بعض الانسان مغنی بالفعل	مطلق عام موجب جزئی	متشبه مطلق سالب جزئی	بعض الانسان لیس بمغنی و بالضرورة و انما لا و انما	موجب جزئی مطلق عام
کل کتاب اما لیس بمغنی الاصابع بالفعل حين هو کتاب او مغنی عن الاصابع وانما	کل کتاب مغنی عن الاصابع وانما	لاثن من الکتاب بمغنی عن الاصابع بالفعل حين هو کتاب وانما	وانظر مطلق موجب کلمة	جیب مطلق سالب کلمة	بعض الکتاب لیس بمغنی عن الاصابع بالفعل	مطلق عام سالب جزئی	مترادف موجب جزئی	بعض الکتاب مغنی عن الاصابع بالفعل و انما لا و انما	مطلق عام موجب جزئی	مترادف موجب جزئی	بعض الکتاب لیس بمغنی و بالضرورة و انما لا و انما	مترادف موجب جزئی
کل کتاب اما لیس بالاصابع بالفعل حين هو کتاب او لیس بساکن الاصابع وانما	لاثن من الکتاب بساکن الاصابع وانما	کل کتاب ساکن الاصابع بالفعل حين هو کتاب	وانظر مطلق سالب کلمة	جیب مطلق موجب کلمة	بعض الکتاب ساکن الاصابع بالفعل	مطلق عام موجب جزئی	مترادف سالب جزئی	بعض الکتاب لیس بساکن الاصابع بالفعل و انما لا و انما	مطلق عام موجب جزئی	مترادف موجب جزئی	بعض الکتاب لیس بساکن الاصابع بالفعل و انما لا و انما	مترادف موجب جزئی
کل انسان اما لیس بصاحک وانما او صاحک وانما	کل انسان صاحک وانما	لاثن من الانسان بصاحک وانما	وانظر مطلق موجب کلمة	مترادف سالب کلمة	بعض الانسان لیس بصاحک بالفعل	مطلق عام سالب جزئی	مترادف موجب جزئی	بعض الانسان صاحک بالفعل لا و انما	مطلق عام موجب جزئی	مترادف موجب جزئی	بعض الانسان صاحک بالفعل لا و انما	مترادف موجب جزئی

كل انسان اما ضاحك وانما او ليس بضحك وانما	لاشي من الانسان بضاحك وانما	كل انسان ضاحك وانما	واش مطلق سالب كلي	واش مطلق موجب كلي	بعض الانسان ضاحك بالفعل	مطلق عام موجب جزئي	مطلق عام سالب جزئي	بعض الانسان لا بالفعل لا وانما	وجوبي اداوي سالب جزئي	۱۰
كل انسان اما ليس بضحك وانما او ضاحك بالضرورة	كل انسان ضاحك بالضرورة	لاشي من الانسان بضاحك وانما	ضرورة مطلق موجب كلي	ضرورة مطلق سالب كلي	بعض الانسان ليس بضاحك بالامكان العام	مكت عام سالب جزئي	مطلق عام موجب جزئي	بعض الانسان ضاحك بالفعل لا بالضرورة	وجوبي لا ضرورة	۱۱
كل انسان اما ضاحك وانما او ليس بضحك بالضرورة	لاشي من الانسان بضاحك بالضرورة	كل انسان ضاحك وانما	ضرورة مطلق سالب كلي	ضرورة مطلق موجب كلي	بعض الانسان ليس بضاحك بالامكان العام	مكت عام سالب جزئي	مطلق عام موجب جزئي	بعض الانسان لا بالفعل بالضرورة	وجوبي لا ضرورة	۱۲
كل انسان اما ليس بضحك بالضرورة او كاتب بالضرورة	كل انسان كاتب بالضرورة	لاشي من الانسان بكاتب بالضرورة	ضرورة مطلق موجب كلي	ضرورة مطلق سالب كلي	بعض الانسان ليس بكاتب بالامكان العام	مكت عام سالب جزئي	مطلق عام موجب جزئي	بعض الانسان كاتب بالفعل الخاص	وجوبي لا ضرورة	۱۳
كل انسان اما كاتب بالضرورة او ليس بكاتب بالضرورة	لاشي من الانسان بكاتب بالضرورة	كل انسان كاتب بالضرورة	ضرورة مطلق سالب كلي	ضرورة مطلق موجب كلي	بعض الانسان كاتب بالامكان العام	مكت عام سالب جزئي	مطلق عام موجب جزئي	بعض الانسان ليس بكاتب بالامكان الخاص	وجوبي لا ضرورة	۱۴

متن: فصل العکس المستوی تبدیل طرفی القضية مع بقاء الصدق والكيف والموجبة انما تنعكس جزئية لجواز عموم المحمول او التالي والسالبة الكلية تنعكس سالبة كلية والالزم سلب الشئ عن نفسه والجزئية لا تنعكس اصلا لجواز عموم الموضوع اوالمقدم

ترجمہ متن:- فصل عکس مستوی تبدیل کرنا ہے قضیہ کی دونوں طرفوں کا صدق اور کیف کو باقی رکھتے ہوئے۔ اور موجبہ سوا اس کے نہیں کہ جزئیہ عکس دیتا ہے بوجہ محمول یا تالی کے عموم کے جائز ہونے کے اور سالبہ کلیہ، سالبہ کلیہ عکس دیتا ہے ورنہ توشی کا اپنی ذات سے سلب کرنا لازم آئے گا اور (سالبہ) جزئیہ بالکل عکس نہیں دیتا بوجہ موضوع یا مقدم کے عموم کے جائز ہونے کے۔ مختصر تشریح متن:- تناقض کی بحث ختم کرنے کے بعد اب عکس کی بحث شروع کرتے ہیں۔

قوله: طرفی القضية: سواء كان الطرفان هما الموضوع والمحمول اوالمقدم والتالی واعلم ان العکس كما يطلق على المعنى المصدرى المذكور كذلك يطلق على القضية الحاصلة من التبدیل و ذلك الاطلاق مجازى من قبيل اطلاق اللفظ على الملفوظ والخلق على المخلوق

ترجمہ:- برابر ہے کہ دونوں طرفیں موضوع اور محمول ہوں یا مقدم اور تالی ہوں اور تو جان لے کہ عکس کا اطلاق جس طرح معنی مصدری مذکور پر کیا جاتا ہے اسی طرح اس کا اطلاق اس قضیہ پر بھی کیا جاتا ہے جو تبدیل سے حاصل ہوا اور یہ اطلاق مجازی ہے لفظ کے ملفوظ پر اطلاق کرنے کے قبیل سے اور خلق کے مخلوق پر اطلاق کرنے کے قبیل سے۔ غرض شارح:- اس قول کی غرض عکس کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:- عکس کا لغوی معنی ہے الٹ دینا۔ اصطلاح مناطقہ میں عکس کی تعریف یہ ہے کہ قضیہ کے طرفین (موضوع و محمول یا مقدم و تالی) کو بدل دینا شرطیہ میں مقدم کو تالی اور تالی کو مقدم بنانا۔ قضیہ حملیہ میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع بنا دینا صدق اور کیف (یعنی ایجاب اور سلب) کو باقی رکھتے ہوئے۔ صدق کے باقی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ سچا ہے تو عکس بھی سچا

ہو۔ کیف کے باقی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اصل قضیہ اگر موجب ہو تو عکس بھی موجب ہو اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو اس کا عکس بھی سالبہ ہو۔

فائدہ (۱): عکس کا لفظ جیسے مصدری معنی (الٹ کر دینا) پر بولا جاتا ہے ایسے مجازاً وہ قضیہ جس کا عکس نکالا گیا ہو یعنی قضیہ معکوسہ کو بھی عکس کہہ دیتے ہیں جیسے خلق معنی مصدری کے علاوہ مخلوق پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور لفظ ملفوظ پر بھی بولا جاتا ہے۔

فائدہ (۲): مصنف نے عکس کی تعریف میں یہ کہا کہ عکس میں صدق کا باقی رکھنا ضروری ہے اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عکس میں کذب کا باقی رکھنا ضروری نہیں اگر اصل قضیہ جھوٹا ہو تو عکس سچا ہو سکتا ہے اس کی حکمت سمجھیں کہ صدق کا بقاء کیوں ضروری ہے اور کذب کا بقاء کیوں ضروری نہیں؟ حکمت بقاء صدق کی یہ ہے کہ اصل قضیہ ملزوم ہوتا ہے اور عکس اس کو لازم ہوتا ہے۔

ضابطہ:۔ جہاں ملزوم پایا جاتا ہے وہاں لازم بھی پایا جاتا ہے۔

جب اصل قضیہ سچا ہوگا تو گویا کہ ملزوم پایا گیا تو اب ضرور اس کا عکس بھی سچا ہوگا اور پایا جائے گا لیکن اگر ملزوم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لازم بھی نہ ہو بلکہ لازم بغیر ملزوم کے پایا جاسکتا ہے۔ جیسے آگ یہ ملزوم ہے اور حرارت آگ کو لازم ہے جہاں آگ ہوگی وہاں حرارت ضرور ہوگی لیکن جہاں حرارت ہو وہاں آگ کا ہونا ضروری نہیں جیسے دونوں ہاتھوں کی رگڑ سے حرارت تو پیدا ہوتی ہے لیکن آگ موجود نہیں ہوتی لہذا جب اصل قضیہ جھوٹا ہو تو گویا کہ ملزوم منتفی ہو گیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لازم یعنی اس کے عکس کا سچا آنا بھی منتفی ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ عکس سچا ہو اصل قضیہ جھوٹا ہو اس کی مثال جیسے کل حیوان انسان یہ اصل قضیہ ہے اور یہ جھوٹا ہے لیکن اس کا عکس کل انسان حیوان یہ سچا ہے۔

قولہ: مع بقاء الصدق: بمعنی ان الاصل لو فرض صدقہ لزوم من صدقہ صدق العکس

لانہ یجب صدقہما فی الواقع

ترجمہ:۔ ساتھ اس معنی کے کہ اصل کے صدق کو اگر فرض کر لیا جائے تو لازم آئے اس کے صدق سے عکس کا صدق نہ یہ کہ واجب ہے ان دونوں کا صدق واقع میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ عکس کیلئے ضروری ہے کہ اگر اصل کو سچا فرض کر لیا جائے تو اس کے عکس کو بھی سچا ماننا پڑے البتہ اصل قضیہ کو جھوٹا فرض کر لیا جائے تو اس کا عکس بھی جھوٹا فرض کرنا جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ "سچا فرض کرنا پڑے" فرض کی قید سے اس

بات کی طرف اشارہ ہو گیا کہ نفس الامر اور واقع میں قضیے کا سچا ہونا ضروری نہیں۔

قوله: والکیف: یعنی ان کان الاصل موجبة کان العکس موجبة وان کان سالبة کان سالبة

ترجمہ:- یعنی اگر اصل موجب ہے تو عکس بھی موجب ہوگا اور اگر وہ سالبہ ہے تو عکس بھی سالبہ ہوگا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- عکس میں کیفیت کا باقی رکھنا بھی ضروری ہے یعنی اگر اصل قضیہ موجب ہو تو عکس بھی موجب ہوگا اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو اس کا عکس بھی سالبہ ہو۔

قوله: انما تنعکس جزئية: یعنی الموجبة سواء كانت كلية نحو كل انسان حيوان او

جزئية نحو بعض الانسان حيوان انما تنعکس الى الموجبة الجزئية لا الى الموجبة الكلية

اما صدق الموجبة الجزئية فظاهر ضرورة انه اذا صدق المحمول على ما صدق عليه

الموضوع كلا او بعضا لصدق الموضوع والمحمول في هذا الفرد فيصدق المحمول على

افراد الموضوع في الجملة واما عدم صدق الكلية فلان المحمول في القضية الموجبة قد

يكون اعم من الموضوع فلو عكست القضية صار الموضوع اعم ويستحيل صدق الاخص

كليا على الاعم فالعکس اللازم الصادق في جميع المواد هو الموجبة الجزئية هذا هو البيان

في الحملیات وفس عليه الحال في الشرطیات

ترجمہ:- یعنی موجبہ برابر ہے کہ کلیہ ہو جیسے کل انسان حیوان یا جزئیہ ہو جیسے بعض انسان حیوان سوا اسکے نہیں اسکا

عکس آتا ہے موجبہ جزئیہ نہ کہ موجبہ کلیہ، بہر حال موجبہ جزئیہ کا سچا آنا پس وہ تو ظاہر ہے بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے

کہ جب محمول ان افراد پر کلا یا بعضا سچا آئے جن پر موضوع سچا آ رہا ہے تو موضوع اور محمول سچے آ جائیں گے اس فرد میں پس

محمول موضوع کے افراد پر فی الجملة سچا آئے گا۔ اور بہر حال کلیہ کا صادق نہ آنا وہ اس لئے ہے کہ محمول قضیہ موجبہ میں کبھی موضوع

سے اعم ہوتا ہے پس اگر قضیہ کا عکس کیا جائے تو موضوع اعم ہو جاتا ہے حالانکہ محال ہے اخص کا اعم پر سچا آنا کلی طور پر پس جو عکس

لازم اور صادق ہے تمام مادوں میں وہ موجبہ جزئیہ ہے۔ لہذا بیان حملیات میں ہے اور تو قیاس کر لے اس پر شرطیات میں حال کو۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قضیہ موجبہ کے عکس کا بیان کرنا ہے خواہ وہ موجبہ کلیہ ہو یا موجبہ جزئیہ ہو۔

تشریح:- قضیہ موجبہ کا عکس قضیہ موجبہ جزئیہ آئیگا۔ موجبہ کلیہ نہیں آسکتا جیسے کل انسان حیوان یہ موجبہ کلیہ ہے اور بعض حیوان انسانی موجبہ جزئیہ ہے۔ ان دونوں کا عکس موجبہ جزئیہ آئیگا۔ پہلے کا عکس بعض حیوان انسان اور دوسرے موجبہ جزئیہ کا عکس بعض انسان حیوان ہے اور یہ سچا ہے کیونکہ یہاں دوسرے بعض کی نفی نہیں بلکہ موجودہ افراد پر حکم ہے اس قول میں دودعوے اور ان کی دلیلیں ہیں۔

پہلا دعویٰ:- قضیہ موجبہ (خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ) کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

دوسرا دعویٰ:- موجبہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا۔

ماتن نے اس بات کی کہ موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ عکس نہیں آتا لہذا عام آہ سے دلیل دی ہے اور یزدی نے موجبہ جزئیہ عکس آنے کی بھی دلیل دی ہے۔

پہلے دعوے کی دلیل:- موجبہ کلیہ میں حکم تمام افراد پر ہوتا ہے اور موجبہ جزئیہ میں حکم بعض افراد پر ہوتا ہے جب موجبہ کلیہ میں حکم کل افراد پر ہوگا تو بعض افراد پر بھی یقیناً حکم ہوگا اور موجبہ جزئیہ میں تو ویسے بھی بعض افراد پر ہوتا ہے موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ دونوں میں بعض افراد پر حکم ہونا یہ یعنی ہے اس لئے عکس موجبہ جزئیہ نکالنا صحیح ہے۔

دوسرے دعوے کی دلیل:- جو کہ ماتن نے دی وہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ موجبہ کلیہ کا محمول اعم ہوتا ہے اور اس وقت اگر اس کا عکس بھی موجبہ کلیہ نکالیں تو غلط ہوتا ہے جیسے کل انسان حیوان اس کا عکس موجبہ کلیہ کل حیوان انسان یہ غلط ہے۔ اسی لئے جب منطقیوں نے یہ دیکھا کہ بعض مثالوں میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ غلط نکلتا ہے تو انہوں نے یہ ضابطہ بنا لیا کہ موجبہ کا عکس کلیہ نہیں آتا بلکہ جزئیہ آئیگا اور وہ جزئیہ تمام مثالوں میں آتا ہے۔ کل انسان حیوان کا عکس موجبہ جزئیہ بعض حیوان انسان سچا ہے۔

قولہ: لجواز عموم آہ: بیان للجزء السلبي من الحصر المذكور واما الايجاب الجزئی

فبدیہی کما مر

ترجمہ:- یہ حصر مذکور کے جزء سلبي کا بیان ہے اور بہر حال ايجاب جزئی پس وہ بدیہی ہے کما مر۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تو صیح متن ہے۔

تشریح:۔ اس قولہ میں لجواز عموم کے لفظ کی وضاحت کر رہے ہیں کہ یہ بیان حصر میں جزو سلبی (موجبہ کلیہ عکس نہیں آتا) کی دلیل ہے اور دوسرے دعویٰ ایجابی (موجبہ کلیہ ہو یا جزئیہ وہ جزئیہ عکس دیتا ہے) وہ بالکل بدیہی ہے اس لئے ماتن نے اس کی دلیل نہیں دی۔

قولہ: والالزم سلب الشئ عن نفسه: تقریرہ ان يقال كلما صدق قولنا لا شئ من الانسان بحجر صدق لا شئ من الحجر بانسان والا لصدق نقيضه وهو بعض الحجر انسان فنضمه مع الاصل فنقول بعض الحجر انسان ولا شئ من الانسان بحجر ينتج بعض الحجر ليس بحجر وهو سلب الشئ عن نفسه وهذا محال فمنشأه نقيض العكس لان الاصل صادق وانهيئة مسجة فيكون نقيض العكس باطلا فيكون العكس حقا وهو المطلوب.

ترجمہ:۔ اس کی تقریر یہ ہے کہ ہاں ہے جب کبھی سچا آئے ہمارا قول لا شئ من الانسان بحجر تو سچا آئے گا لا شئ من الحجر بانسان اور اس کی نقيض سچا آئے گی اور وہ ہے بعض الحجر انسان ہم اس کو اصل کے ساتھ ملائیں گے پس ہم کہیں گے بعض الحجر انسان ولا شئ من الانسان بحجر نتیجاً یہاں بعض الحجر ليس بحجر اور یہ تو سلب الشئ عن نفسه ہے اور یہ محال ہے اور اس کا منشأ عکس کی نقيض ہے اس لئے کہ اصل صادق ہے اور شکل نتیجہ دینے والی ہے پس عکس کی نقيض باطل ہو گئی پس عکس حق ہو گا اور یہی مطلوب ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض سالبہ کلیہ کے عکس کو اور اس کی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ فرماتے ہیں کہ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آئے گا جیسے لا شئ من الانسان بحجر اس کا عکس سالبہ کلیہ لا شئ من الحجر بانسان ہے۔ منطقی اکثر قضایا کے عکس کو دلیل خلفی کے ذریعے سے ثابت کرتے ہیں یہاں بھی یزدی صاحب نے سالبہ کلیہ عکس کو دلیل خلفی کے ذریعے سے ثابت کیا ہے۔ پہلے دلیل خلفی کی حقیقت سمجھ لیں۔

دلیل خلفی کی تعریف:۔ جو قضیہ کا عکس (یا جو ہمارا دعویٰ ہے) نکالا ہے۔ اس کو تسلیم کر لو ورنہ تو اس کی نقيض مان لو جب اس کی نقيض کو مان لو گے تو پھر اس نقيض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کریں گے اور نتیجہ نکالیں گے وہ نتیجہ محال ہو گا۔ نتیجہ کا

محال ہوتا یہ ہمارے دعوے کو نہ ماننے اور اس کی نقیض کو ماننے کی وجہ سے ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارا دعویٰ صحیح ہے اور تمہارا نقیض کا ماننا غلط ہے۔ یہاں بھی یزدی صاحب نے سالبہ کلیہ کے عکس کو دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کیا۔ لا شی من الانسان بحجر کا عکس سالبہ کلیہ لا شی من الحجر بانسان مان لوور نہ تو اس کی نقیض بعض الحجر انسان مان لو اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کر دو شکل اول لا شی من الانسان بحجر بعض الحجر انسان نکلے گی اور اس کا نتیجہ ہوگا بعض الحجر لیس بحجر یہ نتیجہ محال ہے کیونکہ اس میں شی کا اپنی ذات سے سلب لازم آ رہا ہے اور وہ محال ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہمارا عکس سالبہ کلیہ نکالا ہوا صحیح ہے۔

قوله: عدم الموضوع: وحينئذ يصح سلب الاخص من بعض الاعم لكن لا يصح

سلب الاعم من بعض الاخص مثلا يصدق بعض الحيوان ليس بانسان ولا يصدق بعض الانسان ليس بحيوان

ترجمہ:- اور اس وقت صحیح ہے اخص کا سلب کرنا بعض اعم سے لیکن نہیں ہے صحیح اعم کو سلب کرنا بعض اخص سے مثلاً سچا آئیگا بعض الحيوان ليس بانسان اور نہیں سچا آئیگا بعض الانسان ليس بحيوان۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض یہ بتانا ہے کہ سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا۔

تشریح:- سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض مثالوں میں جبکہ موضوع اعم ہو سالبہ جزئیہ کا عکس سچا نہیں آتا جیسے بعض الحيوان ليس بانسان یہ سچا ہے اس کا عکس سالبہ جزئیہ بعض الانسان ليس بحيوان سچا نہیں آتا جب منطقیوں نے یہ دیکھا کہ بعض مثالوں میں سالبہ جزئیہ کا عکس سچا نہیں آتا تو انہوں نے یہ قاعدہ بنا لیا کہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہے نہیں۔ یوں منطقی قواعد کلیہ ہوتے ہیں۔

قوله: او المقدم: مثلا يصدق قد لا يكون اذا كان الشيء حيوانا كان انسانا ولا يصدق

قد لا يكون اذا كان الشيء انسانا كان حيوانا

ترجمہ:- مثلاً سچا آئیگا قد لا يكون اذا كان الشيء حيوانا كان انسانا اور نہیں سچا آئیگا قد لا يكون اذا كان الشيء انسانا كان حيوانا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض یہ بتانا ہے کہ قضیہ شرطیہ سالبہ جزئیہ کا عکس بھی نہیں آتا۔

تشریح:- قضیہ شرطیہ سالبہ جزئیہ کا عکس بھی نہیں آتا۔ کیونکہ بعض اوقات جبکہ قضیہ شرطیہ سالبہ جزئیہ کا مقدم اعم ہو تو عکس سالبہ جزئیہ غلط ہوتا ہے اس لئے منطقیوں نے یہ کہہ دیا کہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں مثال جیسے قد لا یکون اذا کان الشئ حیوانا کان انسانا اس کا عکس سالبہ جزئیہ قد لا یکون اذا کان الشئ انسانا کان حیوانا یہ غلط ہے۔

متن: واما بحسب الجهة فمن الموجبات تنعكس الذاتتان
والعامتان حينية مطلقة والخاصتان حينية لا دائمة والوقتيتان و
الوجوديتان والمطلقة العامة مطلقة عامة ولا عكس للممكنتين ومن
السوالب تنعكس الذاتتان دائمة مطلقة والعامتان عرفية عامة
والخاصتان عرفية لا دائمة في البعض والبيان في الكل ان نقيض
العكس مع الأصل ينتج المحال ولا عكس للبوأقی بالنقض

ترجمہ متن:- اور بہر حال جہت کے اعتبار سے پس موجبات میں سے ذاتتان (ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ) اور عامتان (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) یہ حیثیہ مطلقہ عکس دیتے ہیں اور خاصتان (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) حیثیہ لا دائمہ عکس دیتے ہیں اور وقتیتان (وقتیہ، منتشرہ) اور وجودیتان (وجودیہ لا ضروریہ، وجودیہ لا دائمہ) اور مطلقہ عامہ یہ مطلقہ عامہ عکس دیتے ہیں اور ممکنتین (ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ) عکس نہیں دیتے۔ اور سوالب میں سے ذاتتان (ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ) اور عامتان (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) اور خاصتان (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) عرفیہ لا دائمہ فی البعض عکس دیتے ہیں اور بیان (دلیل) تمام میں یہ ہے کہ عکس کی نقیض اصل کے ساتھ ملکر محال نتیجہ دیتی ہے اور باقیوں کا عکس نہیں ہے نقیض کی وجہ سے مختصر تشریح متن:- متن کی اس عبارت میں قضایا موجبات بساط و مرکبات کے عکس کو بیان کیا ہے موجبات کے باب میں سالبوں کا عکس علیحدہ اور موجبوں کا عکس علیحدہ نکالا جائے گا موجبات بساط آٹھ ہیں پھر ہر ایک موجب کلیہ بھی ہو سکتا ہے اور جزئیہ بھی اسی طرح سالبہ میں احتمالات ہیں گویا سولہ موجبات ہونگے یعنی آٹھ موجب کلیہ اور آٹھ موجب جزئیہ اور سولہ سوالب ہونگے یعنی آٹھ سالبہ کلیہ اور آٹھ سالبہ جزئیہ۔ ان سب کی تفصیل شرح میں نقشوں میں ملاحظہ فرمائیں

ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ قضایا موجبات بسا اظہر موجبات سولہ میں سے صرف دس کا عکس آئیگا۔ وہ دس یہ ہیں دو دائرہ یعنی (۱) دائرہ مطلقہ موجبہ کلیہ (۲) ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ، اور دو عاتین یعنی (۳) مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ (۴) عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ (۵) مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ اور ان پانچ کے جزئیات بھی پانچ ہونگے۔ تو یہ کل دس ہونگے ان میں سے دائرہ عاتین اور عاتین کا عکس حیدرہ مطلقہ آئیگا اور مطلقہ عامہ کا عکس مطلقہ عامہ آئیگا منتشرہ مطلقہ اور وقتیہ مطلقہ اور ممکنہ عامہ موجبات ان کا عکس نہیں آتا کیونکہ یہ استعمال میں نہیں آتے تو گویا ان قضایا کا عکس موجبات میں نہیں آئیگا۔

سوالب میں بھی آٹھ سالہ جزئیہ ہیں اور آٹھ سالہ کلیہ ان میں سے سالہ جزئیہ آٹھ کا عکس نہیں آئیگا کیونکہ سالہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں آٹھ سالہ کلیہ میں سے (۱) ضروریہ مطلقہ سالہ کلیہ (۲) دائرہ مطلقہ سالہ کلیہ (۳) مشروطہ عامہ سالہ کلیہ (۴) عرفیہ عامہ سالہ کلیہ (۵) مطلقہ عامہ سالہ کلیہ ان پانچ کا عکس آتا ہے دائرہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ سالہ کلیہ کا عکس دائرہ مطلقہ آئیگا اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ سالہ کلیہ کا عکس عرفیہ عامہ آئیگا اور مطلقہ عامہ سالہ کلیہ کا عکس مطلقہ عامہ آئیگا باقی وقتیہ مطلقہ سالہ کلیہ، منتشرہ مطلقہ سالہ کلیہ اور ممکنہ عامہ سالہ کلیہ ان کے موجبات کا عکس نہیں آتا تھا لہذا ان کے سالوں کا عکس بھی نہیں آئیگا۔

اقسام مرکبات :- مرکبات کل سات ہیں ان کی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے اٹھائیس قسمیں بنتی ہیں۔ چودہ موجبات اور چودہ سوالب ان کی مکمل تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

☆☆

قولہ: واما بحسب الجهة: یعنی ان ما ذکرناہ ہو بیان انعکاس القضايا بحسب کیف

والکم واما بحسب الجهة آہ

ترجمہ :- بلاشبہ جو ہم نے (ما قبل میں) ذکر کیا ہے وہ قضایا کے عکس کا بیان ہے باعتبار کیف اور کم کے اور بہر حال باعتبار جہت کے اٹخ۔

غرض شارح :- اس قول میں یزدی صاحب نے صرف ما قبل کی عبارت کے ساتھ ربط بیان کیا ہے۔

تشریح :- فرماتے ہیں کہ جس وقت مصنف قضایا کے عکس کے بیان سے باعتبار کیفیت اور کیت کے فارغ ہوئے تو اب باعتبار جہت کے قضایا کے عکس کو بیان کرتے ہیں متن میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ بسا اظہر کل آٹھ ہیں جن کی محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، سالہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالہ جزئیہ) کے اعتبار سے بیس قسمیں ہیں۔

مرکبات کل سات ہیں ان کی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے اٹھائیس قسمیں بنتی ہیں۔ چہ وہ مثبت اور چہ منفی ہو۔ اب اگلے قولہ میں علامہ یزدی نے موجبات بساط اور موجبات مرکبات کے عکس کو اکتھابیان لیا ہے اور وہ اب کے علموں علیحدہ بیان کیا ہے۔

قوله: الدائماتان: ای الضرورية والدائمة مثلا كلما صدق قولنا بالضرورة او دائما

کل انسان حیوان صدق قولنا بعض الحيوان انسان بالفعل حين هو حيوان والا فصدق نقيضه وهو دائما لاشي من الحيوان بانسان مادام حيوانا فهو مع الاصل ينتج لاشي من الانسان بانسان بالضرورة او دائما هف

ترجمہ:- یعنی ضروریہ اور دائمہ مثلاً جب کبھی سچا آئیگا ہمارا یہ قول بالضرورة او دائما کل انسان حیوان تو سچا آئیگا ہمارا یہ قول بعض الحيوان انسان بالفعل حين هو حيوان ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ یہ ہے دائما لاشي من الحيوان بانسان ما دام حيوانا پس وہ اصل کے ساتھ ملکر نتیجہ دے گی لاشي من الانسان بانسان بالضرورة او دائما یہ خلاف مفروض ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض موجبات بساط میں سے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ خواہ یہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ان کے عکس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا عکس قضیہ حینیہ مطلقہ آئیگا جیسے بالضرورة او بالدوام کل انسان حیوان اس کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہے بعض الحيوان انسان بالفعل حين هو حيوان اور یہ سچا ہے ہم اس عکس کو دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کرتے ہیں کہ ہم نے جو عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ نکالا ہے اس کو مان لو ورنہ تو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ لاشي من الحيوان بانسان مادام حيوانا ماننی پڑے گی اگر وہ بھی نہ مانو تو ارتقاغ نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے اور جب ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کریں گے تو نتیجہ محال آئیگا اصل قضیہ کے ساتھ شکل اول یوں بنے گی کل انسان حیوان بالضرورة، لاشي من الحيوان بانسان مادام حيوانا نتیجہ لاشي من الانسان بانسان یہ نتیجہ سبب الشئ من نفسه ہے اور یہ محال ہے۔ اور یہ محال نقیض کو ماننے سے لازم آیا ہے لہذا ہمارے عکس کو مان لو کہ وہ سچا ہے۔

قولہ: والعامتان: ای المشروطة العامة والعرفية العامة مثلا اذا صدق بالضرورة او

بالدوام كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبها صدق بعض متحرك الاصابع كاتب

بالفعل حين هو متحرك الاصابع والا فيصدق نقيضه ودائما لاشي من متحرك الاصابع

بكاتب مادام متحرك الاصابع وهو مع الاصل ينتج قولنا بالضرورة او بالدوام لاشي من

الكاتب بكاتب مادام كاتبها

ترجمہ:- یعنی مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ مثلاً جب سچا آئیگا بالضرورۃ او بالدوام كل كاتب متحرك الاصابع

مادام كاتبها تو سچا آئیگا بعض متحرك الاصابع كاتب بالفعل حين هو متحرك الاصابع ورنہ تو اس کی نقيض

سچی آئیگی اور وہ ہے دائما لاشي من متحرك الاصابع بكاتب مادام متحرك الاصابع اور وہ اصل کے ساتھ مل

کر نتیجہ دے گی ہمارا یہ قول بالضرورۃ او بالدوام لاشي من الكاتب بكاتب مادام كاتبها یہ خلاف مفروض ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض موجبات بساط میں سے مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس بیان کرنا ہے۔

تشریح:- مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس بھی حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے بالضرورۃ او بالدوام كل كاتب

متحرك الاصابع مادام كاتبها اس کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ بعض متحرك الاصابع كاتب بالفعل حين هو

متحرك الاصابع سچا ہے اس کو ثابت کرنے کا طریقہ وہی دلیل خلفی ہے کہ اس کو مان لو ورنہ اس کی نقيض کو ماننا پڑے گا اور

اس کو پھر اصل کے ساتھ ملانے سے نتیجہ محال نکلے گا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارا عکس درست ہے جیسا کہ بالکل واضح ہے۔

قولہ: والخاصتان: ای المشروطة الخاصة والعرفية الخاصة تنعكسان الى حينية مطلقه

مقبلة باللادوام اما انعكاسهما الى حينية مطلقه فلانه كلما صدقت الخاصتان صدقت

العامتان وقد مر ان كلما صدقت العامتان صدقت في عكسهما الحينية المطلقه واما اللادوام

فبيان صدقه انه لو لم يصدق لصدق نقيضه ونضم هذا النقيض الى الجزء الاول من الاصل

فينتج نتيجة ونضم النقيض الى الجزء الثاني من الاصل فينتج ما يناهئ تلك النتيجة مثلا

كلما صدق بالضرورة او بالدوام كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبها دائما يصدق في

العکس بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ہو متحرک الاصابع لا دائما اما صدق
الجزء الاول فقد ظهر مما سبق واما صدق الجزء الثاني ای اللادوام ومعناه ليس بعض
متحرک الاصابع کاتباً بالفعل فلانه لو لم يصدق لصدق نقيضه وهو قولنا كل متحرک
الاصابع کاتب دائماً فنضمه مع الجزء الاول من الاصل ونقول كل متحرک الاصابع
کاتب دائماً وكل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتباً ينتج كل متحرک الاصابع
متحرک الاصابع دائماً ثم نضمه الى الجزء الثاني من الاصل ونقول كل متحرک الاصابع
کاتب دائماً ولاشی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل ينتج لاشی من متحرک الاصابع
بمتحرک الاصابع بالفعل وهذا يناهض النتيجة السابقة فيلزم من صدق نقيض لادوام
العکس اجتماع المتنافيين فيكون باطلا فيكون اللادوام حقاً وهو المطلوب

ترجمہ: یعنی شرط خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس آتا ہے چیدہ مطلقہ کی طرف جو لادوام کے ساتھ مقید ہو بہر حال ان کا چیدہ مطلقہ
کی طرف عکس آتا ہے کہ جب کبھی دو خاصے سچے آتے ہیں تو دو عامے سچے آتے ہیں اور گزر چکا ہے کہ جب کبھی دو عامے
سچے آتے ہیں تو ان کے عکس میں چیدہ مطلقہ سچا آتا ہے اور بہر حال لادوام تو اس کے صادق آنے کا بیان یہ ہے کہ اگر وہ سچا نہ
آئے تو اسکی نقيض سچی آئیگی اور ہم ملائیں گے اس نقيض کو اصل کے جزو اول کی طرف پس وہ نتیجہ دہنگی نتیجہ دینا اور ہم ملائیں گے
اس نقيض کو اصل کے جزو ثانی کی طرف تو وہ ایسا نتیجہ دہنگی جو اس سے پہلے نتیجہ کے منافی ہے مثلاً جب کبھی سچا آئے گا بالضرورہ
او بالادوام کل کاتب متحرک الاصابع الخ تو سچا آئے گا عکس میں بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل الخ
بہر حال جزو اول کا سچا آنا تو وہ ما سبق سے ظاہر ہو چکا ہے اور بہر حال جزو ثانی اور وہ لادوام ہے اور اس کا معنی ہے ليس بعض
متحرک الاصابع الخ اس کا سچا آنا اس لئے ہے کہ اگر نہ سچا آئے تو اس کی نقيض سچی آئیگی اور وہ نقيض ہمارا یہ قول ہے کل
متحرک الاصابع کاتب دائماً پس ہم اس کو ملائیں گے اصل کے جزو اول کے ساتھ اور ہم کہیں گے کل متحرک
الاصابع کاتب دائماً پس ہم اسے اصل کے جزو اول کے ساتھ ملا کر اس طرح کہیں گے کل متحرک الاصابع
کاتب الخ یہ نتیجہ دہنگی کل متحرک الاصابع متحرک الاصابع دائماً پھر ہم ملائیں گے اس کو اصل کی جزو ثانی کی
طرف اور ہم کہیں گے کل متحرک الاصابع کاتب دائماً الخ یہ نتیجہ دہنگی لاشی من متحرک الاصابع بمتحرک

الاصابع بالفعل اور یہ منافی ہے نتیجہ سابقہ کے پس لازم آئیگا عکس کے لا دوام کی نقیض صادق آنے سے متنافیین کا اجتماع پس وہ نقیض باطل ہوگی اور لا دوام حق ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

غرض شارح: اس قول کی غرض مرکبات موجبات میں سے مشروط خاصہ اور عرفیہ خاصہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ان کے عکس کو بیان کرتا ہے۔

تشریح: مشروط خاصہ اور عرفیہ خاصہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ان دونوں کا عکس حینیہ مطلقہ لا دائمہ آئیگا حینیہ مطلقہ لا دائمہ اس قضیہ حینیہ مطلقہ کو سمجھتے ہیں جس میں لا دائمہ کی قید لگی ہوتی ہے۔ مرکبات میں سے صرف یہ چار قضایا (مشروط خاصہ موجبہ کلیہ، مشروط خاصہ موجبہ جزئیہ، عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ، عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ) ایسے ہیں کہ ان کا عکس بھی قضیہ مرکبہ آتا ہے۔ حینیہ لا دائمہ یہ مرکب ہے دو مطلقوں سے ایک حینیہ مطلقہ اور دوسرا مطلقہ عامہ۔ مثال خاصتان کی بالضرورۃ او بالادوام کل کتاب متحرک الاصابع مادام کاتب لا دائمہ۔ ان کا عکس حینیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ بعض متحرک الاصابع کتاب بالفعل حین ہو متحرک الاصابع لا دائمہ سچا ہے لیکن اس کو ثابت کرنے کیلئے صرف دلیل خلفی نہیں چلتی بلکہ اس کے عکس کے منوانے کا اور طریقہ ہے۔

عکس ثابت کرنے کا طریقہ: تفسیر مشروط خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں پہلی جزو دونوں میں مشروط عامہ یا عرفیہ عامہ ہوگی ان کا عکس تو بسا نک میں حینیہ مطلقہ دلیل خلفی کے ذریعے سے ثابت کر دیا گیا ہے البتہ اس میں جو لا دائمہ کے نیچے قضیہ عکس والا کھڑا ہے اسکو ثابت کرنا ہے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں اصل قضیہ میں لا دائمہ اس قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی طرف اشارہ کرتا تھا لاشی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل عکس لا دائمہ میں اشارہ بعض متحرک الاصابع کتاب بالفعل کی طرف ہے اس عکس کو مان لو اور نہ تو اسکی نقیض کو مانو اس کی نقیض کو اصل قضیہ کی جزو اول سے ملا کر ایک نتیجہ نکلے گا عکس کی نقیض کل متحرک الاصابع کتاب دائمہ ہے اسنو اصل قضیہ کی پہلی جزو کل کتاب متحرک الاصابع بالضرورۃ کیساتھ ملا کر شکل اول تیار کرنے سے نتیجہ یہ نکلے گا کل متحرک الاصابع متحرک الاصابع دائمہ اور جب اس نقیض یعنی کل متحرک الاصابع کتاب دائمہ کو اصل قضیہ کی دوسری جزو لاشی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل کے ساتھ ملاتے ہیں تو نتیجہ لاشی من متحرک الاصابع بمتحرک الاصابع نکلتا ہے۔ اصل قضیہ کے دونوں جزو سچے تھے لیکن اس کے عکس کے نتیجہ میں وہ آپس میں بالکل مخالف اور ضد ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا عکس صحیح

ہے نقیض ماننا غلط ہے۔

دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ خاصہ کے عکس میں ہمارا عکس مان لو ورنہ تو عکس کے لا دائما کے نیچے جو قضیہ کھڑا ہوگا اب اس کی نقیض نکال کر اصل قضیہ کی جزو اول کے ساتھ ملا کر ایک نتیجہ حاصل کریں گے اور دوسرے جزو کے ساتھ ملا کر دوسرا نتیجہ حاصل کریں گے۔ اور یہ دونوں نتیجے مخالف ہونگے اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا عکس صحیح ہے اور نقیض ماننا غلط ہے۔

قولہ: والوقتیتان والوجودیتان والمطلقة العامة مطلقه عامة: ای القضا یا الخمس ینعکس کل واحدہ منها الی المطلقة العامة فیقال لو صدق کل ج ب باحدی الجهات الخمس لصدق بعض ب ج بالفعل والا لصدق نقیضه وهو لاشی من ب ج دائما وهو مع الاصل ینتج لاشی من ج ج ہف

ترجمہ:- یعنی ان پانچ قضا یا میں سے ہر ایک کا عکس آتا ہے مطلقہ عامہ کی طرف پس کہا جائیگا اگر سچا آئے کس ج ب پانچ جہتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تو البتہ سچا آئے گا بعض ب ج بالفعل ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئے گی اور وہ ہے لاشی من ب ج دائما اور یہ اپنے اصل کے ساتھ مل کر نتیجہ دے گی لاشی من ج ج یہ خلاف مفروض ہے۔

اغراض شارح:- اس قول کی غرض بساطت موجبات میں سے مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ و جزئیہ اور مرکبات میں سے وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ، منتشرہ مطلقہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ، وجودیہ لا ضروریہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ اور وجودیہ لا دائمہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ کے عکس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- بساطت موجبات میں سے مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ و جزئیہ اور مرکبات میں سے وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ، منتشرہ مطلقہ موجبہ کلیہ و جزئیہ، وجودیہ لا ضروریہ موجبہ کلیہ و جزئیہ، وجودیہ لا دائمہ موجبہ کلیہ و جزئیہ ان دس قضا یا کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے قضا یا مرکبات میں سے آٹھ قضا یا ایسے ہیں جن کا عکس بسیطہ آیا ہے ان کے عکس کے ثابت کرنے کی دلیل بھی وہی دلیل خلفی ہے۔ جیسے کس ج ب کے ساتھ ان پانچ قضیوں کی جہات میں سے کوئی جہت بھی ملاو (بالفعل، بالضروریہ وغیرہ) اور پھر اس کا عکس نکال لو مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ بعض ب ج بالفعل اس کو ثابت کرنے کا وہی طریقہ ہے کہ اس کو مان لو ورنہ تو اس کی نقیض لاشی من ب ج مانو اس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملاؤ تو نتیجہ لاشی من ج ج نکلے گا اور یہ نتیجہ محال ہے معلوم ہوا کہ ہمارا عکس صحیح ہے۔

قوله: ولا عكس للممكتين: اعلم ان صدق وصف الموضوع على ذاته في القضايا

المعتبرة في العلوم بالامكان عند الفارابي بالفعل عند الشيخ فمعنى كل ج ب بالامكان

على راي الفارابي هو ان كل ما صدق عليه ج بالامكان صدق عليه ب بالامكان ويلزمه

العكس حينئذ وهو ان بعض ما صدق عليه ب بالامكان صدق عليه ج بالامكان وعلى راي

الشيخ معنى كل ج ب بالامكان هو ان كل ما صدق عليه ج بالفعل صدق عليه ب بالامكان

فيكون عكسه على اسلوب الشيخ هو ان بعض ما صدق عليه ب بالفعل صدق عليه ج

بالامكان ولا شك انه لا يلزم من صدق الاصل حينئذ صدق العكس مثلا اذا فرض ان

مركوب زيد بالفعل منحصر في الفرس صدق كل حمار بالفعل مركوب زيد بالامكان

ولم يصدق عكسه وهو ان بعض مركوب زيد بالفعل حمار بالامكان فالمصنف لما اختار

مذهب الشيخ اذ هو المتبادر في العرف واللغة حكم بانه لا عكس للممكتين

ترجمہ: تو جان لے کہ موضوع کی وصف کا اس کی ذات پر سچا آنا ان قضایا میں جو علوم میں معتبر ہیں امکان کے ساتھ ہے فارابی

کے ہاں اور فعل کے ساتھ ہے شیخ کے ہاں پس کل ج ب بالامکان کا معنی فارابی کی رائے پر یہ ہے کہ ہر وہ چیز کہ جس پر سچا

آئیگا امکان کے ساتھ تو سچا آئیگا اس پر ب امکان کے ساتھ اور اس وقت لازم ہے اس کو عکس اور وہ یہ ہے کہ بعض وہ کہ سچا

آئیگا اس پر ب امکان کے ساتھ تو سچا آئیگا اس پر ج امکان کے ساتھ اور شیخ کی رائے پر کل ج ب بالامکان کا معنی یہ ہے کہ

ہر وہ چیز جس پر سچا آئے ج بالفعل تو اس پر سچا آئیگا ب امکان کے ساتھ پس اس کا عکس شیخ کی رائے پر یہ ہوگا کہ بعض وہ جس پر

سچا آئے ب بالفعل تو سچا آئیگا اس پر ج بالامکان اور نہیں ہے شک اس میں کہ اصل کے سچا آنے سے اس وقت عکس کا سچا آنا

لازم نہیں آتا مثلاً جب یہ فرض کر لیا جائے کہ مرکوب زید بالفعل فرس میں منحصر ہے تو سچا آئیگا کل حمار بالفعل مرکوب

زید بالامکان اور نہیں سچا آئیگا اس کا عکس اور وہ یہ ہے کہ بعض مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان پس مصنف نے

جب شیخ کے مذہب کو اختیار کیا کیونکہ وہی عرف اور لغت میں متبادر الی الذہن ہے تو حکم لگا دیا بایں طور کہ نہیں عکس آتا و ممکنہ کا۔

غرض شارح: اس قول کی غرض ممکنہ عامہ موجبہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس کو بیان کرنا ہے تفتازانی نے ان دونوں کو اکٹھا بیان کیا ہے

تشریح:- ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ان کا عکس نہیں آتا۔ ان دونوں کے عکس نہ آنے کی دلیل سمجھنے سے پہلے چند اہم فوائد کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

فائدہ (۱):- جو بھی قضیہ ہوتا ہے اس میں ایک موضوع ہوتا ہے اور ایک محمول۔ محمول کی جانب میں ہمیشہ وصف مراد ہوتی ہے اور موضوع کی جانب میں ہمیشہ ذات مراد ہوتی ہے اس ذات کو جس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اس کو وصف عنوانی کہتے ہیں۔ جیسے زید قائم میں زید یہ لفظ ذات زید کو تعبیر کر رہا ہے اس زید کو وصف عنوانی کہیں گے یہاں قیام والی وصف کا ثبوت ذات زید کیلئے ہو رہا ہے جس کو لفظ قائم سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ (۲):- تضایا میں محمول کا جو تعلق ذات موضوع کے ساتھ ہوتا ہے اس کو عقد حمل کہتے ہیں اور اس میں حکم بھی ہوتا ہے اور اس صورت میں محمول کا تعلق ذات موضوع کے ساتھ چار جہتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو سکتا ہے ضروری ہو، دائمی ہو، بالفعل ہو، بالامکان ہو۔ اور وصف عنوانی کا جو تعلق ذات موضوع کے ساتھ ہوتا ہے اس کو عقد وضع کہتے ہیں۔ اس تعلق میں بھی وہی چار احتمال ہیں جو کہ عقد حمل میں تھے لیکن تمام مناطقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عقد وضع میں جہت ضرورت اور دوام کی نہیں ہو سکتی جہت یا تو امکان کی ہوگی یا فعل کی۔ پھر مناطقہ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کونسی جہت ہوگی۔

فارابی کا مذہب:- عقد وضع میں جہت امکان کی معتبر ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وصف عنوانی کا ثبوت ذات موضوع کے جن افراد کیلئے ممکن ہے ان کیلئے محمول ثابت ہے۔ لہذا ان کے ہاں کل انسان حیوان بالامکان العام کا معنی ہوگا کہ ہر وہ چیز جس کا انسان ہونا ممکن ہے اس کیلئے حیوانیت ثابت ہے۔

شیخ بوعلی سینا کا مذہب:- وصف عنوانی کا تعلق ذات موضوع کے ساتھ جہت فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے شیخ کے نزدیک مطلب یہ ہوا کہ وصف عنوانی موضوع کا ثبوت ذات موضوع کے جن افراد کیلئے بالفعل ہو رہا ہے ان کیلئے محمول ثابت ہے۔ جیسے کل اسود کاتب بالامکان العام فارابی کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وصف سواد کا ثبوت جن افراد انسانی کیلئے ممکن ہے ان کیلئے کتابت یعنی محمول کا ثبوت ممکن ہے جہش تو یقینی طور پر داخل ہیں لیکن اس میں روی بھی داخل ہونگے ان کیلئے بھی کتابت کا ثبوت ممکن ہوگا کیونکہ روی کیلئے وصف عنوانی سواد کا ثبوت ممکن تو ہے۔ فارابی کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سواد (سیاہی) کی وصف جن افراد انسانی کیلئے بالفعل ثابت ہے انہی کیلئے کتابت کا ثبوت ممکن ہے اب شیخ کے نزدیک جہش اور ان کی پیدا ہونے والی اولاد کیلئے کتابت کا ثبوت ممکن ہوگا۔ کیونکہ وہ بالفعل وصف عنوانی سیاہی کے ساتھ متصف ہیں ہاں

رومیوں کیلئے ثبوت کتابت کا نہیں ہوگا کیونکہ رومی بالفعل تو سیاہ نہیں۔

ممکنہ کے عدم انعکاس کی تفصیل :- اس کی تفصیل کو ایک مثال کے ذریعے سے سمجھنا ہوگا مثلاً ہم نے یہ فرض کر لیا کہ

بالفعل زید گھوڑے پر سوار ہے اور گدھے پر بالفعل سوار نہیں ہے اب اگر یوں کہا جائے کل حمار بالفعل مرکوب زید

بالامکان العام صحیح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جن افراد حمار کے لئے حماریت کا ثبوت بالفعل ہے ان کا زید کیلئے سواری بننا

ممکن ہے اس کا عکس شیخ کے مطلب پر نکلے گا کہ بعض مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان العام بعض وہ افراد جن

کیلئے مرکوبیت زید بالفعل ثابت ہے ان کیلئے گدھا ہونا ممکن ہے یہ عکس جھوٹا ہے کیونکہ بالفعل جو مرکوب زید ہے وہ تو گھوڑا ہے

اس کیلئے گدھا ہونا ممکن نہیں اس لئے شیخ کے نزدیک اس کا عکس نکالنا صحیح نہیں۔

فارابی کے نزدیک یہ قضیہ یوں ہوگا کل حمار بالامکان مرکوب زید بالامکان اس کا مطلب یہ ہوگا جن

افراد حمار کیلئے حماریت کا ثبوت ممکن ہے ان کا مرکوب زید بننا بھی ممکن ہے اس کا عکس بعض مرکوب زید بالامکان حمار

بالامکان کہ بعض وہ افراد جن کیلئے مرکوبیت زید کا ثبوت ممکن ہے ان کا گدھا ہونا ممکن ہے یہ عکس صحیح ہے۔

فارابی کے نزدیک چونکہ قضیہ ممکنہ کا عکس (جہت امکان کا لحاظ کر کے) صحیح آتا تھا۔ اور شیخ کے نزدیک (جہت فعل کا

لحاظ کر کے) ممکنہ کا عکس جھوٹا آتا تھا اس لئے ماتن نے کہہ دیا کہ ولا عکس للممکنین۔ گویا ماتن نے شیخ کے مذہب کو

راج قرار دیا کیونکہ شیخ کا مذہب لغت اور عرف کے مطابق ہے۔

فائدہ: ذات موضوع کو تعبیر کرنے کی پانچ صورتیں ہیں (۱) ذات موضوع کبھی نوع کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کل انسان

ناطق (۲) کبھی جنس کے ساتھ جیسے بعض الحیوان ناطق (۳) کبھی فصل کیساتھ جیسے کل ناطق حیوان (۴) کبھی خاصہ

کے ساتھ جیسے کل ضاحک انسان (۵) کبھی عرض عام کے ساتھ جیسے بعض متنفس انسان۔ ان تمام صورتوں میں

وصف عنوانی موضوع سے مراد زید، عمرو، بکر وغیرہ ہی ہیں۔ لیکن اس کی تعبیر مختلف طریقوں سے ہے۔

فائدہ: یہاں تک موجبات کے عکس مکمل ہوئے ان تمام موجبات کے عکس کی تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں

☆ عکس مستوی قضایا موجهہ مرکبات موجبات ☆

نمبر	نام اصل قضیہ	نام عکس	مثال اصل قضیہ	تفکیل جزوئیاتی	مثال عکس
۱	شروط خاصہ کلیہ	حیدیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبها لا دائما	لا شیء من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حين هو متحرک الاصابع لا دائما ای بعض متحرک الاصابع ليس بکاتب بالفعل
۲	شروط خاصہ جزئیہ	حیدیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبها لا دائما	بعض الکاتب ليس بمتحرک الاصابع بالفعل	ایضاً
۳	عرفیہ خاصہ کلیہ	حیدیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبها لا دائما	لا شیء من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	ایضاً
۴	عرفیہ خاصہ جزئیہ	حیدیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبها لا دائما	بعض الکاتب ليس بمتحرک الاصابع بالفعل	ایضاً
۵	وقتیہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل قمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة لا دائما	لا شیء من القمر بمنخسف بالفعل	بعض منخسف قمر بالفعل
۶	وقتیہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالضرورة وقت الحیلولة لا دائما	بعض القمر ليس بمنخسف بالفعل	بعض منخسف قمر بالفعل
۷	منتشرہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل انسان معنفس بالضرورة ولما لا دائما	لا شیء من الانسان بمعنفس بالفعل	بعض المعنفس انسان بالفعل

۸	منتشرہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتا ما لا دائما	بعض الانسان ليس بمتنفس بالفعل	بعض المتنفس انسان بالفعل
۹	وجودیہ لا دائمہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما	لا شی من الانسان بضاحک بالفعل	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۰	وجودیہ لا دائمہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لا دائما	بعض الانسان ليس بضاحک بالفعل	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۱	وجودیہ لا ضروریہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة	لا شی من الانسان بضاحک بالامکان العام	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۲	وجودیہ لا ضروریہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة	بعض الانسان ليس بضاحک بالامکان العام	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۳	مکنہ خاصہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۴	مکنہ خاصہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا

قوله: تنعكس الدائماتان دائمة: اى الضرورية المطلقة والدائمة المطلقة تنعكسان دائمة مطلقة مثلا اذا صدق قولنا لا شی من الانسان بحجر بالضرورة او بالدوام صدق لا شی من الحجر بانسان دائما والا لصدق نقيضه وهو بعض الحجر انسان بالفعل وهو مع الاصل ينتج بعض الحجر ليس بحجر دائما هف

ترجمہ:- یعنی ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ دونوں کا عکس دائمہ مطلقہ آتا ہے مثلاً جب سچا آئیگا ہمارا یہ قول لا شی من الانسان بحجر بالضرورة او بالدوام تو سچا آئیگا لا شی من الحجر بانسان دائما ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ ہے بعض الحجر انسان بالفعل اور وہ اصل کے ساتھ ملکر نتیجہ دے گی بعض الحجر ليس بحجر دائمہ یہ خلاف مفروض ہے

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض سوالب بسائط کے عکس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ سالبہ بسیطہ کل سولہ تھے آٹھ سالبہ کلیہ اور آٹھ سالبہ جزئیہ۔ آٹھ سالبہ جزئیہ ان کا عکس تو نہیں آتا باقی آٹھ سالبہ کلیہ میں سے بھی صرف دامتھان (ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ) اور عامتان (عرفیہ عامہ، مشروطہ عامہ) کا عکس آتا ہے باقی چار یعنی ممکنہ عامہ، مطلقہ عامہ، وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ ان کا عکس نہیں آتا اس قول میں دامتھان کے عکس کو بیان کیا ہے کہ ان کا عکس سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ آئیگا جس وقت بالضروریہ او بالدوام لا شی من الانسان بحجر سچا آئیگا تو اس وقت اس کا عکس بالدوام لا شی من الحجر بانسان بھی سچا آئیگا۔ اسکے عکس کو بھی یزدی نے دلیل ظنی کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ کہ اگر ہمارے اس عکس کو نہیں مانتے تو اس کی نقیض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ بعض الحجر انسان بالفعل کو مان لو اور اس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملاؤ تو نتیجہ محال نکلے گا یعنی بعض الحجر لیس بحجر اور یہ محال ہے لہذا ہمارا عکس صحیح ہے۔

قوله: والعامتان عرفیة عامة: ای المشروطة العامة والعرفیة العامة تنعکسان عرفیة عامة مثلاً اذا صدق بالضرورة او بالدوام لا شی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً لصدق بالدوام لا شی من ساکن الاصابع بکاتب ما دام ساکن الاصابع والا فیصدق نقیضه وهو قولنا بعض ساکن الاصابع کاتب حین هو ساکن الاصابع بالفعل وهو مع الاصل ینتج بعض ساکن الاصابع لیس بساکن الاصابع حین هو ساکن الاصابع وهو محال

ترجمہ:۔ یعنی مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ دونوں کا عکس عرفیہ عامہ آتا ہے مثلاً جب سچا آئیگا بالضروریہ او بالدوام الخ تو سچا آئیگا بالدوام لا شی من ساکن الاصابع الخ ورنہ تو اس کی نقیض بھی آئیگی اور وہ ہے ہمارا قول بعض ساکن الاصابع الخ اور وہ اصل کے ساتھ مل کر نتیجہ دے گی بعض ساکن الاصابع الخ اور یہ محال ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ اور عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ اور عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آئیگا جس وقت بھی بالضروریہ او بالدوام لا شی من الکاتب بساکن الاصابع سچا آئیگا تو اس کا عکس لا شی من ساکن الاصابع بکاتب ما دام ساکن الاصابع بھی سچا آئیگا اس کے عکس کو بھی دلیل ظنی کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ عکس مان لو ورنہ تو اس کی نقیض جبکہ مطلقہ موجبہ

جزئیہ بعض ساکن الاصابع کاتب حین ہو ساکن الاصابع بالفعل مانٹا پڑے گی اس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملانے سے نتیجہ یہ نکلے گا بعض ساکن الاصابع لیس ساکن الاصابع حین ہو ساکن الاصابع۔ اس نتیجہ میں سلب لاشی عن نفر (ایک فی کا اپنی ذات سے سلب ہونا) لازم آ رہا ہے اور وہ محال ہے لہذا یہ نتیجہ بھی محال ہے اور ہمارا عکس درست ہے۔

قولہ: والخاصتان: ای المشروطة الخاصة والعرفية الخاصة تنعكسان عرفية ای عرفية عامة سالبة كلية مقيدة باللا دوام فی البعض وهو اشارة الى مطلقة عامة موجبة جزئية فنقول اذا صدق لاشی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبها لا دائما صدق لاشی من الساکن بکاتب مادام ساکنها لا دائما فی البعض ای بعض الساکن کاتب بالفعل اما الجزء الاول فقد مر بیانہ من انه لازم للعامتين وهما لازمتان للخاصتين ولازم اللازم لازم واما الجزء الثاني فلانه لو لم يصدق لصدق نقيضه وهو لاشی من الساکن بکاتب دائما فهذا مع اللا دوام الاصل وهو کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل ينتج لاشی من الکاتب بکاتب دائما هف وانما لم يلزم اللا دوام فی الكل لانه يكذب فی مثالنا هذا کل ساکن کاتب بالفعل لصدق قولنا بعض الساکن لیس بکاتب دائما كالارض قال المصنف السرفی ذلك ان لا دوام السالبة موجبة وهي انما تنعكس جزئية وفيه تامل اذ لیس انعكاس المجموع الى المجموع منوطا بانعكاس الاجزاء الى الاجزاء كما يشهد بذلك ملاحظة انعكاس الموجهات الموجبة على ما مر فان الخاصتين الموجبتين تنعكسان الى الحينية اللادائمة مع ان الجزء الثاني منهما وهو المطلقة العامة السالبة لا عكس لها فتدبر

ترجمہ:- یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ دونوں کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے جو لا دوام فی البعض کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور وہ لا دوام فی البعض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ کی طرف اشارہ ہے پس ہم کہیں گے کہ جب سچا آئیگا لاشی من الکاتب بساکن الخ تو سچا آئیگا لاشی من الساکن بکاتب الخ بہر حال جزو اول کا صدق پس اس کا بیان گزر چکا ہے کہ وہ دو عامہ (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) کو لازم ہے اور وہ دونوں دو خاصہ (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) کو لازم ہیں اور لازم کا لازم لازم ہوا

کرتا ہے اور بہر حال جزو ثانی کا صدق اس لئے ہے کہ اگر عکس سچا نہ آئے تو اس کی نقیض سچی آئے گی اور وہ ہے لا شئی من الساکن بکاتب دائمہ اور یہ لا دوام اصلی کے ساتھ مل کر اور وہ لا دوام اصلی یہ ہے کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل نتیجہ دے گی لا شئی من الکاتب بکاتب دائمہ یہ خلاف مفروض ہے اور سو اس کے نہیں لا دوام فی الكل لازم نہیں آتا اس لئے کہ وہ ہماری اس مثال میں جھوٹا ہو جاتا ہے کل ساکن کاتب بالفعل تو البتہ سچا آئے گا ہمارا یہ قول بعض الساکن لیس بکاتب دائمہ مثل زمین کے۔ مصنف نے فرمایا کہ راز اس میں یہ ہے کہ بحالہ کا لا دوام موجب ہوتا ہے اور سو اس کے نہیں اس کا عکس جزئی آتا ہے اور اس میں تامل ہے کیونکہ مجموعہ کا عکس آنا مجموعہ کی طرف نہیں موقوف اجزاء کی طرف عکس آنے کے ساتھ جیسا کہ شہادت دیتا ہے اس بات کی موجهات موجبہ کے عکس کا لحاظ کرنا اور اس طریقے کے جو زر چکا ہے پس بلاشبہ دو موجبہ خاصہ کا عکس حیدر لا دائمہ آتا ہے باوجود اس کے کہ ان کے جزو ثانی اور وہ مطلقہ عامہ سالہ ہے اس کا عکس نہیں آتا پس تو غور و فکر کر۔

غرض شارح: اس قول کی غرض مرکبات سوالب میں سے عرفیہ خاصہ سالہ کلیہ اور مشروطہ خاصہ سالہ کلیہ کے عکس کو بیان کرنا ہے تشریح:- عرفیہ خاصہ سالہ کلیہ اور مشروطہ خاصہ سالہ کلیہ کا عکس عرفیہ لا دائمہ فی البعض آتا ہے یعنی ان کا عکس قضیہ عامہ آتا ہے جو مقید ہو لا دوام فی البعض کی قید کے ساتھ جیسے بالضرورۃ او بالادوام لا شئی من الکاتب ساکن الاصابع مادام کاتب لا دائمہ اس کا عکس لا شئی من الساکن بکاتب مادام ساکن لا دائمہ فی البعض آئے گا یہ ہمارا عکس مان لو ان دونوں قضیوں کا عکس منوانے کیلئے منطقیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ ان دونوں کی پہلی جزو مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ سالہ ہوتی ہے اس کا عکس تو متعین ہے کہ عرفیہ عامہ سالہ آئے گا کیونکہ عرفیہ عامہ سالہ مشروطہ عامہ سالہ اور عرفیہ عامہ سالہ کو لازم ہے اور یہ دونوں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کو لازم ہیں تو لازم کا لازم بھی لازم ہوتا ہے۔ اس لئے مشروطہ خاصہ کی پہلی جزو کا عکس تو عرفیہ عامہ سالہ آتا یعنی ہے ہاں البتہ دوسری جزو مشروطہ خاصہ سالہ اور عرفیہ خاصہ سالہ، ان کا عکس منوانے کیلئے یہاں بھی دلیل خلفی سے کام لیتے ہیں اصل قضیہ مشروطہ خاصہ میں لا دائمہ کے نیچے قضیہ موجبہ کلیہ مطلقہ عامہ ہے یعنی کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل اور لا دائمہ فی البعض جو عکس میں کھڑا ہے وہ مطلقہ عامہ قضیہ موجبہ جزئیہ کی طرف اشارہ کرتا ہے بعض الساکن کاتب بالفعل یہ ہمارا اصل قضیہ کے دوسرے جزو کا عکس ہے ہم کہیں گے کہ اس کو مان لوور نہ اس کی نقیض کو مانو گے اس کی نقیض سالہ کلیہ دائمہ آئے گی یعنی لا شئی من الکاتب ساکن دائمہ اس نقیض کو ہم اصل قضیہ کے لا دائمہ والے قضیے کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کریں گے یعنی کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل ولا شئی

من الکاتب ساکن دائما نتیجہ لا شی من الکاتب بکاتب دائما نتیجہ محال ہے۔ لہذا ہمارا عکس لا دائما فی البعض درست ہے۔

فائدہ (۱):۔ لا دائما فی البعض کی قید اس لئے لگائی کیونکہ اگر لا دائما فی الكل کی قید لگاتے تو عکس موجب کلیہ ہو جاتا یعنی کسل ساکن کاتب بالفعل اور یہ جھوٹا تھا کیونکہ اس کی نفی بعض ساکن لیس بکاتب دائما یہ سچی ہے۔ اصل میں چونکہ مرکبات کے عکس نکالنے میں دونوں جزوں کا لحاظ کرنا شرط نہیں بلکہ مرکبوں کے عکس میں مجموعہ کا لحاظ کیا جاتا ہے اس کی دلیل بھی ہمارے پاس موجود ہے کیونکہ ماتن نے شرط خاصہ موجب کلیہ اور عرفیہ خاصہ موجب کلیہ کا عکس ہیہ لا دائما بیان کیا ہے پہلے جزو مینہ کا عکس تو صحیح ہے کیونکہ وہ آتا ہے اگر جزو کا عکس میں اعتبار ہو تو پھر لا دائما کے نیچے جو قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ ہوا تھا اس کا عکس بھی آتا ہے تاہم یہ تھا حالانکہ اس کا عکس آتا ہی نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ مرکبوں کے عکس میں موجب کا لحاظ ہوتا ہے۔ جزو کا لحاظ نہیں ہوتا اب مصنف وہ راز بتا رہے ہیں کہ ہم نے جو خاصیتیں کے عکس میں قید لا دائما فی البعض کی لگائی ہے وہ کیوں لگائی اس کا راز یہ ہے کہ چونکہ مجموعہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے اور لا دائما جو اصل قضیہ میں ہے اس سے اشارہ بھی تو موجب کلیہ کی طرف ہے اور موجب کلیہ کا عکس بھی موجب جزو آتا ہے۔ اس لئے ہم نے کہا کہ لا دائما فی البعض کے ساتھ مقید ہو۔

فائدہ (۲):۔ یہاں تک سوالب کے عکس مکمل ہوئے ان تمام عکس کی تفصیل بمع امثلہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

☆ عکس قضایا موجهہ بسائط سوالب ☆

نمبر	نام اصل قضیہ	مثال اصل قضیہ	نام عکس قضیہ	مثال عکس قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ کلیہ	لا شی من الانسان بحجر بالضرورة	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	لا شی من الحجر بانسان بالدوام
۲	ضروریہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۳	دائمہ مطلقہ کلیہ	لا شی من الانسان بحجر دائما	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	لا شی من الحجر بانسان بالدوام
۴	دائمہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۵	شرطہ عامہ کلیہ	لا شی من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتب	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	لا شی من ساکن الاصابع بکاتب ما دام ساکن الاصابع
۶	شرطہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۷	عرفیہ عامہ کلیہ	لا شی من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتب	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	لا شی من ساکن الاصابع بکاتب ما دام ساکن الاصابع
۸	عرفیہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۹	مطلقہ عامہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۰	مطلقہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۱	وقتیہ مطلقہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۲	وقتیہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۳	منتشرہ مطلقہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۴	منتشرہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۵	مکنہ عامہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۶	مکنہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا

قوله: ينتج آه فهذا المحال اما ان يكون ناشيا عن الاصل او عن نقيض العكس او
عن هيئة تاليفهما لكن الاول مفروض الصدق والثالث هو الشكل الاول المعلوم صحته
وانتاجه فتعين الثاني فيكون النقيض باطلا فيكون العكس حقا -

ترجمہ:- پس یہ محال یا تو اصل سے پیدا ہوگا یا عکس کی نقيض سے یا ان دونوں کی ہیئت تالیف سے لیکن اول کا صدق فرض کیا ہوا
ہے اور تیسری وہ شکل اول ہے جس کی صحت اور نتیجہ دینا معلوم ہے پس ثانی متعین ہو گیا پس نقيض باطل ہو گئی اور عکس حق ہو گیا۔
غرض شارح:- اس قول میں بعض قضایا کے عکس آنے کی دلیل بیان کر رہے ہیں۔

تشریح:- قضیہ کے عکس آنے کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم قضیہ کے عکس کی نقيض نکالتے ہیں تو نتیجہ محال لازم آتا ہے محال کے
لازم آنے کی تین صورتیں ظاہری طور پر سمجھی جاتی ہیں کہ شاید اصل جھوٹا ہو یا عکس کی نقيض یا شکل کی ترتیب میں غلطی ہو گئی ہو لیکن
ان میں سے دو باتیں کہ اصل قضیہ جھوٹا ہو یہ بھی نہیں کیونکہ اصل قضیہ کو ہم نے سچا فرض کر لیا ہے اور شکل کی ترتیب میں بھی کوئی
غلطی نہیں کیونکہ شکل اول کا نتیجہ دینا بھی معلوم ہے اور شکل اول کی صحت بھی معلوم ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ تیسری چیز کہ عکس کی
نقيض کو سچا ماننا اس سے نتیجہ کا محال ہونا لازم آیا جب عکس کی نقيض محال ہے اور جھوٹی ہے تو ہمارا عکس سچا ہے۔

اس قول میں تو عکس آنے کی دلیل بیان کی ایک قول چھوڑ کر اگلے قول یعنی بالنقض میں عکس کے نہ آنے کی دلیل بیان کریں گے

قوله: ولا عكس للبواقي: ای السوالب الباقية وهي تسعة الوقتية المطلقة والمنتشرة
المطلقة والمطلقة العامة والممكنة العامة من البسائط والوقتيتان والوجوديتان والممكنة
الخاصة من المركبات

ترجمہ:- یعنی باقی سابلے اور وہ نو (۹) ہیں، یعنی بسائط میں سے (۱) وقتیہ مطلقہ (۲) منتشرہ مطلقہ (۳) مطلقہ عامہ (۴) ممکنہ
عامہ۔ اور مرکبات میں سے دو وقتیہ یعنی (۵) وقتیہ مطلقہ (۶) منتشرہ مطلقہ اور دو وجودیہ (۷) یعنی وجودیہ لا ضروریہ (۸)
وجودیہ لا دائمہ اور (۹) ممکنہ خاصہ۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض ان قضایا کو بیان کرنا ہے جن کا عکس نہیں آتا۔

تشریح:- وہ نو (۹) قضایا ہیں جن کا عکس بیان نہیں کیا جاتا ویسے جن قضیوں کا عکس نہیں آتا وہ چوبیس (۲۴) ہیں ان میں سے

پندرہ (۱۵) قضایا ایسے ہیں کہ جن کا عکس آتا ہی نہیں یزدی نے چونکہ ان کا ذکر کتاب میں نہیں کیا اس لئے اس نے کہہ دیا کہ
 نو (۹) قضیے ہیں کہ جن کا عکس نہیں آتا وہ نو (۹) قضایا یہ ہیں۔ بسا اظ میں سے (۱) وقیہ مطلقہ سالہ (۲) منتشرہ مطلقہ
 سالہ (۳) مطلقہ عامہ سالہ (۴) ممکنہ عامہ سالہ۔ اور مرکبات میں سے (۵) وقیہ سالہ (۶) منتشرہ سالہ (۷) وجودیہ لا دائرہ
 سالہ (۸) وجودیہ لا ضروریہ سالہ (۹) ممکنہ خاصہ سالہ۔

- مکمل تفصیل نقشہ میں ملاحظہ کریں

☆ خلاصہ عکوس موجبات و سوالب ☆

نمبر	نام قضا یا	جنکا عکس آتا ہے	عکس	جنکا عکس نہیں آتا
۱	بسا اظ موجبات	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائرہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مطلقہ عامہ	حینیہ مطلقہ	(۱) ممکنہ عامہ (۲) وقیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ
۲	مرکبات موجبات	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	حینیہ مطلقہ لا دائرہ	مکنہ خاصہ
	ایضاً	(۱) وقیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لا دائرہ (۴) وجودیہ لا ضروریہ	مطلقہ عامہ	
۳	بسا اظ سوالب	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائرہ مطلقہ	دائرہ مطلقہ	(۱) ممکنہ عامہ (۲) وقیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ (۴) مطلقہ عامہ
	ایضاً	(۱) مشروطہ عامہ (۲) عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	
۴	مرکبات سوالب	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	عرفیہ لا دائرہ بعض	(۱) وقیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لا دائرہ (۴) وجودیہ لا ضروریہ (۵) مکنہ خاصہ

قوله: بالنقض: ای بدلیل التخلف فی مادة بمعنى انه يصدق الاصل فی مادة بدون العكس فيعلم بذلك ان العكس غير لازم لهذا الاصل وبيان التخلف فی تلك القضايا ان اخصها وهي الوقتية قد تصدق بدون العكس فانه يصدق لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربيع لا دائما مع كذب بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام لصدق نقيضه وهو كل منخسف قمر بالضرورة واذا تحقق التخلف وعدم الانعكاس فی الاخص تحقق فی الاعم اذ العكس لازم للقضية فلو انعكس الاعم انعكس الاخص لان العكس يكون لازم للاعم والاعم لازم للاخص واللازم اللازم لازم فيكون العكس لازما للاخص ايضا وقد بينا عدم انعكاسه ههنا وانما اخترنا فی العكس الجزئية لانها اعم من الكلية والممكنة العامة لانها اعم من سائر الموجهات واذا لم يصدق الاعم لم يصدق الاخص بالطريق الاولى بخلاف العكس الكلية

ترجمہ:- یعنی کسی مادہ میں متخلف ہونے کی دلیل کے ساتھ اس معنی کے کہ اصل سچی آئیگی کسی مادہ میں بغیر عکس کے پس اس سے معلوم ہو جائے گا کہ عکس اس اصل کو لازم نہیں اور ان قضایا میں متخلف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے اخص اور وہ وقتیہ ہے کبھی بغیر عکس کے سچا آتا ہے پس بلاشبہ سچا آتا ہے لاشئ من القمر بمنخسف الخ باوجود جھوٹا ہونے بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام کے بوجہ سچا آنے اس کی نقيض کے اور وہ ہے كل منخسف قمر بالضرورة اور جب اخص میں متحقق ہو گیا تخلف اور عکس کا نہ آتا تو متحقق ہو گا اعم میں کیونکہ عکس قضیہ کو لازم ہوتا ہے پس اگر اعم کا عکس آئیگا تو عکس اعم کو لازم ہو گا اور اعم اخص کو لازم ہے اور لازم کا لازم لازم ہوتا ہے پس عکس اخص کو بھی لازم ہو گا حالانکہ ہم نے اس کے عکس کا نہ آنا بیان کر دیا ہے یہ خلاف مفروض ہے اور سو اس کے نہیں ہم نے عکس میں جزئیہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ کلیہ سے اعم ہوتا ہے اور ممکنہ عامہ کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ باقی موجهات سے اعم ہے اور جب نہ سچا آئے اعم تو نہیں سچا آئیگا اخص بطریق اولی بخلاف عکس کلی کے۔

غرض شارح: اس قول کی غرض ان نو (۹) قضایا کا عکس نہ آنے کی وجہ اور دلیل بیان کرنا ہے۔

تشریح:- قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ نو (۹) قضایا ایسے تھے کہ جن کا عکس نہیں آتا ان میں سے ہر ایک کا عکس نکال کر اس کو مجموعاً کر کے ثابت کرتا اور پھر کہتا کہ ان کا عکس نہیں آتا لیکن اس نے اختصار کے پیش نظر ایک قاعدہ بیان کر دیا کہ اس قاعدہ کے تحت ان کا عکس نہ آتا معلوم ہو جائیگا۔

قاعدہ:- ان نو (۹) قضایا میں سے سب سے زیادہ اخص و قتیہ مطلقہ ہے اس کا عکس سچا نہیں آتا تو لہذا جتنے آٹھ قضایا اس سے اعم ہیں ان کا عکس بھی نہیں آئیگا کیونکہ اگر ان باقی اعم قضایا کا عکس آئے تو عکس ان اعم قضایا کو لازم ہوگا اور عام خاص کو لازم ہوتا ہے تو پھر یہ عکس اس خاص قضیہ و قتیہ مطلقہ کو بھی لازم ہوگا حالانکہ ہم نے بتا دیا کہ اس کا عکس نہیں۔

دلیل:- و قتیہ کے عکس نہ آنے کی دلیل یہ ہے کہ جیسے لا شی من القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائمایہ سچا ہے لیکن اس کا عکس بعض المنخسف لیس بقمر یہ جھوٹا ہے کیونکہ اس کی نقیض کل منخسف قمر بالصرورہ پئی ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ سائبہ و قتیہ مطلقہ کا عکس نہیں آتا جب اس کا عکس نہیں آتا تو جتنے بھی قضایا اس سے اعم ہیں ان کا بھی عکس نہیں آئیگا عکس اس کا جزئیہ اس لئے نکالا ہے کہ جزئیہ کا عدم انعکاس وہ کلیہ کے عدم انعکاس کو لازم ہے یعنی جب جزئیہ عکس نہیں آتا تو کلیہ بھی نہیں آئے گا پھر عکس میں ممکنہ عامہ کا لحاظ بھی کیا ہے کیونکہ وہ تمام قضایا سے اعم ہے کیونکہ وہ ضروریہ، دائمہ اور باقتل سب پر سچا آتا ہے جب اعم کا عکس نہیں تو اخص کا بھی نہیں۔

فصل العکس (المستوی)

متن: فصل عکس النقیض تبدیل تقيضي الطرفين مع بقاء الصدق
والكيف او جعل تقيض الثاني اولا مع مخالفة الكيف وحكم الموجبات
ههنا حكم السوالب في المستوي وبالعكس والبيان البيان والنقض
النقض وقد بين انعكاس الخاصتين من الموجبة الجزئية ههنا ومن
السالبة الجزئية ثم الى العرفية الخاصة بالافتراض

ترجمہ متن: فصل عکس نقیض تبدیل کرنا ہے دو طرفوں کی نقیضوں کو ساتھ باقی رکھتے ہو۔ صدق، کیف کے یا جزو ثانی کی
نقیض کو اول بنانا ہے کیفیت میں مخالفت کے ساتھ موجبات کا حکم یہاں سوالب کا حکم ہے جس مستوی میں اور جس کے ساتھ
بھی اور بیان اس کا وہی بیان ہے اور نقض نقض ہے اور بلاشبہ بیان کیا گیا ہے خاصتین کے انعکاس کو موجب جزئیہ میں یہاں اور
سالب جزئیہ میں وہاں (عکس مستوی میں) عرفیہ خاصہ کی طرف دلیل افتراضی کے ساتھ۔

مختصر تشریح متن: عکس مستوی کی تعریف اور اس کے احکام بیان کرنے کے بعد اب عکس نقیض کی تعریف اور اس کے احکام کو
اس فصل میں بیان کر رہے ہیں۔ عکس نقیض کی ایک تعریف متقدمین منطلقہ نے کی ہے اور ایک تعریف متاخرین منطلقہ نے کی
ہے۔ متقدمین منطلقہ نے عکس نقیض کی جو تعریف کی ہے وہ بہت ہی آسان ہے اور اسی تعریف کے مطابق عکس نقیض کے اس
فصل میں احکام بیان کئے جائینگے۔

☆☆

قوله: تبدیل تقيضي الطرفين: ای جعل نقیض الجزء الاول من الاصل جزء ثانياً

ونقیض الثاني اولا

ترجمہ: یعنی بنادینا اصل کی جزو اول کی نقیض کو عکس کی جزو ثانی اور ثانی کی نقیض کو بنادینا جزو اول۔

غرض شارح: اس قول کی غرض متقدمین حضرات نے عکس نقیض کی جو تعریف کی ہے وہ بیان کرنی ہے۔

تشریح: متقدمین کے ہاں عکس نقیض کی تعریف: قضیہ کے جزو اول کی نقیض کو جزو ثانی (محمول) بنادینا اور جزو ثانی کی

نقیض کو جزو اول (موضوع) بنادینا۔ اس طریقے سے کہ صدق بھی باقی رہے اور کیفیت بھی یعنی ایجاب و سلب بھی باقی رہے

جیسے کل انسان حیوان اس کا عکس نقیض اس طرح نکالیں گے کہ جزو اول انسان کی نقیض نکالیں گے یعنی انسان کی نقیض لا انسان اور جزو ثانی کی نقیض نکالیں گے یعنی حیوان کی نقیض لا حیوان۔ پھر جزو اول کی نقیض لا انسان کو جزو ثانی اور جزو ثانی کی نقیض کو جزو اول بنادیں گے اور ایجاب کو بھی باقی رکھیں گے۔ اس طرح کہیں گے کل لا حیوان لا انسان اور یہ قضیہ سچا ہے اور اصل بھی سچا تھا۔

قوله: مع بقاء الصدق: ای ان كان الاصل صادقا كان العكس صادقا

ترجمہ:- یعنی اگر اصل صادق ہے تو عکس بھی صادق ہوگا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- یعنی عکس نقیض کی شرط یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ سچا ہو تو اس کا عکس نقیض بھی سچا ہو جیسے کل انسان حیوان یہ سچا ہے اسی طرح اس کا عکس نقیض کل لا حیوان لا انسان بھی سچا ہے۔

قوله: ومع بقاء الكيف: ای ان كان الاصل موجبا كان العكس موجبا وان كان سالبا

كان سالبا مثلاً قولنا كل ج ب ينعكس بعكس النقيض الی قولنا كل ما ليس ب ليس ج

وهذا طریق القدماء واما المتأخرون فقالوا ان عكس النقيض هو جعل نقیض الجزء الثانی

اولاً وعین الاول ثانیاً مع مخالفة کیف ای ان كان الاصل موجبا كان العكس سالبا و

بالعكس ويعتبر بقاء الصدق كما مر فقولنا كل ج ب ينعكس الی قولنا لا شی مما ليس ب

ج والمصنف لم یصرح بقولهم وعین الاول ثانیاً للعلم به ضمناً ولا باعتبار بقاء الصدق فی

التعریف الثانی لذكوره سابقاً فحیث لم یخالفه فی هذا التعریف علم اعتباره ههنا ایضاً ثم انه

بین احكام عكس النقيض علی طريقة القدماء اذ فيه غنية لطالب الكمال وترك ما اورده

المتأخرون اذ تفصیل القول فيه وفيما فيه لا یسهه المجال

ترجمہ:- یعنی اگر اصل موجب ہوگا تو عکس بھی موجب ہوگا اور اگر اصل سالب ہوگا تو عکس بھی سالب ہوگا مثلاً ہمارا قول کل ج ب

اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول آئیگا کل ما ليس ب ليس ج اور یہ معتدین کا طریقہ ہے اور بہر حال متأخرین پس انہوں نے

ہا ہے کہ عکس نقیض وہ جزو ثانی کی نقیض کو اول اور عین اول کو ثانی بنا دینا ہے کیف میں مخالفت ہونے کے ساتھ یعنی اگر اصل وجہ ہو تو عکس سالبہ ہوگا اور اس کے برعکس اور اعتبار کیا جائیگا صدق کے باقی رکھنے کا جیسا کہ گزر چکا پس ہمارے قول کسل ج کا عکس ہمارا یہ قول آئیگا لاشی معالیس ب ج اور مصنف نے صراحتاً ذکر نہیں کیا ان کے قول و عین الاول ثانیہ کو اس کے ضمناً معلوم ہونے کی وجہ سے اور ان کے قول ولا باعتبار بقاء الصدق کو ذکر کیا تعریف ثانی میں اس کے سابق میں کور ہونے کی وجہ سے پس جب مصنف نے نہیں مخالفت کی اس تعریف میں تو معلوم ہو گیا اس کا اعتبار کرنا یہاں بھی پھر مصنف اس سرہ نے اس نقیض کے احکام و قواعد کے طریقے پر بیان کیا کیونکہ اس میں کمال کو طلب کرنے والے سلیئے بے نیازی ہے اور مصنف نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا جن کو متاخرین نے ذکر کیا تھا کیونکہ ان میں قول کی تفصیل ہے اور اس مقام میں نہیں گنجائش ملتی اس کی اس حالت۔

مزانی شارح۔ اس قول کی دو عرضیں ہیں (۱) عکس نقیض کی تعریف میں بقاء کیف کی قید لگانے کا فائدہ بیان کرنا ہے (۲) اس نقیض کی متاخرین کے ہاں تعریف کو بیان کرنا ہے۔

تشریح: عکس نقیض کی تعریف میں بقاء کیف کی قید لگانے کا مطلب: بقاء کیف کا مطلب یہ ہے کہ اصل قضیہ اگر موجب ہو تو اس کا عکس نقیض بھی موجب ہو اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو اس کا عکس نقیض بھی سالبہ ہو جیسے کل انسان حیوان موجب ہے اس کا عکس نقیض کل لا حیوان لا انسان یہ بھی موجب ہے۔

متاخرین کے ہاں عکس نقیض کی تعریف: متاخرین حضرات نے عکس نقیض کی تعریف یہ کی ہے کہ قضیہ کے جزو ثانی کی نقیض کو جزو اول بنا دینا اور جزو اول کو بعینہ اٹھا کر جزو ثانی بنا دینا اس طرح کہ کیفیت میں مخالفت ہو یعنی اصل اگر موجب ہو تو عکس نقیض سالبہ ہو یا اس کا عکس جیسے کل انسان حیوان اس میں جزو ثانی حیوان کی نقیض لا حیوان کو جزو اول بنائیں گے اور جزو اول انسان کو بعینہ جزو ثانی بنائیں گے اور اصل موجب ہے تو عکس نقیض سالبہ بنائیں گے اب اس کا عکس نقیض یہ ہوگا کہ لاشی من اللاحیوان بانسان یہ بھی سچا ہے۔ متقدمین اور متاخرین نے صرف تعریف کے الفاظ میں فرق کیا ہے ورنہ حقیقت میں کوئی فرق نہیں اب یہاں پر اس بات کو سمجھنا ہے کہ متاخرین نے آسان تعریف چھوڑ کر یہ مشکل تعریف کیوں اختیار کی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ متقدمین کی عکس نقیض کی تعریف پر چند اعتراضات وارد ہوتے تھے جن کا ذکر حواشی میں اجمالاً مذکور ہے۔ ان سے بچنے کی خاطر متاخرین نے تعریف کو ہی بدل ڈالا۔

قوله: ههنا: ای فی عکس النقیض

ترجمہ:- یعنی عکس نقیض میں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض صرف ہهنا کا اشاریہ بتانا ہے۔

تشریح:- کہ اس کا اشاریہ عکس نقیض ہے اب مطلب یہ ہے کہ یہاں نقیض میں یہ حکم ہے الخ۔

قوله: فی المستوی: یعنی کما ان السالبة الكلية تعکس فی العکس المستوی

کنفسها والجزئية لا تنعکس اصلا كذلك الموحدة الكلية فی عکس النقیض تنعکس

کنفسها والجزئية لا تنعکس اصلا لصدق قولنا بعض الحيوان لا انسان وکذب بعض

الانسان لا حيوان وكذلك التسع من الموجهات اعنى الوقتين المطلقين والوقتيتين

والوجوديتين والممكنين والمطلقة العامة لا تنعکس والبواقي تنعکس على ما سبق تفصيلة

فی السوالب فی العکس المستوی

ترجمہ:- یعنی جس طرح سالبہ کلیہ کا عکس عکس مستوی میں اپنے نفس کی طرح آتا ہے اور سالبہ جزئیہ کا بالکل عکس نہیں آتا ای

طرح موجبہ کلیہ کا عکس عکس نقیض میں اس کے نفس کی طرح آتا ہے اور موجبہ جزئیہ کا عکس بالکل نہیں آتا بوجہ تے آنے ہمارے

قول بعض الحيوان لا انسان کے اور جھوٹے ہونے بعض الانسان لا حيوان کے اسی طرح موجهات میں سے نو (۹)

یعنی دو وقتیہ مطلقہ، دو وقتیہ، دو وجودیہ، دو ممکنہ اور ایک مطلقہ عامہ ان کا بھی عکس نہیں آتا باقی کا عکس آتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل

عکس مستوی میں سوالب کی بحث میں گزر چکی ہے۔

قوله: وبالعکس: ای حکم السوالب ههنا حکم الموجهات فی المستوی فکما

ان الموجبة فی المستوی لا تنعکس الاجزئية فکذلك السالبة ههنا لا تنعکس الاجزئية

لجواز ان یکون نقیض المحمول فی السالبة اعم من الموضوع ولا يجوز سلب نقیض

الاخص من عين الاعم کلیاً مثلاً یصح لا شی من الانسان بلا حيوان ولا یصح لا شی من

الحيوان بلا انسان لصدق بعض الحيوان لا انسان کالفرس وكذلك بحسب الجهة

الدائماتان والعامتان تنعكس حينية مطلقة والخاصتان حينية لا دائمة والوقتيتان والوجوديتان والمطلقة العامة مطلقة عامة ولا عكس للممكنين على قياس العكس في الموجبات

ترجمہ :- یعنی قضایا سالبات کا حکم یہاں عکس مستوی میں موجبات کا حکم ہے پس جس طرح عکس مستوی میں موجبہ کا عکس سوائے جزئیہ کے نہیں آتا اسی طرح یہاں سالبہ کا عکس بھی سوائے جزئیہ کے نہیں آتا اس بات کے جائز ہونے کی وجہ سے کہ محمول کی نقیض سالبہ میں موضوع سے اعم ہو اور اخص کی نقیض کا سلب کلی طور پر عین اعم سے جائز نہیں مثلاً صحیح ہے لاشی من الانسان بلا حیوان اور نہیں ہے صحیح لاشی من الحيوان بلا انسان بوجہ صادق آنے بعض الحيوان لا انسان كالفرس کے اور اسی طرح باعتبار جہت کے دو دائمہ اور دو عامہ کا عکس حینیہ مطلقہ آتا ہے اور دو خاصہ کا عکس حیدیہ لا دائمہ آتا ہے اور دو وقتیہ اور دو وجودیہ اور مطلقہ عامہ کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے اور دونوں ممکنوں کا عکس نہیں آتا اور پرقیاس کرنے موجبات کے عکس مستوی کے۔

اغراض شارح :- ان دونوں قولوں کی غرض عکس نقیض کے احکامات بتلانا ہے۔

تشریح :- ان دونوں قولوں میں عکس نقیض کے احکامات بتائے ہیں۔ عکس نقیض کے سوالب کا حکم عکس مستوی کے موجبات کا ہے اور عکس نقیض کے موجبات کا حکم عکس مستوی کے سوالب جیسا ہے عکس مستوی میں موجبات یعنی موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ دونوں کا عکس موجبہ جزئیہ آتا تھا یہاں یہ حکم سوالب کو ملے گا یہاں سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کی عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئیگی عکس مستوی میں سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا تھا یہاں یہ حکم موجبات کو ملے گا موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آئیگا اور موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آئیگا عکس نقیض محصورات میں بھی جاری ہوتا ہے اور موجبات میں بھی۔

محصورات میں سے موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آئیگا جیسے کل انسان حیوان کا عکس نقیض بھی موجبہ کلیہ کل لاشی من الانسان آئیگا موجبہ جزئیہ نہیں آئیگا اس عکس کو بھی دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کیا جائے گا ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ موجبہ کلیہ کل انسان حیوان کا عکس نقیض موجبہ کلیہ کل لاشی من الانسان مان لوورنہ اس کی نقیض بعض اللاشی من الانسان لیس بلا انسان کو سچا باننا پڑے گا اور یہ نقیض تو جھوٹی ہے کیونکہ اس اخص انسان کی نقیض (لا انسان) کی نفی اعم (حیوان) کی نقیض لاشی من الانسان سے کی گئی اور یہ درست نہیں لہذا ہمارا عکس موجبہ کلیہ کل لاشی من الانسان سچا آ گیا۔ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا جیسے بعض الحيوان لا انسان یہ اصل قضیہ سچا ہے کیونکہ اس میں اخص (انسان) کی نقیض کو عین اعم (حیوان) کیلئے ثابت کیا گیا یہ درست ہے لیکن اس کا عکس بعض الانسان لا حیوان یہ جھوٹا ہے کیونکہ اس میں اعم کی نقیض (لا حیوان)

کو عین اخص کیلئے ثابت کیا گیا ہے اور یہ صحیح نہیں۔ محصورات میں سے سالہ کلیہ کا عکس نقیض سالہ جزئیاً آئیگا جیسے لافسی انسان بلا حیوان یہ قضیہ سچا ہے لیکن اس کا عکس نقیض سالہ کلیہ اگر نکالیں تو سچا نہیں آئیگا۔ اس کا عکس نقیض سالہ کلیہ لا من الحيوان بلا انسان یہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ اس میں اخص کی نقیض کو عین اعم سے سلب کیا گیا ہے اور یہ درست نہیں یہ جھوٹا اس لئے ہے کہ اس کی نقیض بعض الحيوان لا انسان مثل الفرس یہ سچی ہے۔

یہاں تک تو محصورات کے عکس نقیض کا بیان تھا۔ اب آگے موجہات کے عکس نقیض کو بیان کرنا ہے موجہات سالہ اور مرکبات میں سے جن کا عکس مستوی آتا ہے انکی تعداد موجوں اور سالہوں کی اور جن کا نہیں آتا ان کی تعداد موجوں اور سالہوں کی پہلے معلوم کرنا ضروری ہے۔

موجہات بسط موجہات میں سے عکس مستوی صرف پانچ کا آتا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں (۱) ضروریہ مطلقہ موجہات (۲) دائمہ منتشرہ موجہات (۳) شرطہ عامہ موجہات (۴) عرفیہ عامہ موجہات (۵) مطلقہ عامہ موجہات۔

موجہات مرکبات موجہات میں چھ کا عکس مستوی آتا ہے (۱) شرطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ (۳) دائمہ موجہات (۴) منتشرہ موجہات (۵) وجودیہ لا ضروریہ موجہات (۶) گویا کل موجہات موجہات پندرہ میں سے گیارہ کا عکس مستوی آتا ہے پانچ بسطوں کا اور چھ مرکبوں کا۔

موجہات موجہات میں سے گیارہ کا عکس مستوی آتا ہے اور پانچ کا نہیں آتا عکس نقیض میں یہی حکم سالہوں کا ہوگا ان گیارہ موجہات کے سالہوں کا عکس نقیض آئیگا اور چار سوالب کا عکس نقیض نہیں آئیگا۔ موجہات سوالب میں بسطوں میں سے چار کا عکس مستوی آتا ہے (۱) ضروریہ مطلقہ سالہ کلیہ (۲) دائمہ مطلقہ سالہ کلیہ (۳) شرطہ عامہ سالہ کلیہ (۴) عرفیہ عامہ سالہ کلیہ۔ مرکبات موجہات سوالب میں سے صرف دو کا عکس مستوی آتا ہے (۱) شرطہ خاصہ سالہ کلیہ (۲) عرفیہ خاصہ سالہ کلیہ تو گویا موجہات مرکبات سوالب میں سے کل چھ قضایا کا عکس مستوی آتا ہے باقی نو بساط میں سے چار بساط (۱) دائمہ مطلقہ سالہ کلیہ (۲) منتشرہ مطلقہ سالہ کلیہ (۳) مطلقہ عامہ سالہ کلیہ (۴) ممکنہ عامہ سالہ کلیہ۔ اور پانچ مرکبے (۱) دائمہ سالہ (۲) منتشرہ سالہ (۳) وجودیہ لا دائمہ سالہ (۴) وجودیہ لا ضروریہ سالہ (۵) ممکنہ خاصہ سالہ کلیہ۔ ان کا عکس مستوی نہیں آتا تو گویا کہ موجہات سوالب میں نو کا عکس مستوی نہیں آتا۔ اور ان چھ سوالب کا آتا ہے۔ اب سولہ میں سے نو موجہات کا عکس نقیض نہیں آئیگا اور چھ موجہات کا عکس نقیض آئیگا جیسا کہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں واضح ہے۔

☆ خلاصہ عکس نقیض موجبات و سوابب ☆

نمبر	نام قضا یا	جنکا عکس آتا ہے	عکس نقیض	جنکا عکس نہیں آتا
۱	بساظ سوابب	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائرہ مطلقہ (۳) شرطیہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مطلقہ عامہ	حییہ مطلقہ	(۱) ممکنہ عامہ (۲) وقتیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ
۲	مرکبات سوابب	(۱) شرطیہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	حییہ مطلقہ لا دائرہ	ممكنہ خاصہ
	ایضاً	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لا دائرہ (۴) وجودیہ لا ضروریہ	مطلقہ عامہ	
۳	بساظ موجبات	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائرہ مطلقہ	دائرہ مطلقہ	(۱) ممکنہ عامہ (۲) وقتیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ (۴) مطلقہ عامہ
	ایضاً	(۱) شرطیہ عامہ (۲) عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	
۴	مرکبات موجبات	(۱) شرطیہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	عرفیہ لا دائرہ فی بعض	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لا دائرہ (۴) وجودیہ لا ضروریہ (۵) ممکنہ خاصہ

قوله: والبيان البيان: یعنی کما ان المطالب المذكورة في العکس المستوی کانت

ثبت بالخلف المذكور فكذا ههنا

ترجمہ: یعنی جس طرح وہ مطالب جو عکس مستوی میں مذکور ہیں دلیل خلفی کیساتھ ثابت کئے جاتے ہیں اسی طرح ہے یہاں بھی۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ عکس نقیض جن قضا یا کا آئے اس کے ثابت کرنے کا وہی طریقہ ہے جو کہ عکس مستوی میں تھا یعنی دلیل خلفی کے ذریعے

سے عکس نقیض کو منوائیں گے۔

قوله: والنقض النقص: ای مادة التخلف ههنا هی مادة التخلف ثمه

ترجمہ:- یعنی یہاں جو تخلف کا مادہ ہے وہی تخلف کا مادہ ہے وہاں بھی۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- عکس نقیض جن قضایا کا نہ آئے اس کی دلیل بھی وہی ہے جو کہ عکس مستوی میں عکس نہ آنے کی تھی کسی ایک مادہ (مثال) میں قضیہ کا عکس نقیض جھوٹا ہوگا اس لئے منطقی یہ حکم لگا دیں گے کہ اس کا عکس نقیض نہیں آتا کیونکہ انہوں نے اپنے قاعدہ کی حفاظت کرنی ہے۔

قوله: وقد بین انعکاس الخ اما بیان انعکاس الخاصتین من السالبة الجزئية فی العکس المستوی الی العرفية الخاصة فهو ان يقال متى صدق بالضرورة او بالدوام بعض ج لیس ب ما دام ج لا دائما ای بعض ج ب بالفعل صدق بعض ب لیس ج مادام ب لا دائما ای بعض ب ج بالفعل وذلك بدلیل الافتراض وهو ان يفرض ذات الموضوع اعنى بعض ج د فدب بحکم لا دوام الاصل ودج بالفعل لصدق الوصف العنوانی علی ذات الموضوع بالفعل علی ما هو التحقیق فیصدق بعض ب ج بالفعل وهو لا دوام العکس ثم نقول و لیس ج ما دام ب والا لکان دج فی بعض اوقات کونه ب فیکون دب فی بعض اوقات کونه ج لان الوصفین اذا تقارنا فی ذات واحد ثبت کل واحد منهما فی زمان الاخر فی الجملة وقد کان حکم الاصل انه لیس ب مادام ج هف فصدق ان بعض ب اعنى لیس ج ما دام ب وهو الجزء الاول من العکس فثبت العکس بکلا جزئیه فافهم واما بیان انعکاس الخاصتین من الموجبة الجزئية فی عکس النقیض الی العرفية الخاصة فهو ان يقال اذا صدق بعض ج ب مادام ج لا دائما ای بعض ج لیس ب بالفعل لصدق بعض ما لیس ب لیس ج مادام لیس ب لا دائما ای لیس بعض ما لیس ب لیس ج بالفعل وذلك بدلیل الافتراض وهو ان

يفرض ذات الموضوع اعنى بعض ج د فد ج بالفعل على مذهب الشيخ وهو التحقيق ود
ليس ب بالفعل وهو بحكم لا دوام الاصل فيصدق بعض ما ليس ب ج بالفعل وهو ملزوم
لا دوام العكس لان الاثبات يلزمه نفسى النفى ثم نقول وليس ج بالفعل ما دام ليس ب
والالكان ج فى بعض اوقات كونه ليس ب فيكون ليس ب فى بعض اوقات كونه ج كما مر
وقد كان حكم الاصل انه ب ما دام ج هف فصدق ان بعض ما ليس ب ليس ج مادام ليس
ب وهو الجزء الاول من العكس فثبت العكس بكلا جزئيه فتامل

ترجمہ :- بہر حال بیان سالبہ جزئیہ سے دو خاصوں کے عکس مستوی میں عکس آنے کا عرفیہ خاصہ کی طرف پس وہ یہ ہے کہ
کہا جائے جب سچا آئیگا بالضرورۃ او بالادوام بعض ج ليس ب الخ تو سچا آئیگا بعض ب ليس ج الخ اور یہ دلیل
افتراضی کے ساتھ ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ ذات موضوع میں مراد لیتا ہوں بعض ج د کو فرض کر لیا جاتا ہے پس د ب ہے
لا دوام اصلی کے حکم کے ساتھ اور د ج ہے بالفعل بوجہ سچے آنے وصف عنوانی کے ذات موضوع پر بالفعل او پر اس کے جو تحقیق
ہے پس سچا آئیگا بعض ب ج بالفعل اور وہ عکس کا لا دوام ہے پھر ہم کہتے ہیں وليس ج مادام ب ورنہ تو ہو جائے گا د ج
ب ہونے کے بعض اوقات میں پس ہو جائے گا د ب ج ہونے کے بعض اوقات میں اس لئے کہ جب دونوں وصفیں ایک ہی
ذات میں جمع ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے زمانے میں فی الجملہ ثابت ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اصل کا حکم یہ تھا کہ
ليس ب مادام ج یہ خلاف مفروض ہے پس سچا آئیگا کہ بعض ب میں مراد لیتا ہوں د کو ليس ج مادام ب اور یہ عکس کا
جزء اول ہے پس عکس اپنی دونوں جزؤں کے ساتھ ثابت ہو گیا پس خوب سمجھ لے اور بہر حال بیان موجبہ جزئیہ سے دو خاصوں
کے عکس آنے کا عکس نقیض میں عرفیہ خاصہ کی طرف پس وہ یہ ہے کہا جائے کہ جب سچا آئے بعض ج ب م ج لا دائما
الخ تو البتہ سچا آئیگا بعض ما ليس ب الخ اور یہ دلیل افتراضی کے ساتھ ثابت ہے اور وہ دلیل افتراضی یہ ہے کہ ذات
موضوع میں مراد لیتا ہوں بعض ج د کو فرض کر لیا جائے پس د ج بالفعل ہے شیخ کے مذہب پر اور یہی تحقیق ہے اور د ليس
ب بالفعل ہے لا دوام اصلی کے حکم کے ساتھ پس سچا آئیگا بعض ما ليس ب ج بالفعل اور وہ عکس کے لا دوام کا ملزوم ہے
اس لئے کہ اثبات کو لازم ہے نفی کی نفی پھر ہم کہتے ہیں د ليس ج بالفعل مادام ليس ب ورنہ تو ہو گا ج ب نہ ہونے کے
بعض اوقات میں پس ہو گا ليس ب فى بعض اوقات كونه ج جیسا کہ گزر چکا حالانکہ اصل کا حکم یہ تھا کہ ب ما دام ج یہ

خلاف مفروض ہے پس سچا آئیگا بعض ما لیس ب (اور وہ د ہے) لیس ج الخ اور وہ عکس کا جز اول ہے پس عکس اپنی دونوں جزوں کے ساتھ ثابت ہو گیا پس تم غور و فکر کر لو۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض خاصتین سالہ جزئیہ کے عکس اور اس کی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح :- عکس مستوی میں سالہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا یہ حکم یہاں عکس نقیض میں موجبات کو ملے گا کہ موجب جزئیہ کا عکس نہیں آتا لیکن :۔ "تفتازانی" نے ما قبل والے اس ضابطے سے استثناء کرتے ہوئے کہا کہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ موجب جزئیہ کا عکس نقیض آئیگا۔ اور اس کو انہوں نے دلیل خلقی کے علاوہ ایک اور دلیل ہو دلیل افتراضی سے ثابت کیا ہے۔

دلیل افتراضی :- دلیل افتراضی کا حاصل یہ ہے کہ اصل قضیہ جو کہ جزئیہ ہوگا اس میں چونکہ اگر ایک فرد پر حکم ہو جائے تو جزئیہ ثابت ہوتا ہے اس لئے ہم اصل قضیے کے موضوع سے ایک ذات فرض کریں گے پھر لا دوام اصل کے نیچے جو قضیہ ہوگا اس میں چونکہ موضوع وہی ہوگا اس لئے اس لا دوام کے مطابق ایک قضیہ تیار کریں گے پھر وصف عنوانی کے اعتبار سے ایک قضیہ شیخ کے مذہب کے مطابق تیار کریں گے اب جو قضیے تیار ہونے ان کے ماننے سے ایک تیسرا قضیہ ضرور ماننا پڑے گا اور یہ جو تیسرا قضیہ ماننا پڑا ہے یہ بعینہ اصل قضیہ کے جزو ثانی کا عکس ہوگا اس سے یہ ثابت ہو جائیگی کہ ہمارا عکس جزو ثانی کا صحیح ہے جزو اول کے عکس کے منوانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کہیں گے ہمارا عکس مان لو ورنہ اس کی نقیض مانو جب ہمارا خصم عکس کی نقیض کو مانے گا تو پھر اس سے لامحالہ ایک اور قضیہ ماننا پڑے گا اور وہ قضیہ اصل قضیہ کے جزو اول کے مخالف ہوگا اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا عکس جزو اول کا صحیح ہے۔

فائدہ :- دلیل افتراضی کی مکمل تفصیل اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تفصیل دلیل افتراضی

شروط خاصہ سالبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ آتا ہے

مثال اصل قضیہ: بعض الکاتب لیس ساکن الاصابع بالضرورة او بالدوام مادام کاتب لا دائما

لا دائما سے اشارہ: بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل

یا مثال اصل قضیہ: بعض ج لیس ب بالضرورة و بالدوام مادام ج لا دائما

لا دائما سے اشارہ بعض ج ب بالفعل

عکس: بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب بالدوام مادام ساکن الاصابع لا دائما

لا دائما سے اشارہ بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل

یا عکس بعض ب لیس ج بالدوام مادام ب لا دائما

لا دائما سے اشارہ بعض ب ج بالفعل

دلیل دعویٰ اول: اولاً ہم لا دوام سے جس قضیہ کی طرف اشارہ ہے اس وثابت کریں گے کہ ذات موضوع ایک مثلاً زید

فرض کر لیں گے اور ہم ایک قضیہ بنا میں گے

زید کاتب بالفعل

اور شیخ کے مذہب کے مطابق عقد وضع میں جہت بالفعل معتبر ہوتی ہے لہذا دوسرا قضیہ تیار ہوگا

زید ساکن الاصابع بالفعل

جب یہ دو قضیے (۱) زید کاتب بالفعل (۲) زید ساکن الاصابع بالفعل

تیار ہو گئے تو اس کا نتیجہ نکلے گا

بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل

کیونکہ زید بعض کاتب کا مصداق ہے۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے تو دعویٰ اول ثابت ہوا

دلیل دعویٰ ثانی: یعنی جز اول کا عکس سچا ہے یعنی

عکس: بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب بالدوام مادام ساکن الاصابع

ہم کہتے ہیں کہ اس کو مان لو ورنہ ہم ذات موضوع زید فرض کریں گے اور قضیہ تیار کریں گے

زید لیس بکاتب بالذوام مادام ساکن الاصابع
ہم کہیں گے کہ اس کو مان لو اگر نہیں مانتے تو اس کی نقیض مانو اور وہ ہوگی

زید کاتب بالفعل حین ہو ساکن الاصابع
اس قضیہ کو ماننے کی صورت میں

زید ساکن الاصابع بالفعل حین ہو کاتب

ماننا پڑے گا کیونکہ زید میں کاتب ہونا اور ساکن الاصابع ہونا یہ دو وصف جمع ہو گئے اور ایک ہی ذات میں دو وصف جمع ہونے کی صورت میں ضروری ہے کہ ہر وصف دوسرے وصف کے زمانہ میں ہی الجملہ ثابت ہو تو جب

زید ساکن الاصابع بالفعل حین ہو کاتب
صادق ہوا تو اصل قضیہ کا جزو اول یعنی

بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتب

یہ جھوٹا ہوا حالانکہ وہ مفروض الصدق ہے لہذا اس کی نقیض کاذب ہے پس

بعض ساکن الاصابع (یعنی زید) لیس بکاتب دائما مادام ساکن الاصابع

یہ صادق ہوا اور ہمارا مطلوب ثابت ہوا۔

فائدہ: یہ تفصیل عکس مستوی کی ہے بعینہ اسی طریقے سے مشروطہ خاصہ کے عکس نقیض کو بھی دلیل افتراضی سے ثابت کیا جاسکتا ہے

نم عکس النقیض

متن: فصل: القیاس قول مؤلف من قضایا یلزم لذاته قول آخر
 فان كان مذکوراً فیہ بمادته وھیئته فاستثنائی والا فاقترانی حملی
 او شرطی وموضوع المطلوب من الحملی ینسب اصغر ومحموله اکبر
 والمتکرر اوسط وما فیہ الا صغر صغری والا کبر کبری والاوسط اما
 محمول الصغری وموضوع الکبری فهو الشکل الاون او محمولینما
 فالثانی او موضوعهما فالثالث او عکس الاول فالرابع

ترجمہ متن :- قیاس وہ قول ہے جو مرکب ہو چند قضایا سے کہ اس کی ذات و ایک اور قول لازم آئے پس اگر وہ قول آخر اور
 حیثیت کے ساتھ اس میں مذکور ہو تو قیاس استثنائی ہے ورنہ پس وہ اقترانی حملی یا شرطی ہے اور قضیہ حملیہ میں مطلوب (نتیجہ) کے
 موضوع کا اصغر نام رکھا جاتا ہے اور اس کے محمول کا اکبر اور تکرار کے ساتھ آنے والی کا اوسط (نام رکھا جاتا ہے) اور وہ مقدمہ
 جس میں اصغر ہو وہ صغری ہے اور جس میں اکبر ہو وہ کبری ہے۔ اور حد اوسط یا صغری میں محمول اور کبری میں موضوع ہوگی پس وہ
 شکل اول ہے اور یا دونوں میں محمول ہوگی پس وہ شکل ثانی ہے یا دونوں میں موضوع ہوگی پس وہ شکل ثالث ہے یا اول کا عکس
 ہوگی پس وہ شکل رابع ہے۔

مختصر تشریح متن :- اس سے پہلے قیاس کے موقوف علیہ کا بیان تھا اب منطق کی اصل مقصودی چیزوں میں سے دوسری چیز
 حجت کو بیان کرتے ہیں حجت تین قسم پر ہے (۱) قیاس (۲) استقراء (۳) تمثیل۔ ان تینوں قسموں میں سب سے زیادہ قوی
 حجت قیاس ہے اس لئے اس کو سب سے پہلے بیان کرتے ہیں۔ بقیہ تفصیل شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆

قوله: القیاس قول آہ ای مرکب وهو اعم من المؤلف اذ قد اعتبر فی المؤلف المناسبة
 بین اجزائه لانه ماخوذ من الالفه صرح بذلك المحقق الشریف فی حاشیة الکشاف
 وحينئذ فذكر المؤلف بعد القول من قبيل ذكر الخاص بعد العام وهو متعارف فی التعريفات
 وفي اعتبار التالیف بعد التركيب اشارة الى اعتبار الجزء الصوري فی الحججة فالقول یشتمل

المركبات التامة وغيرها كلها وبقوله مؤلف من قضايا خرج ما ليس كذلك كالمركبات الغير التامة والقضية الواحدة المستلزمة لعكسها او عكس نقيضها اما البسيطة فظاهر واما المركبة فلان المتبادر من القضايا القضايا الصريحة والجزء الثاني من المركبة ليس كذلك او لان المتبادر من القضايا ما يعد في عرفهم قضايا متعددة وبقوله يلزم خروج الاستقراء والتمثيل اذ لا يلزم منهما شي نعم يحصل منهما نظر بشي وبقوله لذاته خرج ما يلزم منه قول آخر بواسطة مقدمة خارجة كقياس المساوات نحو مساو ل و ب مساو ل ج فانه يلزم من ذلك ان مساو ل ج لكن لا لذاته بل بواسطة مقدمة خارجة هي ان مساوي المساوي مساو وقياس المساوات مع هذه المقدمة الخارجية يرجع الى فيسبين وبدوي ليس من اقسام الموصال بالذات فاعرف ذلك والقول الاخر اللازم من القياس يسمى نتيجة ومطلوبا

ترجمہ:- یعنی مرکب اور وہ مؤلف سے عام ہے کیونکہ مؤلف کے اندر معتبر ہے اس کے اجزاء کے درمیان مناسبت اس لئے کہ وہ (مؤلف) الفة سے لیا گیا ہے اس کی تصریح محقق شریف نے کشاف کے حاشیہ میں کی ہے اور اس وقت مؤلف کا ذکر کرنا قول کے بعد یہ عام کے بعد خاص کے ذکر کرنے کے قبل سے ہے اور وہ تعریفات کے اندر مشہور ہے اور ترکیب کے بعد تالیف کے اعتبار کرنے میں اشارہ ہے حجت کے اندر جزئ صورتی کے اعتبار کرنے کی طرف پس قول کا لفظ مرکبات تمامہ اور اس کے علاوہ دوسرے تمام مرکبات کو شامل ہے اور اس کے قول مؤلف من قضايا سے نکل جائیں گے وہ جو اس طرح نہیں ہیں جیسے مرکبات غیر تمامہ اور وہ قضیہ واحدہ جو اپنے عکس کو یا اپنے عکس نقيض کو مستلزم ہو بہر حال خروج بسطہ پس وہ ظاہر ہے اور بہر حال خروج مرکبہ پس وہ اس لئے ہے کہ متبادر الی الذہن قضایا سے قضایا صریحہ ہیں اور مرکبہ کا جزئی ثانی اس طرح نہیں ہے یا اس لئے ہے کہ متبادر الی الذہن قضایا سے وہ ہیں جو ان کے عرف میں چند متعدد قضایا شمار کیے جاتے ہیں اور اس کے قول بسطہ سے استقراء اور تمثيل نکل جائیں گے کیونکہ ان سے کسی شی کا علم لازم نہیں آتا ہاں البتہ ان سے دوسری شی کا ظن حاصل ہوتا ہے اور اس کے قول لذاته سے وہ قول نکل جائے گا جس سے دوسرا قول مقدمہ خارجہ کے واسطہ سے لازم آتا ہے جیسے مساوات کا قیاس جیسے مساوی ہے ب کے اور ب مساوی ہے ج کے پس اس سے لازم آئے گا کہ مساوی ہے ج کے لیکن یہ لزوم نہیں ہے

اس کی ذات کی وجہ سے بلکہ مقدمہ خارجیہ کے واسطے سے ہے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے اور قیاس مساوات اسی مقدمہ خارجیہ کے ساتھ مل کر دو قیاسوں کی طرف لوٹتا ہے اور بغیر اس مقدمے کے وہ موصل بالذات کے اقسام میں سے نہیں پس آپ پہچان لیں اس کو اور دوسرا قول جو قیاس سے لازم آتا ہے اس کا نام نتیجہ اور مطلوب رکھا جاتا ہے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض قیاس کی تعریف بمع فوائد قیود کے بیان کرنی ہے۔

تشریح: قیاس کی تعریف:۔ عربی میں اس کی تعریف یہ ہے کہ ہو قول مؤلف من قضا یا بلزم لداتہ قول آخر۔

قیاس ایک مرکب کلام ہوتی ہے اور وہ مرکب بھی چند قضایا (م لازم دو) سے ہو اور اس طریقے سے مرکب ہو کہ اس کے مان لینے سے ایک تیسری مرکب کلام یقیناً خود بخود مانی پڑے۔

فوائد قیود تعریف:۔ یزدی صاحب اس جگہ تفصیل کے ساتھ قیاس کی تعریف کے فوائد قیود ذکر کرتے ہیں۔ قیاس کی تعریف

میں قول یہ بمنزلہ جنس کے ہے۔ اس میں تمام اقوال ملفوظہ، معقولہ، خبریہ، انشائیہ سب داخل ہو گئے مؤلف یہ پہلی فصل ہے اس

سے ان اقوال کو نکال دیا جو مرکب کلام تو ہیں لیکن ان میں الفت نہیں دلائی گئی الفت دلائے جانے کا مطالبہ یہ ہے کہ حد اوسط

ان دو قضیوں میں موجود ہوا اگر قول مرکب ہے دو قضیوں سے لیکن ان میں حد اوسط نہیں تو اس کو بھی قیاس نہیں کہیں گے قول یہ عام

ہے اور مؤلف یہ خاص ہے قول ہر مرکب کلام کو کہتے ہیں برابر ہے کہ اس میں الفت ہو یا نہ ہو لیکن مؤلف اس خاص کلام کو کہتے

ہیں جس میں الفت (حد اوسط) ہو مصنف نے قیاس کی تعریف میں عام (قول) کے بعد خاص (مؤلف) کو ذکر کیا اور یہ

تعریقات میں معلوم و مشہور ہے کہ خاص کو عام کے بعد ذکر کیا جاتا ہے نیز مؤلف کی قید سے قیاس کی علت صوری کی تعریف

کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔ جیسے مرکبات خارجیہ کی چار علتیں ہوتی ہیں (۱) علت صوری (۲) علت فاعلی (۳) علت غائی

(۴) علت مادی اسی طرح چونکہ قیاس بھی ایک مرکب کلام ہے اس کی بھی چار علتیں ہونگی قیاس کی علت مادی وہ دو مقدمات

قیاس کے ہونگے علت صوری وہ حد اوسط کے دو مقدموں میں ہونے سے جو قیاس کی صورت بنتی ہے وہ ہے علت فاعلی وہ قیاس

کرنے والا آدمی ہے علت غائی نتیجہ قیاس ہے اور مؤلف سے اشارہ علت صوری کی طرف ہے۔

دوسری فصل من قضا یا ہے اس سے مرکبات ناقصہ، مرکبات تامہ، انشائیہ اور وہ قضا یا بساط جن کو عکس لازم ہے

اور قضا یا مرکبہ جن کو عکس لازم ہے یہ سب خارج ہو گئے۔ مرکبات ناقصہ تو اسلئے کہ وہ قضا یا نہیں۔ تامہ، انشائیہ اس لئے کہ قیاس

کی تعریف میں قضا یا کی قید ہے اور قضیہ اس کو کہتے ہیں جو صدق و کذب کا محتمل ہو مرکبات انشائیہ صدق و کذب کے محتمل نہیں

اس لئے وہ بھی خارج ہو جائیں گے نیز وہ بیضی قضیے جن کو عکس لازم ہے وہ اس لئے خارج ہیں کہ ان کے ماننے سے اگرچہ ایک قول آخر (عکس) کو ماننا لازم آتا ہے لیکن وہ دو قضیے نہیں بلکہ ایک قضیہ ہوتا ہے نیز قضایا مرکہ جن کو عکس لازم ہے وہ بھی نکل گئے ان سے بھی اگرچہ قول آخر (عکس) کا ماننا لازم آتا ہے لیکن وہ دو قضیے نہیں بلکہ وہاں بھی منطقی اس قضیہ مرکہ کو ایک قضیہ بولتے ہیں یا اس وجہ سے وہ نکل جائیں گے کہ تعریف قیاس میں قضایا سے مراد قضایا مرکہ ہیں اور قضیہ مرکہ میں دوسرا قضیہ صریح نہیں ہوتا بلکہ اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ تیسری فصل بلسوم ہے اس سے استقراء اور تمثیل نکل جائیں گے کیونکہ ان میں تیسرے قضیے کا ماننا یقینی نہیں ہوتا بلکہ وہ ظنی ہوتا ہے۔ چوتھی فصل لذاتہ ہے اس سے قیاس مساوات خارج ہو گیا یعنی وہ قیاس کہ جس میں دو قضیوں کے ماننے سے ایک قول آخر ماننا پڑے لیکن لذاتہ نہیں بلکہ ایک مقدمہ خارجی کی وجہ سے جیسا کہ امساو لب (صغری) و ب مساو لج (کبری) فامساو لج (نتیجہ) یہاں پہلے دو قضیے یعنی صغری، بربن سے ماننے سے تیسرا قضیہ امساو لج ماننا ضروری ہوا ہے لیکن ایک مقدمہ خارجی کی وجہ سے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ "مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے" اگر مقدمہ خارجی جو کہ درمیان میں ہے یہ درست ہو تو پھر یہ کہنا کہ امساو لج درست ہے اگر یہ مقدمہ خارجی درست نہ ہو تو پھر قیاس مساوات کا نتیجہ بالکل غلط نکلے گا حالانکہ صغری، کبری بالکل درست ہونگے شرائط شکل بھی موجود ہونگے مثلاً یوں کہا جائے (صغری) الاربعة نصف الثمانية (کبری) والثمانية نصف الستة عشر (نتیجہ) فالاربعة نصف الستة عشر یہ نتیجہ غلط ہے کیونکہ چار سولہ کا نصف نہیں ہوتا بلکہ چوتھائی ہوتا ہے صغری، کبری دونوں صحیح ہیں لیکن یہ نتیجہ غلط نکلا کیونکہ مقدمہ خارجی غلط ہے وہ یہ ہے کہ نصف کا نصف نصف ہوتا ہے یہ غلط اس لئے ہے کہ نصف کا نصف نصف نہیں ہوتا بلکہ ربع ہوتا ہے۔

اشکال :- جب قیاس مساوات میں صغری اور کبری یعنی دو قضیوں کے ماننے سے ایک تیسرا قضیہ ماننا پڑتا ہے تو پھر اس کو قیاس کیوں نہیں کہتے؟

جواب :- یہاں اصل میں ان دو قضیوں کے ماننے سے ایک قضیہ ثالث ماننا لازم نہیں آتا بلکہ یہاں حقیقت میں دو قیاس ہوتے ہیں مثلاً اسی مثال میں امساو لب و ب مساو لج فامساو لج یہ ایک قیاس ہے دوسرا قیاس اس طرح ہے کہ نتیجہ کو صغری بنا لیں امساو لج اور کبری وہ مقدمہ خارجی ہو کل مساو لمساو لج مساو لج کو گراؤ تو نتیجہ امساو لج نکلے گا اور یہ صحیح ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قیاس مساوات حقیقت میں دو قیاس ہوتے ہیں۔

قیاس کے دو مقدموں کے ماننے سے جو تیسرا قضیہ ماننا پڑتا ہے اس کو نتیجہ اور مطلوب کہتے ہیں۔

قوله: فان كان: اى القول الاخر الذى هو النتيجة والمراد بمادته طرفاه المحكوم عليه وبه والمراد بهيته الترتيب الواقع بين طرفيه سواء تحقق فى ضمن الايجاب او السلب فانه قد يكون المذكور فى الاستثنائى نقيض النتيجة كقولنا ان كان هذا انسانا كان حيوانا لكنه ليس بحيوان ينتج ان هذا ليس بانسان والمذكور فى القياس هذا انسان وقد يكون المذكور فيه عين النتيجة كقولك فى المثال المذكور لكنه انسان ينتج ان هذا حيوان

ترجمہ:- یعنی دوسرا قول جو نتیجہ ہے اور مراد اس کے مادہ سے اس کی دونوں طرفیں ہیں یعنی محکوم علیہ اور محکوم بہ اور اس کی ہدیت سے مراد وہ ترتیب ہے جو اس کی دو طرفوں کے درمیان واقع ہو برابر ہے کہ ایجاب کے ضمن میں متحقق ہو یا سلب کے ضمن میں پس بلاشبہ کبھی وہ چیز جو قیاس استثنائی میں مذکور ہو نتیجہ کی نقیض ہوتی ہے جیسے ہمارا قول ان کان هذا انسانا کان حیوانا لکنہ الخ یہ نتیجہ دے گا ہذا لیس بانسان اور قیاس میں جو مذکور ہے وہ ہذا انسان ہے اور کبھی وہ چیز جو اس میں مذکور ہو وہ نتیجہ کا عین ہوتی ہے جیسے تیرا قول مثال مذکور میں لکنہ انسان یہ نتیجہ دے گا ہذا حیوان۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- اس میں قیاس استثنائی کی تعریف کر رہے ہیں قیاس کی دو قسمیں ہیں قیاس اقترانی اور قیاس استثنائی۔

اس قول میں قیاس استثنائی کی تعریف کی ہے کہ اگر نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض بعینہ اپنے مادہ اور ہدیت ترکیبہ کے ساتھ موجود ہو تو اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں۔ نقیض نتیجہ مقدمین قیاس میں موجود ہونے کی مثال جیسے ان کان هذا انسانا کان حیوانا لکنہ لیس بحيوان یہ نتیجہ دیکھا ہذا لیس بانسان یہ نتیجہ بعینہ تو مقدمین قیاس میں موجود نہیں لیکن اس کی نقیض لکنہ انسان ایجاب کی شکل میں موجود ہے اور اسی مثال میں کبری کو بدل دیا جائے کہ لکنہ انسان تو اس صورت میں نتیجہ ہوگا ہذا انسان اور یہ نتیجہ بعینہ مقدمین قیاس میں موجود ہے۔

قوله: فاستثنائى: لاشتماله على كلمة الاستثناء اعنى لکن

ترجمہ:- بوجہ مشتمل ہونے اس کے کلمہ استثناء پر میں مراد لیتا ہوں لکن کو۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قیاس استثنائی کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:- قیاس استثنائی کو استثنائی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حرف استثناء لکن وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

قوله: والای وان لم یکن القول الاخر مذکوراً فی القیاس بمادته وھیئته وذلك

بان یكون مذکوراً بمادته لا بهیئته اذ لا یعقل وجود الهیئة بدون المادة وكذا لا یعقل قیاس

لا یشمل علی شیء من اجزاء النتيجة المادية والصورية ومن هذا یعلم انه لو حذف قوله

بمادته لكان اولی

ترجمہ:- یعنی اگر دوسرا قول قیاس میں مذکور نہ ہو اپنے مادہ اور ہیئت کے ساتھ اور وہ بائیں طور کہ مذکور ہو اپنے مادہ کے ساتھ نہ کہ

اپنی ہیئت کے ساتھ کیونکہ نہیں متصور ہو سکتا ہیئت کا وجود بغیر مادہ کے اور ایسے ہی نہیں متصور ہو سکتا ایسا قیاس جو نہ مشتمل ہو نتیجہ

مادیہ اور صورتیہ کے اجزاء میں سے کسی جزء پر اور اسی سے جانا گیا کہ اگر اس کے قول بمادته کو حذف کر دیا جاتا تو البتہ بہتر ہوتا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- اس قول میں ایک وضاحت کر رہے ہیں کہ متن میں مذکور یہ الاستثنائی نہیں بلکہ الا مرکب ہے مطلب یہ ہے کہ اگر نتیجہ

اپنے مادہ اور ہیئت کے ساتھ مقدمین قیاس میں مذکور نہ ہو تو اس کو قیاس اقرانی کہتے ہیں عقلی احتمالات یہاں نتیجہ کے مذکور ہونے نہ

ہونے کے چار نکلتے ہیں (۱) یہ ہے کہ نتیجہ اپنے مادہ اور ہیئت ترکیبہ دونوں کے ساتھ موجود ہو (۲) دونوں کے ساتھ موجود نہ ہو

(۳) ہیئت ہو لیکن مادہ نہ ہو (۴) مادہ ہو اور ہیئت ترکیبہ نہ ہو۔ ان احتمالات اربعہ میں سے دوسرا اور تیسرا احتمال ناممکن ہے پہلا اور

چوتھا احتمال ممکن ہے پایا بھی جاتا ہے اگر مادہ اور ہیئت ترکیبہ دونوں کے ساتھ نتیجہ مذکور ہو تو اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں اور اگر چوتھا

احتمال ہو کہ فقط مادہ ہو ہیئت ترکیبہ نہ ہو تو اس کو قیاس اقرانی کہتے ہیں۔

قوله: فاقترانى: لاقتران حدود المطلوب فيه وهى الاصغر والاكبر والاولى

ترجمہ:- بوجہ مقترن ہونے مطلوب کی حدود کے اس میں اور وہ حدود اصغر، اکبر اور اولیٰ ہیں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قیاس اقرانی کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:- اقران کے معنی ملانے کے آتے ہیں۔ قیاس اقرانی کو بھی اقرانی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی نتیجہ کے تینوں حدود

اصغر، اکبر، حد اوسط، کو ملائے ہوئے ہوتا ہے۔

قوله: حملی: ای قیاس الاقترانی ینقسم الی حملی و شرطی لانہ ان کان مرکباً من
لحملیات الصرفة لحملی نحو العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث والافشرطی
سواء ترکب من الشرطیات الصرفة نحو كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود و كلما
کان نهار موجوداً فالعالم مضمی فكلما كانت الشمس طالعة فالعالم مضمی او ترکب من
الحسنیة و الشرطیة نحو كلما کان هذا الشئ انساناً کان حیواناً و کل حیوان جسم فكلما
کان هذا الشئ انساناً کان جسماً و قدم المصنف البحث عن الاقترانی الحملی علی
الاقترانی الشرطی لكونه ابسط من الشرطی

ترجمہ:- یعنی قیاس اقترانی حملی اور شرطی کی طرف تقسیم ہوتا ہے اس لئے کہ اگر محض حملیات سے مرکب ہو تو حملی ہے جیسے العالم
متغیر الخ ورنہ شرطی ہے برابر ہے کہ محض شرطیات سے مرکب ہو جیسے كلما كانت الشمس طالعة الخ یا حملیہ اور شرطیہ
سے مرکب ہو جیسے كلما کان هذا الشئ انساناً الخ اور مصنف نے قیاس اقترانی حملی کی بحث کو مقدم کیا ہے اقترانی شرطی
سے اس کے بسیط ہونے کی وجہ سے نسبت شرطی کے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض قیاس اقترانی کی تقسیم بیان کرنا ہے۔

تشریح:- قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں (۱) قیاس اقترانی حملی (۲) قیاس اقترانی شرطی۔

قیاس اقترانی حملی اس کو کہتے ہیں جس میں مقدمتین قیاس دونوں حملیہ ہوں جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث
فالعالم حادث۔

قیاس اقترانی شرطی کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ قیاس اقترانی شرطی اس کو کہتے ہیں جس

کے مقدمتین فقط شرطیہ ہوں اگر ایک حملیہ اور ایک شرطیہ ہو تو اس مذہب والوں کے نزدیک وہ قیاس اقترانی حملی کی تعریف میں داخل

ہوگا لیکن یزدی نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا ہے کہ قیاس اقترانی شرطی اس کو کہتے ہیں کہ جس میں دونوں مقدمتین شرطیہ ہوں

یا ایک شرطیہ اور ایک حملیہ ہو دونوں شرطیہ ہوں جیسے (صغری) كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود (کبری) و كلما

کان النهار موجوداً فالعالم مضمی (نتیجہ) كلما كانت الشمس طالعة فالعالم مضمی۔ ایک مقدمہ حملیہ اور ایک شرطیہ

ہو جیسے (صغری شرطیہ) كلما کان هذا الشئ انساناً کان حیواناً (کبری حملیہ) و کل حیوان جسم (نتیجہ) كلما کان

هذا الشيء انساني كان جسما

قیاس اقتزائی حملی کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ یہ حملی شرطی کی نسبت بسیط ہے اور بسیط مرکب سے مقدم ہوتا ہے۔

قوله: من الحملی: ای من الاقتزائی الحملی ترجمہ: یعنی قیاس اقتزائی حملی سے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ یعنی قیاس اقتزائی حملی کے نتیجے کے موضوع کو حد اصغر اور محمول کو حد اکبر کہتے ہیں۔

قوله: اصغر: لكون الموضوع في الغالب اخص من المحمول و اقل افرادا منه فيكم

المحمول اكبر و اكثر افرادا منه

ترجمہ:۔ بوجہ موضوع کے اکثر اوقات میں محمول سے اخص ہونے کے اور باعتبار افراد کے اس سے کم ہونے کے پس ہوگا اکبر اور باعتبار افراد کے اس سے اکثر۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض حد اصغر کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔ حد اصغر کو اصغر اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر اوقات اس کے افراد قلیل ہوتے ہیں۔ جیسے العالم حادث میں عالم

افراد حادث کی نسبت بہت کم ہیں۔ اور حد اکبر کو اکبر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے افراد نسبت حد اصغر کے زیادہ ہوتے

العالم حادث میں حادث کے افراد نسبت عالم کے زیادہ ہیں۔

قوله: والمتكور الاوسط: لتوسطه بين الطرفين

ترجمہ:۔ بوجہ اس کے طرفین کے درمیان واقع ہونے کے۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض حد اوسط کی وجہ تسمیہ بتلانی ہے۔

تشریح:۔ صغریٰ اور کبریٰ میں جو چیز متکرر ہوتی ہے اس کو حد اوسط کہتے ہیں اوسط اس لئے کہتے ہیں کہ یہ طرفین (صغریٰ، کبریٰ

کے درمیان میں ہوتی ہے۔

قوله: وما فيه: ای المقدمة التي فيها الاصغر وتذكر الضمير نظرا الى لفظ الموصول

ترجمہ:۔ یعنی وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو اور ضمیر کو نہ کرانا لفظ موصول کی طرف نظر کرتے ہوئے ہے۔

قولہ: الصغری: لاشتمالها علی الاصغر

ترجمہ:- بوجہ مشتمل ہونے اس کے اصغر پر۔

قولہ: الکبری: ای ما فیہ الاکبر الکبری لاشتمالها علی الاکبر

ترجمہ:- یعنی وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو کبری ہے اس کے اکبر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے۔

فی شارح:- ان قولوں کی غرض تشریح متن ہے۔

شرح:- حد اصغر قیاس کے جس مقدمہ میں ہو اس کو صغری کہتے ہیں کیونکہ اس میں حد اصغر ہوتی ہے اور قیاس کا وہ مقدمہ جس میں

ہر ہوتی ہے اس کو کبری کہتے ہیں کیونکہ حد اکبر اس میں موجود ہوتی ہے۔

قولہ: الشكل الاول: یسمی اول لان انتاجہ بدیہی وانتاج البواقی نظری یرجع الیہ

ون اسبق واقدم فی العلم

ترجمہ:- اس کا اول نام اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اس کا نتیجہ دینا بدیہی ہے اور باقیوں کا نتیجہ دینا نظری ہے جو رجوع کرتا ہے اسی

طرف پس وہ سابق ہے اور علم کے اندر مقدم ہے۔

فی شارح:- اس قول کی غرض شکل اول کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

شرح:- اشکال چار ہیں۔ حد اوسط اگر محمول فی الصغری اور موضوع فی الکبری ہو تو اس کو شکل اول کہتے ہیں اس کو شکل اول

لئے کہتے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ واضح نتیجہ دینے والی ہوتی ہے باقی اشکال کا نتیجہ صحیح معلوم کرنے کیلئے ان کو بھی شکل اول

کہنا پڑتا ہے۔

قولہ: فالثانی: لاشتراکہ مع الاول فی اشرف المقدمتین اعنی الصغری

جمہ:- بوجہ اس کے اول کے ساتھ دو مقدموں میں سے اشرف کے اندر شریک ہونے کے میں مراد لیتا ہوں (اشرف سے)

مقدمہ صغری کو۔

فی شارح:- اس قول کی غرض شکل ثانی کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل ثانی: اگر حد اوسط صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں محمول ہو تو اس کو شکل ثانی کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شکل اول کے ساتھ صغریٰ کے اندر جو کہ مقدمتین میں سے افضل مقدمہ ہے محمول ہونے میں شریک ہے۔

قوله:۔ فالثالث: لا اشتراك مع الاول في الخمس المقدمين اعني الكبرى

ترجمہ:۔ بوجہ اسکے شریک ہونے اول کے ساتھ دو مقدموں میں سے کم تر مقدمے میں نہیں مراد لیتا ہوں (کمتر سے) کبریٰ کو غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثالث کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ اگر حد اوسط صغریٰ کبریٰ دونوں میں موضوع ہو تو اس کو شکل ثالث کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شکل اول کے ساتھ کبریٰ کے اندر جو مقدمتین میں سے ارذل مقدمہ ہے موضوع ہونے میں شریک ہے۔

قوله: فالرابع: لكونه في غاية البعد عن الاول

ترجمہ:۔ بوجہ ہونے اس کے اول سے انتہائی بعد میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل رابع کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔ اگر حد اوسط موضوع فی الصغریٰ اور محمول فی الکبریٰ ہو تو اس کو شکل رابع کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شکل اول سے نہایت دور ہے کہ اس کے ساتھ کسی چیز میں بھی شریک نہیں۔

متن: ويشترط في الاول ايجاب الصغرى و فعليتها مع كلية الكبرى لينتج الموجبتان مع الموجبة الكلية الموجبتين ومع السالبة الكلية السالبتين بالضرورة وفي الثاني اختلافهما في الكيف وكلية الكبرى مع دوام الصغرى او انعكاس سالبة الكبرى وكون الممكنة مع الضرورية او الكبرى المشروطة لينتج الكليتان سالبة كلية والمختلفتان في الكم ايضا سالبة جزئية بالخلف او عكس الكبرى او الصغرى ثم الترتيب ثم النتيجة وفي الثالث ايجاب الصغرى و فعليتها مع كلية احدهما لينتج الموجبتان مع الموجبة الكلية او بالعكس موجبة جزئية ومع السالبة الكلية او الكلية مع الجزئية سالبة جزئية بالخلف او عكس الصغرى او الكبرى ثم الترتيب ثم النتيجة وفي الرابع ايجابهما مع كلية الصغرى او اختلافهما مع كلية احدهما لينتج الموجبة الكلية مع الاربع والجزئية مع السالبة الكلية و السالبتان مع الموجبة الكلية و كليتهما مع الموجبة الجزئية جزئية موجبة ان لم يكن بسلب والا فسالبة بالخلف او بعكس الترتيب ثم النتيجة او بعكس المقدمتين او بالرد الى الثاني بعكس الصغرى او الثالث بعكس الكبرى

ترجمہ متن :- اور شرط لگائی جاتی ہے اول میں ايجاب صغرى اور اس کا فعلية ہونا كبرى کے كلى ہونے کے ساتھ تا کہ دو موجبة نتیجہ دیں دو موجبة كليہ کے ساتھ موجبتين : دو سالبة کے ساتھ نتیجہ دیں دو سالبة بدلہ :- اور شکل ثانی میں (شرط لگائی جاتی ہے) ان

دونوں (صغریٰ، کبریٰ) کا مختلف ہونا کیف میں اور کبریٰ کا کلی ہونا صغریٰ کے دائمی ہونے کے ساتھ یا کبریٰ کے سائبہ کا عکس نکلتا اور ممکنہ کا ہونا ضروریہ کے ساتھ یا کبریٰ کا مشروط ہونا۔ تاکہ دو کلیہ سائبہ کلیہ نتیجہ دیں اور دونوں مختلف ہوں کیت میں تو بھی سائبہ جزئیہ (نتیجہ دیں) دلیل خلفی کے ساتھ یا کبریٰ کے عکس کے ساتھ یا صغریٰ کے عکس اور پھر ترتیب کے عکس پھر نتیجہ کے عکس کے ساتھ۔ اور شکل ثالث میں (شرط لگائی جاتی ہے) ایجاب صغریٰ اور اس کا فعلیہ ہونا ان دونوں میں سے کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ تاکہ نتیجہ دیں دو موجب موجب کلیہ کے ساتھ یا عکس کے ساتھ موجب جزئیہ اور سائبہ کلیہ یا کلیہ جزئیہ کے ساتھ سائبہ جزئیہ دلیل خلفی کے ساتھ یا صغریٰ کے عکس کے ساتھ یا کبریٰ کے عکس پھر ترتیب پھر نتیجہ کے عکس کے ساتھ۔ اور شکل رابع میں (شرط لگائی جاتی ہے) ان دونوں کا موجب ہونا صغریٰ کے کلیہ ہونے کے ساتھ یا ان دونوں کا مختلف ہونا ان میں سے ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ تاکہ نتیجہ دے موجب کلیہ چاروں کے ساتھ اور جزئیہ سائبہ کلیہ کے ساتھ اور دو سائبہ موجب کلیہ کے ساتھ اور اس سائبہ کا کلیہ ہونا موجب جزئیہ کے ساتھ موجب اگر سلب کے ساتھ نہ ہو ورنہ پس سائبہ ہوگا دلیل خلفی کے ساتھ یا ترتیب پھر نتیجہ کے عکس کے ساتھ یا مقدماتین کے عکس کے ساتھ یا شکل ثانی کی طرف لونا صغریٰ کے عکس کے ساتھ یا شکل ثالث کی طرف لونا کبریٰ کے عکس کے ساتھ۔

مختصر تشریح متن :- اس عبارت میں علامہ تفتازانی اشکال اربعہ کی شرائط اور ان کے ضروب نتیجہ کو بیان فرما رہے ہیں تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

☆☆

قوله: فعلیتها: لیتعدی الحکم من الاوسط الی الاصغر وذلك لان الحکم فی الکبریٰ ایجابا کان او سلبا انما هو علی ما یثبت له الاوسط بالفعل بناء علی مذهب الشیخ فلو لم یحکم فی الصغریٰ بان الاصغر یثبت له الاوسط بالفعل فلم یلزم تعدی الحکم من الاوسط الی الاصغر

ترجمہ :- تاکہ حکم حد اوسط سے صغریٰ کی طرف متعدی ہو اور یہ اس لئے ہے کہ حکم کبریٰ میں خواہ ایجابی ہو یا سلبی سو اس کے نہیں وہ ان افراد پر ہے جن کیلئے حد اوسط بالفعل ثابت ہے شیخ کے مذہب پر بناء کرتے ہوئے پس اگر نہ ہو حکم صغریٰ میں ہاں طور کہ صغریٰ کیلئے حد اوسط بالفعل ثابت ہے تو نہیں لازم آئے گا حکم کا حد اوسط سے صغریٰ کی طرف متعدی ہونا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل اول کا نتیجہ دینے کیلئے شرائط کو ذکر کرنا ہے۔

تشریح:- شکل اول کے نتیجہ دینے کی تین شرطیں ہیں (۱) کیفیت کے اعتبار سے کہ صغریٰ موجبہ ہو (۲) کثرت کے اعتبار سے کہ کبریٰ ہمیشہ کلیہ ہو (۳) جہت کے اعتبار سے شکل اول کیلئے فعلیت (یعنی امکان نہ ہو) صغریٰ شرط ہے اگر صغریٰ والی جہت امکان کی ہوگی تو نتیجہ صحیح نہیں ہوگا فعلیت والی جہت یہ ایسی عام جہت ہے کہ جہت ضرورت اور دوام کو بھی شامل ہے شارح نے ان تینوں شرطوں کی دلیل بھی بیان کی ہے اس قول میں یزدی نے صرف فعلیت صغریٰ کی دلیل بیان کی ہے کہ فعلیت صغریٰ کیوں ضروری ہے؟ اس کے سمجھنے سے پہلے شکل اول کا حاصل سمجھنا ضروری ہے۔ شکل اول کا حاصل یہ ہے کہ اس میں حد اصغر۔ حد اکبر اور حد اوسط موجود ہوتے ہیں جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث میں تینوں چیزیں موجود ہیں۔ اس مثال میں کبریٰ کلیہ ہے یعنی کل متغیر حادث اس میں حد اوسط موضوع ہے شیخ کے مذہب کے مطابق یہاں تغیر کا ثبوت متغیر کے جن افراد کیلئے بالفعل ہے ان کیلئے حدوث ثابت ہے صغریٰ میں العالم کو متغیر کے نیچے درج کیا ہے اور العالم کو متغیر کا ایک فرد بنایا ہے کہ عالم متغیر ہے صغریٰ کے اندر بھی جہت فعلیت والی اگر معتبر ہو کہ جن افراد متغیر کیلئے تغیر بالفعل ہے عالم ان میں سے ہے۔ تو پھر حدوث کا ثبوت عالم کیلئے صحیح ہے لیکن اگر وہاں صغریٰ میں فعلیت والی جہت کا اعتبار نہ ہو بلکہ جہت امکان کا اعتبار ہو تو پھر حدوث کو عالم کیلئے ثابت کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ حدوث تو متغیر کے ان افراد کیلئے ہے جن کیلئے تغیر بالفعل ثابت ہے اس وقت عالم ان افراد میں سے نہیں ہوگا لہذا حدوث کا اس عالم کیلئے ثابت کرنا درست نہیں ہوگا حد اوسط (متغیر) کو اصغر (العالم) تک پہنچانے کیلئے ضروری ہے کہ جہت فعلیت کا صغریٰ میں اعتبار کیا جائے فعلیت کی شرط کی دلیل یہ بھی ہے کہ صغریٰ میں جب جہت امکان مراد ہو اور کبریٰ میں فعل مراد ہے تو حد اوسط کا اس صورت میں تکرار ہی نہیں ہوگا جب حد اکبر تکرار نہیں ہوگا تو نتیجہ بھی پھر صحیح نہیں نکلے گا۔

شکل اول میں ایجاب صغریٰ کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اگر صغریٰ موجبہ نہ ہو بلکہ سالبہ ہو تو پھر شکل ثانی کی طرح اختلاف نتیجہ لازم آئے گا جس کی تفصیل شکل ثانی میں آئے گی فافہم۔

قولہ: مع کلیۃ الكبرى: لیلزم اندراج الاصغر فی الاوسط فیلزم من الحکم علی الاوسط الحکم علی الاصغر وذلك لان الاوسط یكون محمولاً ههنا علی الاصغر ویجوز ان یكون المحمول اعم من الموضوع فلو حکم فی الكبرى علی بعض الاوسط لاحتمل ان یكون الاصغر غیر مندرج فی ذلك البعض فلا یلزم من الحکم علی ذلك البعض الحکم علی الاصغر كما یشاهد فی قولک کل انسان حیوان وبعض الحیوان فرس

ترجمہ:- تاکہ اصغر کا حد اوسط میں داخل ہونا لازم آئے پس حد اوسط پر حکم ہونے سے لازم آئے گا اصغر پر حکم ہونا اور یہ اس لئے ہے کہ حد اوسط یہاں اصغر پر محمول ہوتی ہے اور جائز ہے کہ محمول موضوع سے اعم ہو پس اگر کبریٰ میں حد اوسط کے بعض افراد پر حکم لگایا جائے تو احتمال ہوگا اس بات کا کہ اصغر ان بعض افراد میں داخل نہ ہو پس نہیں لازم آئے گا بعض افراد پر حکم ہونے سے اصغر پر حکم ہونا جیسا کہ مشاہدہ ہے تیرے قول کل انسان حیوان وبعض الحیوان فرس میں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل اول میں کلیت کبریٰ کی جو شرط لگائی گئی ہے اس کی دلیل بیان کرنی ہے۔

تشریح:- شکل اول میں کبریٰ کا کلیہ ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ اصغر کو اوسط کے نیچے درج کرنا صحیح ہو سکے ورنہ اگر کبریٰ کلیہ نہ ہو بلکہ جزئیہ ہو تو اس وقت اصغر کو اوسط کے نیچے درج کرنا صحیح نہ ہوگا جیسے (صغریٰ) کل انسان حیوان (کبریٰ) بعض الحیوان فرس (نتیجہ) بعض الانسان فرس یہاں کبریٰ جزئیہ ہے کبریٰ میں اکبر (فرس) کو اوسط (حیوان) کے بعض افراد کیلئے ثابت کیا گیا ہے اور صغریٰ میں اوسط کو اصغر (الانسان) کے کل افراد کیلئے ثابت کیا گیا ہے تو کبریٰ میں اوسط کے جن بعض افراد کیلئے حکم ثابت کیا گیا معلوم نہیں ہو سکے گا آیا اصغر اکبر کے ان بعض افراد میں جن کیلئے اکبر ثابت کیا گیا ہے داخل ہے یا نہیں ہاں جب کبریٰ کلیہ ہوگا تو اکبر اوسط کے تمام افراد کیلئے ثابت ہوگا اور اصغر بھی چونکہ اوسط کا ایک فرد ہے اس لئے اکبر اصغر کیلئے بھی ثابت ہو جائیگا اس کی مثال کل انسان حیوان و کل ماش جسم (نتیجہ) فلانسان جسم۔

قوله: لينتج الموجبتان: اى الكلية والجزئية واللام فيه للغاية اى اثر هذه الشروط ان ينتج
الصفري الموجبة الكلية والموجبة الجزئية مع الكبرى الموجبة الكلية الموجبتين ففي
الاول يكون النتيجة موجبة كلية وفي الثانى موجبة جزئية وان ينتج الصغريان يعنى الموجبتين
مع السالبة الكلية الكبرى السالبتين الكلية والجزئية على ما سبق وامثلة الكل واضحة

ترجمہ:- یعنی کلیہ اور جزئیہ اور اس میں لام غایت کیلئے ہے یعنی ان شروط کا اثر یہ ہے کہ نتیجہ دے گا صفری موجب کلیہ اور موجب
جزئیہ کبری موجب کلیہ کے ساتھ مل کر دو موجبہ (موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ) کا پہل اول صورت میں نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا اور ثانی
صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا اور (ان شروط کا اثر) یہ ہے کہ نتیجہ دیں گے دو صفری موجبہ سالبہ کبری کے ساتھ مل کر سالبہ کلیہ اور
سالبہ جزئیہ کا اور اس کے جو تفصیل گزر چکی اور سب کی مثالیں واضح ہیں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:- لينتج میں لام عاقبت اور غایت کا ہے اس قول میں یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے جو شکل اول کے نتیجہ دینے کیلئے تین
شرطیں لگائی ہیں ان کا انجام اور فائدہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ ان تین شرطوں کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان شرائط کے موجود ہوتے ہوئے چار
قسموں کا نتیجہ حاصل ہوگا موجبتان (موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ) کو جب موجبہ کلیہ کے ساتھ ملائیں گے یعنی صفری موجبہ کلیہ اور کبری
موجبہ کلیہ، دوسری صورت صفری موجبہ جزئیہ اور کبری کلیہ ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت میں جبکہ صفری موجبہ کلیہ اور کبری
بھی موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، اور دوسری صورت میں جبکہ صفری موجبہ جزئیہ اور کبری موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا۔
موجبتان (موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ) کو جب سالبہ کلیہ کے ساتھ ملائیں گے تو اس وقت نتیجہ سالبتین (سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ)
نکلے گا موجبہ کلیہ کو سالبہ کلیہ کے ساتھ ملانے کی صورت میں نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا اور موجبہ جزئیہ کو سالبہ کلیہ کے ساتھ ملانے سے نتیجہ
سالبہ جزئیہ نکلے گا مثالیں چاروں قسموں کی آگے نقشے میں آ رہی ہیں۔

قوله: الموجبتين: اى ينتج الكلية والجزئية

ترجمہ:- یعنی وہ نتیجہ دے گا موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ۔

غرض شارح:- اس قول میں یہ بتا رہے ہیں کہ موجبتان کو موجبہ کلیہ کے ساتھ ملائیں گے تو نتیجہ موجبتین نکلیں گے ان موجبتین

سے کیا مراد ہے؟

تشریح:- فرماتے ہیں کہ موجبین سے مراد موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ ہے۔

قوله: السالبتین: ای ينتج الكلية والجزئية

ترجمہ:- یعنی وہ نتیجہ دے گا سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض سالبتین کی مراد بتانی ہے کہ سالبتین سے کیا مراد ہے؟

تشریح:- فرماتے ہیں کہ سالبتین سے مراد نتیجہ سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ ہے۔

شکل اول کی عقلی طور پر ضرر میں سولہ نکلتی ہیں کیونکہ صغریٰ محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ)

میں سے ہر ایک ہو سکتا ہے اور کبریٰ بھی لیکن جب شرائط شکل اول ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ کا لحاظ کیا جائے تو بارہ ضرر میں ساقط ہو جاتی ہیں اور چار ضرر ب نتیجہ باقی رہتی ہیں۔

(۱) پہلی ضرب:- (صغریٰ) موجبہ کلیہ (کبریٰ) موجبہ کلیہ (نتیجہ) موجبہ کلیہ (نقشہ میں یہ پہلا احتمال ہے)

(۲) دوسری ضرب:- (صغریٰ) موجبہ جزئیہ (کبریٰ) سالبہ کلیہ (نتیجہ) سالبہ جزئیہ (نقشہ میں یہ ساتواں احتمال ہے)

(۳) تیسری ضرب:- (صغریٰ) موجبہ جزئیہ (کبریٰ) موجبہ کلیہ (نتیجہ) موجبہ جزئیہ (نقشہ میں یہ پانچواں احتمال ہے)

(۴) چوتھی ضرب:- (صغریٰ) موجبہ کلیہ (کبریٰ) سالبہ کلیہ (نتیجہ) سالبہ کلیہ (نقشہ میں یہ تیسرا احتمال ہے)

ان تمام صورتوں کی مثال بمع تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

☆ نقشہ شکل اول ☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجب کلیہ	موجب کلیہ	موجب کلیہ	کل جسم مرکب	کل مرکب حادث	کل جسم حادث
۲	موجب کلیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۳	موجب کلیہ	سالہ کلیہ	سالہ کلیہ	کل جسم مرکب	لاشی من المركب بقدیہ	لاشی من الجسم بقدیہ
۴	موجب کلیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۵	موجب جزئیہ	موجب کلیہ	موجب جزئیہ	بعض الجسم مرکب	کل مرکب حادث	بعض الجسم حادث
۶	موجب جزئیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۷	موجب جزئیہ	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	لاشی من المركب بقدیہ	بعض الجسم لیس بقدیہ
۸	موجب جزئیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۹	سالہ کلیہ	موجب کلیہ	x	x	x	x
۱۰	سالہ کلیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۱۱	سالہ کلیہ	سالہ کلیہ	x	x	x	x
۱۲	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۳	سالہ جزئیہ	موجب کلیہ	x	x	x	x
۱۴	سالہ جزئیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۱۵	سالہ جزئیہ	سالہ کلیہ	x	x	x	x
۱۶	سالہ جزئیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x

☆ شرائط شکل اول ☆ (۱) ایجاب صغری (۲) فعلیت صغری (۳) کلیت کبری

ضروب نتیجہ (۴) ضروب عقیدہ (۱۴)

قوله: بالضرورة: متعلق بقوله ينتج والمقصود الاشارة الى ان انتاج هذا الشكل

للمحسورات الاربع بدیہی بخلاف انتاج سائر الاشكال لتنتائجها كما سیجی تفصیلها

ترجمہ:- یہ متعلق ہے اس کے قول ينتج کے ساتھ اور مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس شکل کا محسورات اربعہ کیلئے

نتیجہ دینا بدیہی ہے بخلاف نتیجہ دینے باقی اشكال کے اپنے نتیجوں کیلئے جیسا کہ اس کی تفصیل عنقریب آئیگی۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض متن کے لفظ بالضرورة کا فائدہ بتلانا ہے۔

تشریح:- بالضرورة یہ ينتج کے متعلق ہے اور مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس شکل (اول) کا محسورات

اربعہ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) کیلئے نتیجہ دینا بدیہی ہے بخلاف باقی تمام اشكال کے نتائج کے جیسا کہ

عنقریب اس کی تفصیل آئیگی (یعنی باقی اشكال کا نتیجہ بدیہی نہیں ہوتا بلکہ ان کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنا پڑتا ہے)

قوله: وفي الشانئ اختلافهما: ای یشرط فی هذا الشكل بحسب کیفیة اختلاف

المقدمتین فی السلب والایجاب وذلك لانه لو تألف هذا الشكل من الموجبتین یحصل

الاختلاف وهو ان یکون الصادق فی نتیجة القیاس الایجاب تارة والسلب اخرى فانه لو

قلنا کل انسان حیوان وکل ناطق حیوان كان الحق الایجاب ولو بدلنا الکبری بقولنا کل

فرس حیوان كان الحق السلب وكذا الحال لو تألف من سالتین كقولنا لاشئ من الانسان

بحجر ولا شئ من الناطق بحجر كان الحق الایجاب ولو قلت لاشئ من الفرس بحجر كان

الحق السلب والاختلاف دلیل عدم الانتاج فان نتیجة هو القول الاخر الذی یلزم من

المقدمتین فلو كان اللازم من المقدمتین الموجبة لما كان الحق فی بعض المواد هو السالبة

ولو كان اللازم منهما السالبة لما صدق فی بعض المواد الموجبة

ترجمہ:- یعنی اس شکل میں شرط لگائی جاتی ہے باعتبار کیفیت کے ایجاب و سلب میں دونوں مقدموں کے مختلف ہونے کی اور یہ

اس لئے ہے کہ اگر یہ شکل دو موجبہ سے مرکب ہو تو اختلاف حاصل ہوگا اور وہ یہ ہے کہ جو قیاس کے نتیجے میں صادق آتا ہے وہ

کبھی ایجاب ہوتا ہے اور کبھی سلب پس اگر ہم کہیں کل انسان حیوان و کل ناطق حیوان تو حق ایجاب ہے اور اگر ہم

کبریٰ کو تبدیل کر دیں اپنے قول کل فرس حیوان کے ساتھ تو حق سلب ہے اسی طرح حال ہے اگر دو سالہ سے مرکب ہو جیسا کہ ہمارا قول لاشی من الانسان بحجر و لاشی من الناطق بحجر تو حق ایجاب ہے اور اگر تو کہے لاشی من الفرس بحجر تو حق سلب ہے اور اختلاف نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے پس بلاشبہ نتیجہ تو وہ قول آخر ہے جو دونوں مقدموں سے لازم آتا ہے پس اگر دونوں مقدموں سے لازم آنے والا موجب ہے تو بعض مادوں میں سلب حق نہ ہوگا اور اگر ان مقدموں سے لازم آنے والا سالہ ہے تو نہیں صادق آئیگا موجب بعض مادوں میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثانی کے نتیجہ دینے کیلئے شرائط کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل ثانی کے نتیجہ دینے کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) پہلی شرط کیف کے اعتبار سے ہے کہ کیفیت میں دونوں قضیے مختلف ہوں (۲) دوسری شرط کیت کے اعتبار سے ہے کہ کبریٰ ہمیشہ کلیہ ہو۔

یہاں شارح دلیل کے ساتھ ثابت کر رہے ہیں کہ اختلاف قہتین اور کلیت کبریٰ کی شرط شکل ثانی میں کیوں ہے؟ اس قول میں اختلاف قہتین کی شرط کی دلیل بیان کی ہے فرماتے ہیں کہ اختلاف مقدمین فی الکلیف کی شرط اس لئے لگائی ہے تاکہ اختلاف نتیجہ لازم نہ آئے اگر دونوں قضیے کیفیت میں مخالف نہ ہوں تو اس وقت اختلاف نتیجہ لازم آئیگا کبھی تو نتیجہ موجب ہو کر سچا آئیگا اور کبھی سالہ ہو کر سچا آئیگا حالانکہ شکل ثانی کیلئے نتیجہ سالہ آنا لازم ہے جب ایک شکل کیلئے یہ نتیجہ معین ہو چکا ہے تو پھر اس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا اگر کہیں خلاف ہوگا تو پھر وہ شکل صحیح نہیں ہوگی اگر دونوں قضیے یعنی صغریٰ و کبریٰ موجب ہوں گے تو ایک مرتبہ جب ہم ترتیب دیں گے تو نتیجہ موجب ہو کر سچا آئیگا اور دوسری مرتبہ جب شکل کے کبریٰ میں تھوڑی سی تبدیلی واقع کریں گے تو نتیجہ سالہ ہو کر سچا آئیگا جیسے کل انسان حیوان یہ صغریٰ ہے اور (کبریٰ) کل ناطق حیوان نتیجہ موجب کلیہ سچا ہے کل انسان ناطق یہاں موجب جزئیہ بھی سچا ہے بعض الانسان ناطق لیکن سالہ یہاں سچا نہیں اس شکل کے کبریٰ میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے کل ناطق حیوان کی بجائے کل فرس حیوان کہا جائے تو اب نتیجہ سالہ ہو کر سچا آئیگا مثلاً یوں کہیں گے (صغریٰ) کل انسان حیوان (کبریٰ) کل فرس حیوان یہاں (نتیجہ) سالہ کلیہ لاشی من الانسان بفرس سچا ہے۔ سالہ جزئیہ بعض الانسان لیس بفرس یہ بھی سچا ہے کیونکہ یہاں دوسرے بعض کی نفی نہیں لیکن یہاں موجب نتیجہ سچا نہیں آ رہا کل انسان فرس یہ سچا نہیں دونوں مقدمین سالہ ہوں تو کبھی نتیجہ موجب ہو کر سچا آئیگا اور کبھی سالہ ہو کر سچا آئیگا جیسے (صغریٰ) لاشی من الانسان بحجر (کبریٰ) لاشی من الناطق بحجر یہاں نتیجہ موجب کلیہ کل انسان ناطق تو سچا ہے اسی طرح موجب جزئیہ بعض الانسان ناطق بھی سچا ہے اس میں دوسرے بعض انسانوں کی نفی نہیں

لیکن سالبہ کلیہ یہاں سچا نہیں یعنی یوں کہا جائے کہ لاشی من الانسان بناطوق تو یہ سچا نہیں یہ صورت تو وہ تھی کہ جب نتیجہ سالبوں سے موجب ہو کر سچا آئے دو سالبوں سے نتیجہ سالبہ ہو کر سچا آئے جیسے اسی شکل کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی کی جائے لاشی من الناطق بحجر کی بجائے لاشی من الفرس بحجر کہا جائے تو نتیجہ سالبہ سچا آئے گا لاشی من الانسان بفرس سالبہ؟ یہ بعض الانسان لیس بفرس بھی سچا آئے گا لیکن موجب کلیہ کل انسان فرس یہ سچا نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف مقدمات فی الکلیف ضروری ہے تاکہ ایک قسم کا نتیجہ جس شکل کیلئے متعین ہے وہی نکلے اگر سالبہ نتیجہ متعین ہے تو ہمیشہ سالبہ ہی نکلے سبھی موجب صحیح نہ ہو اور اگر موجب نتیجہ متعین ہے تو ہمیشہ موجب ہی نکلے سبھی موجب صحیح نہ ہو۔

قولہ: کلیة الكبرى: ای یشرط فی الشكل الثانی بحسب الحكم کلیة الكبرى اذ عند حزیئتها بحصل الاختلاف کقولنا کل انسان ناطق وبعض الحيوان لیس بناطوق کان الحق الايجاب ولو قلنا بعض الصاهل لیس بناطوق کان الحق السلب ترجمہ:- یعنی شکل ثانی میں باعتبار کیت کے شرط لگائی جاتی ہے کبری کے کلیہ ہونے کی کیونکہ اس کے جزئیہ ہونے کے وقت اختلاف حاصل ہوگا جیسے ہمارا قول کل انسان ناطق وبعض الحيوان لیس بناطوق تو حق ایجاب ہے اور اگر ہم کہیں بعض الصاهل لیس بناطوق تو حق سلب ہوگا۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل ثانی میں کلیت کبری کی شرط لگانے کی دلیل بیان کرنا ہے۔

تشریح:- فرماتے ہیں کہ ہم نے شکل ثانی میں کلیت کبری کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اگر کبری جزئیہ بن جائے تو پھر اختلاف نتیجہ لازم آئے گا کبھی تو ایک ضرب شکل ثانی کا نتیجہ موجب درست ہوگا اور کبھی سالبہ درست ہوگا جیسے کل انسان ناطق یہ سبزی ہے اور کبری بعض الحيوان لیس بناطوق یہاں نتیجہ موجب سچا ہے بعض الانسان حیوان یہاں دوسرے بعض کی نفی مراد نہیں اور اسی مثال کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر دو بعض الحيوان کی جگہ کبری میں بعض الصاهل لیس بناطوق کہو تو نتیجہ سالبہ سچا آئے گا ای بعض الانسان لیس بصاهل یہاں بھی دوسرے بعض افراد کی نفی نہیں اصل میں یہاں شکل ثانی کے کبری کے کلیہ ہونے کی دلیل تو وہی ہے جو کہ شکل اول کے کبری کیلئے ہے لیکن یہاں اس نے اس دلیل کو آسان سمجھ کر ذکر کر دیا۔

قوله: مع دوام الصغری: ای بشرط فی هذا الشكل بحسب الجهة امران الاول احد الامرین اما ان یتصدق الدوام علی الصغری ای تكون دائمة او ضرورية واما ان تكون الكبرى من القضايا الست التي تنعكس سوالها لامن التسع التي لا تنعكس سوالها والثانی ایضا حد الامرین وهو ان الممكنة لا تستعمل فی هذا الشكل الا مع الضرورية سواء كانت لضرورية صغری او كبرى او مع كبرى مشروطة عامة او خاصة وحاصله ان الممكنة ان كانت صغری كانت الكبرى ضرورية او مشروطة عامة او خاصة وان كانت كبرى كانت الصغری ضرورية لا غیر ودلیل الشرطین انه لولا هما لزم الاختلاف والتفصیل لا یناسب هذا المختصر

ترجمہ:- یعنی اس شکل میں باعتبار جہت کے شرط لگائی جاتی ہے دو چیزوں کی (۱) اول دو امور میں سے ایک ہے اور وہ یہ کہ یا تو دوام سچا آئے صغری پر بایں طور کہ وہ دائمہ یا ضروریہ ہو یا کبری ان چھ (۶) قضایا میں سے ہو جن کے سوالوں کا عکس آتا ہے ان نو قضایا میں سے نہ ہو جن کے سوالوں کا عکس نہیں آتا (۲) دوسری چیز بھی دو امور میں سے ایک ہے وہ یہ کہ ممکنہ اس شکل میں نہیں استعمال ہوتا مگر ضروریہ کے ساتھ برابر ہے کہ ضروریہ صغری ہو یا کبری یا نہیں استعمال ہوتا مگر کبری مشروطہ عامہ یا خاصہ کے ساتھ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ممکنہ اگر صغری ہو تو کبری ضروریہ یا مشروطہ عامہ یا خاصہ ہوگا اور اگر وہ ممکنہ کبری ہو تو صغری ضروریہ ہوگا نہ کہ کوئی اور۔ اور دلیل دونوں شرطوں کی یہ ہے کہ اگر وہ دونوں شرطیں نہ ہوں تو نتیجہ کا مختلف ہونا لازم آئے گا اور تفصیل اس مختصر کتاب کے مناسب نہیں ہے۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل ثانی کیلئے جہت کے اعتبار سے فعلیت کی شرط کی دلیل بیان کرنی ہے۔

تشریح:- جہت کے اعتبار سے شکل ثانی میں شرط دو امر ہیں اور ان دو امور میں سے ہر ایک کی دو جزئیں ہیں۔

پہلا امر:- صغری دائمہ مطلقہ ہو یا ضروریہ مطلقہ یا کبری ان چھ قضایا میں سے ہو جن کے سوالوں کا عکس آتا ہے وہ چھ قضیے یہ ہیں (۱) دائمہ مطلقہ (۲) ضروریہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مشروطہ خاصہ (۶) عرفیہ خاصہ۔ کبری ان نو قضایا میں سے نہ ہو جن کے سوالوں کا عکس نہیں آتا۔

دوسرا امر:- صفری ممکنہ نہ ہو اگر ممکنہ ہو جائے تو پھر اس کے ساتھ ضروریہ کا ہونا ضروری ہے اور اگر صفری ممکنہ ہے تو کبری ضروریہ مطلقہ، شرط عامہ اور شرط خاصہ تینوں واقع ہو سکتے ہیں اور اگر کبری ممکنہ ہو تو پھر صفری کیلئے متعین ہے کہ وہ ضروریہ مطلقہ ہو ان دو شرطوں کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو پھر اختلاف نتیجہ لازم آئے گا اس کی مثالیں اور دلائل وغیرہ بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

قوله: لينتج الكليتان: الضروب المنتجة في هذا الشكل ايضا اربعة حاصلة من ضرب الكبرى الموجبة الكلية في الصغرى السالبة الكلية والجزئية وضرب الكبرى السالبة الكلية في الصغرى الموجبتين فالضرب الاول هو المركب من الكليتين والصغرى موجبة نحو كل ج ب ولاشي من آ ب والضرب الثاني هو المركب من كليتين وصغرى سالبة نحو لاشي من ج ب وكل آ ب والنتيجة منهما سالبة كلية نحو لاشي من ج آ واليهما اشار المصنف بقوله لينتج الكليتان سالبة كلية والضرب الثالث هو المركب من صفري موجبة جزئية وكبرى سالبة كلية نحو بعض ج ب ولاشي من آ ب والضرب الرابع هو المركب من صفري سالبة جزئية وكبرى موجبة كلية نحو بعض ج ليس ب وكل آ ب والنتيجة منهما سالبة جزئية نحو بعض ج ليس آ واليهما اشار المصنف بقوله والمختلفان في الكم ايضا اي القضيتان اللتان هما مختلفتان في الكم كما انهما مختلفتان في الكيف ينتج سالبة جزئية بناء على ما سبق من الشرائط

ترجمہ:- وہ اقسام جو اس شکل میں نتیجہ دینے والی ہیں وہ بھی چار ہیں جو حاصل ہونے والی ہیں کبری کلیہ موجبہ کو دو صفری سالبہ کلیہ اور جزئیہ میں ضرب دینے سے اور کبری کلیہ سالبہ کو دو صفری موجبہ میں ضرب دینے سے پہلی قسم وہ ہے جو دو کلیہ سے مرکب ہو اور صفری موجبہ ہو جیسے کل ج ب ولاشي من آ ب اور دوسری قسم وہ ہے جو دو کلیوں سے مرکب ہو اور صفری سالبہ ہو جیسے لاشي من ج ب وكل آ ب اور نتیجہ ان دونوں میں سالبہ کلیہ ہوگا جیسے لاشي من ج آ اور انہی دو کی طرف مصنف نے اپنے قول لينتج الكليتان سالبة كلية کے ساتھ اشارہ کیا ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو صفری موجبہ جزئیہ اور کبری سالبہ کلیہ

بعض ج ب ولاشی من آب اور چوٹی قسم وہ ہے جو صفری سالبہ جزئیہ اور کبری موجبہ کلیہ سے مرکب ہو
بعض ج لیس ب و کل آب اور نتیجہ ان دونوں میں سالبہ جزئیہ ہوگا جیسے بعض ج لیس آ اور انہی دو کی طرف
نے اپنے قول والمختلفان فی الکم ایضا سالبہ جزئیہ کے ساتھ اشارہ کیا ہے ایضا کا مطلب یہ ہے کہ وہ دو
قسم میں بھی مختلف ہوں جس طرح کہ وہ کیف میں مختلف ہوتے ہیں بنا کرتے ہوئے اس پر جو شرائط میں گزر چکا ہے۔

ی شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثانی میں جو شرائط نتیجہ دینے کیلئے لگائی گئی ہیں ان کا فائدہ بیان کرنا ہے۔

ی:۔ اس شکل ثانی میں بھی عقلی احتمالات سولہ نکلتے ہیں لیکن جب شرائط نتیجہ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے تو یہاں بھی صرف چار ضروری
دینے والی نکلتی ہیں۔

ی ضرب:۔ صفری موجبہ کلیہ اور کبری سالبہ کلیہ ہو تو نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا جیسے کل ج ب ولاشی من آب (نتیجہ)
ی من ج آ (یہ ضرب نقشہ میں تیسرے نمبر پر ہے)

ی ضرب:۔ صفری سالبہ کلیہ اور کبری موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا جیسے لا شی من ج ب و کل آب (نتیجہ)
یہ کلیہ لا شی من ج آ اسی کی طرف ماتن نے لیسج الکلیتان سالبہ کلیہ (تا کہ دو کلیتان سالبہ کلیہ نتیجہ دیں) میں
ارہ کیا ہے (یہ ضرب نقشہ میں نویں نمبر پر ہے)

ی ضرب: صفری موجبہ جزئیہ کبری سالبہ کلیہ نتیجہ سالبہ جزئیہ جیسے بعض ج ب ولاشی من آب (نتیجہ) سالبہ جزئیہ
بعض ج لیس آ (یہ ضرب نقشہ میں ساتویں نمبر پر ہے)

ی ضرب:۔ صفری سالبہ جزئیہ کبری موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ سالبہ جزئیہ جیسے بعض ج لیس ب و کل آب (نتیجہ) بعض
ج لیس آ اسی کی طرف ماتن نے اپنے قول والمختلفان فی الکم ایضا سالبہ جزئیہ میں اشارہ کیا ہے شکل ثانی میں
بسیا کہ کیفیت کا اختلاف تو پہلے سے ضروری ہے لیکن ان آخری دو ضربوں میں کیت میں بھی اختلاف ضروری ہوگا (یہ ضرب
نقشہ میں تیرہویں نمبر پر ہے)

یہ چاروں ضرب اور مکمل سولہ احتمالات بمع امثلہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ کریں

☆ نقشہ شکل ثانی ☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجب کلیہ	موجب کلیہ	x	x	x	x
۲	موجب کلیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۳	موجب کلیہ	سالہ کلیہ	سالہ کلیہ	لاشی من القديم بمرکب	لاشی من الجسم بقدم	x
۴	موجب کلیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۵	موجب جزئیہ	موجب کلیہ	x	x	x	x
۶	موجب جزئیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۷	موجب جزئیہ	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	بعض الجسم لیس بقدم	x
۸	موجب جزئیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۹	سالہ کلیہ	موجب کلیہ	سالہ کلیہ	لاشی من القديم بمرکب	لاشی من الجسم بجسم	x
۱۰	سالہ کلیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۱۱	سالہ کلیہ	سالہ کلیہ	x	x	x	x
۱۲	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۳	سالہ جزئیہ	موجب کلیہ	سالہ جزئیہ	بعض الحجر لیس بحدوان	بعض الحجر لیس بانسان	x
۱۴	سالہ جزئیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۱۵	سالہ جزئیہ	سالہ کلیہ	x	x	x	x
۱۶	سالہ جزئیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x

☆ شرائط شکل ثانی ☆ (۱) اختلاف القدمین فی الکلیف (۲) کلیت کبری

ضروب نتیجہ (۱) - ضروب نتیجہ (۱۲)

قوله: بالخلف: یعنی ان دلیل انتاج هذه الضروب لهاتین نتیجتین امور الاول الخلف
 وهو ان يجعل نقيض النتيجة لا يجابه صفري وكبرى القياس لكليتها كبرى لينتج من
 الشكل الاول ما ينافي الصفري وهذا جار في الضروب الاربع كلها والثاني عكس الكبرى
 ليرتد الى الشكل الاول فينتج النتيجة المطلوبة وذلك انما يجري في الضرب الاول
 والثالث لان كبراهما سالبة كلية تنعكس كنفسها واما الاخران فكبراهما موجبة كلية
 لا تنعكس الا الى موجبة جزئية لا تصلح لكبروية الشكل الاول مع ان صفراهما سالبة ايضا
 لا تصلح لصفروية الشكل الاول والثالث ان ينعكس الصفري فيصير شكلا رابعا ثم ينعكس
 الترتيب يعني يجعل عكس الصفري كبرى والكبرى صفري فيصير شكلا اوليا لينتج نتيجة
 تنعكس الى النتيجة المطلوبة وذلك انما يتصور فيما يكون عكس الصفري كلية ليصلح
 لكبروية الشكل الاول وهذا انما هو في الضرب الثاني فان صفراها سالبة كلية تنعكس
 كنفسها واما الاول والثالث فصفراهما موجبة لا تنعكس الا جزئية واما الرابع فصفراها
 سالبة جزئية لا تنعكس ولو فرض انعكاسها لا تنعكس الا جزئية ايضا فتدبر

ترجمہ:- یعنی ان اقسام کے یہ دو نتیجے دینے کی دلیل چند امور ہیں اول دلیل خلفی ہے اور وہ یہ ہے کہ نقيض نتیجہ کو اس کے موجب
 ہونے کی وجہ سے صفری بنایا جائے اور قیاس کے کبری کو اس کے کلیہ ہونے کی وجہ سے کبری بنایا جائے تاکہ شکل اول سے وہ نتیجہ
 حاصل ہو جو صفری کے منافی ہو اور یہ دلیل خلفی چاروں اقسام میں جاری ہے اور ثانی (امر) کبری کا عکس کرنا تاکہ وہ شکل اول
 ہو جائے پس مطلوبہ نتیجہ دے اور یہ سوا اس کے نہیں پہلی قسم اور تیسری قسم میں جاری ہوتا ہے اس لئے کہ ان کا کبری سالبہ کلیہ ہوتا
 ہے جس کا عکس اسی کی طرح آتا ہے اور بہر حال دوسرے دو پس ان کا کبری موجبہ کلیہ ہوتا ہے جس کا عکس نہیں آتا مگر ایسا موجبہ
 جزئیہ جو شکل اول کا کبری نہیں بن سکتا باوجود اس کے کہ ان کا صفری بھی ایسا سالبہ ہوتا ہے جو شکل اول کا صفری بننے کی صلاحیت
 نہیں رکھتا۔ اور تیسرا (امر) یہ ہے کہ صفری کا عکس کیا جائے پس وہ شکل رابع بن جائے گی پھر ترتیب کا عکس کیا جائے یعنی عکس
 صفری کو کبری اور کبری کو صفری بنایا جائے پس وہ شکل اول بن جائے تاکہ ایسا نتیجہ دے جس کا عکس نتیجہ مطلوبہ آئے اور یہ بات سوا

اس کے نہیں اسی قسم میں متصور ہو سکتی ہے جس قسم میں صغریٰ کا عکس کلیہ ہوتا ہے تاکہ وہ شکل اول کے کبریٰ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور یہ بات سوا اس کے نہیں دوسری قسم میں موجود ہے کیونکہ بلاشبہ اس کا صغریٰ ایسا سالبہ کلیہ ہوتا ہے جس کا عکس خود اس کی طرف آتا ہے اور بہر حال پہلی اور تیسری قسم پس ان کا صغریٰ ایسا موجب ہوتا ہے جس کا عکس نہیں آتا مگر جزئیہ اور بہر حال قسم اس کا صغریٰ ایسا سالبہ جزئیہ ہوتا ہے کہ اس کا عکس نہیں آتا اور اگر اس کا عکس فرض کر لیا جائے تو نہ ہوگا مگر جزئیہ ہی منطقی ہے۔
غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثانی کے نتیجہ کے منوانے کے دلائل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل ثانی کے نتیجہ کو منوانے کی منطقیوں کے پاس تین دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل:۔ دلیل خلفی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا شکل ثانی کا نکالا ہوا نتیجہ مان لوور نہ پھر اس کی نقیض کو مانو اس شکل کے جتنے بھی نتیجے ہیں وہ سالبہ ہیں ان کی نقیض چونکہ موجب نکلے گی نقیض موجب یہ شکل اول کا صغریٰ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے لئے ہم اس نتیجہ کی نقیض کو بوجہ موجب ہونے کے شکل اول کا صغریٰ بنائیں گے اور شکل ثانی میں جو نتیجہ نکلے گا وہ شکل ثانی کے بالکل منافی ہوگا۔ حالانکہ صغریٰ تو مفروض الصدق ہے اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا نتیجہ درست ہے اور اس کی نقیض ماننا درست نہیں یہ دلیل خلفی شکل ثانی کی چاروں ضربوں کے نتیجے منوانے کیلئے چلتی ہے اسی وجہ سے اس کو باقی دو دلیلوں مقدم ذکر کیا ہے۔

دوسری دلیل:۔ شکل ثانی کا نتیجہ منوانے کیلئے یہ ہے کہ شکل ثانی کے کبریٰ کا عکس نکالیں گے چونکہ شکل ثانی میں حد اوسط درجہ میں محمول ہوتی ہے تو جب ہم کبریٰ کا عکس کریں گے تو حد اوسط موضوع بن جائے گی صغریٰ میں پہلے سے محمول کی جگہ میں تھی اس میں عکس کے بعد موضوع کی جگہ میں آگئی اور اب خود بخود شکل اول تیار ہو جائے گی اور اس سے جو نتیجہ نکلے گا وہ بعینہ شکل ثانی کا نتیجہ ہوگا اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا شکل ثانی کا نکالا ہوا نتیجہ بالکل درست ہے یہ دلیل صرف ان شکلوں میں جاری ہوگی میں کبریٰ شکل ثانی کا سالبہ کلیہ ہو کیونکہ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آئے گا اور یہ عکس کلیہ پھر شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے یہ دلیل صرف ضرب اول اور ضرب ثالث میں چلے گی کیونکہ ان دونوں ضربوں میں کبریٰ سالبہ کلیہ ہوتا ہے ضرب اول اور رابع میں چونکہ کبریٰ موجب کلیہ ہوتا ہے اور اس کا عکس چونکہ موجب جزئیہ آتا ہے اور موجب جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے ان دو ضربوں میں یہ دلیل نہیں چلے گی۔

تیسری دلیل:۔ شکل ثانی کا نتیجہ منوانے کیلئے منطقیوں کے پاس تیسرا طریقہ یہ ہے کہ شکل ثانی کے صغریٰ کا عکس کیا جائے

شکل ثانی میں صغریٰ میں حد اوسط محمول ہوتی ہے جب اس کا عکس کریں گے تو موضوع بن جائے گی اور کبریٰ میں تو پہلے سے محمول ہے اب حد اوسط موضوع فی الصغریٰ اور محمول فی الکبریٰ بن جائے گی اور یہ شکل رابع بن جائیگی کیونکہ اس میں بھی حد وسط موضوع فی الکبریٰ اور محمول فی الصغریٰ ہوتی ہے پھر اس شکل رابع میں عکس ترتیب کریں گے یعنی صغریٰ کو کبریٰ اور کبریٰ کو صغریٰ بنائیں تو اب یہ شکل اول تیار ہو جائیگی اس سے جو نتیجہ حاصل ہوگا اس کا عکس نکالیں گے اور یہ معکوس شدہ نتیجہ شکل ثانی کے نتیجہ کے موافق ہوگا اس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ ہمارا شکل ثانی کا نکالا ہوا نتیجہ درست ہے یہ دلیل صرف ان ضربوں میں چلے گی جن ضربوں کے صغریٰ کا عکس کلیہ آتا ہو کیونکہ ہم نے پھر اس معکوس شدہ صغریٰ کو شکل اول کا کبریٰ بنانا ہے اور شکل اول کا کبریٰ کلیہ ہوتا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ شکل ثانی کا صغریٰ وہ ہو جس کا عکس آ سکتا ہو اور یہ صرف ضرب ثانی میں ہوتا ہے کیونکہ اس میں صغریٰ سالبہ کلیہ ہوتا ہے اس کا عکس بھی سالبہ کلیہ آئیگا اور یہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے یہ دلیل صرف ضرب ثانی میں جاری ہوگی ضرب اول اور ضرب ثالث میں یہ دلیل اس لئے جاری نہیں ہوگی کیونکہ ان میں صغریٰ موجبہ ہوتا ہے اور وہ جزئیہ عکس دیتا ہے اور جزئیہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ضرب رابع میں بھی یہ دلیل نہیں چلے گی کیونکہ اس میں صغریٰ سالبہ جزئیہ ہوتا ہے اور سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں اور اگر ہم بالفرض مان لیں کہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہے تو وہ بھی سالبہ جزئیہ ہی ہوگا اور سالبہ جزئیہ یہ بھی شکل اول کا کبریٰ بننے کی بوجہ جزئیہ ہونے کے صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے یہ دلیل ضرب رابع میں بھی نہیں جاری ہوگی۔

قوله: ایجاب الصغریٰ و فعلیتها: لان الحکم فی کبراه سواء کان ایجابا او سلبا علی

ما هو اوسط بالفعل کما مر فلولم يتحد الا صغر مع الاوسط بالفعل بان لا يتحد اصلا وتكون

الصغری سالبة او يتحد لكن لا بالفعل وتكون الصغری موجبة ممکنة لم يتعد الحکم من

الاطرف بالفعل الی الا صغر

ترجمہ:- (یہ شرط) اس لئے کہ حکم اس کے کبریٰ میں برابر ہے کہ وہ حکم ایجابی ہو یا سلبی ہو ان افراد پر ہوتا ہے جو بالفعل حد اوسط

ہیں جیسا کہ گزر چکا پس اگر صغریٰ متحد ہو حد اوسط کے ساتھ بالفعل بایں طور کہ بالکل ہی متحد نہ ہو اور صغریٰ سالبہ ہو یا متحد ہو لیکن

بالفعل نہ ہو اور صغریٰ موجبہ ممکنہ ہو تو نہیں متعدی ہوگا حکم حد اوسط سے صغریٰ طرف بالفعل۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل ثالث کی شرائط اور ان کی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- شکل ثالث میں تین شرطیں ہیں (۱) کیفیت کے اعتبار سے ایجاب منفی (۲) کیت کے اعتبار سے کلیہ احد المقدمتین (۳) جہت کے اعتبار سے فعلیت منفی۔ اس قولہ میں ایجاب منفی اور فعلیہ منفی کی شرط لگانے کی دلیل بیان کر رہے ہیں۔ فعلیت منفی کی شرط تو اس لئے ہے کہ کبریٰ میں جو حکم ہوگا وہ اوسط کے ان افراد پر ہوگا جو اوسط بالفعل ہیں شیخ کے مذہب کے مطابق اگر اصغر (منفی) کبریٰ کے ساتھ بالفعل حکم کے ہونے میں متحد نہ ہو تو اس وقت حکم اوسط سے اصغر کی طرف متعدی نہیں ہو سکے گا ایجاب منفی کی شرط بھی اسی لئے ہے کہ اگر منفی سالبہ ہو اور کبریٰ موجبہ ہو تو اس وقت بھی حکم اوسط بالفعل سے اصغر تک نہیں پہنچ سکے گا۔

قولہ: مع کلیة احدهما: لانه لو كانت المقدمتان جزئيتين لجاز ان يكون البعض من الاوسط المحكوم عليه بالاصغر غير البعض المحكوم عليه بالاكبر فلا يلزم تعدية الحكم من الاكبر الى الاصغر

ترجمہ: (یہ شرط) اس لئے کہ اگر دونوں مقدمے جزئیہ ہوں تو جائز ہے کہ حد اوسط کے بعض وہ افراد جن پر اصغر کے ساتھ حکم لگایا گیا ہے وہ غیر ہوں بعض ان افراد کا جن پر اکبر کے ساتھ حکم لگایا گیا ہو پس نہیں لازم آئے گا حکم اکبر سے اصغر کی طرف متعدی ہونا غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل ثالث میں منفی اور کبریٰ میں سے ایک کے کلیہ ہونے کی شرط کی دلیل بیان کرنا ہے۔

تشریح:- کلیہ احدهما اس لئے شرط ہے کہ اگر منفی اور کبریٰ دونوں جزئیہ ہوں جیسے بعض الحيوان انسان وبعض الحيوان فرس تو اس وقت معلوم نہیں ہوگا کہ کبریٰ کے اندر جو اوسط کے بعض افراد محکوم علیہ بن رہے ہیں فروسیت کے ساتھ وہ کبریٰ کے ان بعض افراد میں (جو منفی میں اوسط کے بعض افراد محکوم علیہ بن رہے ہیں) داخل ہیں یا نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ منفی میں بعض الحيوان سے مراد وہ افراد ہوں جو کہ انسانی افراد ہیں اور کبریٰ میں بعض الحيوان سے مراد وہ افراد ہوں جو کہ فروسیت کے ساتھ متصف ہیں جب یہ دونوں آپس میں غیر غیر ہو گئے تو اب اکبر سے اصغر کی طرف حکم متعدی نہیں ہو سکے گا ہاں اگر ان میں سے ایک کلیہ ہو مثلاً منفی کلیہ ہو کہ کل حيوان انسان تو اس وقت کبریٰ میں جو بعض الحيوان ہیں وہ بھی یقیناً ان کل حيوان میں ضرور داخل ہونگے اب حکم اکبر سے اصغر کی طرف متعدی کرنا درست ہو جائے گا۔

قوله: الموجبتان: الضروب المنتجة في هذا الشكل بحسب الشرائط المذكورة
 ستة حاصلة من ضم الصغرى الموجبة الكلية الى الكبريات الاربع وضم الصغرى الموجبة
 الجزئية الى الكبريين الكلتيين الموجبة والسالبة وهذه الضروب كلها مشتركة في انها
 لا تنتج الا جزئية لكن ثلاثة منها تنتج الايجاب وثلاثة منها تنتج السلب واما المنتجة
 للايجاب فاولها المركب من موجبتين كلتيين نحو كل ج ب و كل ج آ فبعض ب آ و
 ثانيهما المركب من موجبة جزئية صغرى وموجبة كلية كبرى والى هذين اشار المصنف
 بقوله لينتج الموجبتان اى الصغرى مع الموجبة الكلية اى الكبرى والثالث عكس الثانى
 اعنى المركب من موجبة كلية صغرى وموجبة جزئية كبرى واليه اشار بقوله او بالعكس
 فليس المراد بالعكس عكس الضربين المذكورين اذ ليس عكس الاول الا الاول فتأمل
 واما النتيجة للسلب فاولها المركب من موجبة كلية وسالبة كلية والثانى من موجبة جزئية
 وسالبة كلية واليهما اشار بقوله مع السالبة الكلية اى لينتج الموجبتان السالبة الكلية و
 الثالث من موجبة كلية وسالبة جزئية كما قال والكلية مع الجزئية اى الموجبة الكلية مع
 السالبة الجزئية

ترجمہ: جو اقسام اس شکل میں شرائط مذکورہ کے مطابق نتیجہ دینے والی ہیں وہ چھ ہیں۔ جو حاصل ہونے والی ہیں صغریٰ مو
 کلیہ کو چاروں کبریٰ کی طرف ملانے سے اور صغریٰ موجبہ جزئیہ کو دو کبریٰ کلیہ موجبہ و سالبہ کی طرف ملانے اور یہ ساری قسمیں
 بات میں مشترک ہیں کہ وہ نہیں نتیجہ دیتیں مگر جزئیہ لیکن ان میں سے تین نتیجہ دیتی ہیں موجبہ اور تین ان میں سے نتیجہ دیتی ہیں
 سالبہ بہر حال جو موجبہ نتیجہ دیتی ہیں پس ان میں سے اول وہ ہے جو مرکب ہو دو موجبہ کلیہ سے جیسے کل ج ب و کل ج آ
 فبعض ب آ اور ان میں سے ثانی وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغریٰ اور موجبہ کلیہ کبریٰ سے اور ان دونوں قسموں کی طرف
 مصنف نے اشارہ کیا ہے اپنے قول لينتج الموجبتان (اى الصغرى) مع الموجبة الكلية (اى الكبرى) کے ساتھ
 اور تیسری قسم دوسری کا عکس ہے میں مراد لیتا ہوں وہ جو موجبہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ جزئیہ کبریٰ سے مرکب ہو اور اسی کی طرف

مصنف نے اپنے قول او بالعکس کے ساتھ اشارہ کیا ہے پس عکس سے مراد دو مذکورہ قسموں کا عکس نہیں کیونکہ اول کا عکس نہیں ہوتا مگر اول ہی پس تو تامل کر لے اور بہر حال جو اقسام سالبہ کا نتیجہ دینے والی ہیں ان میں سے اول قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجب کلیہ اور سالبہ کلیہ سے اور ثانی قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجب جزئیہ اور سالبہ کلیہ سے اور ان دونوں قسموں کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے اپنے قول ومع السالبة الكلية کے ساتھ یعنی تاکہ نتیجہ دیں دو موجب سالبہ کلیہ اور تیسری قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجب کلیہ اور سالبہ جزئیہ سے جیسا کہ کہا ہے مصنف نے او الكلية مع الجزئية یعنی موجب کلیہ سالبہ جزئیہ کے ساتھ مل کر۔
غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثالث کی ضرورت منجہ کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل ثالث کے نتیجہ دینے والی شرائط کا جب لحاظ کیا جاتا ہے تو نتیجہ دینے والی ضربیں صرف چھ بنتی ہیں پہلی چار ضربیں صغریٰ موجب کلیہ کے ساتھ چاروں کبریٰ (موجبہ کلیہ، موجب جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) ملائے جائیں

﴿ ۵ ﴾ صغریٰ موجب جزئیہ ہو اور کبریٰ موجب کلیہ

﴿ ۶ ﴾ صغریٰ موجب جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ۔

شکل ثالث کی یہ جو چھ ضربیں منجہ ہیں ان کا نتیجہ ہمیشہ جزئیہ ہی آئے گا۔ کلیہ نتیجہ نہیں آئے گا ہاں البتہ تین ضربوں کا نتیجہ موجب جزئیہ اور تین ضربوں کا سالبہ جزئیہ آتا ہے پہلے ان تین ضربوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جن کا نتیجہ موجب جزئیہ آتا ہے۔

(۱) پہلی ضرب:۔ صغریٰ موجب کلیہ اور کبریٰ بھی موجب کلیہ جیسے ک ج ب و ک ج آ (نتیجہ) بعض ب آ (یہ ضرب نقشے میں پہلے نمبر پر ہے)

(۲) دوسری ضرب:۔ صغریٰ موجب جزئیہ اور کبریٰ موجب کلیہ جیسے بعض ج ب و ک ج آ (نتیجہ) بعض ب آ ان دو ضربوں کی طرف ماتن نے اپنی عبارت لستج الموجبتان (ای الصغری) مع الموجبة الكلية (ای الکبری) میں اشارہ کیا (یہ ضرب نقشے میں پانچویں نمبر پر ہے)

(۳) تیسری ضرب:۔ دوسری ضرب کا عکس ہے کہ صغریٰ موجب کلیہ اور کبریٰ موجب جزئیہ جیسے ک ج ب و بعض ج آ بعض ب آ (یہ ضرب نقشے میں دوسرے نمبر پر ہے)

باقی تین ضربیں کہ جن میں نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے ان میں سے

(۴) چوتھی ضرب :- جو کہ مرکب ہو صفری موجب کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے اور نتیجہ سالبہ جزئیہ جیسے کل انسان حیوان ،

لاشی من الانسان بفرس (نتیجہ) بعض الحيوان ليس بفرس (یہ ضرب نقشے میں تیسرے نمبر پر ہے)

(۵) پانچویں ضرب :- جو کہ مرکب ہو موجب جزئیہ صفری اور سالبہ کلیہ کبریٰ سے جیسے بعض الحيوان انسان ، لاشی من

الحيوان بحمار (نتیجہ) بعض الانسان ليس بحمار یہاں جانب مخالف کا اعتبار نہیں (یہ ضرب نقشے میں ساتویں نمبر پر

ہے) ان دو ضربوں کی طرف مانتن نے اپنی عبارت مع السالبة الكلية (ای لیتج الموجبتان السالبة الكلية) میں

اشارہ کیا ہے۔

(۶) چھٹی ضرب :- جو کہ مرکب ہو موجب کلیہ صفری اور سالبہ جزئیہ کبریٰ سے جیسے کل انسان حیوان و بعض الانسان

ليس بفرس (نتیجہ) بعض الحيوان ليس بفرس (یہ ضرب نقشے میں چوتھے نمبر پر ہے)

شکل ثالث کی تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں

☆ نقشہ شکل ثالث ☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	کل انسان حیوان	بعض الناطق حیوان
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	بعض الانسان حیوان	بعض الناطق حیوان
۳	موجبہ کلیہ	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	کل انسان ناطق	لا شی من الانسان بحجر	بعض الناطق لیس بحجر
۴	موجبہ کلیہ	سالہ جزئیہ	سالہ جزئیہ	کل انسان ناطق	بعض الانسان لیس بحیوان	بعض الناطق لیس بحیوان
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان	کل انسان ناطق	بعض الحيوان ناطق
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	x	x	x	x
۷	موجبہ جزئیہ	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان	لا شی من الانسان بحجر	بعض الحيوان لیس بحجر
۸	موجبہ جزئیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۹	سالہ کلیہ	موجبہ کلیہ	x	x	x	x
۱۰	سالہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۱	سالہ کلیہ	سالہ کلیہ	x	x	x	x
۱۲	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۳	سالہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	x	x	x	x
۱۴	سالہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۵	سالہ جزئیہ	سالہ کلیہ	x	x	x	x
۱۶	سالہ جزئیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x

☆ شرائط شکل ثالث ☆ (۱) ایجاب صغری (۲) کلیہ احد المقدمتین (۳) فعلیہ صغری

ضروب نتیجہ (۶) ضروب فقیرہ (۱۰)

قوله: بالخلف: یعنی بیان انتاج هذه الضروب لهذه النتائج اما بالخلف وهو ههنا ان
 یوخذ نقیض نتیجہ و یجعل لکلیتہ کبری و صغری القیاس لایجابہ صغری لینتج من الشکل
 الاول ما ینافی الکبری وهذا یجری فی الضروب کلها واما بعکس الصغری لیرجع الی
 الشکل الاول وذلك حیث یکون الکبری کلیة کما فی الضرب الاول والثانی والرابع
 والخامس واما بعکس الکبری لیسیر شکلا رابعا ثم عکس الترتیب لیرتد شکلا اولاً وینتج
 نتیجہ ثم یعکس هذه نتیجہ فانه المطلوب وذلك حیث یکون الکبری موجبة لیصلح
 عکسہ صغری الشکل الاول ویکون الصغری کلیة لیصلح کبری له کما فی الضرب الاول
 والثالث لا غیر

ترجمہ:- یعنی ان اقسام کے یہ نتائج دینے کا بیان یا تو دلیل ظنی کے ساتھ ہے اور وہ (دلیل ظنی) یہاں یہ ہے کہ لے لیا جائے
 نتیجہ کی نقیض کو اور بنا دیا جائے اس کو کلی ہونے کی وجہ سے کبری اور قیاس کے صغری کو اس کے موجب ہونے کی وجہ سے صغری تاکہ
 وہ شکل اول سے نتیجہ دے ایسا جو منافی ہو کبری کے اور یہ (دلیل) تمام اقسام میں جاری ہے اور یا صغری کے عکس کے ساتھ تاکہ وہ
 شکل اول کی طرف لوٹ جائے اور یہ اس وقت ہوگا جب کبری کلیہ ہو جیسا کہ پہلی، دوسری، چوتھی اور پانچویں قسم میں ہے اور یا
 کبری کے عکس کے ساتھ تاکہ وہ شکل رابع بن جائے پھر عکس کیا جائیگا ترتیب کا تاکہ شکل اول ہو کر لوٹ آئے اور کوئی نتیجہ دے
 پھر اس نتیجہ کا عکس کیا جائیگا پس بلاشبہ وہ مطلوب ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب کبری موجب ہوتا کہ اس کا عکس صلاحیت رکھے شکل
 اول کے صغری ہونے کی اور صغری کلیہ ہوتا کہ وہ صلاحیت رکھے شکل اول کے کبری ہونے کی جیسا کہ پہلی اور تیسری قسم میں ہوتا
 ہے نہ کہ اس کے غیر میں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل ثالث کے نتیجہ کے منوانے کے دلائل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- شکل ثالث کے نتیجہ کے منوانے کی منطقیوں کے پاس تین دلیلیں ہیں۔

(۱) پہلی دلیل:- ان میں سے پہلی دلیل ظنی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا نتیجہ شکل ثالث مان لوور نہ اس کی نقیض کو مانو
 شکل ثالث میں چونکہ نتیجہ ہمیشہ جزئیہ ہوتا ہے تو اس کی نقیض ہمیشہ کلیہ آئیگی اس لئے اب اس نقیض کو ہم شکل اول کا کبری بنا میں

گے اور شکل ثالث کے صفری کو بوجہ اس کے موجب ہونے کے شکل اول کا صفری بنائیں گے اب یہ شکل اول بن جائیگی اس سے وہ نتیجہ حاصل ہوگا جو شکل ثالث کے کبری کے مخالف ہوگا یہ خرابی مخالفت کی ہماری نقیض کو ماننے سے لازم آتی ہے ورنہ شکل ثالث کا کبری تو مفروض الصدق ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ نقیض کا ماننا درست نہیں بلکہ عکس صحیح ہے اور یہ دلیل خلفی شکل ثالث کی تمام ضربوں میں جاری ہوتی ہے۔

(۲) دوسری دلیل:۔ شکل ثالث کے صفری کا عکس کریں گے چونکہ شکل ثالث میں حد اوسط موضوع فی المقدمتین ہوتی ہے جب صفری کا عکس کریں گے تو وہ حد اوسط محمول فی الصفری ہو جائے گی اور یہ شکل اول خود بخود تیار ہو جائے گی اس سے جو نتیجہ نکلے گا وہ بعینہ شکل ثالث والا نتیجہ ہوگا اس سے یہ معلوم ہوگا کہ نتیجہ ہمارا صحیح ہے۔ اور دوسری دلیل وہاں چلتی ہے جہاں کبری کلیہ ہو کیونکہ اس کو شکل اول کا کبری بنانا پڑتا ہے اس لئے یہ دلیل ضرب اول، ثانی، رابع اور خامس میں جاری ہوگی کیونکہ ان میں کبری کلیہ ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی آتا ہے۔

(۳) تیسری دلیل:۔ شکل ثالث کے کبری کا عکس کریں گے تو اس وقت حد اوسط محمول فی الکبری ہو جائے گی۔ اور صفری میں یہ پہلے سے موضوع ہے یہ شکل رابع بن جائیگی۔ پھر اس میں عکس ترتیب کریں گے کہ عکس شدہ کبری کو شکل اول کا صفری اور صفری کو کبری بنائیں گے تو اب یہ شکل اول بن جائے گی اور اس سے ایک نتیجہ نکلے گا اس کا عکس جو ہوگا وہ شکل ثالث کے نتیجہ کے موافق ہوگا اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا نتیجہ شکل ثالث کا صحیح تھا۔ اور یہ تیسری دلیل ان ضربوں میں چلتی ہے جہاں کبری موجب ہوتا ہے کہ یہ شکل اول کا بوجہ موجب ہونے کے صفری بن سکے اور کبری کلیہ ہوتا کہ شکل اول کا کبری بننے کی صلاحیت رکھے۔

قوله: وفي الرابع: اي يشترط في انتاج الشكل الرابع بحسب الكم والكيف احد الامرين اما ايجاب المقدمتين مع كلية الصفري واما اختلاف المقدمتين في الكيف مع كلية احدهما وذلك لانه لولا احدهما لزم اما ان يكون المقدمتان سالتين او موجبتين مع كون الصفري جزئية او جزئيتين مختلفتين في الكيف وعلى التقادير الثلاث يحصل الاختلاف وهو دليل العقم اما على الاول فلان الحق في قولنا لاشي من الحجر بانسان ولاشي من الناطق بحجر هو الايجاب ولو قلنا لاشي من الفرس بحجر كان الحق السلب واما على الثاني فلانا اذا قلنا بعض الحيوان انسان ونكل ناطق حيوان كان الحق الايجاب

ولو قلنا كل فرس حيوان كان الحق السلب واما على الثالث فلان الحق في قولنا بعض
الحيوان انسان وبعض الجسم ليس بحيوان هو الايجاب ولو قلنا بعض الحجر ليس بحيوان
كان الحق السلب ثم ان المصنف لم يتعرض لبيان شرائط الشكل الرابع بحسب الجهة
لقلة الاعتداد بهذا الشكل لكمال بعده عند الطبع ولم يتعرض ايضا لنتائج لاختلاطات
الحاصلة من الموجهات في شئ من الاشكال الاربعة لطول الكلام فيها وتفصيلها مو كول
الى مطولات هذا الفن

ترجمہ :- یعنی شرط لگائی جاتی ہے شکل رابع کے نتیجہ دینے میں باعتبار کم اور کیف کے دو چیزوں میں سے ایک کی یا تو موجب ہونا
دونوں مقدموں کا ساتھ کلیہ کے صغریٰ ہونے کے اور یا مختلف ہونا دونوں مقدموں کا کیف میں ساتھ ان میں سے ایک کے کلیہ
ہونے کے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان (شرطوں) میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو لازم آئے گا یا تو دونوں مقدموں کا سالبہ یا موجب
ہونا صغریٰ کے جزئیہ ہونے کے ساتھ یا (لازم آئے گا) دونوں کا جزئیہ ہونا جو کیف میں مختلف ہوں اور تینوں تقدیروں پر اختلاف
حاصل ہوگا اور وہ (اختلاف) بانجھ ہونے کی دلیل ہے بہر حال پہلی تقدیر پر پس اس لئے کہ حق ہمارے قول لاشی من
الحجر بانسان الخ میں وہ موجب ہونا ہے اور اگر ہم کہیں لاشی من الفرس بحجر تو حق سالبہ ہونا ہے اور بہر حال دوسری
تقدیر پر پس اس لئے کہ جب ہم کہیں بعض الحيوان انسان و كل ناطق حيوان تو حق موجب ہونا ہے اور اگر ہم کہیں كل
فرس حيوان تو حق سالبہ ہونا ہے اور بہر حال تیسری تقدیر پر پس اس لئے کہ حق ہمارے قول بعض الحيوان انسان وبعض
الجسم الخ میں وہ موجب ہونا ہے اور اگر ہم کہیں بعض الحجر ليس بحيوان تو حق سالبہ ہونا ہے پھر بے شک مصنف
نہیں درپے ہوئے قسم رابع کے باعتبار جہت کے شرائط کو بیان کرنے کے بوجہ اس شکل کے تھوڑا اعتبار کرنے کے طبیعت سے
زیادہ دور ہونے کی وجہ سے اور نیز نہیں درپے ہوئے ان اختلاطات کے نتائج کے جو موجهات سے حاصل ہونے والے ہیں
اشکال اربعہ میں سے کسی شکل میں اس میں کلام کے لمبا ہونے کی وجہ سے اور اس کی تفصیل فن کی لمبی کتابوں کے سپرد ہے۔

غرض شارح :- اس قول کی غرض شکل رابع کی ضرورت نتیجہ کو بیان کرنا ہے اور شکل رابع کی نتیجہ دینے والی شرائط کے دلائل کو بھی
بیان کرنا ہے۔

تشریح :- شکل رابع میں نتیجہ دینے والی ضربیں آٹھ ہیں اور شکل رابع میں نتیجہ دینے کیلئے دو امر شرط ہیں جزئہ ملانے سے اور دو

طریقے پر ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) پہلا امر:۔ تو یہ ہے کہ دونوں مقدمے موجب ہوں اور صغریٰ کلیہ ہو۔

(۲) دوسرا امر:۔ یا مقدمات مختلف ہوں لیکن ان میں سے کوئی ایک کلیہ ہو ان دو امروں میں سے کوئی ایک امر پایا جائے گا یا

دونوں پائے جائیں گے تو نتیجہ نکلے گا اگر یہ دونوں امر اٹھ جائیں تو پھر ان کے اٹھ جانے کی تین صورتیں نکلیں گی (۱) مقدمات

سالہ ہوں اور صغریٰ موجب جزئیہ ہو (۲) مقدمات موجب ہوں اور صغریٰ جزئیہ ہو (۳) مقدمات مختلف ہوں کیف میں لیکن جزئیہ

ہوں یہ تین صورتیں جو اٹھ جانے کی نکلی ہیں ان تینوں صورتوں میں نتیجہ صحیح نہیں نکلے گا بلکہ اختلاف لازم آئے گا کہ کبھی تو نتیجہ موجب

ہو کر سچا آئے گا اور کبھی سالہ ہو کر سچا آئے گا اور یہ نتیجہ کا اختلاف شکل کے بانجھ (عقیم) ہونے کی دلیل ہے۔

(۱) پہلی صورت:۔ نتیجہ کے اختلاف کی یہ ہے کہ دونوں مقدمات سالہ ہوں جیسے لاشی من الحجر بانسان و لاشی

من الناطق بحجر اس وقت نتیجہ موجب بعض الانسان ناطق سچا آئے گا اور اگر کبریٰ میں تھوڑی سی تبدیلی کر دیں کہ لاشی

من الناطق بحجر کی جگہ لاشی من الفرس بحجر کہہ دیں تو اس وقت نتیجہ سالہ لاشی من الانسان بفرس سچا آئے گا

(۲) دوسری صورت:۔ اختلاف کی کہ موجب سے اختلاف نتیجہ لازم آئے جیسے بعض الحيوان انسان و كل ناطق

حيوان اس وقت نتیجہ موجب بعض الانسان حيوان سچا ہے دوسری جانب کی نفی نہیں اور اگر یہاں کبریٰ میں تبدیلی کر کے

كل فرس حيوان کہیں تو اس وقت نتیجہ سالہ لاشی من الانسان بفرس سچا آئے گا۔

(۳) تیسری صورت:۔ اختلاف نتیجہ کی جب مقدمات جزئیہ مختلف فی کیف ہوں جیسے بعض الحيوان انسان وبعض

الجسم ليس بحيوان اس وقت نتیجہ موجب بعض الانسان جسم سچا ہے دوسرے بعض کی نفی نہیں اور اگر کبریٰ میں

تبدیلی کر کے بعض الحجر ليس بحيوان کہہ دیں تو اب سالہ بعض الانسان ليس بحجر سچا آئے گا۔ شکل رابع کیلئے

تفتازانی صاحب نے اب دو امروں میں سے ایک امر کو اس لئے شرط لگایا تاکہ اختلاف نتیجہ لازم نہ آئے جیسا کہ تفصیل سے

گزر اعلیٰ تفتازانی نے شکل رابع میں جہت کے اعتبار سے شرائط کو بیان نہیں کیا اس کی وجہ یزیدی نے بیان کی ہے کہ اول تو اس

لئے نہیں بیان کیا کہ اس نے اس کا اعتبار ہی نہیں کیا یا اسلئے نہیں بیان کیا کہ یہ شکل نہایت مشکل اور عقل و فہم سے بہت دور ہے

اس کی طرف کم احتیاجی ہوتی ہے نسبت باقی تین شکلوں کے۔ دراصل اس شکل میں جہت کے اعتبار سے تقریباً پانچ شرطیں ہیں

واما علیٰ البلاغ میں ہے۔ اسی طرح تفتازانی نے قضایا موجدات کے بعض کو بعض کے ساتھ ملا کر قیاس تیار کر کے نتیجہ

نکالنے کے شرائط کو بھی اس لئے نہیں بیان کیا کہ ان میں بہت زیادہ تفصیل تھی۔ یہ چھوٹی سی کتاب اس کی منجائش نہیں رکھتی تھی تفصیل بڑی کتابوں میں موجود ہے فانظر ہناک۔

قوله: لينتج: الضروب المنتجة في هذا الشكل بحسب احد الشرطين السابقين ثمانية
 حاصلة من ضم الصفري الموجبة الكلية مع الكبريات الاربع والصفري الموجبة الجزئية
 مع الكبرى السالبة الكلية وضم الصفريين السالبين الكلية والجزئية مع الكبرى الموجبة
 الكلية وضم كليتها اي الصفري السالبة الكلية مع الكبرى الموجبة الجزئية فالاولان من
 هذه الضروب وهما المؤلف من موجبتين كليتين والمؤلف من موجبة كلية صفري وموجبة
 جزئية كبرى ينتجان موجبة جزئية والبواقي المشتملة على السلب تنتج سالبة جزئية في
 جميعها الا في ضرب واحد وهو المركب من صفري سالبة كلية وكبرى موجبة كلية فانه
 ينتج سالبة كلية وفي عبارة المصنف تامح حيث توهم ان ما سوى الاولين من هذه
 الضروب ينتج السلب الجزئي وليس كذلك كما عرفت ولو قدم لفظ موجبة على جزئية
 لكان اولي والتفصيل ههنا ان ضروب هذا الشكل ثمانية الاول من موجبتين كليتين والثاني
 من موجبة كلية صفري وموجبة جزئية كبرى ينتجان موجبة جزئية والثالث من صفري
 سالبة كلية وكبرى موجبة كلية لينتج سالبة كلية والرابع عكس ذلك والخامس من
 صفري موجبة جزئية وكبرى سالبة كلية والسادس من سالبة جزئية صفري وموجبة كلية
 كبرى والسابع من موجبة كلية صفري والسالبة جزئية كبرى والثامن من سالبة كلية صفري
 وموجبة جزئية كبرى وهذه الضروب الخمسة الباقية تنتج سالبة جزئية فاحفظ هذا
 التفصيل فانه نافع فيما سيجي.

ترجمہ:- جو اقسام اس شکل میں سابقہ دو شرطوں میں سے کسی ایک کے مطابق نتیجہ دینے والی ہیں وہ آٹھ ہیں جو حاصل ہونے والی ہیں صفری موجب کلیہ کو چاروں کبروں کے ساتھ ملانے سے اور صفری موجب جزئیہ کو کبری سالبہ کلیہ کے ساتھ ملانے سے اور دو

صغریٰ سالبہ کلیہ و جزئیہ کو کبریٰ موجبہ کلیہ کے ساتھ ملانے سے اور صغریٰ سالبہ کلیہ کو کبریٰ موجبہ جزئیہ کے ساتھ ملانے سے پس ان آٹھ اقسام میں سے پہلے دو اور وہ دو ایسے ہیں جو دو موجبہ کلیہ سے مرکب ہیں اور موجبہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ جزئیہ کبریٰ سے مرکب ہیں نتیجہ دیتے ہیں موجبہ جزئیہ اور باقی جو سلب پر مشتمل ہیں ان کا نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے تمام اقسام میں مگر ایک قسم میں اور وہ (قسم) وہ ہے جو مرکب ہو صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے پس بلاشبہ اس کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے اور مصنف کی عبارت میں تسامح ہے کیونکہ مصنف نے وہم کیا ہے کہ ان اقسام میں سے پہلی دو قسموں کے علاوہ جو اقسام ہیں وہ نتیجہ دیتی ہیں سلب جزئی حالانکہ اس طرح نہیں جیسا کہ تو پہچان چکا ہے۔ اور اگر مصنف لفظ موجبہ کو جزئیہ پر مقدم کر دیتا تو بہتر ہوتا اور تفصیل یہاں یہ ہے کہ اس شکل کی اقسام آٹھ ہیں۔ پہلی قسم دو موجبہ کلیہ سے مرکب ہے اور دوسری قسم موجبہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ جزئیہ کبریٰ سے مرکب ہے ان دونوں کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے اور تیسری قسم صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے مرکب ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے اور چوتھی قسم اس کا عکس ہے اور پانچویں قسم صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے مرکب ہوتی ہے اور چھٹی قسم سالبہ جزئیہ صغریٰ اور موجبہ کلیہ کبریٰ سے مرکب ہوتی ہے اور ساتویں قسم موجبہ کلیہ صغریٰ اور سالبہ جزئیہ کبریٰ سے مرکب ہوتی ہے اور آٹھویں قسم سالبہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ جزئیہ کبریٰ سے مرکب ہوتی ہے اور یہ باقی پانچ قسموں کا نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے پس تو اس تفصیل کو حفظ کر لے پس بلاشبہ یہ تفصیل نافع ہے ان باتوں میں جو متریب آ رہی ہیں۔

اغراض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل رابع کی ضروب منجہ کو بیان کرنا ہے۔ نیز وفی عبارة المصنف تسامح الخ سے یزدی صاحب ماتن پر اعتراض کر رہے ہیں۔

تشریح:۔ شکل رابع میں بھی عقلی احتمالات نتیجہ دینے کے سولہ نکلتے ہیں لیکن جب ہم شکل رابع کی دو شرطوں میں سے ایک کا لحاظ کرتے ہیں تو پھر نتیجہ ضریبیں آٹھ رہتی ہیں۔ پہلی چار ضریبیں کہ صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور اس کے چار کبریٰ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) ملائیں تو یہ چار ضریبیں تیار ہوں گی۔

(۵) پانچویں ضرب صغریٰ موجبہ جزئیہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو۔ (یہ ضرب نقشے میں ساتویں نمبر پر ہے)

(۶) چھٹی ضرب صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ (یہ ضرب نقشے میں نویں نمبر پر ہے)

(۷) ساتویں ضرب صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ (یہ ضرب نقشے میں تیرہویں نمبر پر ہے)

(۸) آٹھویں ضرب صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ (یہ ضرب نقشے میں دسویں نمبر پر ہے)

اس شکل کے نتیجہ دینے والی ضروب بمع امثلہ تفصیل کے ساتھ اگلے صفحہ پر دیئے گئے نقشے میں ملاحظہ کریں

☆ نقشہ شکل رابع ☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجب کلیہ	موجب کلیہ	موجب جزئیہ	کل انسان حیوان	کل ناطق انسان	بعض الحيوان ناطق
۲	موجب کلیہ	موجب جزئیہ	موجب جزئیہ	کل انسان حیوان	بعض الاسود انسان	بعض الحيوان اسود
۳	موجب کلیہ	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	کل انسان حیوان	لاشی من الفرس بانسان	بعض الحيوان ليس بفرس
۴	موجب کلیہ	سالہ جزئیہ	سالہ جزئیہ	کل انسان حیوان	بعض الاسود ليس بانسان	بعض الحيوان ليس باسود
۵	موجب جزئیہ	موجب کلیہ	x	x	x	x
۶	موجب جزئیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۷	موجب جزئیہ	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	بعض الاتسان اسود	لاشی من الفرس بانسان	بعض الاسود ليس بفرس
۸	موجب جزئیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۹	سالہ کلیہ	موجب کلیہ	سالہ کلیہ	لاشی من الانسان بحجر	کل ناطق انسان	لاشی من الحجر بناطق
۱۰	سالہ کلیہ	موجب جزئیہ	سالہ جزئیہ	لاشی من الانسان بحجر	بعض الاسود انسان	بعض الحجر ليس باسود
۱۱	سالہ کلیہ	سالہ کلیہ	x	x	x	x
۱۲	سالہ کلیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۳	سالہ جزئیہ	موجب کلیہ	سالہ جزئیہ	بعض الحيوان ليس باسود	کل انسان حیوان	بعض الاسود ليس بانسان
۱۴	سالہ جزئیہ	موجب جزئیہ	x	x	x	x
۱۵	سالہ جزئیہ	سالہ کلیہ	x	x	x	x
۱۶	سالہ جزئیہ	سالہ جزئیہ	x	x	x	x

☆ شرائط شکل رابع ☆ ایجاب المقدمین مع کلیہ صغری یا اختلاف المقدمین فی الکیف مع کلیہ احد المقدمین

یعنی اگر (۱) دونوں مقدمے سالہ (۲) دونوں موجب مگر صغری جزئیہ (۳) دونوں جزئیہ ہوں تو نتیجہ نہیں نکلے گا۔

ضروب نتیجہ ۸ ضروب غیرہ ۸

☆ نقشہ اشکال اربعہ صور صحیحہ و غیر صحیحہ ☆

نمبر	صغری	کبری	شکل اول	شکل ثانی	شکل ثالث	شکل رابع
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	ص ۱	غ	ص ۱	ص ۱
۲	"	موجبہ جزئیہ	غ	غ	ص ۲	ص ۲
۳	"	سالبہ کلیہ	ص ۲	ص ۱	ص ۳	ص ۳
۴	"	سالبہ جزئیہ	غ	غ	ص ۴	ص ۴
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	ص ۳	غ	ص ۵	غ
۶	"	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۷	"	سالبہ کلیہ	ص ۴	ص ۲	ص ۶	ص ۵
۸	"	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص ۳	غ	ص ۶
۱۰	"	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	ص ۷
۱۱	"	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۲	"	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص ۴	غ	ص ۸
۱۴	"	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۵	"	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۶	"	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ

ضروب نتیجہ ۴ ضروب نتیجہ ۱۲

ضروب نتیجہ ۴ ضروب نتیجہ ۱۲

ضروب نتیجہ ۶ ضروب نتیجہ ۱۰

با اختلاف المقدمین فی الکلیف مع کلیہ احد المقدمین

ضروب نتیجہ ۸ ضروب نتیجہ ۸

(۱) ایجاب صغری (۲) کلیہ کبری (۳) تعلیہ صغری

(۱) اختلاف المقدمین فی الکلیف (۲) کلیہ کبری

(۱) ایجاب صغری (۲) کلیہ احد المقدمین (۳) تعلیہ صغری

ایجاب المقدمین مع کلیہ صغری

شرائط شکل اول

شرائط شکل ثانی

شرائط شکل ثالث

شرائط شکل رابع

شکل رابع کی ان آٹھ ضرب منجہ میں سے پہلی دو ضربیں (صغریٰ موجبہ کلیہ، کبریٰ موجبہ کلیہ اور صغریٰ موجبہ کلیہ کبریٰ موجبہ جزئیہ) ان کا نتیجہ موجبہ کلیہ آئیگا ان دو ضربوں کے علاوہ باقی تمام ضربیں یعنی چھ ضربیں سوا چھٹی ضرب کے جو کہ مرکب ہو سالہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ کلیہ کبریٰ سے ان کا نتیجہ بوجہ ان پانچ ضرب کے سلب پر مشتمل ہونے کے سالہ جزئیہ آئیگا ہاں چھٹی ضرب کا نتیجہ سالہ کلیہ آئیگا۔

وفی عبارة المصنف تسامح:۔ اس عبارت میں یزدی صاحب ماتن پر اعتراض کر رہے ہیں۔

اعتراض:۔ ماتن نے متن میں جزئیہ موجبہ ان لم یکن بسلب والافسالبہ کی عبارت میں جو جزئیہ موجبہ کا لفظ کہا ہے اس کا یہ کہنا درست نہیں بلکہ اس کو موجبہ جزئیہ کہنا چاہیے تھا کیونکہ جزئیہ کی صورت میں پیچھے سے جب لیستج الموجدتان کو ملائیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ پہلی دو ضربوں کے علاوہ باقی تمام ضربوں میں اگر حرف سلب ہو تو نتیجہ سالہ جزئیہ نکلے گا اور اگر حرف سلب نہ ہو تو موجبہ جزئیہ نکلے گا اور یہ مطلب صحیح نہیں کیونکہ پہلی دو ضربوں کے علاوہ باقی چھ ضربوں میں سے سب کا نتیجہ سالہ جزئیہ نہیں آتا بلکہ چھٹی ضرب کا نتیجہ سالہ کلیہ آتا ہے علامہ یزدی کہتے ہیں کہ اس کو موجبہ جزئیہ کی عبارت کہنی چاہیے تھی کیونکہ پھر مطلب یہ نکلتا کہ تمام ضربوں میں جب حرف سلب نہ ہو تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آئیگا اور اگر حرف سلب ہو تو نتیجہ سالہ آئیگا اس میں پھر تعمیم تھی کہ سالہ کلیہ آئے جیسے ضرب سادس میں یا سالہ جزئیہ آئے جیسے بقیہ ضرب خمسہ میں۔

قوله: بالخلف: وهو في هذا الشكل ان يوضح نقيض النتيجة ويضم الى احدى المقدمتين لينتج ما ينعكس الى ما ينافي المقدمة الاخرى وذلك الخلف يجرى في الضرب الاول والثاني والثالث والرابع والخامس دون البواقى وقال المصنف في شرح الشمسية بجريان الخلف في السادس وهذا سهو

ترجمہ:۔ اور وہ (دلیل) اس شکل میں یہ ہے کہ لیا جائے گا نقيض نتیجہ کو اور اس کو ملایا جائیگا دو مقدموں میں سے کسی ایک کی طرف تاکہ وہ ایسا نتیجہ دے جس کا عکس وہ چیز آئے جو دوسرے مقدمے کے منافی ہے اور یہ دلیل خلفی پہلی، دوسری، تیسری چوتھی اور پانچویں ضرب میں جاری ہوتی ہے نہ کہ باقیوں میں اور مصنف نے شرح شمسیہ میں دلیل خلفی کی چھٹی ضرب میں جاری ہونے کا قول کیا ہے اور وہ سہو ہے۔

عرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے ایک دلیل یعنی دلیل خلفی کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل رابع کے نتیجہ کے منوانے کے پانچ دلائل ہیں ان میں پہلی دلیل دلیل خلفی ہے اس قول میں اسی دلیل خلفی کو بیان کریں گے اور آگے بالترتیب ہر ایک قول میں ایک ایک دلیل کو بیان کریں گے پانچ قولوں میں پانچوں دلائل ذکر کریں گے۔ دلیل خلفی کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے نتیجہ کو مان لو ورنہ اس کی نفیض کو مانو جب نفیض مان لیں گے تو نفیض کو اصل کے ساتھ ملا کر نتیجہ نکالیں گے اور نتیجہ محال لازم آئے گا اور یہ محال نفیض ماننے سے لازم آیا جیسا کہ آپ تکرار کے ساتھ اس سے پہلے دیکھ چکے ہیں۔ لیکن یہ دلیل خلفی ضرور نتیجہ میں سے صرف پہلی، دوسری، تیسری چوتھی اور پانچویں ضرب میں جاری ہوتی ہے باقیوں میں جاری نہیں ہوتی شارح فرماتے ہیں کہ علامہ تفتازنی نے اپنی کتاب شرح شمسہ میں یہ دلیل خلفی چھٹی ضرب میں بھی جاری ہونے کا قول کیا ہے لیکن وہ درست نہیں۔

قوله: او بعكس الترتيب: وذلك انما يجرى حيث يكون الكبرى موجبة والصغرى كلية والنتيجة مع ذلك قابلة للانعكاس كما في الاول والثاني والثالث والٹامن ايضا ان انعكست السالبة الجزئية كما اذا كانت احدى الخاصتين دون البواقي

ترجمہ:۔ اور یہ (دلیل) سوا اس کے نہیں جاری ہوتی ہے جب کہ کبریٰ موجبہ ہو اور صغریٰ کلیہ ہو اور نتیجہ اسکے ساتھ عکس کو قبول کرنے والا ہو جیسا کہ پہلی، دوسری، تیسری اور آٹھویں قسم میں بھی اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ آئے جیسا کہ جب وہ دو خاصہ میں سے ایک ہونہ کہ باقی۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے دوسری دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ دوسری دلیل ہے کہ شکل رابع کے مقدمات کی ترتیب کو بدل دیا جائے اس طرح یہ شکل اول بن جائے گی پھر نتیجہ نکالنے کے بعد نتیجہ کا عکس نکال لیا جائے لیکن یہ دلیل صرف ان ضرور میں جاری ہوگی جہاں کبریٰ موجبہ ہو اور صغریٰ کلیہ ہوتا کہ شکل اول بنانے کے بعد شکل کی شرائط یعنی ایجاب صغریٰ اور کلیہ کبریٰ پائی جائیں اور پھر نتیجہ بھی ایسا ہو جو عکس کو قبول کرنے والا ہو سالبہ جزئیہ نہ ہو اگر سالبہ جزئیہ ہو تو پھر خاصتین میں سے ہو جیسا کہ پہلے گزرا ہے کیونکہ خاصتین کے علاوہ سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا اور یہ دلیل صرف پہلی، دوسری، تیسری اور آٹھویں ضرب میں جاری ہوگی باقیوں میں نہیں۔

قوله: او بعكس المقدمتين: فيرجع الى الشكل الاول ولا يجرى الا حيث يكون

الصغرى موجبة والكبرى سالبة كلية لتنعكس الى الكلية كما في الرابع والخامس لا غير

ترجمہ:- پس یہ لوٹ جائیگی شکل اول کی طرف اور نہیں جاری ہوگی مگر جہاں صغریٰ موجبہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہوتا کہ اس کا عکس کلیہ آئے جیسا کہ چوتھی اور پانچویں قسم میں ہے نہ کہ ان کے علاوہ میں۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے تیسری دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ تیسری دلیل ہے۔ وہ یہ ہے کہ شکل رابع کے دونوں مقدمتین کا الگ الگ عکس

نکالا جائے جس سے وہ شکل اول بن جائے گی لیکن یہ دلیل صرف وہاں جاری ہوگی جہاں صغریٰ موجبہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو

تاکہ شکل اول بن سکے اور کلیہ کبریٰ والی شرط پائی جائے اور یہ بات صرف چوتھی اور پانچویں ضرب میں ہے باقیوں میں یہ دلیل

جاری نہ ہوگی۔

قوله: او بالرد الى الثانى: ولا يجرى الا حيث يكون المقدمتان مختلفتين فى الكيف

والكبرى كلية والصغرى قابلة للانعكاس كما فى الثالث والرابع والخامس والسادس ايضا

ان انعكست السالبة الجزئية لا غير

ترجمہ:- اور یہ (دلیل) نہیں جاری ہوتی کسی جگہ مگر جہاں دونوں مقدمے کیف میں مختلف ہوں اور کبریٰ کلیہ ہو اور صغریٰ عکس کو

قبول کرنے والا ہو جیسا کہ تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی قسم میں بھی ہے اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ آئے نہ کہ اس کے علاوہ۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے چوتھی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ چوتھی دلیل ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس شکل رابع کو شکل ثانی میں تبدیل کر دیا جائے

اس طرح کہ شکل رابع کے صغریٰ کا عکس نکالا جائے تو وہ شکل ثانی بن جائے گی لیکن یہ دلیل بھی صرف وہاں جاری ہوگی جہاں

کبریٰ کا عکس بھی آتا ہو اور شکل ثانی کی شرائط بھی پائی جائیں اس لئے یہ دلیل صرف وہاں جاری ہوگی جہاں دونوں مقدمے

کیف میں مختلف ہوں اور کبریٰ کلیہ ہو اور صغریٰ عکس کو قبول کرنے والا ہو اور یہ بات صرف تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی ضرب

میں پائی جاتی ہے باقیوں میں نہیں۔

قوله بعكس الكبرى: ولا يجرى الا حيث يكون الصغرى موجبة والكبرى قابلة
لانعكاس و يكون الصغرى او عكس الكبرى كلية وهذا الاخير لازم للاولين في هذا
الشكل فتدبر وذلك كما في الاول والثاني والرابع والخامس والسابع ايضا ان انعكس
السلب الجزئي دون البواقي

ترجمہ:- اور (یہ دلیل) نہیں جاری ہوتی کسی جگہ مگر جہاں صغریٰ موجبہ ہو اور کبریٰ عکس کو قبول کرنے والا ہو اور صغریٰ یا عکس کبریٰ
کلیہ ہو اور یہ آخری (شرط) اس شکل میں پہلی دو کو لازم ہے پس غور و فکر سے کام لے اور یہ جیسا کہ پہلی، دوسری، چوتھی، پانچویں
اور ساتویں قسم میں بھی ہے اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ ہونہ کہ باقی۔

غرض شارح:- اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے پانچویں دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:- شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ پانچویں دلیل ہے وہ یہ ہے کہ شکل رابع کے کبریٰ کا عکس نکالا جائے اس سے
شکل رابع شکل ثالث بن جائے گی لیکن یہ دلیل صرف وہاں جاری ہوگی جہاں شکل ثالث کی شرائط پائی جائیں گی یعنی جہاں
صغریٰ موجبہ ہو اور کبریٰ عکس کو قبول کرنے والا ہو اور صغریٰ یا عکس کبریٰ کلیہ ہو اس لئے یہ دلیل صرف پہلی، دوسری، چوتھی،
پانچویں اور ساتویں ضرب میں جاری ہوگی باقیوں میں نہیں۔

والله اعلم بالصواب وعلمه اتم واحکم

تمت بحمدا، الله الذی بنعمته تتم الصالحات

والحمد لله على التمام والصلوة والسلام على خير الانام (صلى الله عليه وسلم)

تفسیر جلالین

مع حاشیہ

کشف المحجوبین

علامہ سعد اللہ حنفی قندھاری

تفسیر جلالین شریف کی اہمیت و مقبولیت ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کے بارے میں اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔

عالم اسلام کا شاید ہی کوئی مدرسہ ایسا ہوگا جہاں یہ تفسیر داخل نصاب نہ ہو۔

الحمد لله

ہم نے تفسیر جلالین مع حاشیہ کشف المحجوبین جو کہ عرصے سے نایاب تھی نہایت ہی محنت سے شائع کی ہے اس حاشیہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ صاحب محشی اغراض جلالین بیان فرماتے ہیں جو کہ مدرسین اور طلبہ علوم دینیہ کے لئے بیش بہا علمی خزینہ ہے۔

عکسی طباعت ★ اعلیٰ کاغذ ★ پختہ جلد صفحات : 650 سائز : 20x30/4

Waseem

ارشاد کبیر پبلشرز
پلازما ملتان

کتابخانہ محمدیہ مملکت